

حضرت ابوبکر <sup>رضی اللہ عنہ</sup> بحیثیت  
صِدِّیقِ اکبر  
تاریخ کی روشنی میں

تالیف  
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن نقشبندی ابراہیمی

ڈی ایل ایس، ایم اے

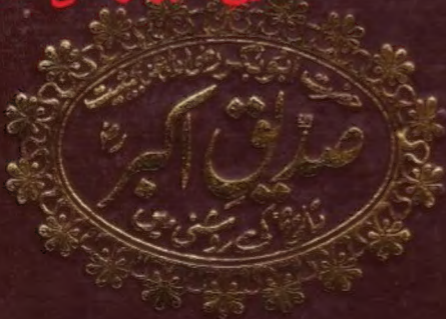
پی ایچ ڈی

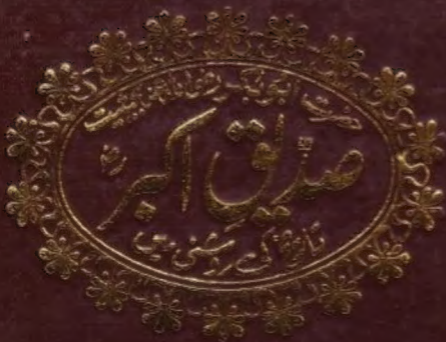
فاضل دارالعلوم دیوبند

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

طاہر سکنز  
اردو بازار - کراچی

حضرت ابو بکر صدیق رض بحیثیت  
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ





حضرت ابو بکرؓ بحیثیت صدیق اکبرؓ

تاریخ کی روشنی میں

پی ایچ ڈی مقالہ نگار

ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن نقشبندی

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

# انتساب

اسلامی تہذیب کے علمبردار

محافظِ حرمین شریفین

دنیا کے عرب کے بے خوف اور نڈر مجاہد

سرزمینِ صدیقیت کے امین

جلالۃ الملک فہد بن عبد العزیز

فرمانروائے سعودی عرب

کے

نام

عبد الرحمن ابراہیمی نقشبندی

ڈاکٹر محمود حسین لاٹھیری

کراچی یونیورسٹی - کراچی ۲۲

تاریخ اشاعت ----- جولائی ۱۹۸۵ء

مطبع ----- ناظر پریس کراچی

تعداد ----- ایک ہزار

قیمت ----- ۱۲۵/- روپے

ناشر

طاہر سنز

ناشران و تابران کتب

۴۵-۱ اردو بازار کراچی

فون نمبر ۲۱۴۴۶۵

کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس کا وغیرہ کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ اپنے خاص کرم سے انھیں اجر سے نوازے۔

آؤں اپنے استاد ختم الحاج پروفیسر یوسف عباس ہاشمی مدنیضہ کامرہوں منت ہوں جن کی رہنمائی میں زیر نظر مقالہ کی تکمیل ممکن ہو سکی۔  
اس موقع پر میں یہ اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مشکل مرحلہ میں میرے اساتذہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی دلنشین اور مکمل تعلیمات نے ہر مقام پر میری واضح رہنمائی فرمائی بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے روحانی تصرفات ہی میری انتقامت کا سبب ہے۔ ورنہ من اہم کہ من قائم۔

بہر کیف آپ کے سامنے پیش کش بعنوان "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بحیثیت صدیق اکبر تاریخ کی روشنی میں" پیش کی جا رہی ہے اس توقع پر کہ اس کے مطالعے بعد آپ جیسے دعاویہ میں یاد رکھیں گے اور اس جانب اپنی توجہ مبذول فرمائیں گے کہ ہم سب من جانب اللہ داعی الی اللہ کے منصب پر فائز کئے گئے ہیں اس لئے اپنی ذمہ داری کو پیش نظر رکھ کر "دعوت حق" کی خاطر جس قدر کئے ہیں اس سے صرف نظر کریں۔

یہاں اس کا ذکر بھی ہے علی نہیں کہ میں محطہ صاحب کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اصلاحی اور اسلامی خدمت کے پیش نظر اسے زور و طاقت سے آراستہ کر کے اپنی صلاحیت کے مطابق اس کا ویرایش مجدد جہد کی اللہ تعالیٰ انھیں اس کا اجر عاتیت فرمائے۔ آمین۔

مرحوم مفت مند ہوں میری قیمت کیا ہے

کہ رہے چشم خیرہ پر احسان میرا

وہا علیہ الا البلاغ

نیا زنگین

ذکر عبد الرحمن

## حامد و مصلیٰ عرض احوال

میں بڑے مجر و انکسار کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں شکر گزار ہوں کہ اس نے پیہم انعامات اور اس دور پر فتن میں مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صدیقیت پر تحقیق نگارش اور اس اہم اسلامی و علمی موضوع پر یہ پیش کش صاحبان فکر و نظر ادراہل ایمان تک پہنچانے کی سعادت سے نوازا۔

یہ تحقیقی سرانجام اس زادیہ سے بھی باعث سکون ہے کہ حامد کراچی کی منظوری نے اسے مستند قرار دیا جس کی پذیرائی نے مجھے بی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند سے سرفراز کیا اور اس پر تحقیق نے پوری طرح غرض کے بعد اپنی تحقیق سے قبول فرمایا۔

یہ اسلامی و تحقیقی کاوش کس طرح تکمیل تک پہنچی تو اس میں فضل اللہ تعالیٰ کا کرم ہی کہہ سکتا ہوں کہ اس نے اس مغرب پرست ماحول میں باوجود ہمت شکنی اور دودھ چرچ کی کی نامز گاری کے مجھے موانع اور مشکلات میں ثابت قدمی دی اور میں نے انتقامت کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا جسے میں بغی امدادی کہہ سکتا ہوں۔

اس مقام پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کا مدبر میں اپنے ان مفسنین کی رہنمائی امانت کا ذکر کروں گا جنہوں نے قلمت مراحل پر میری مدد فرمائی جن میں تاہل ذکر شخصیات میں جناب پروفیسر ڈاکٹر اختر جہاں صاحبہ، محکمہ افترا انصاری صاحبہ شعبہ علوم کی جامعہ کراچی اور جناب صلاح الدین صاحب شعبہ سیاسیات جامعہ کراچی میں جنھوں نے بی، ایچ، ڈی میں داخلہ لینے سے پہلے اور بعد میں ہر موقع پر میری اعانت فرمائی جن کا شکریہ ادا کرنا ضروری

## تعارف

جناب ڈاکٹر مآظ عبدالرحمن صاحب نے شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی سے اس مقالہ پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، ان کے تحقیق نے اس مقالہ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور جناب مولانا سید محمود صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی کی گرامر قدر لکھنے کے بعد کسی مزید تبصرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ پھر یہی چونکہ میرے واسطے معلوم کی گئی ہے، لہذا اس کے متعلق میں مندرجہ ذیل مختصر تاثرات کا اظہار کرتا ہوں۔

یہاں تک موضوع کی اہمیت اور بذرت کا تعلق ہے اس موضوع پر اس سے قبل عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں میں کسی نے خاصہ رسائی یا طبع آزمائی نہیں کی ہے، حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ اسلام، تاریخ عرب اور سیرت ابوبکر صدیقؓ پر بے شمار کتابیں نہایت تفصیل اور اختصار سے لکھی گئی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جائیں گی۔ لیکن کسی نے حضرت ابوبکر کی صدیقیت، صدیقیت کہا ہے، صدیق کے ذائقہ کیا ہیں، ہر نبی کو صدیق کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے، حضرت ابوبکر نے بحیثیت صدیق کیا اہم فیصلے صادر فرمائے۔ ان فیصلوں کا اسلام پر کیا اثر ہوا، ان عنادین پر کسی نے آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی، یہی اس مقالہ کا اہم پہلو ہے جو اس کو دیگر کتابوں سے ممتاز ہے کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے تعلیم کا آغاز پونا سے کیا، تیسری جماعت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں حفظ قرآن، فارسی ادب، علوم اسلامی، فقہ، حدیث، تفسیر، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، علم الکلام، منطق، فلسفہ وغیرہ اور عربی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ اس طرح ۱۳۸۰ھ میں مولانا محمد شمس حضرت مولانا مآظ فقہ الدین احمد شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث کی تکمیل کی، دیگر اساتذہ حدیث میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیادری، حضرت مولانا

Head Office:

2310240

Branch Office:

311217

# دارالعلوم کراچی

Darul-Uloom, Karachi-I.

(ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احقر نے زیر نظر مقالہ حضرت ابوبکر حبیب صدیقؓ کی تاریخ کی روشنی میں "اول سے ۱۵۵۰ تک حروفِ یاد دہا، اور ایک بعد چند جملہ نظر دہا، اس حوری مطالعہ میں احقر کی نظر میں کوئی بات قابلِ اعتراض یا مستبعد اہل سنت کے خلاف نظر نہیں آئی، بلکہ بعض مقامات پر ابھی اور عمدہ تحقیق و تنقید سے غلطیوں پر اللہ تعالیٰ موفّق اور ان کے اساتذہ کو جزائے خیر دے فرمائے کہ ایک مستور گوشہ کو اباجے ذاب کیا ہے جس سے کسی شخصیتِ خراج کو اختلاف نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ سب کہ بعض نادانِ حق حضرات کہتے یہ کوششیں شعلِ راہِ اہل بیت ہو۔ واللہ یعلم الحق (دھو جھلائی السبیل)

نظم دارالعلوم کراچی  
۱۳۹۶ھ

ٹاک واز:

۲۳۱۰۲۰

کورنگی:

۳۱۱۲۱۷

(۴) ڈپلومہ لائبریری سائنس جامعہ کراچی ۱۹۷۲ء

(۵) سرٹیفکیٹ ترکی زبان ۱۹۷۲ء

(۸) ایم۔ اے جامعہ کراچی ۱۹۷۳ء

(۹) پی۔ ایچ، ڈی شعبہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی ۱۹۷۹ء

یہ چند کلمات لکھنے کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے دست بردار ہوں کہ اللہ تعالیٰ  
موصوف کو تاحیات اسی طرح دینی خدمات کے انجام دہی میں کامیاب اور سرخرو فرمائے  
آمین ثم آمین

سراج احمد فاروقی  
سابق پیرمین شعبہ علوم اسلامی  
جامعہ کراچی

سید قطب صاحب رحمہ اللہ عالم دیوبند حضرت مولانا فخر الحسن صاحب حضرت مولانا بشیر احمد خان صاحب اور حضرت  
مولانا نثار احمد صاحب عثمانی قابل ذکر ہیں، دارالعلوم سے فراغت کے بعد اپنے والد معظم  
حضرت مولانا حافظ کریم اللہ صاحب نقشبندی کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم پونا اور حافظ شیخ  
سلطان صاحب کے قائم کردہ مدرسہ مردوڈا جامعہ مسجد پونا میں تقریباً دو سال تک درس و  
تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ یکم جولائی ۱۹۷۳ء میں پاکستان آئے۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں جامعہ کراچی سے منسلک ہوئے۔ دوران ملازمت لائبریری سائنس  
میں ایم۔ اے کیا، ۲۱ ستمبر ۱۹۷۷ء کو پی۔ ایچ۔ ڈی کا یہ مقالہ زیر نگینی پروفیسر الحاج ڈاکٹر وسعت  
جاس صاحب ہاشمی جامعہ کراچی کو بغرض امتحان پیش کیا، ۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء کو سند کیسٹ  
جامعہ کراچی نے اپنے ایک اجلاس میں، پی، ایچ ڈی کی ڈگری منظور کی، یکم مارچ ۱۹۸۰ء کو شعبہ علوم  
اسلامی جامعہ کراچی میں بحیثیت استاد تقرر ہوا، ۲۱ دسمبر ۱۹۸۰ء تک شعبہ ہدایا میں تدریسی  
خدمات نہایت حسن و خوبی سے انجام دیتے رہے، ڈاکٹر صاحب کے والد مرحوم و مغفور فرمایا کرتے تھے  
کہ ہم سبلاً پریم نیل یعنی ابراہیمی مسلک اہل سنت و الجماعت حنفی اور شریعت نقشبندی ہیں ڈاکٹر صاحب  
سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا محمد عبدالملک صاحب مدد تقی نقشبندی مجددی کے جانشین۔  
اور تاحال جامعہ کراچی سے وابستہ ہیں، تعلیمی کوائف درج ذیل ہیں۔

(۱) سند فراغ شعبہ فارسی از دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۵۲ھ

(۲) سند الفروع عن شریعہ الفکرۃ والتجويد المحدثۃ العالیۃ الشہیرۃ بدرا العلوم دیوبند

بدوایۃ الفحص ۱۳۷۹ھ

اس الامازۃ المسندۃ لسا والکتاب الحدیثیۃ عن شیخ الحدیث فخر الدین احمد بدرا العلوم

دیوبند، (سند تخصص فی الحدیث) ۱۳۸۰ھ

(۳) سند الفروع من المحدثۃ العربیۃ الاسلامیۃ الشہیرۃ بدرا العلوم دیوبند،

(علوم اسلامی اور عربی ادب) ۱۳۸۱ھ

(۵) امازت نامہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ عثمانیہ فضلیہ از محمد عبدالملک مدد تقی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ یوم جمعہ وقت اشراق مقام کراچی،

## فہرست مضامین

## تقریظ

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
	مقدمات	
۶۳	۱۸ مالی امداد نہ کرنے کا شان صدیقین عطا	
۶۷	۲۷ حضرت عبدیجہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا اسلام	
۶۸	۳۰ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
۶۹	۳۹ حضرت رقیہ	
۷۱	۴۰ حضرت ام کلثوم	
۷۱	۴۳ حضرت فاطمہ	
۷۱	۴۸ علی بن ابی طالب	
۷۸	۵۳ حضرت ابو بصیر صدیقین کے یقین اور صدیق کی کیفیت	
۸۱	۵۳ ایان میں حضرت ابو بکر کی راہ اختیار کرنا چاہیے	
۸۲	۵۴ الباب الثالث	
۸۲	۵۶ حضرت ابو بکر در رسالت میں	
۸۲	۵۷ تصدیق نبوت	
۸۸	۵۸ تصدیق رسالت اور اتفاق مافیہ سبیل اللہ	
۸۸	۵۹ تصدیق رسالت اور اتفاق مافیہ سے	
۹۲	۵۹ کسی غیر کی رضا جوئی مطلوب نہیں	

ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن صاحب کو میں ذاتی طور پر بھی طرح جانتا ہوں،  
شعبہ علوم اسلامی میں دو سسٹر درس و تدریس کے فرائض بھی انجام دے چکے  
ہیں، میں ان کی تعلیمی قابلیت و صلاحیت نیز درس و تدریس سے بخوبی واقف  
ہوں اور ساتھ ہی مطمئن بھی ہوں، اس لئے کہ معارف اسلامی میں سب سہام  
پیر عربی ذاتی ہے۔ علوم اسلامی کا علمی سرمایہ اور بنیادی کتب عربی کی ہیں  
قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام سے واقفیت عربی ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اور  
ڈاکٹر صاحب ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ہیں۔ جو دارالعلوم دیوبند سے  
فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ جامعہ کراچی کے کلیہ معارف اسلامی کے بلی، ایچ، ڈی  
بھی ہیں، جو موصوف کو زیر نظر مقالہ تیار کرنے پر جامعہ کراچی سے عطا کیے،  
آقہ قرین اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کو تاحیات اسی طرح دینی خدمات  
انجام دینے میں کامیاب اور سرمد فرمائے آمین،

(ڈاکٹر محمد طاہر ملک)

سابق پیر میں شعبہ علوم اسلامی  
جامعہ کراچی

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۳۰	غضب و ظلم کی جھوٹی سختی سے آپ کا دامن پاک ہے	۱۸۰	الباب الرابع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت دنیا نے اسلام کی حالت
۲۳۱	الحجاز		
۲۳۲	سامانی اور بازنطینی تعلقات	۱۸۲	واقعہ ذی وقار
۲۳۳	عوام تین جماعتوں میں بٹ گئے تھے	۱۸۵	جزیرہ قاعرب
۲۳۴	انسانیت کے آئینہ سراش اور جمعی فیصلہ	۱۸۵	بین
۲۳۵	سیاسی نظام	۱۸۷	مضر
۲۳۶	نظام اقتصادی	۱۸۸	دوس
۲۳۷	نظام اجتماعی	۱۸۸	حضرت موت
۲۳۸	غلاموں کے حقوق	۱۸۸	یسامہ
۲۳۹	مشاورت خلافت اور شیعہ بنی ساعدہ کا اجتماع	۱۸۹	عمان
۲۴۰	تعلیم کا انتخاب	۱۸۹	بکھین
۲۴۱	بیعت عامہ	۱۹۰	غید
۲۴۲	حضرت علی اور زبیر ابن العوام کی رنجش	۱۹۱	نوشیم
۲۴۳	حضرت ابوبکر کا پہلا خطبہ	۱۹۲	بازنطینی شہنشاہیت
۲۴۴	حضرت صدیق کا خلافت والپس کرنے کا واقعہ	۱۹۳	بشارت اور تباہی کے اسباب
۲۴۵	قرطاس کا مسئلہ	۲۰۲	آیات متعلقہ خلافت صدیق اکبر
۲۴۶	ماصل بحث	۲۰۵	اہل ردہ کے گیارہ فرقے
۲۴۷	الباب الخامس فوجی اور بین الاقوامی فیصلے	۲۰۸	حضرت ابوبکر کی خلافت کے طرف
۲۴۸	عیش اسامہ	۲۲۲	آپ نے اشارات بھی فرمائے
۲۴۹	قبائلی عصیت کی بیخ کنی	۲۲۵	دانی حضرت ابوبکر صدیق ہی تھے
		۲۲۸	خطوط کا مضمر قرآن کے حفظ کا وعدہ

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۴۲	غزوہ ثقیف	۹۷	قریش میں صدیق کا مقام
۱۴۳	فراسیت انانی	۹۷	اٹھارہ اسلام
۱۴۴	غزوہ بکوت	۹۹	بیت اللہ میں خطبہ
۱۴۵	حج کی قیادت	۹۹	حضرت ابوبکر کا مقام فدائیت
۱۴۶	حضرت ابوبکر کو امامت صلوة کا حکم	۱۰۲	رسول اللہ کے ساتھ مشرکین کا شیعہ تین
۱۴۷	صلی اللہ علیہ وسلم کا اصرار	۱۰۲	سلوک اور حضرت ابوبکر کا جب و
۱۴۸	امامت صلوة کا حق کس کو ہے	۱۰۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی
۱۴۹	صلوة میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتدار فرمائی	۱۰۶	کارناموں میں اہل اسلام کو
۱۵۰	حضرت ابوبکر کی موجودگی میں کسی	۱۰۹	قدم فی الصلوۃ
۱۵۱	دوسرے کو امامت کا حق نہیں ہے	۱۱۱	حضرت مہدی کا اللہ تعالیٰ کے جواکلیان اللہ
۱۵۲	حضرت ابوبکر نے کتنی غامض چھائیں	۱۱۲	کے جوار پر ترجیح دینے
۱۵۳	قرطاس کی بحث	۱۱۳	حضرت ابوبکر کا اہل اور اہل اطفال کے حامل تھے
۱۵۴	حضرت ابوبکر کا ردنا	۱۱۴	شعلہ فی طالبین غامض حضرت ابوبکر کا کردار
۱۵۵	مسجد کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم	۱۱۵	واقعہ ابراہ اور سراج النبی کی تصدیق
۱۵۶	باب عمر پر حضرت ابوبکر کا نبوت قدم ہوا	۱۱۶	ہجرت کی تیاری
۱۵۷	یوم وفات پر حضرت ابوبکر کا نبوت قدم ہوا	۱۱۷	ہجرت
۱۵۸	اور وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا	۱۱۸	غاب نہیں قیام
۱۵۹	حضرت عمر کی ہیرامٹ	۱۱۹	مدنی زندگی
۱۶۰	یوم وفات پر حضرت ابوبکر کے دیگر خطبہ	۱۲۰	غزوہ بدر
۱۶۱	مقام دفن کی تصدیق کرنا	۱۲۱	غزوہ احد
۱۶۲	صلوة تیارہ پر اشکال اور اس کو رنج کرنا	۱۲۲	حج عذیبہ
		۱۲۳	غزوہ خنین
		۱۲۴	دن میں حضرت ابوبکر کا نبوت سخت تھے
		۱۲۵	امت کا اجتماع
		۱۲۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے
		۱۲۷	نواہی کی تعبیر معلوم کرتے تھے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۴۳۳	فوتوں کے وظائف	۳۶۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہے	۳۱۷	سنت نبوی کی روشنی میں زکوٰۃ کی اہمیت	۲۷۷	اسامہ کی امارت کا فلسفہ
۴۳۳	بچوں کے وظائف	۳۷۲	مہدیشاق	۳۱۷	زکوٰۃ کی فرضیت	۲۸۰	علاء الدین پر ہم کی اہمیت بتانا
۴۳۷	لا وارث بچہ کا ولیفہ	۳۷۴	بعثت عام اور ہم نبوت کا ربط	۳۱۷	احادیث میں فرضیت زکوٰۃ	۲۸۰	بیش اسامہ کو ہدایات
۴۳۷	عوام اور ان کے مولیوں کے درمیان مساوات	۳۷۸	اسلام میں مسئلہ وراثت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل	۳۱۹	زکوٰۃ کب اور کن حالات میں فرض ہوئی	۲۸۱	قبیلہ کلب کا ارتداد
۴۳۷	دیہات والوں کے لئے عطایا	۳۸۸	ابوبکر صدیق کی ذمہ داری مان کی تدبیر اور فتح	۳۲۰	مدنی اور کن زندگی کا فرق	۲۸۳	بنو قنقہ اور پیش اسامہ کا حملہ
۴۳۵	حضرت عمر کا حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع		الباب السادس	۳۲۱	حاصل بحث و تکرار و سنت کی روشنی میں	۲۸۳	ہم کے اثرات
	الباب الثامن		مسئلہ وراثت	۳۲۴	اتفاق فی سبیل اللہ کے مصارف	۲۸۷	دشمن کے نسبت صدیقیت کا اعتراف
۴۳۸	صدقیت کا مہار و مدنی کردار و کاروائی	۳۹۶	صدیق اکبر کا استدلال	۳۲۷	نظام زکوٰۃ کی ضرورتی نظام ہے	۲۸۵	اسلامی مہجرت پر افواج متعین کرنا
	اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ	۳۹۷	دعوی وراثت	۳۲۸	انفین زکوٰۃ	۲۸۵	مسلمانوں کے دلوں میں غیاب و غیور کارنا
۴۳۹	کی زندگی	۳۹۸	دعوی وراثت	۳۲۹	انفین زکوٰۃ کے دلائل	۲۸۷	غزوہ حوٹہ کا انتقام
۴۳۷	مدنی زندگی	۳۹۹	دعوی وراثت حضرت فاطمہ	۳۳۰	صحابیہ کرام اور حضرت ابوبکر کی گفتگو	۲۸۸	باپ کے قتل کا انتقام
۴۳۵	صدقیت بحیثیت خلیفہ	۴۰۵	علیہ اور ہم کا دعوی (یا گیارہ)	۳۳۲	قابل کا اجتماع	۲۸۸	نجاہدین کا استقبال
۴۵۰	حضرت ابوبکر بحیثیت خلیفہ اللہ	۴۰۷	فی اثرات	۳۳۹	صدقہ فیصلہ کے دو سرس نتائج	۲۸۹	خلیفہ کی حیثیت سے جہاد کا اصل مفہوم
۴۹۲	وصف علم	۴۱۰	توبہ کی حقیقت	۳۴۰	نامین زکوٰۃ کے مصروف نقاب		اور اس کی اہمیت اور توضیح
۴۹۳	طریقہ استنباط	۴۱۲	عطایا، جاگیریں اور ارضی کی تقسیم	۳۴۲	حضرت صدیق دفاعی لاش نمبر ۳ پر	۲۹۲	جہاد کے اقسام
۴۹۳	بیرات جہاد		میں حضرت ابوبکر صدیق کا طریقہ کار	۳۴۸	اعلان عام	۲۹۵	قیصر و کسری کے تغیر و ترمیم اور معاہدے کو قبول کرنا
۴۹۴	صحیح حدیث	۴۱۶	عطایا اور وظائف	۳۵۱	مہمدنامہ	۲۹۶	کیا یہ تمام جنگیں اقتصادی اور معاشی نہیں
۴۹۵	حضرت ابوبکر کا کتب خانہ	۴۲۶	اسلام میں جاگیر دینے کا طریقہ کار	۳۵۱	احکام جنگ	۲۹۹	اسلامی جنگوں اور لڑائیوں کی غرض و غایت
۴۹۵	حضرت ابوبکر صاحب الراشہ تھے	۴۲۶	ارضی حکومت	۳۵۳	فتح نبوت قرآن اور حدیث کی روشنی میں		الباب السادس
۴۹۶	حضرت ابوبکر بہت بڑے تاریخ دان تھے	۴۲۸	ارضی حکومت کو کیا ارضی مباحہ	۳۵۶	قرآن کا اعلان فتح نبوت	۳۰۳	انفین زکوٰۃ مرتدین اور کذابین
۴۹۷	دستاویز وظائف اور حضرت عمر کی نامزدگی	۴۲۹	ارضی بیت المال	۳۵۸	فتح نبوت کی اہمیت اور ضرورت تاریخی اعتبار سے	۳۰۶	اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت و تکرار کی روشنی میں
۴۹۸	وفات ابوبکر	۴۳۱	رسول اللہ کی اہم خلافت میں حضرت عمر کا طریقہ کار	۳۶۲	اسلام کی معاہدیت	۳۰۸	انبیاء سابقین اور نظام زکوٰۃ کے قیام کا حکم
۴۹۹	کتابیات						

## مقدمہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَصَلَّى اللَّهُ  
عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ  
وَعَلَى أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ .

اِذَا بَعْدَ : اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سیرت نگاری کا فن ابتداء اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو محفوظ کرنے کے لئے معرض وجود میں آیا۔ عزوات و سراپا کی تفصیل قلم بند کرنے کے لئے علم مغازی کی ابتدا ہوئی۔ یہی علم سیر و مغازی فن تاریخ نگاری کا ابتدائی زمیہ ثابت ہوا۔ سیرت و مغازی پر سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں محمد بن اسماعق نے السیرہ و المبدا و المغازی تالیف کی جس سے بعد کے سیرت نگاروں اور مؤرخوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ تاہم سیرت نگاری کے میدان میں سب سے زیادہ ابن ہشام نے شہرت حاصل کی جنہوں نے سیرت ابن اسماعق کی تالیف کی اتنی دیانت اور محنت سے تہذیب و اصلاح کی کہ لوگ اصل نسخہ سے بے نیاز ہو گئے جو ہمارے اس مقالہ میں سیرت صدیق کے لئے بھی ایک بنیاد فراہم کرتی ہے۔ ان کے علاوہ الواقدی نے صدر اسلام کی تاریخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی سے متعلق بڑا ذخیرہ اپنی متعدد تالیفات خصوصاً المغازی میں جمع کر دیا۔

ابن سعدؒ نے صحابہ اور تابعین کے حالات زندگی پر بھقات الکبریٰ جلدی ضخیم کتاب لکھ کر حضرت ابو بکرؓ کی سیرت نگاری کے دائرے کو وسعت

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور آپ کے مشہور ہو گئے۔ کتاب صدیق اکبر میں عفا صدیقیت کا عنوان قائم کر کے فاضل مصنفت کہتے ہیں "حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے متعدد مسکوتات میں مقام صدیقیت پر بحث کر کے بتایا ہے کہ سلوک و معرفت کے بہت سے دراج ہیں مثلاً ولایت، شہادت لیکن ان سب اعلیٰ مقام صدیقیت کا ہے اور اس مقام صدیقیت اور مقام نبوت میں کوئی واسطہ نہیں ہے" (۲) آگے چل کر مزید لکھتے ہیں کہ "شاہ ولی اللہ نے مقام صدیقیت پر بڑی عمدہ اور مبسوط بحث کی ہے چونکہ یہ مقام بڑا نازک ہے اور ذرا سی تبدیلی سے غلط فہمی کا اسکان ہے اس لئے ہم اپنی طرف سے کچھ کچھ بغیر صرف شاہ صاحب کی تقریر کا غلامہ نقل کرتے ہیں" (۳) اس طرح صوفیاء کی اصطلاح قرار دے کر صدیقیت مورخین کے عدم توجہ کا سبب بن جاتی ہے اور سوانح نگار صدیقیت کے پہلو پر غور کرتے بغیر گزر جاتے ہیں مگر تذکرہ

نگار اور مؤرخین اگر ذرا غور و فکر سے کام لیتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ صدیق اکبر نے قلیل مدت خلافت میں جو عظیم امور انجام دیے ہیں اور جن پر ضخیم کتب تالیف کی گئیں ہیں وہ صرف اور صرف صدیقیت کا کمال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صدیقیت قرآن و حدیث اور صوفیاء و کرام کا موضوع بحث رہا ہے، مفسرین، محدثین اور صوفیاء و کرام نے اس پر خام فزائی کی ہے لیکن علوئاً اس وصف سے یہ کہہ کر نرا کوشش کی گئی کہ روحانی دراج میں سے ایک درجہ ہے یہ حقیقت ہے کہ صدیقیت کے لئے روحانیت کا ہونا ضروری ہے جس طرح نبوت کے لئے روحانیت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ ایسا مقام ہرگز نہیں

دی اس طرح ابن جریر طبری نے نمایاں روایات اور ان کے علاوہ مورخین متقدمین نے حضرت ابوبکر کے دور خلافت پر (جو دور برس تین ماہ دس دن کے قریب ہے) ضخیم جملات لکھی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اصحاب میں ابن عساکر کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے تذکرے میں ایک ضخیم کتاب لکھی تھی۔

البدایہ والنہایہ میں جہاں عہد صدیقی کے واقعات لکھے ہیں اس موضوع پر اپنی ایک مستقل کتاب کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جیسا کہ کتابیات کے طویل فہرست سے آئندہ چل کر در واضح ہو گا کہ حضرت ابوبکر پر نہ صرف معتد بہ عربی مصادر موجود ہیں بلکہ گذشتہ صدیوں میں عربی، اردو، انگریزی اور فارسی وغیرہ میں مختلف نوعیت کی کتب عربیوں اور تحقیقات لکھی گئیں۔ تاریخی اعتبار سے کارناموں اور کردار کے اعتبار سے شاید ہی کوئی گوشہ ان کا ایسا ہو جو نقشہ رہ گیا ہو۔ متقدمین نے اس سلسلہ میں جو کتابیں لکھی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔

- (۱) وہ کتابیں جو حضرت ابوبکر صدیق کے تمام حالات و سوانح پر مشتمل ہیں۔
- (۲) وہ کتابیں جو عہد صدیقی کے اہم اور خاص خاص واقعات پر مشتمل فقہ، ارتداد وغیرہ لکھی گئی ہیں۔

مگر ذیل نظر مقالہ میں جس گوشہ یعنی صدیقیت کو ہم نے خاص موضوع بحث بنایا ہے اس پر اس سے قبل ہماری دانست میں خام فزائی نہیں کی گئی ہے۔ لفظ صدیق قرآن و حدیث، تاریخ اور صوفیاء کی کتب میں ضرور ملتا ہے۔ تاریخ یا لغت میں اگر بہت تفصیل دے دی گئی تو اتنا لکھ دیا جاتا ہے کہ صدیق حضرت ابوبکر کا لقب ہے جو واقعہ اسرار کی علامت

جو عام فہم نہ ہو۔ نبوت کی طرح صدیقیت بھی انہم ہے ہر ادنیٰ و اعلیٰ عالم اور ان پر سب اس کا ادراک کر سکتے ہیں بلکہ اس کا ادراک مثل نبوت کے ہر عام و خاص کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے ادراک کے بغیر اللہ تعالیٰ کا منشاء اور مقصد تکمیل تک نہیں پہنچتا البتہ مقام صدیقیت کا حصول مثل نبوت کے بغیر کہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کے بعد اپنے دین کی حفاظت اور ترقی کا کام صدیق ہی سے لیتا ہے اور جو امور کو مصلحت کی بنا پر نبی کی حیات میں انجام نہ دیئے جا سکے ہوں یا ان کا تہہ و نثری کے وفات پر موقوف ہوں ان کا انجام وہی صدیق ہی کے ذریعہ ہوتا ہے اس امت پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نبی کا جانشین بنایا اور آپ کے مختار و در خلافت میں اہم مسائل پیدا فرما کر صدیقیت کے ذریعہ اس کو حل فرمایا۔ مقالہ کے پڑھنے سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ نبی کے بعد صدیق کا غلیظہ اللہ ہو ناگزیر ہی تھا۔ کتنے نازک، اہم، دور رس، سنگین، مختلف النوع، حقیقی اور دائمی فیصلے نفس قرآنی، سنت اور احادیث کی روشنی میں یہ جب تک بلا تردد درجے تھے اور صدیق نے کرد و گستاخ، موشیوں اور ضوفاً مستشرقین حیران ہیں کہ اتنے مختصر وقت میں اندرونی انتشار ختم کر کے بیرونی منظم طاقتوں سے کس طرح برسرِ بیکار ہوئے۔ چونکہ ان کے فہم سے یہ امر بالاتر ہے اس بنا پر بعض نے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ مسلم مورخ سب کچھ جانتے ہیں لیکن حقیقت پر غور کرنے کی وجہ سے حضرت عمر کا دور وسیع فتوحات کی وجہ سے ان کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ بات نہایت واضح تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا بیج بویا تھا اس کی آبیاری اللہ تعالیٰ نے صدیق کے ذریعہ کی۔ عمر فاروق کے دور خلافت میں وہ پھل دینے لگا لوگ پھل کھا کر خوش ہوئے اور حضرت عمر فاروق کے دور خلافت کے مداح ہوئے اور درخت لگانے والے اور آبیاری کرنے والے کو پھل گئے اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں دست بگرباں ہوئے اور حضرت علی اور معاویہ کے مشترک دور

میں لڑنے گئے۔ حضرت علی کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر امت کو متحد فرمایا اور وہ درخت پھر پھل دینے لگا اور اسلام تینوں براعظموں یورپ، ایشیا اور افریقہ میں پھیل گیا اور لوگ بوق و درجوق حلقہ بگوش اسلام ہوئے

حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ کوششوں اور کوششوں کی مکمل آبیاری کی۔ سیرا سالہ مکی دور میں اسلام ۱۲ سال قابل ہوا کہ اب ایک ساری خاتم اور ریاست و خلافت فی الارض کی بنیاد رکھی جاتے۔ مدینہ تشریف و کر آپ نے ریاست و خلافت قائم کی اور دس سال تک اس کی تکمیل میں خون و پسینہ ایک فرمایا۔ خاتم مکمل ہوا، پورے عرب میں اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جوار میں لایا جاتا ہے پھر امویہ جتنے جتنے پر امت کو یہ فیصلہ کرنا تھا تاکہ دین کی قیامت رہنے کی اپنی صلاحیت بروئے کار لائے اور یہ امت کا حق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی اس طریقہ پر چل سکی تھا اور ان کی ماہری کے لئے اللہ تعالیٰ نے صدیق سے کام لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں گونا گویں مسائل کی حل آپ کی وفات میں کافی تھک جاتے تھے لیکن جب وہی کاسلہ منقطع ہوا، اللہ کا وہی مکمل ہوا، قوامت کو آئندہ کے ہر قسم کے مسائل کے حل کے لئے تربیت دینے کی ضرورت تھی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو مدنی دور میں ۱۳ سالہ ہے۔ اس میں خاتم حکومت و ریاست قائم فرما کر پھر تربیت اللہ تعالیٰ صدیق اکبر کے ذریعہ فرماتے ہیں۔ نبی کی حیات میں لا یشک لہن آئینہ کا حکم تھا جو ان کی ممانعت بھی بحث و تحقیق سے منع کیا گیا تھا۔ جمیع جو انسان کا بنیادی حق تھا اور اللہ تعالیٰ اس حق کو ناقص مت نبی ذی انسان کو دینا چاہتے تھے اور اس کے لئے تربیت کی ضرورت بھی تھی چنانچہ حضرت صدیق اکبر کے دور میں بحث و تحقیق کا حق دیا گیا اور ہر متوقع مسئلہ پیدا فرمایا گیا تاکہ صدیق اس کا حل امت کے سامنے پیش کر کے آئینہ کے لئے ایسے مسائل کی بنیاد بن سکے کہ ان کی ممانعت نہ ہو بلکہ ان کی ترویج ہو تاکہ کافر و فراری ہی میں چھین لی تاکہ آئینہ وراثت، موروثی خلافت امامت اور جانشین

دیگر کے مسائل پیدا نہ ہو سکے جیسا کہ **فَاعَانِ مُغْتَصِدًا** انہا کی آیت سے واضح ہوتا ہے۔ اور خلافت کے بجائے نظام سیاسی بادشاہت میں تبدیل نہ ہو جائے، اس حقیقت کی طرف بوقت مطالعہ میراث صرف صدیق کی نظر پڑتی اور اس معاملہ میں دو ٹوک فیصلہ فرمایا کہ اہل کے خلاف سینہ سپر ہو کر کاٹنے بھجی دے کہ قصور کو ہمیشہ کے لیے امت میں راسخ فرمایا۔ ماضیین زکوٰۃ اور مرتدین کے باب میں کسی تدریج سے کام نہ لیا اور امت کو کلمہ اللہ پر مستحضر فرمایا ہے نہ آئندہ صفات میں یہ کوشش کی ہے کہ قرآن و سنت و حدیث نیز ٹھوس تاریخی حقائق کی روشنی میں ابو بکر کا ہر قول و فعل و عمل اور فیصلے اور اعلیٰات اور روایات چاہے وہ بعد رسالت سے متعلق ہوں یا ان کے اپنے دور خلافت (۷۰ سال تین ماہ اور دو دن) سے متعلق ہوں صرف صدیق کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے۔

جیسا کہ با جا چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ پر متعدد کتابیں ہر زمان میں تفصیل سے موجود ہیں۔ اس لئے ہم ان کی زندگی کے حرف و ان واقعات کو اپنے مقالہ میں زیر بحث لائے ہیں جن کا تعلق براہ راست صدیقیت سے ہے۔ لہذا ایسے بھی واقعات ہیں۔ اور ہو سکتے ہیں اور اہم بھی ہوں گے جو مختلف کتب میں محفوظ ہیں اور ہمارے علم میں بھی ہیں مگر چونکہ صدیقیت سے غیر متعلق تھے اس لئے انکار کے خوف سے ہم نے ان کا ذکر اذوۃ ترک کیا۔ ہمارے پیش نظر صرف صدیقیت کا مطالعہ ہے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ صدیقیت کیا ہے، ایک نیا گئے لئے صدیق کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے صدیق کی ذمہ داریاں، کونانہ اور خدمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس صدیق صدیق اکبر نے امت کی رہنمائی فرمائی۔ کیا کیا اہم امور زیر بحث آئے کیا دشواریاں پیش آئیں اور صدیق اکبر نے ان کو کس خوبی سے حل فرمایا اور کیا صدیق کے علاوہ کوئی دوسرا ان مشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا؟ لہذا صدیق اکبر کے ہم گیر اوصاف کو کچھ دیکھ کر صدیقیت کو صرف ایک مورخ کی تاریخی آنکھ سے دیکھا گیا ہے اور اس کو زیر بحث لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

صدیقیت زیر نظر مقالہ کا موضوع بحث ہے اور مقالہ میں صرف اپنی روشنی

ابو بکرؓ نے اپنی کوشش کی گئی ہے اس ضمن میں سب سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ صدیقیت کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو کون صدیق کہا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات مبارکہ میں کیا کیا خدمات انجام دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ کے جس دور میں اسلامی حیات کی تاسیس فرمائی انکی وقت و دنیا کے خلف حصور میں کس قسم کے چمکات پائے جاتے تھے۔ خصوصاً عرب میں ماحول کیا تھا اور جب آپ کی وفات ہوئی تو کیا حالات رونما ہوئے۔ کیا دشواریاں پیش آئیں اور صدیق نے ان حالات کو کس طرح قابو میں کیا اور ان کو حل فرمایا۔

اس بات میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے کہ ہمارا موضوع صرف حضرت ابو بکرؓ کی شخصیت صدیق تاریخ کی روشنی میں بہت وسیع ہے اور بخاطر ۱۳ احکام محدود ہے لیکن یہ عرصہ بجائے خود وقف النوع مباحث کا حامل ہے ہر اس دور پر بے شمار تصنیفات موجود ہیں نہ کہ سب کے مشکل بنا دیے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اگر ایک طرف ان تمام کتب سے استفادہ کیا ہے جو ہمیں دستیاب ہو سکیں تو دوسری طرف ہماری کوشش یہ رہی کہ مطالعہ کو صرف صدیقیت کے اہم اور قدیم ترین مآخذوں کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ ان اگر کسی بحث کے مسئلے میں قدیم مآخذ سے مدد نہیں مل سکی تو اس کے بعد دوسرے مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہاں ہمکے صدیقیت کی تاریخی پہلو کو اجاگر کرنے میں جدید مصنفین اور ان کی تحقیقات کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

یہ بیان اگرچہ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ صدیقیت کے تاریخی پہلو کا جائزہ لینے میں اگرچہ ہم نے تاریخ کے بنیادی مآخذ پر نظر کرنا کہنا اپنی بحث کا تمام تر دار و مدار قرآن و حدیث پر ہی رکھا ہے اور یہ کہنا تقیید حاصل ہے کہ صدیقیت کے لئے انتہائی اہم اور سب سے زیادہ مستند مآخذ قرآن ہے اور اس کے بعد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو آپ کے قول و فعل اور تقریر سے عبارت ہے) اور وہی وجہ ہے کہ ان دونوں مآخذوں کو ہم نے اپنے مطالعہ میں ہر رنگ اور ولایت دی ہے۔

اس تحقیق مقالہ کی پہنائی میرے فاضل استاد جناب ڈاکٹر یوسف عباس اہی صاحب نے فرمائی۔ و حقیقت یہ آپ کے افکار کا ایک مجموعہ ہے جو عرصہ سے

- نقد و جرح کے جو اصول ہیں اس کو مد نظر رکھا۔
- (۱) واقعہ کے اصل راوی کے ساتھ صاحب واقعہ کے تعلقات کس قسم کے تھے۔
- (۲) جو واقعہ صاحب واقعہ کی نسبت بیان کیا گیا اس کے مسلک و اوصاف و کلمات کے پیش نظر اس واقعہ کا مدور اس سے ممکن تھا؟
- (۳) نفس واقعہ کی نوعیت کیا ہے۔
- (۴) اگر واقعہ کو صحیح مان لیا جائے تو طبقاً جو نتائج مرتب تھے وہ ہوسکتے یا نہیں۔

(۵) کسی روایت کو صرف اس بناء پر قبول نہ کیا کہ وہ کسی مقدم مؤرخ کی روایت ہے بلکہ اس کے عطاء اور نقاد ہونے کی صلاحیت کا بھی خیال کیا۔ کسی واقعہ کے لئے استدلال کرتے وقت ان اصولوں کو پیش نظر رکھا مثلاً حضرت ابو بکر کے بیعت سے حضرت علی کے تکلف کرنے کا واقعہ۔

- (۱) حضرت علی کا بیعت نہ کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی تو اس کا شہرہ و چرچا ہونا چاہئے تھا اور اس واقعہ کے راوی متعدد ہونے چاہئے تھے
- (۲) تاخیر بیعت کا جو سبب بیان کیا گیا ہے کیا یہی چیز حضرت علی کی بے نفس اور پاکدامنی و شخصیت کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔
- (۳) حضرت علی کا بیعت نہ کرنا اجتماعیت کے لئے سب سے بڑا حادثہ ہو سکتا تھا جیسا کہ موجودہ دور میں اسی بنا پر دو گروہ ہو گئے ہیں تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد ہی فوراً ایسی کوئی مخالفت سامنے آئی تھی۔

(۴) حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اسلام میں جو مرتبہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ پر جو اعزاز تھا حضرت علی سے زیادہ کون ان سب سے واقف ہو سکتا تھا اس بناء پر کیا حضرت علی سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ بیعت عامہ کے وقت سب مسلمانوں سے الگ رہے ہوں۔

اس فکر میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل ایسی نکال دے کہ دنیا کے سامنے صدیقیت سے پہلو پیش ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی حضرت استاد و موصوت کی یہ دیرینہ خواہش پایہ تکمیل کو پہنچی اور رہنمائی کے سلسلے میں شفقت اور تعاون کا جو ثروت دیا ہے اس کے لئے راقم ان کا بے حد ممنون ہے۔ حاقب استاد مخرم ہیں شخص ہیں جنہوں نے صدیقیت کے جامع رموز و حقیقت پر نور فرمایا ہیں بذات خود بھی ابتداءً صدیقیت کا صوفیاء کرام کی اصلاح اور ان کا مشغل تصور کرنا ہر ایک مقالہ کے تکمیل کے بعد استاد کا شکر گزار رہوں۔

یہاں یہ وضاحت بھی مناسب ہے کہ سہولت کے خاطر متن کے حوالوں کو ہم نے ہر صفحہ پر حاشیہ میں دینے کا التزام کیا ہے اور ساتھ ہی مقالہ کے آخر میں ان تمام کتب اور مواد کی کتب بیات (جن کے زیر نظر مقالہ کی تدوین و تالیف میں مدد لی گئی ہے) شامل کی گئی ہے۔

## صدیقیت کے مآخذ اور منتخب روایات میں طبقہ کار

عہد صدیقی کے لئے مآخذ اصولاً تین ہیں قرآن، کتب حدیث، اور تاریخ ویران کتابیں۔ چنانچہ ہم نے قرآن کو مقدم رکھا اور جہاں تک قرآن سے مدد حاصل کر سکتے تھے حاصل کی اس کے بعد کتب حدیث سے مدد لی لیکن زیر نظر مقالہ تاریخ کی روشنی میں کئی مطلوب تھا اس لئے تاریخ دوسرے بھی حتی المقدور مدد ملی تاکہ ایک مختصر مقالہ کو واضح العقیدہ مسلمان کے مفروضات نہ پر پہلو نہی نہ کرنے پائے چنانچہ جو واقعات تاریخ دوسرے میں موجود تھے ان کا حوالہ دینے میں کسی تعارف سے کام نہیں لیا۔ سیرت ابن ہشام اور طبری سے جابجا کثرت سے حوالہ دینے کی یہی وجہ ہے کہ ایک مستشرق اور ایک آزاد خیال مؤرخ سیرت ابن ہشام اور طبری کے حوالوں کا بہت کم انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ تاریخی واقعہ کے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## الْبَابُ الْأَوَّلُ

### صدق کی تعریف، معنی اور مفہوم،

”صدق“ وہ ہے جو قول و اعتقاد میں سچا ہو، اور پھر اپنی سچائی کی تصدیق اپنے عمل سے کر دکھائے۔ امام لازمی فرماتے ہیں کہ مکمل من صدق بکل امر الله لا يتخلل في شئ منه شك فهو صدق (۱) صدق وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہر امر کی اس طرح تصدیق کرے کہ اس میں شک کی کوئی علامت نہ ہو۔

ابن منظور، لسان العرب، میں اس کے ساتھ ایک جملہ اور بڑاتے ہیں: بکل من صدق بکل امر الله لا يتخلل في شئ منه شك وصدق النبي صلى الله عليه وسلم فهو صدق۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہر امر کی اس طرح تصدیق کرتا ہو کہ اس کے کسی حصہ میں شک کی قطعاً علامت نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصدیق کرتا ہو، تو وہ صدیق کہلائے گا جو امر حق اور ثابت ہو، اور اس میں قطعاً شبہ یا شک کی گنجائش نہ ہو۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ «ابلیس نے اپنا گمان اور علم ان لوگوں کے بارے میں حق و موجود پایا، اگرچہ اس نے بطور حق کے دیکھا تھا کہ اسے اللہ میں آپ کی غلوں کو ضرور گمراہ کر دے گا۔ لیکن جب اس کا یہ گمان حق اور ثابت ہوا تو ایسے موقع پر صدق کا استعمال لیا۔ زبان و دل، قول و عمل کا ہم آہنگ ہونا ضروری ہے اور صرف زبان سے حق کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ عملاً اسے پورا

(۵) اگر حضرت علی نے ۶۰ ماہ تک بیعت نہیں کی تو اس مدت میں جو اہم واقعات پیش آئے جو درحقیقت اسلام کے لئے موت و زیست کے سوال تھے تو کیا حضرت علی ان سب سے بے غفلت رہے اور حضرت ابو بکر سے کوئی تعاون نہیں کیا؟

(۶) اگر حضرت علی نے بیعت نہیں کی تو کیا حضرت ابو بکر اس کو سبکو کا ہوا ثابت کر کے اسلامی وحدت کی دیوار میں رشتہ کھلا رہنے دیتے جیسا کہ کج ایسا سوچا جا رہا ہے

(۷) کیا اس چھ ماہ کے روایت کے بالمقابل اور روایات ایسی ہیں جو حضرت علی کی بیعت عامہ کے دن بھی بیعت سے متعلق ہوں۔

(۸) اس طرح بعض صحابہ کبار سے تاریخ میں جو چیز ایسی باتیں منسوب ہو گئی ہیں کیا ان کے شایان شان ہو سکتی ہیں؟

ان اصول کے تحت زیر نظر مقالہ میں صرف صدیقیت کو تاریخی اعتبار سے بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور حتی المقدور واقعات کی تفصیل سے اجتناب کیا گیا ہے کیونکہ واقعات سیرت اور تاریخ کی کتب میں مفصل موجود ہیں جو وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ میں اگر کسی پہلو میں صدیقیت کی روشنی نظر آئی، اس کو بیان کرنے پر اکتفا کیا۔

وَاخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

جہ کے برابر بھی ہو گئی تو وہ شخص صدیق کے درجہ سے نکل جائیگا۔ اور یہاں یہ بھی معلوم ہو کہ صدیق کی ضد کذاب نہیں ہے بلکہ کذب کا مقابل شہید ہے۔ صدیق اللہ کی زمین میں سبقت قاطع اور اللہ تعالیٰ کی ایک نور ہے جو کسی چیز پر سوتے ہی اس کو کاشت دیتی ہے اور جب کسی باطل کی طاعت متوجہ ہوتی ہے تو اس کو ناکارہ کر دیتی ہے اور اچھاڑ دیتی ہے۔ ایک کذاب تمام صدیقیت کی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ صدیق کا قلب وحی کے برحق ہونے کا کمال انقیاد اور اخلاص کے ساتھ از خود تصدیق کرتا ہے۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور جب کلاس قدر و ثمر کہتا ہے کہ اس سے جھوٹ ہی بھی نہیں آتا۔ صدیق کی روحانی وقایہ اعمال اس کے بدلی افعال سے بڑھ جاتی ہیں اور مبادی میں جو دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے صدیق کو اس کا ہر تباہی نہیں رہتا، اندر عمل اس کے لئے آسان اور سہل کر دیا جاتا ہے اور اپنے ہر عمل سے اپنے رب کی رضا جوئی کا غالب ہوتا ہے۔ (۵) اسی کا واحد مقصد اور نصب العین مرن اور مرن اپنے رب کی رضا جوئی ہوتی ہے۔ اقد تعالیٰ کا ارشاد ہے

قُلْنَا مَنْ أَهْلَى وَأَقْبَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحَقِّ  
موجہ نے دیا اور انہی سے ڈرا اور بھی  
اسی سورہ کے آخر میں ارشاد: ہاکی تعقیب کی۔

ہوتا ہے۔

وَمَا أَخْبَىٰ عِندَهُ  
وَقَعْمَةً تَجْزِي إِلَّا الْإِتْقَانُ وَخَيْرُ  
رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ (۶)

صدیق کسی لاپچ کے تحت نہیں بلکہ مرن رضا جوئی کے لئے تصدیق رسالت کرتا ہے اور تصدیق رسالت میں تمام امت سے سبقت لے جاتا ہے اور اس کو نبی کے ساتھ وہی نسبت ہوتی ہے جو آگ کو گندھک سے ہوتی ہے۔ وحی کی

(۵) مدارج السالکین، جلد ۲، ص ۲۰۳۔

(۶) والقیل، آیت ۵-۶، آیت ۱۹-۲۰۔

کرنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ان الصديق يهدى الى البر" صدیق آدمی کو نیکی کا رستہ لے جاتی ہے۔ "وان البر يهدى الى الجنة" اور نیکی جنت کے رستہ لے جاتی ہے۔ الرجل ليصدق حتى يكتب عند الله صديقاً (۳) اور احسان پسند ہونے کو بھی اللہ کے بیان میں لایا جاتا ہے۔ انسان اپنے اخلاص، ایمان، سلام، طہارت و پاکیزگی اور اعمال کرتا ہے لیکن ان کی حقیقت تک جو شخص پہنچ جائے وہ صدیق کہلائے گا، اور ان امور میں کمال کا حاصل کرنا اور ان پر قائم رہنا جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ کی اس کی صدیقیت ہوگی۔ اگر تمام امور میں اسے کمال حاصل ہو تو وہ پکا صدیق ہوگا۔

## قرآن کے اعتبار سے صدیق کی تعریف

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَاللَّهِ هَدَىٰ  
عَنْكَ رَبِّهِمْ أَلَمَ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ  
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا  
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْحَرِيمِ (۴)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور گواہ ہیں۔ ان کیلئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور جو لوگ کافر ہیں اور ہرگز کافر نہیں اور ہرگز ایمان نہیں لائے ہیں وہ لوگ حرام کے ساتھ ہیں۔ اس آیت میں صدیق کی تعریف کے ساتھ اسی کا مقابل بھی بیان فرما دیا۔ صدیق کا مقابل کافر اور شہید کا مقابل کذاب ہے۔ دوزخ میں جانے کے لئے کافر کے کفر میں کمال ہونا چاہئے۔ اگر ایک جہ کے برابر کسی اس کے کفر میں کی ہوگی تو وہ شخص دوزخ سے نکل نکالا جائے گا۔ اسی طرح صدیق کی تصدیق میں اگر ایک

(۳) بخاری، کتاب الادب، جلد ۲، ص ۹۰۰۔

(۴) الحدید، آیت ۱۹، پ ۲۷۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صدیق نبی تھے۔

”وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَؑ  
اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا“ (۸)

کہی، ایک وہ ایک صدیق نبی تھے۔

جو شخص اپنے اقوال، افعال و اخلاق میں صدق کو لازم کرے اور صرف حق و نفس واقعہ کے مطابق ہی اس سے کسی عمل کا صدور ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آیا ہو اس کی تصدیق قرآن و علمائے نہایت کثرت کے ساتھ اس طرح کر سکے کہ توقف و تردد، ہرگز پیش نہ آئے اور صدق ہی کا دیکھا، سنا، سمجھا، پہنچ جائے وہ صدیق کہلاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ اوصاف نہایت اتم درجہ پر موجود تھے اور خیر التصدیق تھے کہ آپ نے اس صفت کے ساتھ شہرت حاصل فرمائی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اِبْرٰهٖمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰہِ  
حَنِيفًا وَّلَا يَمِیْکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ“ (۹)

ایک ابراہیم پیشوا اور اذعانے کے تابع فرمان تھے اور یکسر نفس سے دور کر دیں نہ تھے۔

امت کے صفی امام کے ہیں وہ جن کی اقتدا کی جاتی ہے۔ قانت اطاعت گزار، فرمانبردار، حنیف شریک سے ہمٹ کر توحید کی صورت آجائے والے تھے۔ صہلانی گئے سکھانے والے اور اللہ رسول کی قاطعیت کو قبولے کو امت قانت کہتے ہیں حضرت ابراہیم اپنے زمانے میں نہایت تھے، تابع فرمان تھے، اور تعالیٰ کے مطیع تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے قدر دان اور گزار رہتے تھے اور اپنے رب کے تمام احکام پر عمل تھے۔ اسی کو دوری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ ”وَاِبْرٰهٖمَ الَّذِیْنَ وَقَّاءَ“۔ (۱۱)

(۱) قرآن، مريم، آیت ۴۱۔ پ ۱۹۔

(۲) قرآن، النحل، آیت ۱۲۰۔

(۳) تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، ص ۵۹۱۔

(۴) قرآن، النجم، آیت ۳۷۔

تصدیق میں مضطرب نہ رہے، نبی کے دیکھنے کے بعد سوائے تصدیق کے کلام سے انہیں کچھ نہ کہی نہیں پاتا اس لئے یہ تردید صدیق ہی کہتا ہے اور کسی کی دلیل سے انہیں لینا اور اس کی کلام سے انہیں نہ کہی  
”لَنْ یَّصْدِیْقَ اِلَّا مَنْ صَبَقَہُ  
اَللّٰہُ“ (۱۲) تصدیق ہی کی تصدیق میں دوسرے قسم  
وگرنہ اسے اپنی برادر اس وجہ سے اس امر میں  
قائم دوسرے لوگوں کا مقتدا اور پیشوا قرار پانے لگا

## قرآن میں صدیقین کا تذکرہ

صدیقیت ایک اذعان یا کیفیت اور علمی پہلو ہے۔ اذعان و یقین کا تعلق قلب سے ہے اور جو شخص بھی کسی امر کی تصدیق کرے گا اس کے قلب میں اس کا اذعان و یقین ضرور ہوگا۔ لیکن صدیق صرف اس کو کہا جائیگا جس کا اذعان و یقین کامل و مکمل اور نمایاں و غالب ہو، نبی جن امر کا کفر و شبہ اس کا اس میں صادق ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خود بھی اس کی تصدیق کرتا ہو اور اس کو اس میں کوئی تردد و شک نہ ہو۔ اس لئے ہر نبی کا صدیق ہونا بھی ضروری ہے لیکن قرآن میں بعض انبیاء کے ساتھ لفظ صدیق کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مشور و رائد ہے پاک ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اضافہ کسی خاص مقصد اور سبب ہی سے کیا گیا ہوگا اور وہ سبب یہ ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام میں وہ صفت صدیقیت نہایت نمایاں تھی اور ان کا یہ اذعان و یقین اتنا طاہر تھا کہ انہوں نے اس صفت کے ساتھ شہرت حاصل کر لی تھی اور کئی کئی نام اس میں وہ دوسروں کے مقتدا اور پیشوا بھی قرار پاتے تھے چنانچہ ایسے انبیاء کو قرآن میں صدیق کہا گیا ہے۔

(۵) تفسیر رازی، جلد ۳، ص ۳۸۰۔



جبل خاند سے راہ لے کر اپنے واسے حضرت یوسف کو لفظ صدیق سے خطاب کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے حضرت یوسف سے کذب کی کبھی تجربہ نہیں کیا تھا۔ اور صدق میرا آپ کو مکمل و کامل پایا تھا اور جب خواب کی تعبیر دریافت کی تھی تو خواب کی تعبیر بالکل صحیح اور درست دی تھی (۲۱)۔

مقام صدیقیت کو تعبیر رویا سے خاص مناسبت ہوتی ہے۔ اسی سبب کو ظاہر کرنے کے لئے حضرت یوسف کو صدیق فرمایا۔ ورنہ ان لوگوں کے سامنے کوڑو سزا وصف حضرت یوسف کا اس وقت موجود نہ تھا کہ جس کی مناسبت سے حضرت یوسف کو صدیق کے لفظ سے خطاب کرتے اور اپنے زمانہ میں حضرت یوسف تعبیر رویا میں دولہا کی مقتدا ہوئے۔ کیونکہ اسلام ہر تہ پہ اس زمانہ میں علم تعبیر رویا سے لوگ کیر ناداقت تھے اور اس علم کو قطعاً گولہ اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ خوابوں کو پریشان خیالات کا نتیجہ قرار دیتے تھے جیسا کہ ارشاد باری سے واضح ہوتا ہے کہ جب بادشاہ مصر نے اپنے دربار پرلے اپنے خواب کے متعلق دریافت کیا تو ان لوگوں نے اس کے جواب میں کہا۔

”قَالُوا أَضَلُّتُمْ أَصْلَابًا  
وَمَا خَلَقْنَا بِالْأَفْئِدَةِ  
بِغَلْجِئِينَ“ (۲۲)

وہ لوگ کھنچے گئے کہوں یا پریشان خیانت  
اور ہم توں کو خوابوں کی تعبیر کلام بھی نہیں  
دیکھتے۔

ان درباریوں کے اس جواب سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ علم ان کے یہاں غیر متعارف تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس علم کو متعارف کرانے لے ہی اور خواب کو بھی ایک حقیقت قرار دیتے ہیں اور جیسا بیان کرتے ہیں اسی کے موافق وقوع پذیر ہوتا ہے اور درباریوں میں ایک صاحب دولۃ ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں کیونکہ اس سے قبل ایک خواب کی تعبیر دریافت کرنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خصوصیت اس پر ظاہر ہو چکی تھی اور وہ جانتا تھا کہ نئی تعبیر کے

(۲۱) تعبیر رازی، جلد ۵، ص ۱۹۸۔

(۲۲) یوسف، آیت ۴۳، پ ۱۲۔

آیت میں صدیق کو صرف اس کی تعظیم کی وجہ سے مقدم کیا کہ ہر نبی صدیق ضرور ہوتا ہے لیکن ہر صدیق کو نبی ہونا ضروری نہیں اسلئے صدیقاً نبیاً فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے صدیقیت سے مقام نبوت کی طرف عرض کیا۔

”وَاذْكُرْنِي الْكِتَابَ إِذْ دِينُ  
إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْغَالِبِينَ“

اور اس کتاب میں حضرت ادریس کا ذکر  
کریں وہ ایک صدیق ہی تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے، آپ کی سلسلہ نسب اس طرح ہے

نوح بن لُح بن عتوش بن اخنوخ، حضرت ادریس کا نام اخنوخ تھا لیکن کثرت و راستہ کے سبب ادریس کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ پر ۳۰ صحیفہ نازل ہوئے اور سب سے پہلے آپ ہی نے تحریر کیا دکن اور علم نجوم میں بھی سب سے پہلے غور و خوض فرمایا۔ سب سے پہلے کپڑا سی کر اسکو پہنا اور اسکو کو ایجاد کر کے کفار کے ساتھ قتال کیا، اور جہاد کے بانی قرار پائے (۱۹)۔ اس علاج ان امور میں بعد کے لوگوں کے مقتدا اور پیشوا محترم اسلئے صدیق بنی کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

ارشاد باری میں صدیق کو نبی پر مقدم رکھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ صدیقیت سے نبوت کی طرف عروج فرمایا اور نبوت پر فائز ہوئے اور اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ تہ صدیق مقام نبوت کے بالکل متصل ہے۔

”يُؤَسِّفُ إِلَهُهَا الصِّدِّيقُ“ (۲۰)

سیدہ زینب، اہل صدیق، آپ کو نکاح کا جواب دیتے

(الف) مريم، آیت ۵۶، پ ۱۹

(۱۹) شیخ زادہ، جلد ۲، ص ۲۹۲۔

(۲۰) یوسف، آیت ۴۶، پ ۱۲۔

امام مرف حضرت برصت علیہ السلام کی تہ اور وہی یہ تعبیر دے سکتے ہیں۔  
 ”اِنَّ اللّٰهَ يَنْتَظِرُ رَدَّيْهِ صِدْقًا“

”وَلَكِنْ قَصْدِيْنَ الَّذِي يَنْتَظِرُ“  
 ”وَقَصْدِيْنَ الْكُتُبِ لَا يَنْتَظِرُ فِيْهِ“  
 ”وَيَنْتَظِرُ الصّٰلِحِيْنَ“ (۳۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق  
 کی گئی اور خود بھی نبی اور مہدی ہو گئے۔

”وَقَدِّبْنَا عَلَى الْاَنْبِيَاءِ رُبَّ عَيْسَىٰ  
 ابْنِ مَرْيَمَ مَصْدَقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ  
 مِنَ النَّبُوَّةِ وَابْنَهُ الْاَخْيَرِ  
 فِيْهِ هُدًى وَنُورٌ وَمَصْدَقًا لِّمَا  
 بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ النَّبُوَّةِ“ (۳۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنے  
 اور اس کی تصدیق کرنے والے تھے اور ان کے طریق اور روش پر تھے۔ (۲۵) اور خود  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے احکام کے مطابق فیض  
 کرتے تھے اور جو کتاب آپ پر نازل ہوئی تھی انجیل وہ بھی توراہ کی تصدیق کرنا تھا (۲۶)  
 جیسے کہ قرآن کے متعلق ارشاد باری ہے کہ قرآن اپنے ما قبل کے کتب سے (توراہ، انجیل)  
 کی تصدیق کرنا ہے۔

”مَا كَانَ حَدِيْثًا يُفْتَرٰى وَلَكِنْ  
 قَصْدِيْنَ الَّذِي يَنْتَظِرُ“ (۳۷)  
 ”وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ  
 اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ“

(۲۳) قرآن، آل عمران آیت ۳۰ پ ۳۰

(۲۴) المائدہ آیت ۴۶ پ ۲۰ - (۲۵) تفسیر ابن کثیر، آل عمران آیت ۳۶ پ ۳۰

(۲۶) تفسیر ابن کثیر، المائدہ آیت ۴۶ پ ۶ - (۲۷) یوسف، آیت ۱۱۱ پ ۱۳

بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنا ہے  
 جو اس کے قبل پہنچی ہیں۔ اور یہ قرآن وہ پہنچا جو  
 سارے کتب سے پہلے پہنچا اور ایک حدیث کرنا ہے

اور مری آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بابت اس طرح بیان کیا۔

”وَاِذْ قَالَ عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ  
 ”يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓئِيْلُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ  
 اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدٰیهِ مِنَ  
 النَّوْرِ وَبَشِّرِ الْاَوْسُوْلَیْنَ بِاَنَّ  
 مِنْ بَعْدِیْ اِمَامٌ اَمِيْنٌ“ (۲۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے بیان فرمایا تھا کہ توراہ میں  
 میری خوشخبری دی گئی تھی میں اس کے احکام کے مطابق فیض دیتا ہوں اور اسکی  
 تصدیق کرنا ہوں اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری دیتا  
 ہوں جو نبی امی ہوگا اور نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل انبیاء اور مسلمان کے خاتم ہیں آپ کے بعد نہ  
 کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول، نبوت و رسالت آپ پر منکمل الوجہ ختم  
 ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بہت سے نام ہیں، احمد  
 احمد اور میں حاجی ہوں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹا دیا اور  
 میں خوش ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائیگا اور میں عاقب ہوں (۳۰)۔  
 سب کے بعد آنے والا محمد پر نبوت اور رسالت ختم ہو گئی۔

(۲۸) یوسف، آیت ۳۷ پ ۱۱

(۲۹) الصفہ، آیت ۶۱ پ ۲۸ - (۳۰) بخاری، کتاب المناقب، باب فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۱، ص ۵۰

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے۔ ان میں سے یہ چند ہیں۔ آپ نے فرمایا میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں، میں متقی ہوں، میں بنی لرحمہ ہوں، میں بنی النور ہوں، میں بنی حمیمہ ہوں اور عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو (اسی خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی صدیق فرمایا، کیونکہ صدیق کا لفظ اس شئی کے متعلق استعمال ہوتا ہے جس میں کسی چیز کی تحقیق پائی جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول و عمل سے توراہ اور اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کی اور اس کو ثابت کر دکھا یا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تصدیق کرنے والے تھے۔ ارشاد باری ہے

”وَلَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَئِلاَّ أَنتَكُم مِّنْ كَذِبٍ وَجَعَلْنَاكُمْ شَآءَ كُمْ رَسُولَ مَوْسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا عَمَلْتُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْقَضِرَنَّ عَنْهُ قَالُوا أَتُزَكُّوهُ وَآخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اٰمِرًاۙ اِنَّا اَنۡرٰهُ قَالًا فَاشۡهَدُوْا وَاَنۡمَعۡتُمْ فَرِحَ الشَّٰهِدِيْنَ ۝ (۳۲)  
 ”وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا عَمَلْتُمْ“ (۳۳)  
 اس کتاب کی جو ان لوگوں کے پاس ہے۔ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۱) مسلم، فضائل باب اسماؤ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۱۵، ص ۱۰۵۔

(۳۲) آل عمران، آیت ۸۱، پ ۳۔

(۳۳) البقرہ، آیت ۱۰۱، پ ۱۔

کو بھی صدیق فرمایا کہ آپ بھی اپنے سے پہلے کے انبیاء اور رسول اور ان پر نازل من اللہ کتاب کی تصدیق کر رہے ہیں اور اسی تصدیق کے صلے میں انبیاء سابقین سے اللہ تعالیٰ عہد لیتا ہے کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کر چکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

”من محمد رسول اللہ اللہ کے رسول محمد کی جانب سے جو نبی صاحب مومن و اخیه و الصدق کا دوست اور ان کا بھائی ہے اور اس لعناء بہ موسیٰ“ (۳۴) جین کی تصدیق کر لے لی ہے جو موسیٰ لائے تھے

## صدیق کا نبی ہونا ضروری نہیں ہے

ذکورہ بالا بحث سے یہ بات صاف ہوئی کہ ہر نبی صدیق ضرور ہوتا ہے، کیونکہ نبی لوگوں پر گواہی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

”كَلِّفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنۡ يُّشۡهِدَ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰذَا شَٰهِيْدًا“ (۳۵)  
 ہر نبی اپنی امت پر گواہی ہوں گے اور ایک گواہ کا قول اس وقت قبول کرتے ہیں جب کہ وہ اس میں کا ذب نہ ہو۔ اسلئے ہر نبی کا صدیق ہونا ضروری ہوا کیونکہ ہر صدیق کا نبی ہونا ضروری نہیں ہے صدیقیت ایک وصف ہے اور نبی میں یہ وصف کمال درجہ پر ہوا کی صدیق نہیں

تھے لیکن وہ نبی اور رسول نہ ہونگے۔ ارشاد باری ہے۔ ”وَاَمَّا صِدۡقٌ فَاَمَّا“ حضرت علی کی والدہ صدیقہ تھیں، تصدیق کرنیوالی تھیں۔ دوسری آیت میں اس کی تزیید

(۳۴) میرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۵۴۔ (۳۵) قرآن، النور، آیت ۴۱۔

(۳۶) المائدہ، آیت ۷۵، پ ۶۔

و حاجت کی گئی ہے کہ ان کو صدیقہ کیوں کہتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

”وَصَدَقَتْ بِكَلِمَاتِ رُفِيعَا“ اور انہوں نے اپنے آپ کو بیگمائی کی اور  
وَلَكِنَّهُمْ وَكَانَتْ مِنَ الْقَاضِيَيْنِ (۳۴) اسکی گواہی تصدیق کو وہ اعلان کر رہے ہیں۔  
جب جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس گئے اندوہ ان کے ساتھ ہملا ہوئے تو حضرت مریم نے  
ان کی تصدیق کی اور معاشی سے غایت و درجہ بعید میں اور راسم عبودیت کے قیام میں بڑی  
کوشش و جدوجہد کا اور ان صفات میں کامل ہو وہ صدیق ہوتا ہے (۳۵) لیکن فیہ یہ یقین،  
کیونکہ مقام و صف ہے اور بہترین وصف جو حضرت کریم کا بیان کر دیا کہ نبوت والی  
ہوتی تو اس موقع پر اس کا بیان نہایت مفردی تھا، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور  
علیہ السلام کے ساتھ صدیق کے قرب کا اظہار ذکر کے ”كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا“ فرمایا  
اور اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ذکر میں بھی اس کا خیال رکھا لیکن حضرت مریم کے  
ذکر میں صرف صدیق تبار و فرما کر سکنت اختیار کر لیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو کہ وہ یقین  
کے لئے نبوت مزوری نہیں ادا کیا گیا اور رسول کو بھی یہ شرف حاصل ہو سکتا ہے جو نبی نہ  
ہوتے ہوئے صدیق ہو سکتے ہیں۔

## صدقہ کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام جب دعوت دین کو شروع کرتے ہیں اور اس کا اعلان  
کرتے ہیں تو قوم کے کان چو کہ اس دین صفا آشنا نہیں ہوتے اور اپنے باپ دادا کو ایک  
دوسرے دین اور طریقہ پر دیکھ چکے ہوتے ہیں ان کے خیال میں مسیح دین اور طریقہ وہی ہوتا  
ہے جن پر ان کے اسلاف عمل پیرا تھے۔ تو نبی سے قوم انہیں برتنے لگتی ہے اور مخالفت  
و دشمنی برائے آتی ہے اور نبی کو جھٹلانے میں کوئی کہ نہیں چھوڑتی۔ اسلئے نبی کو اس کا گمان  
ہوتا ہے کہ لوگوں اس کی تکذیب کریں گے اور مجاہد کے ذریعہ ان پر غلبہ ہونے کی کوشش

(۳۴) تحریم، آیت ۱۲، ۲۸۔ (۳۵) تفسیر رازی، جلد ۲، ص ۶۴۳۔

کریں گے کیونکہ قوم دین فطرت کو قبول چکی ہوتی ہے اور ایسی باتیں ان میں رواج پا چکی ہوتی  
ہیں کہ ان کے چھوڑنے سے کچھ لوگوں کی آندنیوں پر اثر پڑتا ہے، کچھ کی بادشاہت۔  
سروراری اور دجابت کو خدوہ لاحق ہوتا ہے اسلئے نبی تنہائی بھی محسوس کرتا ہے اور سچ  
سکتا ہے کہ کوئی نبی تصدیق نہ کرے گا۔ اور ان باتوں کو کوئی مانے گا اور کوئی کیسے تسلیم کرے گا  
اور جو غیر انشان فریضہ ان کے پر و کیا جارہے وہ کیسے تو مہم پہنچا سکیں گے اور تبلیغ  
دین کیسے ممکن ہوگا۔ ایسے حالات میں لوگوں میں اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کش میں تنہا رہتا،  
میر کوئی معاون ہوتا جو میری تائید کرتا اور جو فریضہ میں قوم کے سامنے کھڑا ہوں اس کی  
مکمل اور مفصل تصدیق کر لیا کہ نبی ہوتا اور جب قوم میرے ساتھ منظرہ و مباحثہ پر آتے  
آئے تو وہ دلائل و براہین سے ان کے شبہات کو دور کر دیتا۔ ان کا جواب دیتا اور ان سے  
مجادلہ و مناظرہ کرتا اور زور بیان و قوت بازو سے ان کو سادہ کرتا، نکالیف و رنج  
میں مونس و غم گسار ہوتا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کوہ طور پر ہم  
کلامی کے شرف سے نوازے ہیں اور نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں تو اس وقت حضرت موسیٰ  
جناب باری میں عرض کرتے ہیں۔

”وَأَنِّي هُزُوْتُ هُوَ أَهْلُهُ“ اور میرے بھائی ہوں کہ زبان فحش سے زیادہ  
یعنی بھائی کا ذریعہ ہے  
وَأَنِّي لَسَانٌ قَاسٍ سَلْبُهُ مَعِي  
وَأَنِّي لَصُوتٌ قَوِيٌّ لِيْ أَصَاحُفُ  
وَأَنِّي لَكَلْبٌ لِّبُونُ“ (۳۶)  
بہ کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی کمزوری اور تکذیب کے خوف و ڈر سے ایک مددگار  
کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہی برائی کو دبائیں ہوتا ہے کہ یہ بار مددگار ہوئے کی وجہ سے  
کمزوری کا احساس اور تکذیب کا خوف لگا رہتا ہے اور نبی کو میکا بھی ہر وقت اندیشہ  
ہوتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔

(۳۶) قرآن، القصص، آیت ۳، ۲۰ پ

کسی کام یا حرکت کے چلانے کے لئے سب سے پہلے جیسا انسان کے اعوان و انصار میں تاکہ ان سے مہمات میں قوت حاصل کر سکے۔ یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے تاکہ ہم دونوں تبلیغ دین کریں اور میرے قلب کو قوت پہنچے اور ہر شخص کا بیانیہ دوسرے کے تائید سے وافر اور مضاعف ہو اور کوئی دغا و طیش نہ آئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست سے یہ ثابت ہوا کہ صدیق ہی نبی کا نائب اور وزیر ہوتا ہے۔ معاون و مددگار ہوتا ہے۔ مخالفین کے شبہات کو دلائل سے رفع کرتا ہے۔ مجادل و مناظر کے ذریعہ دین حق کو ثابت کرتا ہے اور باعث قوت و نفرت ہوتا ہے۔ فیصیح و مبہم بھی ہوتا ہے۔ نبی کو اس پر مکمل اتقاد اور محروم و سہم ہوتا ہے۔

## مقام صدیقیت مقام نبوت کے بالکل متصل ہے

”وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ  
قُلْنَا لَكَ مَعَ الَّذِينَ آمَنُوا  
عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ  
وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ  
وَالصَّالِحِينَ“ (۴۳)

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص میں ان سے لڑنے کے ساتھ ہو گئے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحاء۔

بیان انبیاء کے بعد صدیقین شہداء اور صالحاء کا ذکر ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یہی صدیق، شہید اور صالح کے غیر ہوتا ہے اور یہ صفات کسی ایک شخص کے بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ صدیق ہوتے ہوئے شہید اور صالح بھی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر

”ليس الغرض بتصديق  
لهرون ان يقول له  
صدقت او يقول للناس  
صدقت موسى، وانما  
هو ان يخلص بلسانه  
الفصح وجوه الدلائل  
ويجيب من الشبهات  
ويجادل به الكفار فهذا  
هو التصديق المصنف (۴۴)

حضرت ہرون کی تصدیق کا یہ مطلب نہیں کہ اسے آپ نے کچھ کہا اور بالکل سچی بات ہو کر اس کے دل کو گواہی دے کر کہنا بلکہ اس کا مطلب ہے کہ لا اناصح کے ساتھ وجوہ دلائل کی غیص کر کے شبہات کا جواب دیں اور انکار کرنے والوں سے مجادل کریں۔

یہی فائدہ منہ تصدیق ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی درخواست قبول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ

”قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ  
بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكَ  
مُلْكًا فَلَا يَصُلُونَ“ (۴۴)

تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو دے دوں گے اور تمہارے دل کو ایک خاص شریعت و نصرت عطا کرے گا۔ تمہارے دشمنوں کو نہ ہوگی۔

دوسری آیت میں مزید تصریح کر دی جاتی ہے۔

”وَجَعَلْنَا لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي  
هَارُونَ أَخِي“ (۴۵)

اور میرے واسطے میرے بھائی میں ایک معاون (صدیق) مقرر کر دیں یعنی ہارون کو میرے بھائی میں ایک ذریعہ میری قوت کو مستحکم کر دیجئے اور اگر میرے ہم سفر ہو کر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے اور اہم اس کو قرار دیا کہ ان کا کوئی صدیق یعنی نائب اور وزیر ہو جو ان کی تصدیق کرے اور ان کی مدد کرے کیونکہ

(۴۴) تفسیر طبری، جلد ۱، ص ۶۰۶۔ (۴۵) قرآن، القصص آیت ۳۵

پ ۲۰۔ (۴۶) ظہار آیت ۲۹ تا ۳۲۔

مقام شہادت کے اور مقام صدیقیت ہے اور مقام مدلیقیت کے اوپر کوئی مقام نہیں مگر مقام نبوت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی مدلیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں بلکہ کسی مقام کا ہونا محال ہے دم (۳) شہید، شہید کے معنی گواہ کے ہیں اور اگر شہادہ سے مراد قتل بہتوجہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص شہادت کا سوال کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قتل کا طالب ہے اور دین میں طلب قتل جائز نہیں کیونکہ کافر سے اپنے قتل کا طلب کرنا کفر ہے اسلئے اللہ تعالیٰ سے ایسے امر کا طالب ہونا جو کفر ہے کیسے جائز ہو سکتا ہے اس لئے یہاں شہید پر وزن فیصل یعنی فاصل ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کے تحت لگ گواہی دیتے ہوں، کبھی حجت و بیان سے اور کبھی بیعت و قتال سے عیساکر اشاد بایکا ہے

”شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيمُ الْغَنِيُّ“  
 ”وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ“  
 اور گواہی ہے اللہ تعالیٰ کی بیعت اس ذات کے کوئی معبود نہ ہو نہ حق نہیں اور فرشتے بھی اس اہل علم تکبار کو وہی شان ہے کہ قرآن الیک اس کا احترام کئے بغیر  
 اور اس طرح ہر گواہی ایک جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو۔

شہید نبی کے قوت علیہ کا پرتو ہے جس کا کام دین کے حق ہونے کی گواہی دینا ہے خواہ ظلم سے، خواہ زبان سے، خواہ بیان سے، امام محمد دالت ثانی فرماتے ہیں  
 ”مقام روایت سے اور مقام شہادت ہے، ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جبر طرقتی خود علی ذاتی کے سامنے“

(۱) مکتوبات امام محمد، دفتر اول، حصہ ۱، مکتوب ۶۱۔  
 (۲) امام محمد، مکتوبات امام محمد، دفتر اول، حصہ ۱، مکتوب ۱۰۔  
 (۳) آیت ۱۴۳۔

وصف سے ایک خاص صنف مراد ہو، جس طرح نبی سے ایک خاص صنف مراد ہے۔ امام غائب اصفہانی ان چاروں درجات کو مختلف درجات قرار دیتے ہیں۔ تفسیر بحر محیط روض المعانی نظری اور تفسیر لازمی مریخی ہدی مذکور ہے۔

(۱)۔ نبی ایسا مقام ہے جو جدو جہد سے حاصل نہیں ہو سکتا۔  
 (۲)۔ صدیقین، نبی کی قوت نظریہ کا اہل پرتو ہوتے ہیں۔ جس کی شان اسرار نبوت وحی کی تصدیق کرنے میں مصافقت اور مبارکت کرنا ہے اور اس وجہ سے تمام لوگوں کے قدامت اور پیشوا بن گئے ہوں۔

سطح مذکورہ آیت میں انبیاء سے متصل صدیقین فرمایا گیا ہے اس طرح  
 ”وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ يَبْنِي لَهُ كَنْزًا فَقَالَ تَبَّكَ“  
 ”وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ يَبْنِي لَهُ كَنْزًا فَقَالَ تَبَّكَ“  
 لفظ حدیث کے باطل متصل اور فوراً معبود بنایا گیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی شخص صدیقیت سے ترقی کرتا ہے تو مقام نبوت پالیتا ہے اور جب نبوت سے کہتا ہے تو وہ صدیق ہوتا ہے۔ اسلئے نبوت کے بعد فضل و مسلم میں مرتبہ صدیق گاہے اور ایک انسان کا صدیق ہونا ہی بہت بڑا فضل ہے اور ان دونوں میں کوئی متوسط درجہ نہیں جو نبوت سے کم اور صدیقیت سے افضل ہو۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ، یہاں بھی کوئی واسطہ موجود نہیں اور یہ آیت بھی نفسی واسطہ پر دلالت کرتی ہے، حضرت امام محمد دالت ثانی فرماتے ہیں کہ  
 ”مقام صدیقیت مقامات بقا میں ہے اور محتمل صرف مقام صدیقیت میں ہے اور اس مقام صدیقیت سے اور مقام نبوت سے وہ علوم جو نبی علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں، صدیق پر بطریق الہام منکشف ہوتے، ان دونوں علوم کے درمیان وجہ اور الہام کے سوا کچھ فرق نہیں اسلئے دونوں علوموں میں مخالفت کی گنجائش بھی نہیں“ (۴)

(۵۱)

”وَالَّذِي يَصْدَقُ قَوْلَهُ بَفَعْلًا“ جو اپنے قول کو اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ وہ صلیق کی طرح بھلا کا اثر بڑی تیزی سے قبول کرتی ہے کیونکہ اپنے اصل فطرت کے لحاظ سے انبیاء کرام کے مشابہت سے ہیں اور جب کوئی بات یہاں سے سنتے ہیں تو وہ بات فوراً ان کے دہن میں آجاتی ہے جیسے خود ان کا دل اس بات کی گواہی دے رہا ہو۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا علم اس کو خود بخود بغیر کسی تقلید کے حاصل ہو گیا ہے۔ صلیق محض نبی کے کام سے مطمئن ہو جاتا ہے اور تشکی کا مل حاصل کر لیتا ہے۔ نبی کو ضرور عقل سے شناخت کی جاتی ہے کہ نبی ملائکہ کو بلا حجت و دلیل کے شناخت کر لیتے ہیں اور جو کچھ فرشتہ نبی کے پاس اللہ تعالیٰ نے کہنا ہے اس کے بارے میں کسی مجبور اور حجت کے طالب نہیں ہوتے۔ یعنی یہی حال صلیق کا نبی کے ساتھ ہوتا ہے۔ علم یقینی اس دنیا میں من نہیں اور صلیقین کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

”إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ“ (۵۳) اس آیت

میں لم یترابوا بیان فرماتے کہ کوئی مسلم یقینی نہیں ہوتا ہے اور شریعت میں نہیں ہوتا اور جب کبھی کسی صورت میں شریعت کی نئی تفسیر پیش آجائے تو اب وہ علم یقینی نہیں رہتا مگر نئی قرار پاتا ہے یہی وجہ ہے کہ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ آيَاتَهُمْ هُمْ لَا يَخْلَفُونَ (۵۴) وَاللَّهُ لَيَبْلُغَنَّ إِلَىٰ رُءُوسِهِمْ (۵۵) یہ وہ لوگ ہیں جو خیال رکھتے ہیں اسکا کوئی کلمہ بدلنے والے ہیں اپنے لیے اور اسکا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے کی طرف جانے والے ہیں۔ میان حق سے تعبیر فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے طاعتی ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف

انام محمد والے ثانی بھی اپنے اس قول میں شہادت کو ایک وجہ قرار دیتے ہیں اور مشہدات بمعنی مقتول مراد نہیں لیتے۔

(۴) صالح کو اپنے عمل اور عقائد میں صالح ہو کیونکہ جمہالت اعتقاد میں فساد پیدا کرتا ہے اور عصیت عمل میں بحث فساد ہوتی ہے۔ ہر شہید صالح ضرور ہوگا لیکن ہر صالح کا شہید ہونا ضروری نہیں۔ شہید صالح کے اقسام میں اشراف و افضل قسم ہے اور اسی طرح شہید بھی صلیق بھی ہوگا اور کبھی صلیق نہ ہوگا کیونکہ صلیق کے معنی ہر وہ شخص جو اپنے غریبے باعتبار ایمان کے اسبق ہوا اور دوسروں کا اس اعتبار سے پیشوا اور مقتدا ہو اور اس کے ساتھ صلیق مشابہ بھی ہوتا ہے لیکن ہر شہید صلیق نہ ہوگا اور یہاں یہ بھی واضح ہو کہ افضل خلق انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد صلیقین اور ان کے بعد وہ لوگ جو ان درجات کے حامل نہ ہوں صرف وجہ شہادت ان کو حاصل ہو اور ان کے بعد وہ لوگ ہیں جو محض صالح کا درجہ رکھتے ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام و السلام اس دین کو ملائکہ سے حاصل کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

”يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ“ اور وہ فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دیکر اپنے مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ بندوں میں سے جن پر چاہیں نازل فرماتے ہیں (۴۹)

صدیقین انبیاء علیہم السلام سے دین حق اخذ کرتے ہیں اور شہداء صلیقین سے اور صالح شہداء سے حصول دین کرتے ہیں اس طرح صلیق پیشوا اور مقتدا قرار پاتے ہیں۔ صلیق کی فطرت پاکیزہ اور مزاج مشتمل ہوتا ہے اور اخلاق اتنے صاف ہوتے ہیں کہ حق و باطل، خیر و شر میں محض سامنے آتے ہی تمیز کر لیتے ہیں اور تردد ہوتی نہیں رہتا۔ بلا تردید اپنے قول و عمل سے حق کی اہل طور سے تصدیق کرتے ہیں۔ قوی العقل و ذکی الحس ہونے کی وجہ سے اول و حوالہ میں اس چیز کا ادراک کر لیتے ہیں جبکہ دوسرے اشخاص محول زمانے کے بعد اس حقیقت

(۵) تفسیر المنار، جلد ۵، ص ۲۴۴- (۵۲) الکلیل، النساء، آیت ۶۹، پ ۵-

(۵۳) المجتہد، آیت ۱۴، پ ۶۴- (۵۴) البقرہ، آیت ۱۴۶، پ ۱-

(۴۹) قرآن، النحل، آیت ۲، پ ۱۴- (۵۵) تفسیر رازی، جلد

علم، عقیدہ، حال، ادب، اخلاق، دعوت، محبت، نواکات، فرض کسی چیز کو پسند کرنے یا پسند نہ کرنے میں وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر رسول کا تابع مانتا ہے۔ اس لئے اس کو حدیث کی حاجت نہیں رہتی بلکہ حدیث کے ذریعہ علم حاصل کر لے اور کثرت و اہتمام کا بخار رہتا ہے (۵۹)۔  
 مشاہدہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ایسے ہوتی ہیں کہ ان کو اللہ رسول اللہ کی ذاتِ اقدس سے صدیق کی ذات پر لے کر دے دے اور دہرے ہیں اور ان کا اندازہ ہوتے ہیں اور میرے قدرت اور توفیق، فعل و انفعالی کی بکھار ہوئی ہوتی ہے، صدیق کے اندر ان کے اندازہ کی شدت و قربانی کے حوالہ کرتی کرتے جاتے ہیں۔ امکان میرے صدیق کے ولی میں رسول کی محبت ہوتی ہے۔ وہ ہر حال میں اپنی جان و مال اس کے لئے قربان کر دیتے ہیں ہر قسم کے حالات میں وہ رسول کی ہمدردی اور غمخواری کرتے ہیں اور اس کا ساتھ دیتے ہیں اور جو کچھ ان کی محبت اور کلام کا انتہائی مقصد ہی کا لہجہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے صدیق کو دیگر صحابہ کی نسبت زیادہ محبت حاصل ہو۔ (۶۰)

صدیق کو دنیا و تہذیب و عوام میں سب سے زیادہ جہارت اور رکھ ہوتا ہے اور اس کی جہالت و سرشت میں یہ داخل ہوتا ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی سب سے امور طبع کی حقیقت اس پر عیاں ہو جاتی ہے۔

”يُؤْمِنُ أَهْلُ الصِّدْقِ  
 أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ  
 سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ  
 عِجَافٌ وَسَبْعٌ ثَبَلَاتٍ  
 خَضِرٌ وَأَحْمَرٌ بَيْسَتٌ  
 لَعَلَّيْ أَنْجِعَ إِلَى النَّاسِ  
 لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ“ (۶۱)

اے یوسف ان صدیق (صدق جسم) آپ ہم لوگوں کو اس کے چارے کے ساتھ گائیں مٹی میں لیں اور ان کو سات دبلی گائیں کھائیں، اور سات بیلین ہری ہیں اور اس کے مٹلا وہ خشک بھی ہیں تاکہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں تاکہ ان کو بھی معلوم ہو جائے

(۱) تاریخ الکائن، ابن قیم، جلد ۱، صفحہ ۱۰۹ - (۲) حجتہ اللہ البالغہ، جلد ۲، ص ۲۵۸ - ۲۵۹ (۳) یوسف، آیت ۴۶، پ ۱۲ -

جانا ایک امر تقنی ہے لیکن چونکہ علم تقنی صرف انبیاء اور صدیقین ہی کو حاصل ہوتا ہے اور دیگر صلیحاء امت کا علم تقنی ہوتا ہے اس لئے لفظ ظن سے ان کی کیفیت بیان کی (۵۹)۔  
 انبیاء کرام کے ساتھ مشابہت اگر باعتبار قوت عقیدہ کے ہے تو اسے صدیق اور محدث کہتے ہیں (۶۰) اور اگر یہ مشابہت باعتبار قوت عہدہ کے ہے تو اس کو شہید اور شہیدین کہتے ہیں اور شہادتی میں انہیں دونوں درجوں کی طرف اشارہ ہے۔

”وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدْقُ يَقُولُ  
 وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ“ (۶۱)

زید صدیق اور شہید ہیں۔

## صدیق و محدث میں فرق۔

صدیق اور محدث میں فرق یہ ہے کہ صدیق نبی کی ذات سے قریب الٰہی ہوتا ہے اور نبی کی ذات سے اس کو وہی نسبت ہوتی ہے جو کہ مکہ کو آگ سے ہوتی ہے اور صدیق جب کبھی اور جو کچھ نبی سے سنا ہے اس کے نفس میں اس کا نہایت عظیم الشان وقعت اور اہمیت ہوتی ہے اور شہادت نفس کے ساتھ اسے قبول کر لیتا ہے اور محدث کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کا نفس عالم حکومت کے علمی خزانوں تک جلد پہنچ جاتا ہے اور جو علوم حق تبارک و تعالیٰ نے وہاں اس لئے جہاں اور مقرر کر رکھے ہیں کہ وہی ضرورت نبوی قرار پائیں اور انہی سے بنی آدم کا نظام تمام کیا جائے اور انہی سے ان کی اصول کی جائے۔ محدث یہ علوم وہاں سے اخذ کرتا ہے۔ (۶۲)

صدیق اپنے قلب کو سر آٹھا ہوا، پائے پر رکھتا ہے مکمل طور پر رسول کے پیر کو

(۱) الذریعہ الی مکرم الشیخ، راتب المصطفیٰ، ۱۵۰۲، المجمع، الطبعة الثانیہ، ص ۱۹۷ - ۱۹۸

(۲) قرآن، المائدہ، آیت ۱۹، ص ۵۷ - (۳) حجتہ اللہ البالغہ، جلد ۲، ص ۲۵۸ - ۲۵۹

(۴) الف، محدث برزخ نورس الٰہی، جلد ۲، ص ۳۰۳ - (۵) العروس، جلد ۲، ص ۱۱۳

دوسری نہایت میں اس کی وجہ بیان فرما لی گئی ہے

” قال رسول الله صلى  
الله عليه وسلم لا يكون  
اللعانون شفعا ولا شهداء  
يوم القيامة “ (۶۳)

جو لوگ بہت لعنت کیا کرتے ہیں وہ  
اللہ کی شفاعت کے دن نہ سفارش  
کر سکیں گے نہ دوسری امتوں  
پر گواہ بنائے جائیں گے ۔

مومن کی صفت تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ آپس میں ترحم و ترفق سے پیش آئے اور ہر  
و تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں ، مومن کی مثال ایک جماعت کی ہوتی ہے  
گزشتہ لکاکہ ایک حصہ دوسرے حصہ کو سنبھالے رہتا ہے جبکہ واحد کے مانند ہر تاجہ  
اور اپنے بھائی کے لئے وہ پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرے ، اب جو اپنے بھائی  
کو لعنت کے ساتھ بدعوا دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس کا ٹھکانے کی رعیت  
سے دور کرتا چاہتا ہے اور یہ انتہا اور غایت اس مقاطعہ کی ہوتی ہے جو ایک مسلم ایک  
کافر کے لئے طلب کرتا ہے ، نہ کہ مسلم کے لئے ، اسی لئے حدیث میں وارد ہوتا ہے کہ  
لعن المؤمن کقتله ۔ ایک مومن کو لعنت سے بدعوا دینا اس کے قتل  
کے مشابہ ہے ، کیونکہ قاتل قتل کی وجہ سے مقتول کو دنیاوی منافع سے دور کرتا ہے اور  
لعنت کرنے والا لعنت کے ذریعہ اس کو اخروی منافع سے دور کرتا ہے اور کہتا  
ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو ، اب جو شخص ایک مسلمان کو اخروی منافع سے  
عزیم کرنے کا طالب ہو ، ایسا شخص قیامت کے دن بھی شیعہ اور شہید ہو سکتا ہے چنانچہ  
آپ فرماتے ہیں کہ جو صدیق ہو وہ کیسے لعان ہو سکتا ہے ۔ صدیق بھی ہو ، اور لعان بھی یہ  
ناممکن ہے ” ۶۴ ۔

صدیق اہل سب و دشمنین سے ہوتا ہے اور اس کو وہ اضطراب و فتنہ و حوادث کے وقت  
پیش نہیں آتا جس سے دوسرے لوگ متاثر ہو کر اپنے حواس کو ہینٹتے ہیں ۔ حضرت محمد

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ مصر کا ایک آدمی آتا ہے اور خطاب  
کی تعمیر و ریاست کرتا ہے اور صدیق کے لقب سے مخاطب کرتا ہے کیونکہ ان کو  
حضرت یوسف کے باندے یقین تھا کہ اس خواب کی تعبیر صرف آپ ہی جانتا سکتے ہیں  
پہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ صدیق کی ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس کو تعمیر و دنیا میں سب  
سے زیادہ ملکہ و بہارت حاصل ہو ۔

صدیق تمام امت سے خلافت کا زیادہ حقدار بھی ہوتا ہے کیونکہ صدیق کی ذات  
اللہ تعالیٰ کی اس مخصوص عنایت و توجہ اس خاص فہرت و ادا کی جو ذات نبی کے لئے  
مقرر ہو چکی ہیں تو اگر گاہ اور آشیانہ ہوتا ہے اور جو امور رسول کے ذریعہ انجام پانے تھے  
مگر وجہ وفات نبی کے وہ انجام نہ پاسکے ، ان امور کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ  
وہ نبی کے امت میں سے ایک خاص شخص کے ہاتھ انجام پائے اور یہ خاص شخص وہ مرد  
حاکم ہوتا ہے جس نے اپنے گوش و ہوش بالین سے نبی سے اس معنی کا استماع کیا ہو  
گویا صدیق کا زبان سے رسول کی روح ناطق ہے ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
اپنے بعد حضرت یوشع بن نون کو خلیفہ مقرر فرماتے ہیں تاکہ وہ امور نبی کا حضرت موسیٰ  
کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ، لیکن وجہ وفات موسیٰ علیہ السلام وہ امور سر  
انجام نہ پاسکے تھے ان کو حضرت یوشع بن نون سر انجام دیں اور اللہ تعالیٰ کے مواہید  
ان کے ذریعے پورے ہوئے ۔ (۶۱)

صدیق کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ لعان نہیں ہوتا

” عن ابی ہریرۃ ان رسول  
الله صلی الله عليه وسلم  
قال لا یبغی لصدیق ان  
یکون لعانا “ (۶۲)

” صدیق کے لئے مناسب  
ہی نہیں ہے کہ وہ لعان  
ہو ۔

## الْبَابُ الثَّانِي

### حضرت ابو بکر کھنیت صدیق قرآن کی روشنی میں

حضرت ابو بکر کا نام بلشہ بن ابوقحزافہ بن عثمان بن ماعز بن عدو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ سے اور والدہ ام ایمنہ بنی سہیل بنت محضر بن ماعز بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تھیں۔  
 صدیق، ادا، دقیق آپ کے القاب ہیں اور ہر ایک میں ایک مفہوم اور معنی ملحوظ ہیں۔  
 اس مقالہ میں حضرت ابو بکر کی صدیقیت بیان کرتا ہے۔ دیگر اوصاف اور القاب  
 زیر بحث لانا موضوع سے خارج ہے۔ تاہم آواز اور متین کے متعلق چند اقوال نقل کر دیے  
 جاتے ہیں تاکہ قاری کی تشنگی باقی نہ رہے۔ نیز ان اوصاف کا تعلق ایک اعتبار سے صدیقیت  
 سے بھی ہو سکتا ہے۔

قرآن میں ادا، صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آیا ہے اور یہ دو  
 جگہ ہے۔ "إِنَّا ابْرَاهِيمَ لَأَكْوَأَةٌ حَلِيمٌ" (۱)۔ واقعی ابراہیم بڑے جیم المزاج،  
 حلیم البطن تھے۔ "إِنَّا ابْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ" (۲)۔ واقعی ابراہیم  
 بڑے جیم المزاج، جیم البطن، ادا کرنے والا، ابن الہادی سے مروی ہے۔

آواز کے معنی میں بہت دعا و ناری کرنے والا۔ ابن الہادی سے مروی ہے  
 کہ رسول اللہ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ادا کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا  
 بہت نضر کرنے والا۔ حضرت ابن مسعود اس کے معنی رحیم کے بتاتے ہیں، قتادہ

المنانی و بیان فرماتے ہیں "صدیقیت کا مقام مقامات تقام سے ہے جس کا رخ عالم  
 کی طرف ہے۔ اور اس کے نیچے جو مقام بھی ہیں اس میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے۔  
 صورتاً صرف مقام صدیقیت میں ہے (۶۶) صدیق کے جو بھی فیصلہ ہو سکتے وہ نہایت  
 احتیاط اور ہوش کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان کی حقیقت نبی کے بعد صرف صدیق ہی  
 سمجھ سکتا ہے۔ دوسروں پر اس کی حقیقت یا اصلاح ظاہر نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو ایک  
 مدت کے بعد اس کا زمانہ پریاں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ صدیقین کو اپنے انعامات و  
 الطاف، مزید احسان و توفیق سے برابر نوازتا رہتا ہے ادا ان کو محبت مع اللہ کا  
 مرتبہ اور قرب مع اللہ کا وجہ حاصل ہوتا ہے اور إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّادِقِينَ۔  
 کے ذمے میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کمال  
 ترین فرد جو انہما کی قرب حاصل ہوتا ہے وہ محض مقلد ہوتا ہے۔

اس تقلید سے میری مراد تقلید فطری ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ باطن رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ اس پر براہمن ہوتا ہے اور جسکی اپنی کوئی قوت میں نہیں  
 ہوتی (۶۷) ادا وہ جو کچھ سہوتا ہے یا جو کر لے وہ وہ حقیقت رسول کے عمل  
 کو اس کا نام دینا ہوتا ہے۔ اسلئے اس کا لازماً تو یہی ہو سکتا ہے یا صدیق اس  
 کی حقیقت کو پاتا ہے۔ امت کے دیگر افراد پر اس کا اظہار نہیں ہوتا۔

۱) التوبہ، آیت ۴۴ - ۲) ہود، آیت ۷۵

۱) مکتوبات امام محمد، حصہ ۱، مکتوب ۱۸۔

۲) البیہق، حصہ ۲، مکتوب ۴۱ - (۶۷) خیر الشیخ، ص ۱۹۲۔

اور ایک روایت یہی ہے کہ ابو قحافہ نے کہے تھے معنی، معنیق اور متیق اور یہ ابو بکر  
تھے (۷)۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ یہ نام آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔  
وہ فرمایا میں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں تھی اور آپ کے اصحاب باہر کے  
میدان میں تھے، میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ حضرت ابو بکر نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی طرف سے آتش دوزخ سے آلودگی کو لٹکھنے سے مرت ہو، وہ ان کی طرف کیسے  
اور اس طرح متیق کے نام سے مشہور ہو گئے (۸)۔ اس روایت کے ہم معنی عبداللہ بن زبیر  
کی بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "انت عتیق من النار" اور اس کے  
بعد اس نام سے مشہور ہو گئے (۹)۔

پہر حال ان مختلف اقوال سے حضرت صدیق کی وجاہت اور شرافت ثابت  
ہوتی ہے۔ قریش آپ کو آپ کی شرافت و وجاہت کی وجہ سے متیق کہا کرتے تھے اور  
والدین متیق اس وجہ سے کہتے تھے کہ ان کا خیال تھا کہ موت سے آزاد ہو چکے اور رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مفہوم کو مزید وسیع فرما کر متیق کے معنی نا جہنم سے  
آزاد کے قرار دیے کہ ایسا شخص جو جہنم سے آزاد ہو، درد مند نہ رکھتا ہو، اللہ جل جلالہ  
کی طرف رجوع کرنے والا ہو، رحیم بعباد اللہ ہو، بہت دعا و راز کی کرنا والا ہو، وہ بھی  
بھی کسی انسان پر ظلم نہیں کر سکتا اور نہ کسی سے دیکر تسلیم و تعلق کو لانے میں کوتاہی کر  
سکتا ہے نہ وہ مزدور ہے اور نہ اس کو کسی کا خوف لاحق ہو سکتا ہے اخراج قریش  
سے ہوا اور ان کے درمیان وی وجاہت تھی، ایسی ہی ذات رسول کی نیابت کا زیادہ حق  
دار اور خلافت کا سب سے زیادہ متیق ہو سکتی ہے۔

زبیر بن ابی بکر نے جب کہ حضرت صدیق ان دنوں اخراج قریش میں سے تھے جن کی  
شرافت و منزلت جاہلیت و اسلام دونوں میں برابر قائم رہی، یہی وجہ تھی کہ جو بھی اسلام

دیکھنے والے نے رحیم بعباد اللہ کہا، اس کا یہ معنی مومن جانتے ہیں اور رسول بن ابی طلحہ نے  
قیام پکڑ کر کہتے ہیں (۱۰)۔

تاہم کوئی ایسا کہ زبان پر نہا جس سے ہم و معشرین کا اظہار ہو، آواز وہ شخص جو حضرت  
ابی کا اظہار کرے آوازہ منیب حضرت ابراہیم علیہ السلام فرم دی اور جو  
کریم ہے (۱۱)۔ حضرت ابو بکر صدیق کو ان کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آوازہ  
(دوسرے) کہا کرتے تھے کہ آپ رحیم بعباد اللہ تھے، بلو سرچھ سے مروی ہے کہ  
حضرت فاطمہ نے حضرت ابو بکر آوازہ (دوسرے) فرم دی، اور لقب کو اللہ تعالیٰ کی  
طرف پھرنے والے تھے۔ (۱۲)

حضرت علی کے اس قول میں اس امر کی منیب ہے کہ جو شخص آوازہ ہو، جو رحیم بعباد  
ہو، درد مند رحم دل ہو وہ دوسرے کا حق نہیں ٹھیک کر سکتا ہے اور رعایا کے حقوق  
سے کیسے غفلت برت سکتا ہے۔ یوم آخرت کو کیسے قبول کر سکتا ہے۔

دوسرا لقب حضرت ابو بکر متیق تھا۔ کیونکہ آپ کے نسب میں کوئی ایسی بات نہ  
تھی جس سے آپ کو کسی قسم کا عیب لگا جا سکے۔ ابن اسحاق اس کو لقب میں بلکہ نام قرار  
دیتے ہیں اور موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ یہ نام آپ کو ان ہی والدہ کی طرف سے ملا تھا۔  
کیونکہ ان کی والدہ کے کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا جب ابو بکر پیدا ہوئے تو بیت اللہ کا چھوٹا  
کہتے ہوئے یہ دعا مانگی۔

"اللھم ان هذا عتیقك من الموت فھب لی"۔

اور جب آپ اس دعا کے بعد زندہ رہے تو متیق نام رکھا اور اسی سے مشہور ہوئے (۱۳)۔  
ابن ہشام کا قول ہے کہ ابو بکر کا نام عبداللہ ہی تھا اور متیق لقب تھا، جو ان کی خوب  
صورت اور شرافت کے سبب سے مشہور ہو گیا۔ کیونکہ متیق کے معنی خوبصورتی و شرف ہے

(۱۳) تفسیر ابن کثیر۔ التوبہ، آیت ۴۴۔ رحمہ اللہ، مفردات القرآن، مادہ آوازہ۔

(۱۴) طبقات ابن کثیر، ابن سعد، جلد ۱، صفحہ ۱۷۱، بیرون ہشام، جلد ۱، ص ۲۹۔ راجع فی المغزى جلد ۱۔

(۱۵) حاشیہ، سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۲۴۹۔ (۱۶) طبقات ابن کثیر، ابن سعد،  
جلد ۱، صفحہ ۱۷۱۔ (۱۷) تریذی، ابواب مناقب، جلد ۱، صفحہ ۱۷۱۔ (۱۸) انوار اللغات، مقصد ۱، ص ۱۹

علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق کی خدمات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے۔ اپنی بیٹی کا بھتیجہ نکاح کی اور دار الحجۃ کے طرف بھیجے لایا، اور نذر میں میرے صاحب رہے اور بھلا کر اپنے مال سے آزاد کیا (۱۳)۔

حضرت صدیق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کے لئے پہلے سے چن لیا تھا اور لئے کر دیا تھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب، ساتھی اور دوست ہوں اور آپ کی تصدیق کریں۔ اس بنیاد پر شروع تخلیق سے ہی حضرت ابو بکر کے حالات و اطوار، اخلاق کو اللہ تعالیٰ نے اسی بیج پر پکے اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل نبوت امین کے لقب سے مشہور ہوئے اسی طرح ایک روایت کے مطابق صدیق کا لقب زمانہ جاہلیت میں ہی چڑا گیا تھا (۱۴)۔ اسی طرح سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت کا شرف حاصل کیا اور اس طرح دوسروں سے آپ کی رفاقت اور محبت زیادہ ہو کر صدیق علی الاطلاق کے لقب سے سرفراز ہوئے اور سب سے پہلے اس کا اسلام قبول کرنے والوں کے معتزا اور پیشوا قرار پائے اور الدال علی الخیر کا بدلہ ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب میں شریک ہوئے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

صدیقیت کا پہلا ناقد جو کون ہیں جس نے اب میں صدیقیت سے متعلق قرآنی آیات زیر بحث لائے ہیں۔

”وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ  
وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور جو لوگ سچے لائے اور اس

تصدیق رسالت

الْمُتَّقُونَ (۱۵)

کی تصدیق کی (سچے جانا) تو یہ لوگ متقی ہیں۔

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہوئے اور تبلیغ کا حکم ہوا تو سب سے پہلے جس نے اس دعوت کو قبول کیا وہ حضرت ابو بکر ہی تھے اور نہ صرف قبول کیا بلکہ اسی کا اعلان کر دیا اور تبلیغ دینی حق میں جہنم میں مصروف ہو گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ مولانا قزوینی مشہور و معروف اور سرکارِ دہلی کے علاوہ کسی سے ممکن نہیں کہ قزوینی کا انہماک کبھی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت، تحریک اور غلبہ دے (۱۶) اور شریعت میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ نور نبوت سے منور ہوئے ہیں ان کے سینے جلتے ہیں، ان میں دوسرا سبق حفظ و تعین اور ہدایت و ارشاد کا وارث ہوتا ہے اور یہ آپ کے خلفاء اور دوسرے مصابہ کے طرز کے اصحاب میں۔ غوثِ غلّی انہیں کا حق ہے اور ہم ان کے کچھ پر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو اگرچہ یہ فضیلت عالیہ بھی حاصل تھی لیکن اگر شیعہ بھی کہہ دے تو یہ فتومات نہ ہوتیں اور اسلام کا دائرہ اس قدر وسیع نہ ہوتا (۱۷)۔

حضرت ابو بکر کا تیسرا لقب الصِّدِّیقِ تھا جو اس مقام کا مومنوں پر ہے۔ صدیقیت کے ماخذ مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں۔

(۱) قرآن

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال

(۳) مصابہ کے اقوال

(۴) آپ کے وہ کارنامے جو آپ نے دور رسالت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے بعد خلافت میں صدیقیت کی بنیاد پر انجام دیے ہیں کیونکہ رسول کا اگر کوئی ایسی ترین مزاج شناس ہو سکتا ہے کہ اپنے دل و وجدان اور فطرت سے اسلام کی خدمت میں وہ اقدامات کرے جن کی تائید اُس کے چل کر قرآن یا خود رسول کریمؐ تو یہ کمال صرف صدیق ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ

(۱۳) ریاض الغفر، جلد ۱، ص ۵۴۔ (۱۴) تاریخ الخلفاء سیوطی،

ص ۲۶۔ (۱۵) قرآن الزمر، آیت ۳۳، پ ۲۴۔

(۱۶) ازالۃ الخفاء، مقدمہ دوم، ص ۱۲۱۔ (۱۷) فیضیہ، ص ۱۶۶۔

علماء کلاس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے  
اپنے سات آدمی جن کو عمن مسلمان ہونے کے جرم میں منت قسم کی تکلیفیں اور تیش  
دی جاتی تھیں۔ آزاد کئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (۱۶)۔

”تصدیق رسالت اولیٰ خلق سال کے کسی شریک رضا جوئی طلب نہیں۔“  
”وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُعْطَىٰ إِلَّا إِذْ يَبْتَغَىٰ“ اور جو عطا شد ان پر وہ دعا کر رضا جوئی  
کے اس کے دوسرے کا احسان نہ تھا کہ  
”وَجْهَ رَبِّهِ الْأَخْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ“ اس کا بدلہ آتا رہا ہو۔“  
(۲۰)

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت بلال کو آزاد کیا اس پر مشرکین نے کہا کہ حضرت  
ابوبکر نے بلال کو ایک احسان کے بدلے آزاد کیا ہے جو بلال ان پر تھا۔ اللہ تعالیٰ  
نے اس آیت میں مشرکین کی تردید فرمائی اور حضرت صدیق کے عمل کی تعریف کی (۲۱)  
صدیق کی شان ہی یہ ہوئی ہے کہ وہ اس حق کی محبت میں جو بھی پر نازل ہوتا ہے اپنی  
جان و مال تک قربان کرنے میں دریغ نہیں کرتا اور ہر عمل سے سرفراز صرف اللہ  
تعالیٰ کی رضا جوئی اور حق کی تائید ہوتی ہے نہ کسی کا احسان چکانا ہوتا ہے اور  
نہ کوئی دنیاوی منفعت مقصود ہوتی ہے۔ دین کے مقابلہ میں نہ اولاد کی محبت آڑ  
ہی سکتی ہے اور نہ مال باپ کی محبت حق کی تائید سے رک بن سکتی ہے۔

وقت قبول اسلام آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے لیکن جب جنت کے  
دریے پہنچے تو صرف ۵ ہزار درہم بچ گئے تھے (۲۲) جبکہ آپ مکہ کے مشہور تاجر تھے  
اور مدینہ میں بھی ایک وقت ایسا آیا ہے کہ آپ کے جسم مبارک پر ایک بچہ پڑا لی  
مٹی جس کو زیب تن فرمائے ہوئے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے

حَفَظْتُ عَمِّي سَ مَرُوِي بِهٖ كَرَّ جَاءَ بِالصِّدْقِ سَ رَسُولُ اللّٰهِ  
صلی اللہ علیہ وسلم اور صِدْقِ یہاں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ مراد ہیں۔ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی دین اسلام کے سائے اور حضرت صدیق نے اس سچ  
کی تصدیق کی۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ کو بیٹا ابوبکر  
وہ نبوت کے تتمہ میں اس پر اجماع ہے کہ حضرت صدیقؓ اسلام میں اسبق وا قدم  
ہیں اور اسی آیت میں اسبق الناس کا بھی بیان ہے۔ حضرت صدیقؓ بوقت تصدیق  
اسلام بڑی عمر والے تھے اور بڑے منصب کے مالک تھے قوم میں ذی وہایت  
تھے اور آپ کی تصدیق اسلام کے لئے قوت و شجاعت اور مزید شہرہ باعث مٹی  
اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس آیت میں آپ کا ذکر فرمایا (۱۶)

تصدیق رسالت اور اتفاق فی سبیل اللہ  
”فَلَمَّا مَنَّ عَلَيْنَا وَآتَيْنَا  
وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَمَّيْنَاهُ  
لِلْيُسْرِ“ (۱۷)  
پس جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا اور  
اللہ تعالیٰ نے ڈرا اور اچھا پڑھوئے ہوئے  
تصدیق کی تو ہم کو راحت دینے کیلئے نام دے دیئے۔  
ان آیات کا مفہوم اگرچہ عام ہے لیکن اس کا سبب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے۔

کہ میں آپ کا دستور تھا کہ ضعیف لوگوں اور بوری حریفوں کو جب وہ اسلام لے  
آتی تھیں خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے ایک روز آپ کے والد ابوقحافہ نے کہا کہ  
اے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو اگر ان کے  
بجائے قوی اور جان خرید کر آزاد کر دیا کرتے وقت میں تمہارے ساتھ ہو کر  
مدد گار ثابت ہوں اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا، ابا جان میں مل مقصد محض اللہ تعالیٰ  
کی خوشنودی اور رہنا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”وَسَمَّيْنَاهُمُ الْاٰثِقِيْنَ“  
الَّذِي يُوْتِي مَالَكَ يَتَرَدَّدُ (۱۸)  
اواس سے ایسے شخص کو دور رکھا جائیگا جو  
ڈاستی ہے جو مال اس سے فرماتا ہے کہ بھوکا

(۱۶) تفسیر رازی، جلد ۱، ص ۵۹۔ تاریخ الخلفاء سمیعی ص ۳۳ م تفسیر ظہری، جلد ۱، ص ۳۳۔

(۲۰) وعلی، آیت ۲۰-۲۱۔ تاریخ الخلفاء سمیعی، ص ۳۳ م تفسیر ظہری، جلد ۱، ص ۳۳۔

(۱۷) تفسیر رازی، جلد ۱، ص ۵۹۔ تاریخ الخلفاء سمیعی، ص ۳۳ م تفسیر ظہری، جلد ۱، ص ۳۳۔

آیت ۱۸-۱۹۔ تاریخ الخلفاء سمیعی، ص ۳۳ م تفسیر ظہری، جلد ۱، ص ۳۳۔

یہ تو حضرت ابوبکر صدیق کے انفاق کی کیفیت ہے اور ان کے جہاد کی کیفیت یہ ہے  
 ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام  
 اصحاب یکجا تھے وہ کہ انشایہ میں سو تھے، تو ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے اعلان اسلام کا بابت اصرار کیا، آپ نے فرمایا اے ابوبکر! ہم لوگ  
 بہت بخوشی سے ہیں، مگر وہ برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تمام مسلمان کعبہ کے اندر اور صراہہ بیٹھ گئے  
 اور ابوبکر وعظ کہنے لگے کہ ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھ ہوئے  
 تھے۔ حضرت ابوبکر سب سے پہلے واعظ ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل اور اس کے  
 رسول کی طرف لوگوں کو بلا یا حضرت صدیق کا وعظ کہنا تھا کہ مشرکین نے ان پر اور  
 نیز مسلمانوں پر هجوم کیا اور ان کو مارنا شروع کیا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آپ  
 پر آیت **قَامَصَدْرٌ جَمَاعَتُكُمْ** نازل ہوئی اس موقع پر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے خود چاقا کر قریش پر توحید کا اظہار اور شرک کا ابطال  
 کری لیکن حضرت صدیق نے عرض کیا کہ قریش کا تعصب حد سے بڑھا ہوا  
 ہے اور آپ کے کلمات سننے ہی دے پے ایذا ہو جائیگے آپ مجھے حکم دیں کہ یہ  
 خطبہ میں قریش کو سناؤں چنانچہ حضرت ابوبکر نے یہ خطبہ سنایا اور ابوبکر کو  
 قریش نے ناقابل بنیاں نکلیں یہی ہیں (۲۵)

عمرہ بن زبیر سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ نبی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص  
 سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت سلوک جو تم نے دیکھا وہ کیا تھا انہوں نے کہا کہ سب  
 سے زیادہ سخت نگارہ جو میں نے دیکھا وہ یہ تھا کہ عقبہ ابن ابی معیط بنی امیہ اللہ علیہ وسلم  
 کے پاس آیا اور آپ کا چادر آپ کے گلے میں لپیٹ کر اس نے آپ کا گلوٹنا شروع  
 کیا۔ حضرت ابوبکر نے خبر ہوئی تو وہ آگے آئے اور تنہا ان کا مقابلہ کیا اور اس کو مٹا دیا اور

جو لوگ فتح سے پہلے فرجہ کچے ہیں اور کچے بزرگ  
 نہیں، وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں  
 سے شریعت میں نہیں لے سکتے فرجہ  
 کیا اور اسے بہن لوگوں نے فتح سے پہلے فرجہ کیا اور  
 جہاد کی وہ لوگوں نے پہلے فرجہ کیا اور

یہ آیت بطلہ مفہوم موافق یہی بتا رہی ہے کہ جس نے فتح سے پہلے زیادہ  
 فرجہ کیا ہو اور زیادہ جہاد کیا ہو اس کا مرتبہ ان لوگوں میں سب سے اقدم  
 والفضل ہے اور جہاد مکہ میں قبل ہجرت تھا وہ اقد اور لاشی سے تھا اور جہاد  
 بعد ہجرت واقع ہوا وہ نوار سے اور نیزہوں سے تھا اور لغت میں دھڑل کو قتل  
 کہتے ہیں لہذا جہاد قبل ہجرت بتا رہا ہے اس کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ اسی  
 معنوم کے لحاظ سے چونکہ ابوبکر صدیق کا جہاد قبل ہجرت سب سے خالص تھا اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کرنے والوں میں سب سے مقدم تھے چنانچہ یہ آیت  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق اس وقت آپ کے پاس بیٹھے  
 ہوئے تھے اور ان کے جسم پر اس وقت ایک کپڑی پڑی تھی کہ نبی - حضرت جبریل  
 علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا میں  
 ابوبکر کو ایسے حال میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے جسم پر ایک کپڑی پڑی ہوئی ہے، آخر  
 ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا اے جبریل! **انْفَقَ مَالَهُ عَلَى قَبْلِ**  
**الْفَتْحِ**، اپنا پورا مال قبل فتح بحر فرجہ کر چکے ہیں۔ (۲۶)

(۲۳) الحدید، آیت ۱۰ - پ ۲۴ - (۲۴) تفسیر رازی، جلد ۱، ص ۱۲۴ -

ریاض النضر، جلد ۱، ص ۱۶۰ - بحال التذلل، لغوی، الحدید، آیت ۱۰ -

”اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا لَا  
يَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ  
جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ  
رَبِّكُمْ“

کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو  
یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔  
اور وہ اپنے رب کے پاس سے تمہارے  
پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔ (۱۶۶)۔

کافروں میں کسی نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو کسی نے کہا کہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے۔  
حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کافروں نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کو اسامہ کا کہ آپ بے پوش ہو گئے۔ اتنے میں ابو بکر لگے اور انہوں  
نے آپ کو بچا لیا۔ اس کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور پکار کر کہنے لگے۔

”وَلَكُمْ اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا لَا  
يَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ“ (۱۶۷)

تم پر ہلاکت ہو کر تم ایسے شخص  
کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے کفار  
ہاتھ میں لیکر اپنا اسلام ظاہر کیا وہ ابو بکر صدیق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے (۱۶۸)  
پھر حضرت صدیق کی جہاد کا کیفیت۔

آپ صدیق تھے، ہر سزا اور متقی تھے، سخی تھے، اپنے مال کو اپنے مولا  
کی اطاعت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت و حق میں دل کھول کر  
خرچ کرتے تھے، ہر ایک کے ساتھ احسان کا سلوک کرتے تھے اور کسی دنیوی  
فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ  
کے لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے۔

مکہ کے بڑے چھوٹے سب پر عزت صدیق اکبر کے احسانات

(۱۶۹) بخاری کتاب التفسیر سورۃ المؤمن جلد ۲، ص ۱۱، مسند ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۹۰ تاریخ خیری  
جلد ۲ ص ۲۲۳۔ (۱۷۰) المستدرک للحاکم، جلد ۳، ص ۶۷۔ (۱۷۱) معالم التنزیل لغوی الحدیث

کے بار تھے، یہاں تک کہ عروہ بن مسعود جو قید شیعہ کے سر ہاتھ تھے، صلح حدیبیہ کے  
موقع پر تک حضرت صدیق نے اسے ڈانٹا تو اس نے کہا کہ اگر آپ کا احسان مجھ پر نہ  
ہو تو جس کا بدلہ میں ایک جنگ نہیں دے سکتا تو آپ کو جو اب مزید ریت (۱۶۹)۔

یہ قابلِ قرب کے سردار کا حال ہے وہ آپ کے احسانات کو وجہ سے مراٹھا  
کے قابل نہیں تھا اس لئے خود اٹھ اٹھائے تھے اس خیال خام کہ تردید فرمائی کہ کسی کے  
احسان کا بدلہ انہیں دینا نہیں تھا وہ تو صدیق ہیں اور صدیق کی شان بکا ہی ہوتی ہے  
کہ وہ اپنی جان و مال، اولاد، مال، باپ، کنبہ، خاندان، آبرو عزت، وقار و  
مشائرت صبر کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر قربانی اور فدا کرنے میں دینے  
نہیں کرتا۔ ارشاد دیا رکھا تھا ہے۔

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پائیاں کھٹکتے

ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے قصور سے

دوستی رکھیں جو اللہ و رسول کے بظاہر ہیں گو وہ

لکھ اپ ڈیٹے وصال کی گھنٹی بجیں نہ ہوں ان کو

کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے نمایاں ثبت کر دیا

ہے اور کھوئے نہیں سے قوت دی ہے اور ان کو

ایسے باخبر میں داخل کرے گا جن کے

بیچے نہ ہوں جا رہی ہو جن جن میں وہ ہمیشہ رہے

اللہ تعالیٰ سے لای ہوگا اور وہ اللہ سے

راحمی ہو گئے۔

یہ لوگ اس لئے قتالی ہو گئے۔

خوب سن لو کہ

”لَا تَحِدْ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ  
وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا  
آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ  
أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتُهُمْ  
أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ  
الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمُ  
بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ  
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا  
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا  
عَنْهُ أُولَئِكَ يَجْزِي اللَّهُ

أَلَا إِنَّ جَزَبَ اللَّهُ هُمْ  
الْمُفْلِحُونَ (۳۰)

اللہ ہی کا گزہ فلاح پانے والا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت صدیق نے غزوہ جند کے موقع پر اپنے پیچھے جو مبارزت کے لئے طلب کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعیناً بنفسک یا ابو بکرؓ کر کے فرمایا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کے عمل کی تحریف ان آیات سے فرمائی (۳۱)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيف  
نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ  
أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ  
إِلَيْهِ مِنْ وَالِدَيْهِ وَوَلَدِهِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ (۳۲)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت صدیق کا یہ انتہائی حب اور اتفاق مال محمدی اور مطلوب ہے اور حب آپ ایک موقع پر اتفاق مال سے رک گئے اور یہ طے کیا کہ اُسندہ حقت مسلح ہوئی جو حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک کے رشتہ دار تھے اور مسکین و مہاجر تھے غانا امداد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ حضرت صدیق کو خلیفہ فرمائے (۳۳)۔

مالہ امداد نہ کرنے پر غم یہ شان صدیقیت کے خلاف ہے۔

”وَلَا يَأْتِيَنَّكُمْ أَوْلِيَ الْأَقْصَلِ  
وَمَنْكُمُ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا“

(۳۰) البخاری، آیت ۱۲۲، ص ۲۸۔ (۳۱) زاد المسیر، جلد ۸، ص ۱۹۹۔ اریاض الغفر  
جلد ۱، ص ۵۲۔ بخاری، کتاب الویات، باب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہما جلد ۱، ص ۵۔  
(۳۳) بخاری کتاب الویات، باب المؤمنین فی الغضب، جلد ۲، ص ۹۸۔

أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينِ  
وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ  
يُحْسِنُونَ أَنْ يَفْخِرَ اللَّهُ لَكُمْ  
وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ (۳۴)

قرابت کو اور مسکین کو اور انشک  
راہ میں ہجرت کرنے والوں کو  
دینے سے قسم نہ کہ بیٹیں،  
کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارا قصور  
معاف کر دے۔ بیشک اللہ بخور الرحیم ہے۔

اس آیت کے نزول سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضرت صدیق اولوالفضل سے ہیں اور انکو  
امت پر نفیعت حاصل ہے اور بعد والوں کے مقتدی اور پیشوا ہیں۔ ارشاد  
باری تعالیٰ ہے

”فَيُشِيرُ بِمَا أُولَى الَّذِينَ يَتَمَعُونَ  
الْقَوْلَ فَيَتَمَعُونَ أَحْسَنَهُ  
أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ  
وَأُولَئِكَ هُمُ الْأُولَىٰ“ (۳۵)

حضرت صدیق کے اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے اشراف قریش کی  
ایک جماعت آپ کے تبلیغی حلقہ کو رش اسلام ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی تدبیر کی حضرت صدیق ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے  
گئے اور انہوں نے وہاں جا کر باقاعدہ اسلام کا اظہار کیا اس موقع پر یہ آیت نازل  
ہوئی۔ اسلام لانے والوں میں عبد الرحمن بن عوف، عثمان بن عفان، طلحہ، زبیر  
بن العوام، سعید بن زید، سعد بن ابی وقاص تھے (۳۶)۔ ان ناموں کے بعد  
ذکر کے بعد اب اسحاق بیان کرتے ہیں کہ یہ آٹھ آدمی تھے جو سابقین فی الاسلام

(۳۴) التذکرہ، آیت ۲۲، ص ۱۸۔ (۳۵) الزمر، آیت ۱۸

پ ۶۳۔ (۳۶) ریحان الغفر، جلد ۱، ص ۵۱۔

نوی ہو جاتی ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر خود فوراً بلا تردد اسلام قبول کر چکے تھے اور ان کا اسلام کسی سے مؤخر نہ تھا کیونکہ کفر ماننے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مذکور کی تردید ہوگی اور اس طرح یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قدس کے مترادف ہے اور حضرت ابوبکر کی ذات پر اس کا نہ کوئی اثر ہوتا ہے اور نہ ان کی حملات شان میں کوئی نقص یا کمی واقع ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قدس کرنا کفر ہے اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر کا اسلام دوسروں سے اسبق ہے اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں مسابقت اور مبارکت کی ہو وہ صدیق ہے اور اس بنا پر حضرت صدیق قدوس الناس بھی قرار پاتے ہیں (۳۱)۔

### حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر المؤمنین کا سلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ابراہیم کے علاوہ زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، قاسم جن کے نام سے آپ گنت کرتے تھے اور طہر اور طیب حضرت خدیجہ کے بنی مبارک سے ہوتے۔ قاسم طہر اور طیب مہدی علیہ السلام ہی میں انتقال کر گئے۔ واما بناتہ فکلھن ادرکن الاسلام فاسلمن وھاجرن معہ البتہ۔ آپ کی تمام صاحبزادیوں نے اسلام کا مہذب اپنا اور وہ مسلمان ہوئیں اور انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی (۳۲)۔ فلما اکرم اللہ عز وجل بنیوتہ امنت بہ خدیجۃ وبناتہ فصدقنہ وشھدن ان ماجاء بہ ھو الحق

تھے اور ان کے بعد دوسرے لوگ مسلمان ہوئے تھے (۳۳) اور اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلا تردد مسلمان ہوئے بلکہ ایک جماعت اشراف قریش کو بھی حلقہ پر جوش اسلام کیا اور تاقیامت بعد مالوں کے مقتدر اور پیشوا قرار پا گئے۔

”وَمَنْ يَطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا“ (۳۸)

اور جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ اقیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر خدا نے نیکو فیاض کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی ملاقات بہت ہی خوش ہے۔

اس آیت میں النبین سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین سے مراد ابوبکر اور شہداء سے حضرت عمر اور عثمان وطلحہ اور صالحین سے باقی تمام صحابہ مراد ہیں (۳۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

”مَادَعَوْتُ أَحَدًا إِلَى الْإِسْلَامِ إِلَّا كَانَتْ مَنَّهُ كِبُورَةٌ وَنَظَرٌ وَتَرَدُّدٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ فَإِنِّي تَخَذْتُ إِلَيْهِ حَافَةً مَلَأَكُمْ مَنَّهُ حِينَ ذَكَرْتَهُ وَمَا تَرَدَّدِيهِ“ (۴۰)

میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مجھ کا، تامل اور تردد کیا، لیکن ابوبکر ابن ابی قحافہ نے کچھ تامل نہ کیا جبکہ ان سے اسلام کا کوسر کیا۔

امام راوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے اس لیے

(۳۱) تفسیر راوی، جلد ۳، ص ۲۸۰۔ (۳۲) طبری، ج ۲، ص ۱۹۷۔

سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۹۱۔

(۳۳) سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۲۵۲۔ النساء، آیت ۶۹، پ ۵۔ (۳۴) زاد المر

فی علم التفسیر، ابن الجوزی، جلد ۱، ص ۱۲۸۔ (۳۵) سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۲۵۲۔

اور جب سنہ ۵۶ ہجری الاوائل میں زبیر بن عارضہ ایک سریر میں ابوالاعاص کے مال متاع کو اپنے قبضہ میں لیکر آپ کے پاس لائے اس وقت حضرت زینب نے ان کو اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی پناہ کی مہیا کی مہیا کے مشورہ پر توفیق فرمائی (۴۵) اور حضرت زینب سے فرمایا کہ اے بیٹی ان کا خوب اکرام کرنا لیکن اپنے کچھ مت آنے دینا لیونکہ یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے اس واقعہ کے بعد ابوالاعاص مکہ جاکر تمام لوگوں کے مال و متاع واپس کر کے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں (۴۶)۔

حضرت زینب نے غزوہ بدر کے بعد مدینہ ہجرت کی تھی، ابوالاعاص سے ان کا ایک لڑکا ملا اور ایک لڑکی امامہ بھی، حضرت علی کا بچپن ہی میں شہو میں انتقال ہو گیا تھا اور امامہ سے حضرت علی بن ابی طالب نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد شادی کی اور حضرت زینب نے شہو میں وفات پائی اور آپ کی وفات کا سبب وہ نیزہ تھا جو بوقت مدافعتی مدینہ مبارکین الاسود نے آپ کے مدارعہا۔ اس دشمن سے آپ کا انتقال ہوا۔ انا لله وانا اليه راجعون

## رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۵ آپ کی دوسری صاحبزادی تھیں اور ابولہب کے لڑکے عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ جب اسلام کے ظہور کی وجہ سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور دشمن ہوئے تو قریش نے اللہ سے بھی طلاق کا سوا لہجہ اور ابولہب نے اپنے لڑکے سے کہا کہ میرا تعلق تمہارے ساتھ ختم ہے اگر تم محمد کی کو دشمن ہو گئے

وذن بلایئہ وثبتہ  
ابوالاعاص علی شکرکد ۳۳  
جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہ اور تمام صاحب زادوں نے آپ کی تصدیق کی اور اسکی گواہی دی کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق ہے اور آپ کا دین اختیار کیا لیکن ابوالاعاص اپنے شرک پر قائم تھے۔

۳۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب تھیں ان کی شادی حضرت خدیجہ کے کہنے پر آپ نے ابوالاعاص بن ربیع سے نبوت کے ملنے سے قبل کی تھی۔ حضرت خدیجہ ابوالاعاص کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تو حضرت خدیجہ اور آپ کی تمام صاحبزادوں نے آپ کی تصدیق کی اور اسکی گواہی دی کہ جو کچھ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے حق ہے اور آپ کا دین اختیار کیا۔ لیکن ابوالاعاص اپنے شرک پر کما قائم تھے اور جب آپ کے خلاف اہل مکہ سب کھڑے ہوئے اس وقت قریش نے ابوالاعاص کے پاس جا کر کہا کہ تم لوگوں کی لڑکی کو طلاق دے دو اور اس کے عوض مکہ کی جس عورت سے تم چاہو تمہاری شادی کر دیتے ہیں لیکن ابوالاعاص نے کہا۔

۱۰ اذلا افارق صاحبیتی  
وما احب ان لی باقراتی  
امراۃ من قریش ، و  
کان رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم یثنی علیہ  
فی صہرہ خیرا ؟  
کرم قریش کی عورت کے  
عوض اپنی بیوی ہجرت نہ کرونا  
پسند نہیں کرتا اور اس پناہ پر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو  
الاعاص کی دامادی کی تعریف  
کیا کرتے تھے (۴۴)۔

(۴۴) سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۶۵۲۔ ۲، ص ۶۵۲۔ ۳، ص ۶۵۲۔ ۴، ص ۶۵۲۔

(۴۵) جری جلد ۲، سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۶۵۲۔ ۲، ص ۶۵۲۔ ۳، ص ۶۵۲۔ ۴، ص ۶۵۲۔  
(۴۶) جری جلد ۲، سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۶۵۲۔ ۲، ص ۶۵۲۔ ۳، ص ۶۵۲۔ ۴، ص ۶۵۲۔

## اُمّ کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ

ان کا نکاح یقینہ بنی لہب سے ہوا تھا لیکن انھوں نے بھی باپ کے کہنے پر منکر ہو سبب سے حضرت ام کلثوم کو طلاق دے دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ علیہ وسلم کے محبت فرمائے کے بعد حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہؓ بن عمارؓ کے ساتھ مدینہ طیبہ آئی تھیں اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر کے گھروالے اور حضرت عائشہؓ بھی تھیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ حضرت رقیہ کے وفات کے بعد بیچ الاول رسد میں شادی ہوئی اور شش ماہ شعبان میں وفات پائی۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ ام کلثوم حضرت فاطمہ سے چھوٹی تھیں (۵۲)۔

## فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی تھی ان کی ولادت کے وقت رسول اللہ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی یعنی بعثت سے پانچ سال قبل جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی پیدا ہوئی اور حضرت عائشہ سے عمر میں تقریباً ۵ سال بڑی تھیں۔ حضرت عائشہ کی شادی سے تقریباً چار ماہ بعد ان کی شادی حضرت علی سے عمر مسلمہ کے شروع تاریخوں میں ہوئی (۵۳)۔

## علی بن ابی طالب

ان کی ولادت اکثر کے قول کے مطابق بہشت سے دس سال قبل

(۵۲) قریہ قسم ۲، ۲۲۳۰۔ الامام ابن جریر ذکر ام کلثوم بنت عبدالمطلب، جلد ۳، ص ۳۱۹۔

(۵۳) اصاب ابن جریر، ذکر فاطمہ بنت الزہراء، امام المتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۶۶۔

پناہ حضرت رقیہ کو اس نے طلاق دے دی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے کیا (۴۸)۔

”اسلمت حین اسلمت“ یہ بھی اچھا ماں حضرت خدیجہ امہا خدیجہ و بایعت کے ساتھ اسلام لائیں اور بایعت حین بایعہ النساء (۴۹) دہریہ اور نہایت کی تو انھوں نے بھی اپنے آپ کو مسند نبوت ۱۰ رجب میں حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ حضرت کی طرف ہجرت کی اور یہ مسلمانوں کی پہلی ہجرت تھی (۵۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ نفسی بیدہ انہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ اول من ہاجر بعد ابولہبیم و لوط۔ میں میری جان ہے حضرت ابراہیم اور لوط علیہ السلام کے بعد پہلی ہجرت کرنے والے ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب یہ لوگ حبشہ چلے گئے تو کچھ دنوں تک آپ کے پاس ان کی خیریت کی اطلاع نہیں پہنچی ایک عورت نے آکر آپ کو جب اطلاع دیا تو آپ نے فرمایا ”ان عثمان اول من ہاجر باہلہ“۔ کہ اس امت میں حضرت عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی ہے۔

حضرت عثمان سے ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جن کا نام عبد اللہ تھا۔ حضرت عثمان حضرت رقیہ کے ساتھ غلامی کی وجہ سے مکہ واپس آ گئے تھے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت رقیہ کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت مدینہ کے ۷ ماہ بعد اس دن ہوا جس دن حضرت زید بن عمارؓ کا شہداء بدر میں کامیابی کی خوشخبری مدینہ آئے تھے۔ (۵۱)

(۴۸) سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۶۵۲۔ جری لیدن، ص ۱۳۴۔

(۴۹) جری قسم ۲، ص ۲۲۳۰۔ زاد المعاد، ص ۱۱۸۴۔ سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۳۳۳۔

(۵۰) اصاب ابن جریر، ذکر رقیہ بنت عبدالمطلب، ص ۲۲۳۱۔ جری قسم ۲، ص ۲۲۳۱۔

قوآپ کو اطمینان دلاتی ہیں۔ ورنہ ابن نوفل کے پاس دولتی ہوئی بانی ہیں اور اس کے بعد حضرت صدیق کے بہتی ہیں کہ اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ ورنہ ابن نوفل کے پاس جائیں ان کو تسلی دلائیں، ان واقعات میں حضرت صدیق بھی موجود ہیں

خانڈان سے ہٹ کر اور باغی ذی اثر لوگوں میں سب سے اسبق اور اقدم حضرت صدیق اکبر ہیں اور حضرت علی بوجہ اپنی کم عمری کے قدوۃ الناس نہیں بن سکتے تھے۔ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت تھے۔ قربت کی وجہ سے آپ کے بہت قریب تھے اور حضرت ابوبکر کی اس کم عمری کوئی قربت آپ کے ساتھ نہ تھی اور بعد کے لوگوں کا اسلام ہی دوسروں کے لئے باعث رغبت بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قبل مدت میں حضرت صدیق کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان، علی، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن مغفون جیسے سرگودہ قریش اسلام قبول کرتے ہیں اور حضرت صدیق ہی ان کا برصاحب کے اسلام کا سبب قرار پاتے ہیں اور ان کا فضل صحابہ کے پیشوا اور مقتدا ٹھہرتے ہیں۔

مسلمہ میں مسلمان ہونے والوں کے تین طبقات تھے۔ پہلا طبقہ بااثر افراد کا طبقہ یا اثر قبائل اور خانڈانوں سے تعلق تھا، دوسرا طبقہ ان افراد پر مشتمل تھا جو اپنی کم عمری کے سبب بااثر نہ تھے یا ایسے قبائل اور خانڈانوں سے ان کا تعلق تھا جو مکہ میں بااثر نہ تھے بلکہ بااثر قبائل کے زیر اثر اور ماتحت تھے۔ تیسرا طبقہ ان افراد پر مشتمل تھا جن کا تعلق مکہ کے قبائل اور خانڈانوں سے نہ تھا بلکہ باہر سے آکر بس گئے تھے اور سکونت پذیر تھے اور ان بااثر قبائل کے حلیف بن گئے مکہ میں قیام پذیر تھے اور ان کا خود اپنا کوئی مقام نہ تھا۔ حضرت علی کا تعلق دوسرے طبقہ سے تھا اور زبیر بن عاص تیسرے طبقہ کے افراد میں شامل تھے۔

حضرت علی اگرچہ بااثر خانڈان کے فرو تھے لیکن ان کا خود بوجہ کم عمری مکہ میں کوئی مقام نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی قدوۃ الناس اور پیشوا نہیں بن سکتے تھے اور صدیق اکبر کا تعلق مکہ کے پہلے طبقہ سے تھا لہذا ان بالا جماع حضرت

ہوئی تھی (۵۳) حضرت عباس، حضرت علی کے پاس گئے اس وقت حضرت فاطمہ کہہ رہی تھیں کہ میں تم سے عمریں بڑی ہوں تو حضرت عباس نے فرمایا کہ "ولدت فاطمة وقریش تنبئ الکعبة وولد علی قبلہا بسنوات" (۵۵) جب شہید کہہ رہی تھی اس وقت حضرت فاطمہ پہلے پہر ہیں اور حضرت علی ان کے کئی سال قبل پیدا ہوئے تھے۔

جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے زیر کفالت تھے اور آپ کا پورا خاندان حضرت خدیجہ، چار صاحبزادیوں اور حضرت علی اور ایک متبنی زبیر بن عاص پر مشتمل تھا اور یہ سبی وایخ ہو گیا کہ آپ کی صاحبزادیاں اپنی والدہ کے ساتھ معاً اسلام قبول کر چکی تھیں اور ان کا اسلام حضرت خدیجہ سے مؤخر نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں جا کر جب آپ پوری طرح صاحب اقتدار تھے اور کوئی منہف نہ تھا ہر طرف آپ کے احکامات نافذ تھے، جان نثار موجود تھے، جنگوں میں کامیابیاں حاصل کر چکے تھے، فاتح مکہ تھے، بنی ہاشم آپ کے گرد جمع ہو چکے تھے، انصار بھی فداکاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے ان حالات میں آپ فرماتے ہیں میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مجھ کا تال اور تدبیر کیا، لیکن ابوبکر بن ابوقحافہ نے مجھ کا تال نہ کیا جب ان کے سامنے اسلام کا ذکر کیا۔ حضرت عثمان کا اسلام، حضرت خدیجہ اور آپ کی صاحبزادیاں سے گزرتا مقدم نہیں۔ رعایا سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ ابتدائی نزول وحی کے وقت آپ کے ساتھ تھیں۔ اور جب نزول وحی سے آپ پر کچھ اسٹ لاری ہوئی

(۵۴) اصحابہ ابن حجر، ذکر علی بن ابی طالب، جلد ۲، ص ۵۰۷۔

(۵۵) ایضاً، ذکر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۲، ص ۲۵۹

المقاصد، مطبعہ السعادی، ص ۳۸۰۔

بَعْدُ وَقَاتِلُوا“ (۵۷) خرچے کیا اور لڑے۔

ان وجوہات کی بناء پر بھی حضرت صدیق ہی ان اوصاف کے زیادہ مقدار تھے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر کے اس لقب پر تمام امت کا اجماع ہے اور آپ کا صدیق ہونا ہی بہت بڑا فضل اور بہت بڑا کمال ہے۔ کیونکہ نبوت کے بعد فضل اور علم میں دوسرا درجہ صدیق ہی کا ہے۔ مذکورہ آیت (من یطع اللہ والرسول) میں بھی اللہ تعالیٰ نفی واسطہ فرماتے ہیں کہ صدیق نبوت کے مابین کوئی فاضل اور دوسرا مقام یا درجہ نہیں ہے۔ اگر پرہیزگار صدیق اور احسان بھی کرتے ہیں کہ وفات کے صدق کو نبی کے پہلو میں دفن فرما کر اس نفی واسطہ کو برقرار رکھیں اور عمل یہ بتائیں۔ اللہ تعالیٰ کو وفات کے بعد بھی نبی اور صدیق کے مابین کوئی فاضل اور واسطہ برداشت نہیں ہے (۵۸)۔

امت کو بھی اللہ تعالیٰ ہی حکم فرماتے ہیں کہ صدیق کے ساتھ رہو۔ اللہ کا ارشاد ہے۔  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا  
اللَّهِ وَاتَّبِعُوا رَسُولَهُ  
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اللہ اور اس کے رسول (صدیق) کی بات چلو، جو نبی اور امت میں کچھ ہیں ان کی راہ چلو تاکہ تم بھی صدیق اختیار کر سکو اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ آئندہ تم سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہوگا جس پر تم ملامت کے مستحق بنو۔  
جیسے متعلقین میں اجماع اپنے عمل کی وجہ سے ملامت کے مستحق بنے اور اپنے کئے پر نادم و شرمندہ ہوئے۔

ابن عمر کا قول ہے کہ یہاں صادقین سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں لیکن صحابہ کا قول یہ ہے کہ ابوبکر مراد ہیں (۵۹)۔ صدیقین کے معیت کا فائدہ بالکل فاسد ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے

ابوبکر سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور اسبق الناس فی الاسلام قرار پانے کی وجہ سے تمام امت میں صدیقیت کے زیادہ مقدار بننے اور افضل خلق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ ہی کی ذات گرامی قرار پائی اور جب آپ کا اسلام دوسروں سے مقدم ہوا تو آپ کے خدمات بھی دوسروں سے زیادہ ہوتے اور اس طرح دوسروں سے ثواب بھی کم زیادہ ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

”من سن فی الاسلام  
سنة حسنة فعمل بها  
بعده كقبلة مثل اجر  
من عمل بها ولا ينقص  
من اجورهم شيئا“ (۵۶)

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اور اس کے بعد لوگ اس پر عمل سے ان اعمال لوگوں کے برابر اس شخص کا اجر و ثواب ہوگا اور ان لوگوں کے اجر سے کوئی چیز کم نہیں کی جائے گی۔

حوت صدیق اسلام لانے کے بعد جہاد اور تبلیغ دین میں مصروف ہوئے اور مذکورہ صدر صحابہ آپ ہی کے تبلیغ کے اثر سے حلقہ گروش اسلام ہوتے اور یہ تبلیغ جہاد و اسلام کے ضعف اور کمزوری کے وقت کا ہے اور یہ تبلیغ و جہاد اس جہاد و تبلیغ سے افضل ہے جو اسلام کی قوت اور طلبہ کے وقت ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ  
مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ  
أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً  
مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ

جو لوگ فتح تک سے پہلے خرچ کر چکے اور قتل کے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں

راسخ ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ کہتے ہیں بالکل صحیح اور درست ہوتا ہے اور آپ میں کوئی کرغلہ یا بیانی کرنے کی اہلیت ہی نہیں ہے۔

نصديق رسالت حضرت ابوبکر کے قلب میں راسخ ہو چکی تھی۔ ارشاد باری

تھا ہے۔

”إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا زَيْنًا  
لَّهِ ثُمَّ اسْتَفْتَمُوا فَلَاحُ  
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ  
يَحْزَنُونَ“

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ  
بے ہوش مستقیم ہے سو ان لوگوں  
پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ  
غمگین ہوں گے۔

اور یہی حدیث ابوبکر صدیق چالیس سال کے ہوتے تو یہ دعا فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

”حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اُسْتَدَاهُ  
وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ  
رَبِّ اَوْعِظْنِي اِنَّ اَشْكُرَ  
بِعَمَلِكَ الَّذِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ  
وَعَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاَنْ اَعْمَلَ  
صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَصْلِحْ  
لِي فِي دِينِي اِنِّي تَوَكَّلْتُ  
عَلَيْكَ يَا اِيُّهَا الْمُسْلِمِينَ“

پہلے تک کہ جب اپنی عمر پانچ سو تک پہنچ جاتا ہے اور  
چالیس برس کو پہنچتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے  
رب کے لیے کوئی پرہیزداشت و حکم کیلئے کچھ نفعوں  
کا کھریا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے  
ماں باپ کو عطا فرمایا ہے اور میں تیری کیا کام  
کیا کروں جس سے آپ خوش ہو اور میری  
اور دینی میں خیر سے صلاحیت پیدا کر دے۔  
میرا یہی چاہی کہ میں تیرا بندہ رہوں اور میں فرمانبردار  
ہوں، یہ وہ لوگوں کی قسم کہ جسے ایک کاموں  
کو قبول کر لیں گے، اس کو اور یہ کہ یہ اہل ذہن  
میں سے ہو گئے اس وجہ سے اس وجہ سے  
جن کا نام سے دعا کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: اے اللہ! میری دینی میں خیر سے صلاحیت پیدا کر دے۔

”اَمِنْ يُلْقِي فِي النَّارِ  
خَلْقًا اَمِنْ يَأْتِي اَمِنًا  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (۶۰)

جہلا یہ بتاؤ کہ لوگوں میں کھلا جاتے وہ  
اچھا ہے یا وہ جو امن و امان کے ساتھ  
قیامت کے دن آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر اور امیر المؤمنین کا موازنہ کیا گیا ہے (۶۱)

ایک سید کا انتہائی مدبر تھا اور دوسرے پرستار کے تمام درجات ختم ہو چکے تھے۔

دوسری بات میں اسکی مزید تشریح فرمادی ارشاد باری تعالیٰ ہے

”اَقَمْنِ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِإِسْلَامِهِ فَهُوَ عَلَىٰ نُبُوِّهِ  
مِنْ رَّبِّهِ قَوْلٌ لِّلنَّبِيِّ فُلُوْهُم مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ  
أَوْ لِيُخَلِّفَ فِيْ صَلَاحٍ مُّبِينٍ“ (۶۲)

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا

(اسلام کی حقیقت کا کواکبین لگایا) اور اپنے رب کے (عطا کئے ہوئے) نور (ہدایت

کے مستفاد پر عمل رہا) ہے۔ یقیناً اگر داسی کے موافق عمل کرنے لگا، کیا وہ شخص

اور ابلی مساوت برابر ہیں سو جن لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متاثر نہیں

ہوتے ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق اور ابی بن خلف کا

موازنہ کیا اور یہ آیت ان دونوں کے بابت نازل ہوئی (۶۳)۔ ۱۸ سال کی عمر سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات قائم تھے جب آپ مبعوث ہوئے تو فوراً

ہی حضرت صدیق نے جبکہ ۳۸ سال کے تھے آپ کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت

ابوبکر کے سینہ کو قبول اسلام کے لئے بہت پہلے کھول رکھا تھے اور قبل اسلام ہی حضرت

ابوبکر پر آپ کی صداقت اور حقانیت واضح ہو چکی تھی اور قلب میں یہ یقین اور تصدیق

(۶۴) قرآن، ص ۳۹، آیت ۳۹، ۴۰۔ (۶۱) ریاض الصوفی، جلد ۱، ص ۱۸۰۔ زاد المسیر، ابن الجوزی

جلد ۲، ص ۲۲۰۔ (۶۲) قرآن، ص ۳۹، آیت ۳۹، ۴۰۔ (۶۳) زاد المسیر، ابن الجوزی، جلد ۲، ص ۱۸۰۔



اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر دے گا جسے جبکہ آپ کو کافروں نے خارج کر دیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرمایا ہے مجھے کہ تم غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہمراہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر سکینہ نازل فرمایا اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔

اس آیت میں ہجرہ کا ذکر ہے۔ غارہ میں حضرت صدیق کو آپ کی وجہ سے فکر ہوئی، آپ نے ان کی تسلی کا اور لا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَہُ فرمایا۔ یہاں آپ نے لا تحزن نہیں فرمایا کیونکہ خون و حزن کے لغوی فرق میں ایک یہ فرق ہے کہ خون اپنی معصرت کے سلسلہ میں ہوا کرتا ہے اور حزن اس رنج کو کہتے ہیں جو اثر و دوسرے کی مصیبت کی وجہ سے انسان کو دیش ہوتا ہے اس طرح قرآن بہت صریح ناطق ہے کہ ابوبکر صدیق کو اپنی جان اور اپنی ذات کا خون نہیں تھا بلکہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرباری اور شریکین کے ہاتھوں ایذا رسانی کا حزن و دلائل تھا۔ آپ نے حضرت ابوبکر کی اس حالت کا اندازہ لگایا تو ارشاد فرمایا لا تَحْزَنْ اور ساتھ ہی اللہ صحت فرمایا اور اس طرح حضرت صدیق کی رفاقت کی مقبولیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی اور آپ دونوں کی معیت عقدہ کئے قرآن کا جملہ اللہ تعالیٰ ناطق ہے۔

ساری کائنات تلک اس دوام و بقا کو نشانچا ہے تو نہیں مٹا سکتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مِنْ شَآءٍ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ صدیق کی ایک صفت یہ بھی ہوئی ہے کہ اس کو دیگر لوگوں کی نسبت رسول کے ساتھ زیادہ محبت حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اِنَّ اللہَ مَعَہُ فرما کر اس محبت و رفاقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں کہ ابوبکر سے محبت و رفاقت میں کوئی زیادہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ صدیق ہیں، تصدیق اسرار کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا ”میری تو میری تصدیق نہیں کرے گی انہوں نے کہا

حضرت صدیق نے اِنَّ اللّٰہَ وَوَعَدَکَہٗ یُصَلِّیْکَ عَلَی النَّبِیِّ کے نزول کے بعد عرض کیا تھا کہ ایسی بھی کوئی بات آپ پر نازل ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو شامل کیا ہو تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی تم پر مصلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں (۷۳)۔

## ایمان میں حضرت ابوبکر کی اختیار کرنا چاہیے

”وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَتَابَ الْاِیْمَانَ“ دین کے بارے میں موت اٹھانے کی راہ چلنا چاہئے جو میری طرف رجوع ہو۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور خطاب مسجد بنی وقاص کی طرف ہے کہ تصدیق رہا اور دین کے متعلق حضرت ابوبکر کی اقتدار اور وہی آپ کو لوگوں کے مقتدا ہیں (۷۴) کیونکہ حضرت صدیق کی صدق نیت محقق ہو چکی ہے۔ ”وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ہُمْ الصِّدِّیْقُوْنَ“ (۷۶)۔ یہ آیت حضرت صدیق اور دیگر سات آدمیوں کے حق میں اس وقت نازل ہوئی کہ ان کی صدق نیت یحتمل ہو گئی (۷۷)۔ ”اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ تَبٰرَکَ اللّٰہُ اِذَا اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِّنْ اَشْجِنِ اِذْہُمْ فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَہٗ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّہٗ تَرَوْنَهَا“ (۷۸)

- (۷۳) تاریخ الخلفاء، ص ۱۵۴ (۷۴) لقمان، آیت ۱۵۔ (۷۵) زاد المیر جلد ۱ ص ۳۲۰۔ ریان المفسر، جلد ۱ ص ۲۱۶۔ (۷۶) قرآن۔ الحدید، آیت ۱۹۔ (۷۷) زاد المیر جلد ۱ ص ۱۷۰۔ (۷۸) التوبہ، آیت ۴۰۔ پ ۱۰۔

## الْبَابُ الثَّالِثُ

### حضرت ابو بکر دور رسالت میں

(الف) تصدیق نبوت (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "هل اقم تاركوا لي صاحبی هل اقم تاركوا لي صاحبی انی قلت یا ایها الناس انی رسول الله صلی الله علیه وسلم اليكم جميعا فقلتم كذبت قال ابو بکر صدقت" (۱)۔ کیا تم لوگ میرے صاحب کو میرے لئے چھوڑ دو گے؟ میں نے کہا اے لوگو! میں تم تمام کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو تم نے کہا جھوٹ بولا، اور ابو بکر نے کہا صدقت، آپ نے سچ فرمایا اور فوراً تصدیق کر دی۔

کسی نے عبد اللہ بن عباس سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لائے تو کہتے ہیں کہ کیا تم نے حسان بن ثابت سے یہ اشعار نہیں سنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت حسان بن ثابت سے ارشاد فرمایا کہ: "هل اقم تاركوا لي صاحبی انی قلت یا ایها الناس انی رسول الله صلی الله علیه وسلم اليكم جميعا فقلتم كذبت قال ابو بکر صدقت" (۱)۔ کیا تم لوگ میرے صاحب کو میرے لئے چھوڑ دو گے؟ میں نے کہا اے لوگو! میں تم تمام کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو تم نے کہا جھوٹ بولا، اور ابو بکر نے کہا صدقت، آپ نے سچ فرمایا اور فوراً تصدیق کر دی۔

کہ ابو بکر آپ کی تصدیق کرینگے وہی صدیق ہیں، (۹)۔

عروبن حارث سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم میں کون سورۃ توبہ کی تلاوت کرے گا میں نے کہا کہ میں کروں گا۔ جب "اِنْذِرْهُمْ لِيَصَاحِبِهِمْ لَا تَخْزَنَ مِنَ اللَّهِ مَعَةً" پر پہنچا تو حضرت ابو بکر رونے لگے اور فرمایا واللہ میں ہی وہ صاحب ہوں (۱۰)۔ آیت میں سکینہ حضرت صدیق پر نازل فرمایا گیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک پہلے ہی سے مطمئن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق کے علاوہ تمام اہل ارش پر اس آیت میں عیب لگا کر نہیں اور ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتاب فرمائی ہے میں صرف حضرت ابو بکر اس سے مستثنیٰ ہیں اور اس پر "اِنْ تَصْرَوْهُ" والی آیت دلالت کرتی ہے (۱۱)۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

(۹) طبقات ابن سعد، واقع مزاج، جلد ۱، ص ۲۱۵۔

(۱۰) التریاق النضر، جلد ۱، ص ۲۱۵۔ (۱۱) تاریخ الخلفاء سیوطی،

ص ۳۴، ۳۵۔ زاد المسیر، جلد ۱، ص ۳۹۔

(۱) تصدیق نبوت کی کہ کوٹ باب دوم آیت وسن لیس اللہ والرسول میں بھی لکھی ہے

اسلئے جو کچھ وہاں بیان کر دیا گئے وہ بیان بیان نہیں کیا جائیگا۔ باب ۶، ص ۵۰۔ ۲۱۵، ۲۱۶

تفسیر حضرت آقا، یا مائتات الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب ابوبکر صدیق، ص ۵۱۶۔

ہئے کہ آپ کے دندان مبارک نفل آئے گئے، پھر فرمایا اے مسلمان تم نے سچ کہا وہ  
ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا (۴)۔

مسئول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات مدینہ میں کہے گئے ہیں اور  
اس میں خود آپ اقرار فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے تصدیق میں مبادرت کی اور  
ایسے وقت میں مبادرت کی جبکہ جملہ لوگ تکذیب میں مشغول تھے۔ حضرت  
ابو بکر صدیق تھے اور لوہے کے ذلت خود بخود صراطِ مستقیم کی طرف  
کھینچتے ہوئے جاتے ہیں اسی طرح صدیق بھی کفر کی طرف کھینچتے ہوئے چلے جاتے  
ہیں اور سب کے حلقہ آفریں آنے کے بعد نبی سے دور نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ  
حضرت ابو بکر زمانہ جاہلیت ہی سے آپ کے رفیق تھے۔ راہب بصری کے کہنے پر  
ابو طالب (عبد مناف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میکہ واپس ہوتے ہیں تو واپسی  
پر حضرت ابو بکر حضرت بلال کو آپ کے ساتھ خدمت کے لیے کہہ دیتے ہیں (۵)۔  
اس طرح آپ دونوں نے ملکر تجارت کی غرض سے سفر بھی کیے ہیں جب آپ کے  
شاہی کام شروع آیا تو حضرت خدیجہ سے آپ کا نکاح کرنے میں بھی حضرت  
صدیق کا ہاتھ رہا۔ (۶)

حضرت ابو بکر کا قیام مکہ کے اس محلہ میں تھا جہاں حضرت فاطمہ  
بنت خویلد اور دوسرے بڑے تاجروں کا قیام پذیر تھے۔ شاہی کے بعد جب آپ  
حضرت خدیجہ کے مکان میں منتقل ہوئے تو یہ حلق مزید مستحکم ہو گیا اور اب  
ایک دوسرے کے مکان میں آنا جانا ایک معمول بن گیا۔

(۳) بڑی، جلد ۲، ص ۲۱۴، القاہرہ۔ (۴) بیانات ابن سعد، جلد ۲، ص ۴۴۔

تاریخ الخلفاء، جلد ۱، صفحہ ۳۲، مستدرک الحاکم، جلد ۱، ص ۵۲، (۵) بڑی، جلد ۲، ص ۱۹۹، القاہرہ۔  
اس روایت میں محمد بن عوف نے منکرناست مقام ذکر کا تفسیر کی تھی۔ (۶) احباب ابن حجر  
ذکر عبد اللہ بن عثمان ابو بکر، جلد ۲، ص ۲۱۴، القاہرہ۔

اذا تذکرت شعبا من اخي شقة  
فاذكر اخاك ابا بكر بما فعلا

جب بکرؓ کا قابلِ اعتبار شخص کا تپا کہ ذکر کرو تو زور ابو بکرؓ کے کارناموں کی وجہ سے  
اپنے بھائی ابو بکرؓ کو دیا کہ۔

خير البريه اتقاها واعد لها  
بعد النبي واوقاها بما حملا

نبی کے بعد وہ تمام سختی میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے عادل  
اور اپنے ذرا نقص کو کما حقہ انجام دینے والے ہوتے

الثاني التالي المحمود مشهده  
واول الناس منهم صدق الرسلا

وہ دوسرے پیرو تھے جس کی حاضری ہمیشہ قابلِ عہد ہوتی اور وہ پطردی  
تھے جس سے رسول اللہ کی تصدیق کی (۸)

وثاني اثنين في الغار الذئف وقد  
طاف العدو به اقصع الجبال

وہ صدیق فارسی دو میں کے دوسرے تھے حالانکہ وہ جب فارسی اترے  
تو دشمن ان کے ارد گرد پھرتے رہے (مگر ان کو) نہ دیکھ سکے۔

وكان حب رسول الله قد علموا  
من البريه لم يعدل به رجلا

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے محبوب تھے کہ سب لوگ جانتے ہیں  
کہ مخلوق میں کوئی شخص ان کے برابر نہیں ہے۔

فضاحت رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى  
بدت نواجزه شرقال صدقت يا حسان هو كما

قلتم - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر خوشی سے ایسے

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ورقہ کی جان ہے۔ اے خدیجہ اگر تم بچ گیتی ہو،  
لَقَدْ جَاءَهُ النَّامُوسُ الْأَكْبَرُ۔ ان کے پاس ناموس اکبر آئے ہیں، وہی  
ناموس اکبر جو موسیٰ کے پاس آیا کرتے تھے (۹)۔

اس کے بعد تقریباً دو ڈھائی سال اور بعض روایات کے مطابق تین سال  
تک وحی منقطع ہو جاتی ہے۔ اس فترۃ اولیٰ کہتے ہیں۔ پھر یہ ایک وحی کا سلسلہ  
شرع ہوتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ لَّكَ وَرَبُّكَ فَكُذِّبَتْ وَ  
يُنَادِيكَ فَطْفَرُهُ وَالرَّجُزُ فَاهْجُزْ نَازِلٌ هُوَ بَاقٍ (۱۰)۔ اور  
آپ خفیفہ اور پر لگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے لگتے ہیں۔ قریب و بید  
حرم و عید کو آپ اسلام کی طرف بلاتے ہیں اس وقت آپ کی تصدیق کون کرتے  
ہیں؟ اور کون پہل کرتے ہیں؟ اس کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
خود مدینہ میں بیان فرماتے ہیں کہ صدیق نے مہاورت کی، ابن ابی قحافہ نے  
پہل کی، سب نے کذب کی، لیکن ابوبکر نے تصدیق کی۔ سب نے مخالفت  
پر مکر بندھی، دشمنی پر اتر آتے لیکن ابوبکر نے مخالفت کی نہ ترک کیا اور نہ  
کوئی شک کیا۔

”وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان  
الله بعثني اليكم فقلتم كذبت وقال ابوبكر صدقت  
واساني بنفسه وماله فهل انتم تاركوني صاحب مرتين  
فما اودى بعد ها“ (۱۱) یہ ایک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام کی طرف بھیج  
فرمایا تو تم نے کہا کذب اور ابوبکر نے کہا صدقہ و اپنے مال اور جان سے میری مدد

”فلما دخل ابوبكر وليس رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ذكرت له خديجة فقالت يا عتيق  
اذهب مع محمد الى ورقة فلما دخل رسول الله صلى  
الله عليه وسلم اخذ بيده ابوبكر، فقال انطلق  
بنا الى ورقة قال ومن اخبرك قال خديجة فانطلقا  
اليه فقضا عليهما“ (۱۲)

جب حضرت ابوبکرؓ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ تھے حضرت  
خدیجہ نے پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اسے عتیق آپ محمد کے ساتھ ورقہ کے پاس  
جائیں، اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریف لائے تو ابوبکرؓ آپ  
کا ہاتھ پکڑا، اور کہا کہ میرے ساتھ ورقہ کے پاس چلیے، آپ نے فرمایا کہ تمہیں  
کس نے خبر دی، کہا کہ خدیجہ نے اس کے بعد آپ دونوں ورقہ کے پاس  
جاتے ہیں اور پورا قصہ بیان کرتے ہیں۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ ہر سال ایک ماہ غار حرا میں خلوت گزین  
ہوتے اور جب وہ مہینہ آجاس میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز  
کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریف مع اپنے اہل کے ماہ رمضان میں غار حرا تشریف  
لے کر خلوت نشین ہوتے، جبرائیل آئے اور اِقْرَأْ بِاسْمِ  
رَبِّكَ سے مَالَهُ يَعْلَمُ تک آیات آپ سے پڑھوا رہیں۔ اس  
روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت خدیجہ کے کہنے  
پر ورقہ کے پاس جاتے ہیں اور بخاری کی روایت میں حضرت خدیجہ پہلے خود  
جاتی ہیں پھر آپ کو ورقہ کے پاس لے جاتی ہیں۔ ورتین نزل کر کے ہیں تو قرآن

(۷) البیہقی والنہایہ، ابن کثیر جلد ۴، صفحہ ۱۱۲، التذکرۃ لابن ابی حاتم جلد ۱، صفحہ ۱۰۶۔

(۸) جنرل آف پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، ورتین نزل، یوسف عباس ششمی جلد ۱، صفحہ ۱۹۶۔

(۹) بڑی جلد ۶، ص ۲۰۶۔ بخاری، باب کیف کان بدأ الوحی، جلد ۱، ص ۱۰۱۔ البیہقی والنہایہ جلد ۱،

صفحہ ۱۰۱۔ تاریخ ابی الفضل، جلد ۱، صفحہ ۱۱۱۔ (۱۰) السیرۃ النبویہ، ابن ہشام، ص ۱۰۱۔ بخاری،

فضل ابی بکر جلد ۱، صفحہ ۱۰۱۔ البیہقی والنہایہ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۱۔ تاریخ ابی الفضل، ص ۱۰۱۔

اپنے والد (ابوطالب) جہد مناف سے پوچھ کر روکا، آپ نے یہ ناپسند فرمایا اور کہا  
اے علی اگر تم اسلام نہیں لاتے مت لاؤ لیکن ابوطالب پر اس لڑکا انفا نہ بن جائیگا  
اس کے بعد اس بات پر محکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسرارِ صلح کو اسلام لے آئے ہیں لیکن  
ابوطالب کے خوف سے چھپاتے رکھا اور ان کے بعد زید بن حارثہ اسلام لے آئے  
اور قریش ایک ماحکم کی حالت پر پہنچے (۱۴۲)۔

یہی بن عقیف قبل اسوم عباس کے پاس آئے ہیں ان کا بیان ہے کہ حبیب  
صاحب نے لکھا اور حبیب ہندہ تو ایک فوجان بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے۔  
آسمان کی طرف گھور کر قہر روکھوئے ہوتے پھر ایک بچہ آیا ان کے داہنے جانب کھڑا  
ہوا، پھر ایک عورت آئی اور ان کے بائیں جانب کھڑی ہوئی اور جہد کہنے لگے۔  
میں نے عباس سے کہا یہ ایک امر عظیم ہے۔ عباس کہتے ہیں میرے بھتیجے محمد  
بن عبد اللہ اور یہ عورت ان کی بیوی اور یہ بچہ میرا بھتیجہ علی بن ابی طالب ہیں اور  
پر دے روئے زمین پر ان بیٹوں کے علاوہ ان کے دین پر کسی چرختے کو ہیں نہیں  
جانتا (۱۵) محمد بن عبد اللہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا رسول  
بنایا ہے اور قیصر و کسری کے خزانے عنقریب ان کے قبضہ میں آئے و اس میں (۱۶)۔  
ابن ابی خفصہ کا اور دوسرے میں بیت اللہ شریف میں صلوة ادا کرنے کا  
بیان ہے عباس آپ کے مقصد تبلیغ سے بھی واقف تھے اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ  
یہی بن عقیف نے آپ کو اس وقت دیکھا تھا جبکہ اسلام حکم کی گلیوں میں ہر  
خاص و عام تک پہنچ چکا تھا۔ اب حضرت عباس کی یہ بات کہہ کر روئے زمین پر

(۱۳) سیرت ابن ہشام جلد ۳ ص ۲۳۹-۲۴۰، البیہقی والہبایہ جلد ۳ ص ۲۴۰۔ ہم نے بیان حضرت علی کے  
اسلام لانے کا ذکر نہ کیا اور نہ آٹھ سال کے بچے کے اسلام لانے کی جو اہمیت ہے وہ ظاہر ہے۔ اور زید بن  
رسول اللہ کی بیوی حضرت زینب فخر علیہا صلوات اللہ علیہا سے نکاح ہوا ہے نہ کہ زید بن ابیہاشم کی بیوی سے  
(۱۴) البیہقی والہبایہ جلد ۳ ص ۲۴۰-۲۴۱، طبری جلد ۲ ص ۲۱۲، القاسمی

کی، تو کیا اب بھی تم میرے صاحب کو غلام میری وجہ سے چھوڑ دو گے۔ اس کے بعد  
راوی کہتے ہیں کہ پھر بھی بھی ان کو اذیت نہیں پہنچائی گئی۔

## تصدیق رسالت اور حضرت خدیجہؓ

مذکورہ روایات سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت خدیجہ  
آپ کی شریکِ حیات اپنا فرض ادا کر رہی تھیں آپ کی فکر کو ہر قیمت پر بھگرنے میں  
کوشاں تھیں ایک طرف درق بن نوفل کے پاس در وقتِ ہول جاتیں ہیں تو دوسری طرف  
خود بھی آپ کو تسلی دیتی ہیں اور فرماتی ہیں۔ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ آپ کو  
کبھی سزا نہیں کریں گے، آپ تو صلہ جاری کرتے ہیں نادارے سبھا راہوں کا  
بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔ جہاں نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں حق کی مدد کرتے  
ہیں (۱۲) اسی طرح حضرت ابوبکر بھی ان کی کوششوں میں برابر کے شریک تھے۔

## حضرت علیؓ اور تصدیق رسالت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ترمذی کی روایت  
میں حضرت علی کی عمر آٹھ سال، ابن اسحاق کے مطابق دس سال اور الکلی  
کی روایت میں نو سال تھی اور آپ کے زیرِ کفالت تھے (۱۳)۔ حضرت علی کے  
اسلام کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ کے اسلام لانے کے دو  
دن بعد حضرت علی (ایسے وقت جبکہ آپ دونوں صلوة ادا کر رہے تھے) آئے۔  
پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اسی دین کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو بھیجتے  
رہے ہیں اور انکو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن حضرت علیؓ جتنے ہیں کہ اس کا فیصلہ میں

(۱۳) بخاری، کیفیت کان بلاذرا الوحی، جلد ۱ ص ۳، (۱۴) تاریخ نبی الفداء، جلد ۱ ص ۲۱۵  
سیرت ابن ہشام، جلد ۳ ص ۲۴۰ ترمذی مناقب علی جلد ۲ ص ۲۱۵۔

ان تینوں کے مابین کسی چوتھے کو ان کے دین پر نہیں جانتا ہوں۔ یہ ان کے اپنے علم کے اعتبار سے تھا ورنہ نفس و اقوال اس کے خلاف تھا کیونکہ خفیہ طور سے تبلیغ اسلام تین سال تک جاری رہا اور اس دوران ایک بڑی جماعت اسلام لاپچھی گئی اور جب تک فاضل دُعا پُعا کو مُسُّر نازل نہیں ہوئی تھی اور یہ بلا تبلیغ دین کے آپ پابند نہیں ہوتے تھے اس وقت تک صحابہ کرام مکہ کی گھاٹیوں میں خفیہ طور سے صلوٰۃ ادا کر لیا کرتے۔ ان میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے جن کا ایک مرتبہ مشرکین سے اس وقت آمناسا سنا ہوا جبکہ یہ نگر صلوٰۃ میں تھے اُن میں آپس میں لڑائی بھی ہوئی جس میں ایک مشرک کا سر انھوں نے چھڑ ڈالا تھا اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خفیہ صلوٰۃ ادا کرتے تھے۔

”ان رسول اللہ کان اذا حضرت الصلوٰۃ خرج الى شعب مكة وخرج معه علي بن ابي طالب مستغفيا من عمه ابي طالب وجميع اعمامه وسائر قومه“ (۱۸)  
جب صلوٰۃ کا وقت ہوتا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں میں اپنی قوم اور اپنے چچاؤں اور ابوطالب سے خفیہ طور پر صلوٰۃ ادا کرتے اور آپ کے ساتھ علی بھی ہوا کرتے تھے۔

اس لئے ان روایات کی بنیاد حضرت علی کے تقدّم فی الاسلام پر امتثال کرنا صحیح نہیں ہے۔ عباد بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی کو کہتے سنا کہ انھوں نے کہا ”انا عبد الله واخو رسولہ وانا الصديق الاكبر ولا يقولها بعدى الا كاذب مفتر صليت قبل الناس بسبع سنين“ (۱۹)۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی اور میں

(۱۸) طبری، جلد ۲، ص ۲۱۶ - (۱۹) طبری، جلد ۲، ص ۲۱۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے بعد کاذب مفتری کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ روایت پوری کے پوری معجز ہے۔ حضرت علی ایسا دعویٰ کبھی بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ سات سال قبل صلوٰۃ کا ادا کرنا غیر ممکن ہے (۲۰) اور یہی ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عذیبہ اور آپ کو ایک ساتھ صلوٰۃ ادا کرتے دیکھ کر ایک رات کے توقف اور تردد کے بعد اسلام لائے۔

”بعث النبي صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين وصى على يوم الثلاثاء“ (۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن معجوث بنے اور حضرت علی نے بدھ کے دن صلوٰۃ ادا کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام روایات بعد کے لکائی ہیں۔ ایک آٹھ نوسال کا بچہ اس قدر پختہ شعور کی باتیں کیسے کر سکتا ہے اور عباس کی اول من اسلم روایت بھی مجروح ہو جاتی ہے (۲۲) اس بندہ پر وادری کا یہ تعبیر ہے۔ ”واجتمع اصحابنا على ان عليا اسلم بعدنا“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستانہ فاقا وہمکۃ شتی عشرۃ سنۃ (۲۳)۔

ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجوث ہونے کے ایک سال بعد اسلام لائے ہیں اس صاب سے مکہ میں اسلام لانے کے بعد ۱۲ سال مقیم رہے اور جب ابراہیم خنسی نے کسی نے پوچھا کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے ہیں تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر اسلام لائے ہیں ۱۰۱ھ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے مدینہ میں فرماتے ہیں

نہ انما انزلناہ والحقناہ جلد ۳، ص ۲۱۶، طبری، جلد ۲، ص ۲۱۶۔ طبری، جلد ۲، ص ۲۱۶۔

کہ حضرت ابوبکرؓ ہی تھے جنہوں نے میری تصدیق کی، ان روایات میں ایک قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ حضرت خدیجہ کے اسلام کا ذکر نہایت اہتمام سے کیا جاتا ہے لیکن آپؐ کی صاحبزادیوں کو گوشہ نگہی میں رکھا جاتا ہے جبکہ آپؐ کی صاحبزادیوں نے صرف اپنی والدہ کے ساتھ مسلمان ہوئیں بلکہ حضرت زیدؓ نے اپنے شوہر حضرت عثمان کے ساتھ پہلی ہجرت حبشہ کی، حضرت رقیہؓ و ام کلثومؓ کو ان کے اسلام لانے کی سزا طلاق کی صورت میں دی گئی۔ حضرت زینبؓ نے بھی اسلام کی راہ میں تکلیف اٹھائی (۲۵)۔

## قول فیصل

زید بن عارضؓ آپؐ کے آرا کردہ غلام اللہؓ تھے۔ حضرت علیؓ بچے تھے اور آپؐ کے زیر کفالت بھی تھے ایسے انکا شمار گھر کے افراد میں تھا۔ لیکن گھر کے باہر نظر در لائی جاتے تو نہ ابولہب اور نہ عبد مناف (ابوطالب) سمجھتے آتے ہیں اور نہ عباسؓ اسلام کی طرف پھیل کرتے ہیں۔ قبیلہ کے تمام افراد کا شوش تماشا ہی ہیں۔ و آنکذا من عیش لِرَبِّکَ الْاَقْرَبِیْنِ۔ نازل ہوئی اور آپؐ کو یہ مصافیر جا کر لوگوں کو بلا تے ہیں اور تمام لوگ دنگ کر بیٹھتے ہیں تو آپؐ ان کو اسلام اور آخرت سے ڈراتے ہیں اس وقت ابولہب کہتا ہے، اَبِیْکَ مَا جَمَعْتَنَا اِلَّا لِهَذَا۔ تجھ پر تیار ہی ہو گیا اسلئے تم نے ہمیں جمع کیا اور نیت نازل ہوئی ہے (۲۶)۔ بنی ہاشم کے با اثر اور ذی وجاہت افراد میں کوئی آپؐ کی تبلیغ پر یلینہ کہنے کے لئے تیار نہیں۔ یہی حضرت علیؓ آپؐ کی جان و مال سے مدد کر سکتے تھے اور اگر کرتے تو یہ مدد کتنی مؤثر ہوتی؟ دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ بالغ اور آزاد ہیں۔ با اثر طبقہ سے ان کا تعلق تھا، قریش کے بڑے سردار اور معزز رئیس تھے، مالدار تھے، زری، خوش کلامی اور حسن اخلاق کے سبب تمام قوم

آپؐ سے محبت رکھتے تھے ذی نسب تھے اور آپؐ کے علم اور خوش اخلاق کے سبب قوم کے با اثر افراد کی آپؐ کے ساتھ شہادت و فراست تھی، کپڑے کے تجارت کرتے تھے، کسی کے دست نگر نہ تھے۔ اسلام کی طرف لوگوں کو بلا سکتے تھے اور اسلام کی طرف سبقت کرنے والے تھے (۲۷)۔ آپؐ کے پرانے دوست اور رفیق رقیب تھے۔ ان حالات میں آپؐ کو تبلیغ اسلام کا حکم ہوتا ہے۔ آپؐ سوچیں پڑتے ہیں، قوم و خاندان میں کوئی آپؐ کا ہمسرا اور دمساز نہیں تھا تبلیغ اسلام کا اہم ذریعہ کہاں سے کس سے شروع کروں، اور کس سے کہوں، اور کون اس اہم امر میں میرا معاون و مددگار ہو سکتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان حالات میں اپنے لئے ایک وزیر، معاون کی خواہش کی تھی۔ آپؐ کی نظر انتخاب صدیق پر پڑتی ہے۔ ان میں وہ تمام اوصاف موجود تھے جو ایک معاون اور مددگار میں ہونے ضروری ہوتے ہیں۔

ساتھ ہی گھر سے دوست بھی ہیں۔ ان سے مافی الضمیر کا اظہار بھی کر سکتے تھے۔ صدیق اکبرؓ آپؐ سے ملنے آپؐ ان سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے دل کی بات بیان کر دیتے ہیں۔ اسلام کی طرف ملے تے ہیں حضرت صدیقؓ کہتے ہیں۔ "اشھد انک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بعثک بالحق سراجاً منیراً" (۲۸)۔ اس کی طرف آپؐ اشارہ کرتے ہیں کہ تم سب نے تکذیب کی مگر ابوبکرؓ نے تصدیق کی۔ سب نے تردید کیا اور دل میں شک کیا لیکن ابوبکرؓ نے ان کی قاف نے بغیر تردد و فکر کے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے تجسّس کیا نہ جھجکے اور ان کے سوا ہر شخص میرے کلام کو پتلا رہا اور جتلیں نہ رہا۔ "وہذا کان الص علی انہ اول من اسلم" (۲۹)

(۲۵) ابن ہشام، قسم ۱، صفحہ ۲۵۱۔ (۲۶) ابوداؤد، سنن، جلد ۱، صفحہ ۱۵۱۔ (۲۷) ابوداؤد، سنن، جلد ۱، صفحہ ۱۵۱۔ (۲۸) ابوداؤد، سنن، جلد ۱، صفحہ ۱۵۱۔ (۲۹) ابوداؤد، سنن، جلد ۱، صفحہ ۱۵۱۔

کی رقم آپ کے پاس لائی جاتی تھیں اور آپ کی منظوری کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی تھیں (۳۲۱)۔

عروہ بن مسعود جو قبیلہ ثقیف کے سردار تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کی شرافت اور احسان کا ان الفاظ میں اقرار کرتے ہیں، اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جسکا بدر میں نہیں دے سکا ہوں تو میں آپ کو مزبور جواب دیتا (۳۲۲)۔ قریش اور مکہ میں آپ کا یہ مقام تھا۔ جب آپ اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی کہ مکہ میں کوئی شخص اثنا مسرور نہ تھا جتنے آپ ابوبکر کے اسلام سے خوش اور مسرور تھے (۳۲۳) کیونکہ حضرت ابوبکر قریش میں ایک اونچا مقام حاصل تھا ان کی وجہ سے دیگر قبائل میں اسلام کی وہ کھل گئی۔ ابوبکر کا اسلام بطور استدلال ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ ابوبکر جیسے ذی فہم سردار اسلام قبول کر چکے ہیں۔ مزبور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اور نبی ہیں اور آپ کا دین زور حق ہے۔ لیکن حضرت علی کا اسلام مثال انہیں بن سکتا تھا اور نہ بطور استدلال پیش کیا جاسکتا تھا ان کے سرپرست موجود تھے اور ان سے حضرت علی خائف بھی تھے۔ بچے کوئی اپنی رائے نہیں ہوتی اور اس قابل بھی نہیں ہوتا کہ کوئی مسجد رازی و اجابت شخص اس کی بات پر توجہ دے، "ابوبکر جب اسلام لائے تو، یہ با اقتدار ذی وجاہت، مجتہد شخص کا اقرار تھا، راست باز اور قبیلہ کے سردار کا اسلام تھا جن کے فیصلہ کے بغیر خون بہا کی رقم ادا نہیں کیا جاسکتی تھی اس کا اسلام تھا جسکے باعث لوگ ایک انقلاب آتا ہوا دیکھتے ہیں، غور و خوض پر مجبور ہوتے ہیں ان کی سرداری واقعہ کو خطرہ لاحق

یہ آپ کی طرف سے حضرت ابوبکر کے اسلام پر ایک نفع ہے اور یہی صدیق کی شان ہوتی ہے کہ وہ کسی تصدیق کی طرف تمام لوگوں سے مبارزت کرتا ہے، نہ اس کو تردد لاحق ہوتا ہے اور نہ وہ شک کرتا ہے۔ بنی سے جب کوئی بات مستجابہ وہ فوراً اس کے دل میں اتر جاتی ہے کسی امر میں بنی کی مخالفت نہیں کرتا۔

## قریش میں صدیق کا مقام

ابن الدغنة جو ابابیل کے سردار تھے اشرف قریش کے درمیان آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہتا ہے اور ان اوصاف میں سے قریش ایک کبھی انکار نہ کر سکے۔

"مثلك يا ابابكر لا يخرج ولا يخرج، انك تكسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الكل، تفرق الضيف وتعين على نوائب الحق" (۳۲۴)۔ اسے ابوبکر آپ جیسا شخص نہ نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جاسکتا ہے جو گم شدہ چیز حاصل کر دیتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں، نادار بے بہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں حق کی مدد کرتے ہیں۔

یہ وہ کلمات ہیں جو حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھڑ مرث دور کرنے کے لئے پہلی وحی کے نزول کے وقت بیان فرماتی ہیں (العت)۔ خاندان میں حضرت ابوبکر کو اونچا مقام حاصل تھا اور آپ کی چچائی اور امانت کی وجہ سے خاندان والے آپ پر اتنا اعتماد رکھتے تھے کہ خون بہا (ویت)

(۳۲۱) اعلام ابن حجر، ذکر عبداللہ بن عثمان، جلد ۲، ص ۳۴۴-۳۴۵، بخاری، کتاب الشروط،

باب الشروط فی الجہاد، جلد ۲، ص ۳۳۳، البدایہ والنہایہ، جلد ۳، ص ۲۰۔

(۳۲۰) سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۳۴۵۔ اصحاب ابن حجر جلد ۲، ص ۳۴۴-۳۴۵، بخاری، جلد ۲، ص ۳۴۵

(العت)، بخاری، باب کیف کان بدء الوحی جلد ۲، ص ۳۴۵۔

نے اس پر فرمایا ”اللھم اکفنا شر ابن العدویۃ“ اے اللہ ہم کو ابن عدویۃ کے شر سے سامان میں رکھ (۳۴)

حضرت اوی بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹے اور حضرت ابوبکر صدیق کو بلا کر بلند آواز سے فرمایا یا معشر المسلمین! یا ابوبکر صدیق ہیں، شیخ المہاجرین والافاضا اور میرے صاحب ہیں، انھوں نے اس وقت میری تصدیق کی جبکہ لوگوں نے میری تکذیب کی اور مجھے پناہ دی، جب لوگوں نے مجھے ٹھکرایا تھا، اور میرے لئے اپنے مال سے بلال کو خرید لیا، پس ان کے ساتھ بغض کرنے والے پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو، اٹھ اٹھ لے ایسے شخص سے بڑی ہے اور جو شخص یہ سہن کرے کہ مجھ سے اور اللہ تعالیٰ سے بھلا کرے تو وہ ابوبکر سے برأت کرے، تم میں کا حاضر غائب کو یہ پیام پہنچا دے، پھر آپ نے فرمایا، اے ابوبکر بیٹھے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تم کو لوگوں سے پہنچا دیا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی رقت طاری ہو گئی تھی (اور غائبانہ وہ نامہ فرما جاہل مکہ سے آپ کے ساتھ دارالکما تھا سنا تھا) کہ لڑکی کہتا ہے کہ ہم نے آپ کے دونوں رخساروں پر اس سبب سے بوسے دیکھے، آپ نے ابوبکر کو اپنے قریب کیا، سینہ سے ملا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اس کے بعد مذکورہ اتفاق سے آپ نے مسلمانوں میں اعلان فرمایا (۳۵) ترمذی کی روایت میں یہ حکایت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر پر رحم فرماتے، اپنی بیٹی کا گھر سے نکاح کیا اور دارالہجرۃ کی طرف مجھے لائے اور صلوات میں میرے صاحب سید ابوبکر کو اپنے مال سے آزاد کیا (۳۶)

ہوتا ہے، یتیم کے غم میں حقانیت جھکنے لگتی ہے، دنیا کے ہر اصلاحی اور مفید انقلاب کی زرخواہ و روحانی بریا مادی سب سے زیادہ اونچے درجہ کا وردہ طبقہ پر پڑتی ہے۔ اس سے ان کے وقار اور امتیاز کو صدمہ پہنچتا ہے اور حضرت ابوبکر کا اسلام لانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی کامیابی اور فتح تھی۔ اس لئے صدیق کے اسلام سے آپ خوش تھا اور اتنے خوش کہ انشین کے مابین کوئی آپ سے زیادہ خوش نہ تھا۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایک انعام تھا جو حضرت ابوبکر کے حصہ میں آیا۔

حضرت صدیق اکبر نہ صرف اللہ عزوجل کی محبت میں مبارک کرتے ہیں بلکہ انھیں اس نام سے بھی مخاطب کرتے ہیں۔

امت پر سبقت لیا ہے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر پر اعتماد رکھتے تھے اور سب سے پہلے آپ کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور آپ بلا تردد ایمان قبول کرتے ہیں، اسی طرح حضرت صدیق بخیر اسلام لاتے ہیں ایسے ہم نشینوں میں جن پر آپ کو اعتماد تھا ان پر اپنے ایمان کا انھما کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو دین کی طرف بلاتے ہیں اور مکہ کے سر پر آوردہ شخصیتوں میں سے عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور صلوات پڑھتے ہیں۔ سعد بن ابی وقاص وہی شخصیت ہیں جو انشین کے کہہ کر ایک گھائی میں گر کر ہوتی ہے اور ایک مشرک کا سر چھا دیتے ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہ اپنے اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حضرت ابوبکر صدیق کے کہنے پر ایمان لاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انھیں حاضر ہو کر آپ کے سامنے بھی اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اس کے بعد ابوبکر بن ولید بن العودہ جو اپنے کو سدر قریش کہتا تھا، حضرت ابوبکر اور طلحہ کو دیکھ کر کہتا ہے کہ میں ابانہ دیتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر اور طلحہ قریشین کہلائے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے جو آپ نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں دکھائی ہے۔ آپ نے اس بات کا قطعاً خیال نہ رکھا کہ اس طرح اہل ہمارا اسلام سے آئندہ چل کر ان کے لئے کتنے خطرات اور دشواریاں پیدا ہوں گی۔

**بیت اللہ میں خطبہ** | ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ جع

تھے اور یہ کل ایتالیس مرو تھے۔ حضرت ابوبکر کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اب اسلام کی تبلیغ علی الاعلان ہونی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم بہت متحور تھے ہیں مگر ابوبکر اپنی بات پر مصر تھے۔ آخر کار آپ نے ان کی خواہش کو منظور فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بیت اللہ شریف کے اندر بیٹھ گئے اور ابوبکر نے خطبہ دینا شروع کیا۔ خطبہ کہنا ہی تھا کہ مشرکین ابوبکر پر ٹوٹ پڑے اور قریب جو مسلمان تھے ان پر بھی حملہ آور ہوئے اور تمام کو سخت زرد کوک کیا اور ابوبکر کو بیروں سے روکا، عقبہ بن ربیعہ نے جوتوں سے اس قدر مارا کہ منہ پر دم آگیا اور ان کا فرقہ بجا رہا۔ اسلام میں حضرت ابوبکر پہلے خطیب تھے جنھوں نے بیت اللہ میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا۔

## حضرت ابوبکر کا مقام فدایت

حضرت ابوبکر مذکورہ واقعہ میں بیہوش ہو گئے تھے نہ تہمت دہتے ہوئے آئے آپ کو گھر لے گئے اور بیت اللہ میں اگر اعلان کیا کہ ابوبکر کے بدلہ ہم عقبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے تو کوئی کسی کو آپ کے زندہ رہنے کی توقع نہ تھی۔ شام تک یہی حالت رہی جو پہلے جملہ آپ کے منہ سے نکلتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کا تھا، اپنی جان اور تکلیف کی پروا نہیں تھی اور اپنی والدہ سے امرار کر کے آپ کی خیریت معلوم کرتے ہیں ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ابوبکر کا جو صفات میں تمام پرست لے جائے تھے، اہل ہمارا اسلام اور ہجرت میں مجھ سے مقدم ہیں، صلوة میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق بچے اور صلوة سب سے پہلے پڑھیں اور میں ان دونوں بچے اسلام کو چھپاتے پھرتا تھا۔ قریش میں کمزور اور حقیر شمار ہوتا تھا، اللہ کی قسم اگر ابوبکر اپنی جگہ سے پھسل جاتے تو دین (مسک) کے دونوں جانب کبھی نہ پہنچتا، اللہ تعالیٰ اپنا اس قول (إِنَّا تَتَصَرُّوهُ فَقَدْ فَصَّرَهُ اللَّهُ الْآلِیَہ) میں دوسروں کی ذمہ دار ابوبکر کی تعریف فرماتے ہیں۔ ابوبکر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوا اور ان کی بیعت کو میری طرف سے اللہ تعالیٰ سلام پہنچائی ہے (۴۷) دوسری روایت میں چارہ صفات امامت صلوة اور ہجرت میں مقدم ہونا، صلوة میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہونا، اہل ہمارا اسلام میں بہت ہونا بیان فرماتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان صفات میں ابوبکر کا نہ میں شریک ہوں اور نہ مجھے یہ صفات حاصل ہیں اور اگر کسی نے مجھے ابوبکر پر فائزیت دی تو ایسے شخص پر جو مغتری (دشمنی) باندھنے کی حد جاری کرونگا۔ (۳۸)

یہ حضرت علی کے صاحب اقتدار ہونے کے بعد کے کلمات ہیں۔ سب سے پہلے اہل ہمارا اسلام کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر عمار، اور ان کی والدہ سمیرا، جھیب، مقداد اور بلال یہ سات اشخاص ہیں۔ (۳۹) اس وقت حضرت علی اپنے باپ عبید مناف ابوطالب کے خون سے اپنے اسلام کو چھپاتے دیکھتے تھے (۴۰)۔

**حضرت ابوبکر کا قبول اسلام سے زیادہ حیرت انگیز واقعات**  
خیزا امر آپ کا اہل ہمارا اسلام ہے۔ یہ اس بے نظیر حضرت کی خال

(۳۷) ریاض الغفر جلد ۱، صفحہ ۳۴۸، ریاض الغفر جلد ۱، صفحہ ۳۴۹، (۳۸) ریاض الغفر جلد ۱، صفحہ ۳۴۹، (۳۹) ریاض الغفر جلد ۱، صفحہ ۳۴۹، (۴۰) ریاض الغفر جلد ۱، صفحہ ۳۴۹۔

دو عظیم سربراہ اور وہ شخصیتوں کے اسلام کا سبب بنا اور حضرت ابوبکر ان سب کے مقتدی قرار پائے (۴۱)

حضرت ابوبکر کے اسلام لانے کے بعد آپ کی تبلیغ سے مکہ کے جو لوگ اسلام لائے تھے۔ اس کے بعد متواتر بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کا چچا تمام مکہ میں رشتہ رشتہ چمکایا اور لوگ اسکے متعلق گفتگو کرنے لگے (۴۲) اور بعثت کے تین سال بعد فَاَصْدَقَ بِمَا نُفِیْرُ وَاَعْرَضَ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ نازل ہوئی اور اَنْذَارَ عَشْرِیْنَ اَلْفَ قُرْبَیْنِ ، وَاَخْفِیْضَ جَبَا حَلَكْ لِعَنِ اَشْعَلَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاَنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنَّ قُرْبَیْیَ وَمَا نَعْمَلُوْنَ (۴۳)۔ نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ تبلیغ کا یا بند کرنے کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اب اپنے قریبی غرض رکھنا کہ وہ دعوت اسلام دیں، اس سے قبل آپ ان باتوں کے پابند نہ تھے اور آپ خفیہ طور سے تبلیغ فرماتے تھے۔

(۴۱) البدایہ والنہایہ، جلد ۳، ص ۳۰۔ ریاض النضر، جلد ۱، ص ۸۵۔

(۴۲) طبری، جلد ۲، ص ۷۱۵، عربی القاهرہ - (۴۳) طبری، جلد ۲، ص ۷۱۶۔

عربی، القاهرہ۔

کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھیں وہ جواب دیتی ہیں کہ واللہ مجھے آپ کے صاحب کے بارے میں کچھ علم نہیں، حضرت ابوبکر ان کو اُمّ قبل بنیٹ خطاب کے پاس بھیجتے ہیں کہ ان سے آپ کی خبریت معلوم کریں۔ حضرت ابوبکر کی والدہ ام المیزان کے پاس جاتی ہیں وہ نہ کہہ سکتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبریت سے ہیں، لیکن اس پر بھی اطمینان نہیں ہوتا اور کہتے ہیں ”فان للہ علی ان لا اذوق طعاما ولا اشرب شرابا او انا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب تک میں آپ کو نہ سمجھ لوں مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔ رات کی تاریکی میں دونوں ہاتھ دے کر دوار ارقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں آپ پر سخت رقت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ پر جھکتے ہیں اور بوسہ دیتے ہیں اور مسلمان بھی آپ پر جھکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کہتے ہیں، بابی واقعی یا رسول اللہ لیس بے باس، الا مانال الفاسق من وجلی۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کو دیکھتے ہی مجھے اکٹائی تکلیف محسوس نہیں ہوتی البتہ اس فاسق کے جوتوں کی مار سے منہ پر کچھ تکلیف باقی ہے اور اپنی والدہ کے حق میں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ مبارک عنایت میں کہ اللہ تعالیٰ ایسی فرمانبردار ماں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دے۔ آپ نے دعا فرمائی اور اسلام کی حکومت دی۔ فرمانبردار والدہ فرما اسلام لے آئی ہیں۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر آپ کے ساتھ دار ارقم میں ایک ماہ تک مقیم رہے۔ اس دن حضرت مرقون بعد المطلب بھی اسلام لاتے ہیں اور حضرت عمر کے اسلام کے لئے آپ دعا فرماتے ہیں۔ بدھ کے دن آپ نے دعا کی اور جعرات کو حضرت عمر اسلام لاتے ہیں۔ درحقیقت یہ حضرت ابوبکر کے خطبہ کے اثرات تھے جو ان

## رسول اللہ کیساتھ مشرکین کا شدید ترین سلوک حضرت ابوبکر کا جہاد

اشراف قریش کا مقابلہ کرتے ہیں اور ان بد بختوں سے آپ کو چھڑاتے ہیں۔ اپنی جان کی قربانی ابوبکر کوئی پرواہ نہ تھی، مدد دیتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔  
وَيَلْجَأُ الْفَتَنُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کا یہ شدید ترین سلوک تھا (۴۶)۔ گئے سے چادلیپٹ کر بل دینے سے غرض سانس روک کر قتل کرنا ہوتا ہے۔ سادات قریش جمع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک نہیں تھے، ابوبکر اس وقت اپنی جان پر کھیل کر آپ کی مدد کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر نے ایسے مصائب میں آپ کا ساتھ دیا جہاں کسی کا حوصلہ نہ تھا، مکہ میں ایک مرتبہ آپ پر مشرک حملہ آور ہوئے اور اللہ کی قسم ہم میں سے کسی کو قریب جانے کی ہمت نہ تھی۔ ابوبکر دوڑتے ہوئے گئے، کسی کو تھپڑ کسی کو گھونسنہ مارنے اور کسی کو گاندھ سے بچر مار کر مرنے دیتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔  
وَيَلْجَأُ الْفَتَنُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ۔ اور آپ کو ان کے فرزند سے چھڑاتے ہیں۔

حضرت علی فارغین سے پوچھتے ہیں تم سب کو اللہ کی قسم دیتا ہوں تم مجھے بتاؤ کہ مومن آل فرعون بہت تھے یا ابوبکر؟ سب خاموش رہے تو خود ہی کہتے ہیں حضرت ابوبکر کی ایک ٹھنڈی دنیا بھر کے مومنین آل فرعون سے خیر تھی کیونکہ وہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھتے تھے اور حضرت ابوبکر اپنے ایمان کا اعلان کر چکے تھے (۴۷)۔ اور دل و جان سے نہ صرف توحید و رسالت کا اقرار کیا بلکہ علانیہ ان باتوں کی تبلیغ بھی شروع کر دی اور اپنے وقار اور وہ مرتبہ جو ان کو قریش میں حاصل تھا کو فراموش کر دیا۔ قریش کے کمینوں (۴۸) تاریخ بڑی جلد ۲، ص ۲۳۳ بیت ابن شہرام، ج ۱، ص ۱۵۷۔ المستدرک الحکم، جلد ۲، ص ۱۶۴۔

حضرت ابوبکر نے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر کمال ایمان کا ثبوت دیا اور جب کبھی انھوں نے دیکھا کہ قریش آپ کو تکلیفیں اور ذلت پہنچا رہے ہیں تو اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سینہ سپر ہو جاتے جبکہ ابوبکر کو آپ سے کسی قسم کی کینہی فائدہ کی توقع تھی اور نہ ضرورت، اسکے ساتھ یہ بھی دیکھتے تھے کہ اہل مکہ آپ کو ہر قسم کی تکلیفیں دیتے اور آپ کا مذاق اڑاتے اور تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اگر میں آپ کا ساتھ دوں گا تو یہ بھی میری حال ہوگا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر آ کر کھڑے ہوئے اور کہا وَيَلْجَأُ الْفَتَنُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ۔ اس بکسی نے کہا یہ کون ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ ابوقحافہ کا بیٹا ہے (۴۹) اور ابوبکر ایسی حالت میں گر لوٹے ہیں کہ آپ کے سر کے بال اور ڈھریں گھاڑ کھینچ چکے تھے جبکہ آپ گئے ہالوں والے تھے اور اس سبب سے درد میں مبتلا تھے (۵۰)۔

مقام جبریل اشرف قریش ایک جان بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھے، عقبہ بن ابی معیط آپ کا ایسا لگا گھسٹتے ہیں کہ آپ کی آنکھیں قریشیہ کر نکل پڑیں، جبرائیلؑ خبر حضرت ابوبکر کو ہوتی ہے تو آتے ہیں اور تن تنہا ان تمام

میں ایک کمینہ شخص ایسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کو ملا جب حضرت ابوبکرؓ اللہ شریف جا رہے تھے۔ اس نے ذرا سی مٹی آپ کے سر پر ڈال دی۔ اتفاق سے ولید بن مغیرہ یا عاص بن داؤد آپ کے پاس سے گزرے تو آپ نے کہا ان کمینوں کے کام کو کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا یہ تو آپ اپنی ذات پر غور کر رہے ہیں، اس پر حضرت ابوبکرؓ غامض ہو کر تین بار یہ جملہ دہراتے ہیں ”اے رب تو کسی قدر سلیم ہے“ (۴۸)۔

عنون حضرت ابوبکرؓ نے جس ایمان کا مکمل کا مظاہرہ کیا اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل و قول کی کامل طور پر تصدیق کی اور آپ کی مکمل مدد کی قریش میں اپنے وقار کے خراب ہونے کی پروا نہ کی۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کی جرأت ایمانی و کامل یقین اور صدیقیت نبوی کے لئے بین ثبوت اولواضع علامات ہیں اور یہ آپ ہی کا مقام تھا کسی اور سے ممکن نہ تھا اور آپ کی یہ والہانہ شفیقتی اور دیوانہ وار محبت یہ ثابت کرنے کے لئے بھی کافی ہے کہ اسلام یقیناً اللہ کی طرف سے ہے کیونکہ باطل مذہب اور ایک جھوٹا شخص کبھی بھی اپنے ماننے والوں کے دلوں میں ایسا میمان، جذبہ اور ولولہ کبھی پیدا نہیں کر سکتا اور یہ کردار صرف ایک صدیق ہی کا ہوسکتا ہے اور صدیق سے نبی کا بھی یہی مطالبہ ہوتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و اخیٰ ہرونؑ ہوا اقصیٰ وصیٰ لساناً فانسیلہ معی رداً یصنہ فی فی۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کرتے ہیں۔

## رسول اللہ کے تبلیغی کارناموں میں مالی امداد کرنا

قریش نے جب دیکھا کہ اسلام دن بدن ترقی کر رہا ہے اور رسول اللہ

(۴۸) سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۳۷۵۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بھی اسکو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے، اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے آدمیوں پر پابند یا لگاؤ میں امداد کو محمد کے پاس ماننے سے روک دیں اور جو مسلمان ہر چہ کہیں ان کو سخت ترین نظر میں دیں۔ ان منیف اور کمزور مسلمانوں میں حضرت بلال بن رباح بھی تھے جو بنی نضج کے غلام تھے حضرت ابوبکرؓ کا مکان اس قبیلہ میں تھا۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ حضرت بلال پر ایسے وقت گر رہا جبکہ یہ لوگ حضرت بلال کو اذیت دے رہے تھے۔ ان میں سے امیر بن خلف سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا ”الانتقی اللہ فی

ہذا المسلمین“ کیا اللہ تعالیٰ سے اس مسکین کے بارے میں نہیں ڈرتے۔ امیر بن خلف کہتا ہے ان کو تم ہی نے تو بگاڑا ہے اور اگر اتنی جلدی ہے تو ان کو خرید ہی لو، ان میں اور حضرت ابوبکرؓ میں گفتگو ہوئی اور آخر کار ان کو خرید کر آزاد کیا۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں منبر پر فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے میرے لئے بلال کو خریدا، اس طرح ہجرت سے قبل اسلام ہی کے لئے چھ لوہیاں اور غلام غلام بن نبیرہ (۳۱) ام عباس (۳۲) یثیر (۳۳) یثیر (۳۴) انندیہ (۳۵) انندیہ کی بیٹی (۳۶) بنی مؤمل کی ایک لڑکی خرید کر آزاد کر چکے تھے اور حضرت بلال ساتویں غلام تھے (۳۷)۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ نے کہا کہ لے بیٹے! میرا خیال ہے کہ تم کمزور اور منیف غلام آزاد کرتے ہو، اگر ان کے بجائے قوی اور طاقتور غلام آزاد کرتے تو بوقت ضرورت تمہارے کام آتے، حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں ابا جان اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے ذات کی خوشنودی مطلوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے واللہ کیل کی آیات نازل کیں (۵۰)۔ بوقت قبول اسلام آپؐ پاس چالیس ہزار درہم تھے لیکن ہجرت کے وقت

(۴۹) سیرت ابن ہشام جلد ۱، ص ۳۱۴۔ الاکتفا فی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۱، ص ۳۱۴۔

(۵۰) الاکتفا فی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۱، ص ۳۱۴۔

الا کافینہ ما خلا ابابکر فان له عندنا ید ایکافینہ اللہ  
بہایوم القیمة ، وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی  
مال ابی بکر ولو کنت متخذاً خلیلاً لا تحذرت ابابکر (۵۵۱)۔  
جس کا جو احسان تھا میں اس کا بدلہ دے چکا ہوں ، سو انے ابوبکر کے کہ ان  
کے مجھ پر ایسے احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود قیامت کے دن عطا فرما  
گا اور کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا فائدہ ابوبکر کے مال نے  
دیا ہے اور میں کسی کو خلیل بنانا تو ابوبکر کرنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے ہر فرد کے احسان اور فائدہ اور مدد  
سے صاف انکار فرماتے ہیں۔ اگر کسی نے کچھ احسان کیے تھے تو میں ان کا  
بدلہ دے چکا ہوں ، ہاں ابوبکر کے احسان اتنے زیادہ اور شیریں ہیں کہ اس کا بدلہ  
صرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہی دے گا (الف)۔ دو بار رسالت سے  
یہ وہ سند ہے جو صرف ایک صدیق ہی حاصل کر سکتا تھا یہ فداکاری کی انتہا ہے۔  
مالی اور جانی قربانی کی آخری حد ہے جو ابوبکر نے پیش کی تھی۔ کیا امت کو کوئی  
فرد صدقیت کے اس اعلیٰ مقام کو قیامت تک حاصل کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے  
جواب نفی میں ہوگا اور اس کا اقرار حضرت عمرؓ فرمودہ جو کہ وقت کرتے  
ہیں کہ ابوبکر سے کافر نہیں کوئی فرد امت نہیں بڑھ سکتا (۵۶)۔

حضرت ابوبکرؓ کی فداکاری تمام سے بڑھ کر تھی۔  
آپ کا ایشدار قربانی جاتی ہو یا مالی امت  
کے ہر فرد سے بڑھی ہوئی تھی۔ امت میں سب سے قبل بلا تردید اسلام لاتے

## تقدم فی الصلوٰۃ

ترمذی ، ابواب مناقب ، جلد ۱ ، ص ۶۶ - (۵۵) ترمذی ابواب مناقب ، جلد ۱ ، ص ۶۶ -  
(۵۶) ابو داؤد ، جلد ۱ ، ص ۶۶ - کتاب الزکوة ، باب الرضا فی فیک ،  
(الح) اس روایت کے تفسیر میں آپ کے چچا ابوطالب بھی آجاتے ہیں صرف ابوبکرؓ کی فداکاری کی وجہ سے

پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے اور وہ بھی اپنے ساتھ مدینہ لے گئے اور اپنے  
بچوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا اور یہ تمام رقم آپ نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی مدد اور غریب ، ضعیف مسکینوں کو آزاد کرنے میں صرف کی  
اور مدینہ میں بھی وہی کرتے رہے جو مکہ میں انجام دیتے تھے۔

”کان ابوبکر معروفاً بالتجارة ، لقد بعث النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم وعنده اربعون الف درہم  
فکان یعتق منها ، یتقوی المسلمین ، حتی قدمہ للبدینۃ  
بخمسة الاف درہم ثم کان یفعل فیہا ما کان  
یفعل بمکة“۔ (۵۱)۔ مدینہ میں مسجد نبویؐ کی زمین کی قیمت بھی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے مال سے ادا کروائی (۵۲)  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے مال میں اپنے مال کی طرح تصرف  
فرماتے تھے۔

”کانت ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مال ابی بکر  
وید ابی بکر واحدة حین حجاً“۔ (۵۳)۔ حجۃ الاولیٰ کے موقع پر حضرت  
ابوبکرؓ کا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں کے تصرف میں  
تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے اس اشارہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ  
میں بیان فرماتے ہیں کہ ”جس شخص نے مجھ پر اپنی صحبت اور مال سے سب سے  
سے زیادہ احسان کئے ہیں وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خلیل  
خلیل بنانا تو ابوبکرؓ کو بنانا ، ایسکین اخوة اسلامی اب موجود ہے (۵۴)  
ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ”ما لاحد عندنا ید

(۵۵) الامام ، ذکر عبداللہ بن عثمانؓ ، جلد ۲ ، ص ۳۳۳۔ صحیح ابی سعد جلد ۳ ، ص ۵۵۱۔  
(۵۶) لبقا ابن سعد جلد ۲ ، ص ۲۳۵۔ حلیۃ الاولیاء ، جلد ۱ ، ص ۵۵۱۔ بخاری ، مناقب ابی بکرؓ ، ص ۵۵۱۔

ہوتا تو آپ کے پاس لوگ، غلام، عورتیں جمع ہو کر کھڑی ہوجاتیں اور آپ کی بیعت کو پسند کرتے اور آپ کے اس عمل سے لوگوں کی ایک جماعت ایسے وقت میں مسلمان ہوتی ہے جبکہ مسلمان مشرکین کی اذیت کی تاب نہ لا کر مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور خود ابو بکرؓ ابن الدننہ کے پناہ میں تھے ۵

## حضرت صدیق کا اللہ تعالیٰ کے جوار کو ابن الدننہ کے

### جوار پر ترجیح دینا

حضرت ابو بکرؓ ابن الدننہ سردار احابیش کی پناہ کی وجہ سے مکہ میں مقیم تھے اور ان کی وجہ سے ہمال ایک مکان سے کوئی متعز نہیں کرتے تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ کے قلب میں جب یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اب اسلام کی تبلیغ کے لئے نماز عشاء پڑھی جائے اور ایک مسجد کی بھی بناد ڈالی جائے اور اس میں کوئی معجزہ بھی نہ تھا اور نہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہوتی تھی جو ابن الدننہ اور قریش مکہ کے درمیان حضرت ابوبکرؓ کے متعلق طے ہوا تھا۔ کیونکہ مسجد کی جگہ ان کے گھر کے حدود میں تھی اور گھر کے حدود میں معاہدہ کی رو سے حضرت ابوبکرؓ کو عبادت کی پوری پوری اجازت حاصل تھی لیکن قریش کا امر تھا کہ بالکل کوئی نہ میں چھپ کر عبادت کریں تاکہ ہم سے بچے اور عورتیں ان کی بیعت نہ کر سکیں، ورنہ ہمیں ان کے مسلمان ہوجانے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ یہ ضعیف الغلبہ لوگ ہیں۔ قریش کا یہ مطالبہ درحقیقت ان کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی تھی۔ جب قریش کے چند لوگ ابن الدننہ کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ کیا تو نے اس شخص کو اس لئے پناہ دی ہے کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائے۔ وہ ایسا

ہی اور اس کا اظہار کچھ سب سے پہلے کرتے ہیں۔ بیعت اللہ شریف میں پہلے خلیفہ اسلام تھے، آپ کے اعلان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علائقہ تبلیغ دین بینین کے پابند کیے جاتے ہیں۔ قرابت داروں اور عزیزوں کو اسلام کی دعوت دینے پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور فرماتے ہیں۔ ان مسئلہ امور کے بعد یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساقی امت میں سب سے پہلے اس نے اللہ وحدہ لا شریک کے حضور سجدہ کیا تھا اور صلوة پڑھی تھی؟ یہ خود بخود مسلم اور طے ہوجاتا ہے۔ تقدیم فی الصلوٰۃ ہی آپ ہی کو حاصل ہے اور اس میں بھی آپ ہی امت کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔ اس صلوة سے مراد صلوة پنجگانہ نہیں کیونکہ صلوة پنجگانہ اسراء میں فرض ہوئی تھی۔ اور واقعہ اسراء اس کے بہت بعد کا ہے ۷۵، اس طرح صدیق کے ساتھ سب سے پہلے صلوة ادا کی اور آئندہ چل کر اپنی اتنی صلوة بھی صدیق ہی کی امامت میں ادا کرینگے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جس جرات ایمانی کے ساتھ بیعت اللہ شریف میں خطبہ دیتے ہیں اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلا تے ہیں اس جرات ایمانی کا ثبوت ایمان باللہ کے بعد اسلام کے اس دوسرے اہم دین صلوة کے باب میں بھی دیتے ہیں اور نہایت لطیف پیرایہ میں اس کا بھی اعلان فرماتے ہیں اور اس کا اظہار کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم دیتا ہے اور اسلام میں سب سے پہلے گھر کے حدود کے اندر عام گزراہ کی طرف ایک مسجد کی بناء ڈالتے ہیں اس میں صلوة ادا کرتے ہیں اور قرآن کی تلاوت فرماتے ہیں۔ عام لوگ آپ کے پاس جمع ہو کر آپ کی صلوة کو دیکھتے ہیں اور آپ کی قرأت کو سنتے ہیں، آپ رقیق الغلبہ تھے ہی، صلوة میں جب آپ پڑھتے، گریہ طاری

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ تقسیم رحمت الہیہ سے یہ بات آپ کے نصیب کی گئی تھی کہ جب کوئی اہم مسئلہ پیش ہوتا یا کوئی مشورہ طلب کیا جاتا، تو ایسے مواقع پر آپ اپنی فراست سے کام لیتے عالم غیب کی سخاوت آپ کے قلب پر چھینیں اور حقیقت الامر سے آپ آگاہ ہو جاتے اور آپ کا قلب گواہی دیتا اور اس کی تصدیق کرتا اور جب کوئی فیصلہ کرتے تو خطا نہ کرتے، اسلئے قسم قریش (دبر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسبک مناشداتک مع ربنا عرض کیا تو آپ نے جان لیا کہ حضرت ابوبکر کا قول کہاں سے ناشی ہے۔ وقس علی ذلک سائر خطبہ واحکامہ، نیز یہاں سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کو صدیق اکبر کیوں کہتے ہیں، مثنیٰ عنہ صوفیائے کرام نے حضرت صدیق کو بوجہ نقل روایات "ارباب مشاہدہ میں مقدم رکھا ہے اور یہ امر صلہ تہجد میں حضرت ابوبکر کے قرآن مجید پآواز نہ پست اور حضرت عمر کے پآواز بند پڑھنے والی حدیث سے ظاہر و باہر ہے" (۶۰)۔

### حضرت ابوبکر کامل اور مکمل اخلاق کے حامل تھے

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو پہلے ہی سے اپنے محبوب نبی کے لئے چن لیا تھا کہ اُس نے چل کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب، ساتھی اور دوست ہوں اور آپ کی تصدیق کریں، اسلئے شروع تحقیق ہی سے حضرت ابوبکر کے عادات و اطوار و اخلاق کو ایسی نیچ پر پل کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع تحقیق کے کامل اور مکمل اخلاق کے حامل تھے اور قبل نبوت ان کے لقب سے مشہور تھے۔ اس طرح ابوبکر بھی زمانہ جاہلیت سے کامل اور مکمل اخلاق کے حامل

شخص ہے جب صلۃ میں وہ کام پڑھتے ہیں جو محمد ملائے ہیں تو اس کا دل جبرائیلہ اور روتے ہیں اور اس کی ایک خاص بیعت ہوتی ہے اور ایک خاص طریقہ ہوتا ہے۔ ہم اپنے پھول، عورتوں اور کمزوروں کے متعلق خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ ان کو فتنے میں نہ ڈال دے۔ تو اس کے پاس جا، اور اس کو حکم دے کر اپنے گھر کے اندر رہے اور اس میں جو چاہے کرے۔

ابن الدنن حضرت ابوبکر سے کہتے ہیں کہ مجھے شدید خطرہ ہے کہ کہیں یہ لوگ میری پناہ کو توڑ نہ ڈالے اسلئے آپ اپنے گھر کے اندر رہیں اس طرح حرکت ابوبکر کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ نہ اس کے جوار میں رہ کر بائزنی قبول کر لی جائے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ سے باز رہیں یا اس کے جوار کو ٹھکرا کر دین کی تبلیغ جاری رکھے، ایک صدیق کی یہی فداکاری ہوتی ہے کہ کسی ملحد یا بائزنی سے تبلیغ اسلام کا مقصد نفوت ہو تو وہ نہایت جرأت کے ساتھ اس پابندی اور عمل کا انکار کرتا ہے۔ اسلئے ایک صدیق ایسے مواقع پر جہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ایمان کا عقیدہ مجروح ہوتا ہو، اس قسم کی پابندیوں قطعاً برداشت نہیں کر سکتا، چنانچہ حضرت ابوبکر ابن الدنن کے جوار کو واپس کر کے اللہ تعالیٰ کے جوار پر راضی ہوتے ہیں اور دستور کے مطابق بیت اللہ شریف میں جا کر ابن الدنن اعلان کرتے ہیں کہ لے کرے جو قریش!! ابن ابی قحافہ نے میری پناہ مجھے واپس کر دی ہے، اب تم اپنے آدمی سے جو چاہو کرو (۵۹) یہ حضرت صدیق کی اس جرأت ایمانی کا کامل اور بین ثبوت ہے جو آپ ہر نازک مرحلہ اور آزمائش کے وقت دیتے رہے ہیں اور ایسی مثال ہے جس کے پیش کرنے سے پوری امت آج تک قاصر رہی ہے۔

آپ کا ہاتھ جلتا رہے۔ اور شل سایہ کے آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ شعب ابی طالب میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور تھے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کیسے خاموش تماشا بن بیٹھ سکتے تھے یقیناً اس وقت بھی آپ کی مدد و نصرت کی فکر میں نہ ہوں گے اور اسکا ثبوت ابوطالب کا وہ کلام ہے جو انھوں نے شعب ابی طالب سے باہر آنے کے بعد ان لوگوں کی تعریف میں جنھوں نے معاہدہ قریش کے توڑنے میں کوشش کی تھی کہا تھا۔ اس میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

ھو رجعوا سهل بن بیضاء راضیا

وسرا یوبکر بنھا ومحمد ۰ (۶۳)

انہیں لوگوں نے سهل بن بیضاء کو راضی کر کے واپس کیا۔ اس سے ابوبکر بھی خوش ہوئے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی۔

ابوطالب کے اس تذکرہ سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر بھی اس موقع پر ملاقات نہ تھے بلکہ اپنے ہور جو پچھان کر نہ چاہتے تھے کہ وہ اور ان کی منظر میں ابوبکر ایک خاص مقام تھا اور یہ کامیابی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر دونوں کی تھی اور آج وہ دونوں بہت خوش ہیں، دونوں شریک اور ہم نوا ہیں۔ دونوں میں کامل اتحاد ہے۔

### اب) واقعہ اسراء اور معراج النبی کی تصدیق

تصدیق نبوت، اور حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم، منعیات و مہمات انوار کی مثال و مان سے مدد کرنے کے بعد ایک دو کلام اس واقعہ اسراء اور معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف سے واپسی پر بعثت کے تقریباً ۱۰ سال بعد ۶۷ء رجب کی رات کو پیش آیا (۶۵)۔ جہاں بہت سے کوفہ، بڑے (۶۳)۔ سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۳۷۹۔ (۶۵) طبقات ابن سعد، جلد ۱، ص ۳۱۰۔ (۶۴) ابواب و النہایہ، جلد ۳، ص ۱۰۸۔ ۱۰۹۔

تھے اور قریش میں شیخ ایک سیرت شمار ہوتے تھے (۶۱)۔ زمانہ جاہلیت ہی سے لینے اور شراب حرام کی تھی تو ان کو کبھی بھی سبک نہیں کیا، اس طرح آپ کا چہرہ و مبارک بتوں کے سامنے سبک کرنے کی ذلت سے محفوظ اور مکرر ۱۰۔ جاہلیت یا اسلام میں کبھی شعور نہیں کہا۔ صحابہ کے ایک مجمع میں کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ کبھی آپ نے شراب پی ہے؟ آپ نے اللہ کی پناہ مانگی اور کہا کبھی نہیں۔ اس نے کہا کیوں؟ فرمایا کہ بدن سے بولنے اور موت زائل نہ ہو کر ہو کر شراب پینے سے بدلوا کر تھی سے اور موت زائل ہو جاتی ہے اور جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ابوبکر پچھتے ہیں (۶۲)۔

آپ کے اخلاق کے کامل و مکمل ہونے کے لئے ابن الدنہ کا وہ قول بھی کافی ہے جو اس نے قریش کے سامنے ہیبت اللہ شریف کے اندر بوقت اسکا ان امان حضرت ابوبکر کے حق میں کہتے تھے اور قریش میں کسی نے بھی ان اوصاف کا انکار نہ کیا اور یہ وہی اوصاف تھے جو حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے آپ کے اس قول "لقد خشیت علی نفسی" کے جواب میں بیان فرماتی ہیں اور یہ بہت بڑا وصف اور کامل اتحاد ہے جو حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے حاصل تھا اور جس میں امت کا کوئی فرد ان کے شریک نہ بن سکا (۶۳)۔

### شعب ابی طالب میں محاصرے کے وقت حضرت ابوبکر کا کردار

حضرت ابوبکرؓ کی تاریخ وراثت، دیکھ دو، اور فتح و لغت رجال مکیہ (۶۱) تلخیص فہرست اہل الاثر فی سوانح السیر، عبد الرحمن بن الجوزی، دہلی، حیدرآباد، دکن، ۱۳۲۴ء۔ (۶۲) تاریخ الخلفاء، ص ۲۸۔ ریاض الفخر، جلد ۱، ص ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ (۶۳) اصحابہ اہل حجر، ذکر عبد اللہ بن عثمان، جلد ۲، ص ۳۴۔

لیکن ابوبکر صدیقؓ تھے اور یہ ابوبکر ہی کی شان تھی کہ کس غوی اور نہایت  
 مددگار سے لوگوں کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ کیا تم انہیں جھٹلاتے ہو۔  
 لوگوں نے کہا کیوں نہ جھٹلائیں کہ وہ تو بچتے ہیں کہ آج کی رات وہ بیت المقدس  
 پہنچیں اس میں صلوٰۃ ادا کر، آسمانوں کی سیر کر، ورنہ دوزخ و جہنم کو دیکھا، اللہ تعالیٰ  
 سے ملاقات کر، پانچ وقت کی نماز کو کاغذ اپنے رب سے امت کے لئے لائے ہیں  
 اور ایسے واقعات بیان کرتے ہیں جو ہم میں آئے و نہائے ہیں اور اسے ابوبکرؓ کیا  
 نہیں اب بھی اپنے دوست کے متعلق محسن محن ہے اور اب بھی ان کی تصدیق کرتے  
 ہو، لیکن ابوبکرؓ فرماتے ہیں، واللہ اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو جہنم کہا ہے۔  
 تمہیں اس پھر جنت کیوں ہے؟ واللہ! اصول نے مجھے یہ بھی خبر دی ہے کہ ان کے  
 پاس رات یا دن کو گھر کی آسمان سے زمین تک خبر آتی ہے اور میں اس کی تصدیق  
 کرتا ہوں یہ بات تو اس سے بھی زیادہ بعید ہے جس پر تم تعجب کر رہے ہو (۶۶) اور  
 اس طرح لوگوں کو دنیا میں دشمن جواب دیکر ان کی خوش فہمیوں کو ختم کر دیا اور اسلام  
 کی نہایت سادہ الفاظ میں تصدیق کر دی۔

اس واقعہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں آیات نازل فرماتے  
 ہیں۔ ”سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ  
 اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیْہٖ مِنْ  
 اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ“ (۶۸)۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے  
 بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد اردہم نے  
 برکتیں نازل کر رکھی ہیں بے گناہ کریم ان کو اپنے عجائبات قدرت دکھلا دیں۔ بیشک  
 اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

اور کہ ہم تزدو میں مبتلا ہوئے اور کفار قریش کو مذاق اڑانے کا نہایت عمدہ موقع  
 ہاتھ آگیا، لیکن حضرت صدیقؓ کی دوا و تشریح ہم و فرست یہاں بھی اسراء کی حقیقت  
 کو پابندی ہے۔ اور یہ سائنس اور بلا تزدو اس حقیقت کا ان الفاظ میں تصدیق  
 کرتے ہیں: ”وَاللّٰہُ لَشَیْءٌ قَالَهُ لَقَدْ صَدَقَ، فَمَا یَعْجِبُکُمْ  
 مِنْ ذٰلِکَ، فَوَاللّٰہِ اِنْدَہُ لَیْخْبِرُنِیْ اِنْ الْخَبِرَ لَیْسَ اَتِیَہُ مِنْ  
 السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ فِی سَاعَۃٍ مِنْ لَیْلِ اَوْ نَهَارٍ فَاَصْدَقَہُ  
 فَہٰذَا بَعْدَ فِیْمَا تَعْجَبُوْنَ مِنْہٗ“ (۶۹)۔ خدا کی قسم، اگر آپ نے  
 یہ بات کہی ہے تو بیشک سچ ہے، اور کیا چیز تم کو اس معاملہ میں تعجب  
 میں ڈالتی ہے، خدا کی قسم وہ تو ہم کو یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ان کے پاس رات  
 اور دن کی ایک گھنٹی اور ساعت میں آسمان سے زمین تک خبر آتی ہے اور میں  
 اس کی تصدیق کرتا ہوں یہ تصدیق اس سے زیادہ تعجب خیز ہے اور اسراء  
 کی سب سے پہلے حضرت صدیقؓ نے ہی تصدیق کی۔

لوگوں کو تزدو اور شک واقع ہو کر ایک شب میں مسجد اقصیٰ تک اور  
 وہاں سے آسمانوں تک آپ کیسے پہنچ گئے اور پھر واپسی اتنی جلد کیسے ممکن تھی  
 اور جن لوگوں نے اسلام اختیار کیا تھا اور نصیحت الایمان تھے، مرتد ہو گئے  
 اور منافقین اور دشمنان اسلام کو موقع ملا اور ابوبکرؓ کے پاس بھاگ گئے،  
 ہوئے گئے، کیونکہ اس وقت مسلمانوں اور کفار دونوں میں حضرت صدیقؓ کو  
 مقبولیت حاصل تھی اور یہ سمجھتے تھے کہ اگر صدیقؓ ہمسال جاہل اور رسول اللہ  
 کی تصدیق سے باز آجائیں اور آپ کی تکذیب کر دیں اور جھٹلا دیں تو رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ جائینگے اور دوسرے مسلمانوں کو اس دین سے نہایت  
 آسانی کے ساتھ مرتد کرنا ممکن ہوگا۔

(۶۷) سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۳۹۹۔ (۶۸) القرآن۔ بنی اسرائیل

آیت ۱۱ پ ۱۵۔

(۶۹) الامتضاء فی مفاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۱، ص ۳۸۰۔

گئے تھے، آپ نے فرمایا: ہاں، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اوصاف  
مجھے بیان فرمائیے کیونکہ میں وہاں جا چکا ہوں۔ یہ الفاظ حضرت صدیق کی اس  
اسر پر دلالت کرتے ہیں کہ عرض لوگوں کو اطمینان دلانا ہے۔ جب آپ بیان  
فرمائیں گے اور میں تصدیق کروں گا تو اس طرح لوگوں کو یقین آجائے کہ ضرور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جا چکے ہیں۔ اگر آپ نہ جاتے تو اس  
طرح تفصیل سے وہاں کے حالات اور نشانات بیان نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت  
صدیق کے سوالات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات حضرت صدیق  
کو مطمئن کرنے کے لئے تھے بلکہ لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے تھے جس طرح ایک  
مرتبہ حضرت جبرائیل آتے ہیں اور آپ سے دین کے متعلق پوچھتے ہیں اور پھر خود  
اس تصدیق کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ عجیب سائل ہے، پوچھتا ہے اور  
پھر خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ بعد میں آپ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل تھے تمہیں دین  
سکھانے کے لئے آئے تھے (۱۷۷)۔

اس طرح حضرت صدیق اسرار کے متعلق آپ سے سوالات کرتے ہیں اور آپ  
جوابات دیتے ہیں اور پھر اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں کہ اتنے تفصیل سے مجھ وہاں کے نشانات کہاں یاد آتے چنانچہ  
اللہ تعالیٰ نے وہاں کا نقشہ میرے سامنے کر دیا۔ فررفع لی حتی نظرت  
الیہ، وہ میرے نظر کے سامنے اس طرح پیش کیا گیا کہ میں اسے دیکھنے لگا  
اور حضرت ابوبکرؓ کے اوصاف بیان فرمائے گئے اور حضرت صدیق عرض کرتے  
کرتے جاتے ہیں، صَدَقْتَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، آپ  
نے سچ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو چیز آپ بیان  
فرماتے، حضرت صدیق عرض کرتے، صَدَقْتَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ

(۱۷۸) مسلم، کتاب الایمان، جلد ۱، ص ۱۵۷۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ سے مسجد الحرام تک لے جانے کو  
اسرار کہتے ہیں اور ان کے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں اور گاہے دونوں لفظ  
مجموعہ پر اطلاق کئے جاتے ہیں (۱۷۹) اور بن لوگوں نے واقعہ اسرار کی تفسیر کی تو  
ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی (۱۸۰) "وَمَا جَعَلْنَا الزُّوْرِيَّ الَّذِي أَنشَأَ  
الْأَكْثَنَةَ لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنَحْنُ فَهُمْ  
فَعَالِي زَيْدُهُمْ إِلَّا طَغَيْنَا كَذِبًا" (۱۸۱) اور ہم نے جو تمہارا پیکر  
دکھلایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں  
چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گرامی کر دیا اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں  
لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

موجب گرامی، اس طرح ہوا کہ ان دونوں امور کو سن کر تصدیق نہ کی اور تفسیر  
کو ڈالی کہ ایک شجر میں اتنی درجہ نامہ مخصوص آسمانوں پر کسی طرح بھی ممکن نہیں  
ہے اور جہاں تک میں کوئی درخت تک سکتا ہے (۱۸۲)۔

حضرت صدیق نے حیرت انگیز انداز پر اسرار کی غائبانہ تصدیق کی کیونکہ ابھی  
تک حضرت صدیق کی آپ کے ساتھ ملاقات نہیں ہوئی تھی اور کوئی وقت نہیں  
فرمایا اور نہ ترمذی میں آیا لیکن غائبانہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو ہوا اطمینان  
نہیں آیا تھا۔ ابھی تک شک و شبہ کے دور نہیں ہوا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے نبی!  
کیا آپ نے ان لوگوں سے بیان فرمایا کہ آج رات آپ بیت المقدس تشریف لے

(۱۷۹) بیان القرآن، بنی اسرائیل، پارہ ۱۵، آیت ۱-۷، سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۳۱۹۔

اسناد بنی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۱، مشرق طبعات ابن سعد واقعہ معراج، جلد ۱،

ص ۲۱۵۔ (۱۸۰) قرآن، بنی اسرائیل، آیت ۶۰، پ ۱۵۔

(۱۸۱) بیان القرآن، بنی اسرائیل، پارہ ۱۵، آیت ۶۰۔

میں ایک ایسا مذہب موجود تھا جو صیحا کے کسی دوسرے فرد میں اس طرح قفح موجود نہ تھا آپ نے اللہ ہی کے مخالفانہ اموال اور اعراض سے تجرو حاصل کیا، ابن الدغنی پناہ و نواہی، واقعہ اسراء کی غائبانہ تصدیق کی تاکہ غری وصال پر پھر و سہ باقی نہ رہے اور اسی مذہب نے آپ کو روحانیت کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچا کر حدیثین کے زمرے میں داخل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا گہرا تعلق استوار کیا جس کی نظیر تمام امت میں نہیں ملتی اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما رہے، روزانہ حضرت ابوبکر کے مکان پر سب و شام تشریف فرما ہوا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غزوات ایمانی میں تمام امت سے زیادہ عزت دار تھے (ہم)۔ حق کے انہار میں نہایت نڈر تھے اور لَا يَخَافُونَ۔۔۔۔۔ لَوْ كُنَّا إِلَّا مِثْرُكَ کے مصداق تمام اعمال و افعال میں ایمان صادق اور غیرت ایمانی کا رنگ نمایاں تھا۔

مجاہد، خاندان، خواہشات غرض دنیا کی کوئی چیز جو لوگوں کی زندگیوں پر اثر انداز نہ ہوتی ہو، وہ آپ کی نظر میں اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں بالکل بیچ تھے۔ فارسی و روم کے جنگ کے وقت غلبہ فارس پر مشرکین مکہ اور ہندوؤں کے مشرک ہونے کے خوش ہونے کو حضرت ابوبکر کی غیرت ایمانی یہاں بھی خاموشی نہ تھی ذرہ ہر کسی اور سکوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل اور تصدیق رسالت کا عقیدہ کمزور ہوتا ہوا نظر آتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ فارس کو شکست ہوگی تو محض اعلان کلمہ اللہ کے لئے کامل یقین کے ساتھ مشرکین سے رعیموں کے غلبہ کے لئے مالی شرط لگاتے ہیں (۶۹)۔

”قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم فعلت هذا قال ما فعلته الا قصد یقالہ ورسولہ“ آپ نے فرمایا کہ شراد کیوں لگائی تو عرض کیا کہ صرف اللہ اور (۶۶) بخاری، تفسیر مجتہد، جلد ۱، ص ۵۵۴ (۶۵) صفت الصلوۃ، جلد ۱، ص ۹۵ (۶۷) معانی القرآن، (۶۸) آیات ۱-۷، ۱۱-۱۲، تہذیب تاریخ ابن مسعود، جلد ۱، ص ۸۲۔

اور جب بیان فتم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا ”اَنْتَ یَا اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّیقُ“۔ اے ابوبکر! تم صدیق ہو اور اس طرح آپ کا لقب صدیق ہو گیا (۶۳)۔ اور اس طرح بہت سے مسلمانوں کو گھڑ کر کھانے سے بچایا، اگر آپ ذرا بھی شک یا تردید فرماتے تو یقیناً بہت سے مسلمان مرتد ہو جاتے اور اگرچہ لوگ اسلام پر قائم ہو جاتے تو ان کے دلوں میں بہر حال شکوک و شبہات گھڑ جاتے، لیکن یہ ابوبکر کی قوت ایمانی تھی کہ نہ صرف لوگوں کو مرتد ہونے سے بچایا، بلکہ ان کے دلوں کو بھی شکوک و شبہات سے پاک کر دیا، آپ کے ذریعہ دین اسلام کو جو تقویت حاصل ہوئی وہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ذریعہ بھی حاصل نہ ہو سکی اور یہی وجہ تھی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف کے طور پر وفات سے چند روز قبل فرمایا ”لو کنت متخذاً من العباد خلیلاً لا اتخذت ابا بکر خلیلاً“ ساگر میں ہندوں میں سے کسی کو گہرا دلوں کی درست بنانا تو یقیناً ابوبکر کو بنانا (۶۵)۔ مگر کچھوں کے ان ناکوں کو دیکھو، جو مسجد میں آتے ہیں ان سب کو بند کر دینا البتہ ابوبکر کے گھر کا راستہ بند نہ کرنا کیونکہ صحابہ میں سے کسی کے اس قدر احسانات مجھ پر نہیں ہیں جتنے ابوبکر کے ہیں (۶۶)۔ غایب رہے کہ یہ احسانات حضرت صدیق کے اسلامی خدمات ہی تھے اور آپ کے خدمات کا برملا اعتراف تھا اور نبیؐ کو نہ تھا کہ اسلام حضرت صدیق کی وجہ سے قوی ہوا ہے اور آئندہ بھی حضرت صدیق کی ذات ہی سے مزید تقویت حاصل ہوگی جو صحابہ میں کسی دوسرے کے ذریعہ ممکن نہیں ہے۔

حضرت صدیق کی رگ رگ میں ایمان صادق درج کیا تھا اور آپ کے قلب

زم زم تشریف فرما، جلد ۱، ص ۳۶۹۔ استغاثہ مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۸۰۔ (۵۱) تاریخ

طبری، جلد ۱، ص ۱۹۶۔ بخاری، جلد ۱، ص ۵۱۶۔

(۵۲) ایضاً، ص ۲۲۔ ایضاً۔

اس کے رسول کی تصدیق کی خاطر غلو گناہی ہے اور اس طرح ایک بار پھر اپنے عمل سے مدیق ہونے کو ثابت کرتے ہیں

## ہجرت کی تیاری

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے حالات سے ناامید ہوئے تو آپ کے دل میں یہ رجحان پیدا ہوا کہ اب مکہ سے باہر نکل کر گروہِ حبش میں کام کرنا چاہیئے اور اس غرض سے آپ طائف تشریف لے جاتے ہیں۔ لیکن طائف میں آپ پر جو کچھ گزری اسے مشکل ہی سے روایات کے الفاظ کو ہم تک منتقل کر سکتے ہیں۔ نذیر بن حارثہ آپ کو مدحِ حال اور بہوش حالت میں طائف سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر شہر کے باہر پہنچا تے ہیں۔ یہ واقعہ ایسا تھا کہ جس سے گزرتے ہوئے آپ نے درد و کرب کے اس آخری نقطہ کو چھو لیا یہ گویا کہ آپ کا آخری امتحان تھا۔ قانونِ الہی کے تحت ناگزیر تھا کہ اب نئے دور کا آغاز ہو اور ظلم و سحر کی بشارت دی جائے۔ یہی بشارت دینے کے لئے آپ کو معراج سے سرفراز کیا گیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اہلِ کاہنہ ترین اعجازِ زیدین کے لئے اپنے دربار میں طلب کیا اور دینِ الانسانی کی تحریک و فلاح کے اہدائے آخری و عالمی کو یہ سعادت دی گئی کہ وہ اس تحریک کے بڑے و پریمہ مرکز بیت المقدس کے محراب کے پھر وہاں سے عالم بالا کو پروا کر کے اسلام کے سابق قائلین سے ملاقات ہو۔

اسراور حقیقتِ ہجرت کی عظیم الشان واقعہ کی تہذیبِ محمداً۔ اب اسلام کی اجتماعی زندگی کا دور شروع ہونے والا ہے جو کامنوں اور کامیابیوں سے ہم پور ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ازا جہاد تا انتہا ہجرت مدینہ کے ہی اسراور طائف کا ذکر ہے اسراور کا ذکر شد و ہدایت کے اصول کا بیان اور درمیان میں بنی اسرائیل اور اہم ہاتھ اور ان کے انبیاء و رسل کے تبلیغی واقعات اور داستانِ عبرت کو پیش نظر رکھ کر واضح کر دیا۔ "جَاءَ الْفَحْشَ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" (۸۱)۔ حق آگیا، (جو) رگھو (میں) بے باطل ہو

اور باطل دم دہا کر جاگنے والا ہے اور باطل تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے۔

وَأَنَّ كَادُ الْيَسْفَرُ وَنَكَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْرِجُونَ مِنْهَا وَادَّ لَا يَلْبَثُونَ خَلْقَكَ إِلَّا قَلِيلًا (۸۲) اہل مکہ اب آپ کو مکہ سے نکال دینے کے درپے ہوں گے مگر آپ کو نکالنے کے بعد یہ لوگ خود بھی زیادہ دیر تک امن و چین سے رہ سکیں گے اور آپ کو ہدایت کر دی گئی "وَقُلْ رَبِّ أَدْنِي مَذْخَلٌ صِدْقٍ وَأُخْرِي مَعْجِزٌ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا" (۸۳)۔ اور آپ یوں دعا کیے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچا اور خوبی کے ساتھ بے جا نیو۔ اور کچھ لوگوں کے پاس سے ایسا غلبہ و محبوب جس کے ساتھ نصرت ہو۔ گویا کہ بشارت دی گئی کہ ہجرت کے بعد کا دور غلبہ و کامرانی کا دور ہو گا۔

سورہ بنی اسرائیل کے آیت ۲۲ تا ۲۹ مسلسل کام میں اسلامی نظام کے بالکل ابتدائی اصول غطا کے لئے کران کو بنیاد بنا کر نیا معاشرہ اور نیا تمدن استوار کیا جائے گا اور اہی ایام میں یعنی واقعہ اسراء کے بعد سورہ یوسف نازل ہوتی ہے جس نے حدیث دیگران کے پر دے میں علمبردارِ حق کی بشارت دی اور مخالفین کے گھٹیا اور ظالمانہ طرزِ عمل سے آگاہ کر کے ان کا انجام ان کے سامنے رکھ دیا (۸۴) اور اب ہجرت کی تیاری شروع ہوتی ہے۔ نبوت کے گیارہویں سال مدینہ کے کچھ اشتغال میں کے ایک جھگڑے نے آپ سے مدد دینا بلانے (۸۵) دوسرے سال بارہ افراد نے اسلامی قومیت اور اخلاقی حدود

(۸۱) وَقَدْ، بنی اسرائیل، آیت ۸۱، ۱۵ - (۸۲) الْقُرْآن، بنی اسرائیل، آیت ۷۹ -

(۸۳) الْقُرْآن، بنی اسرائیل، آیت ۸۰ - (۸۴) اہلِ کثر، آیت ۸۰ - (۸۵) التفسیر، المغنی،

سورہ یوسف، جلد ۴، ص ۱۰۱ - (۸۶) القرآن، سورہ عبید، ص ۱۱ - (۸۷) طبری، لیون

قسم ۱ ص ۱۲۱ - جلد ۲، ص ۲۳۴ القاہرہ -

گئے کہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور اسی طرح سے وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے۔ لیکن فیصلہ نہ کر پاتے تھے مگر ان کے فیصلہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا، (اللہ اپنی تدبیریں کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے)

ان حالات میں حضرت ابو بکر اجازت طلب کرتے ہیں کہ وہ بھی مدینہ ہجرت کر جائیں لیکن آپ نے فرمایا "لا تعجل لعل اللہ یجعل لک" (صحابہؓ) جلدی نہ کر شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی سہاٹی پیدا کر دے اور متعدد بار اجازت طلب کرتے ہیں لیکن آپ یہی جواب دیتے "علی س مسلک" ذرا سہولت سے کام لے جلدی نہ کرو (۹۰)۔ مکہ میں اب کوئی باقی نہ تھا اسلئے حضرت ابو بکرؓ کو امید ہوئی کہ اس سے مراد خود آپ کی ذات ہے اس غرض کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا فی عرصہ سے دو اونٹیاں خرید چکے تھے اور انہیں اپنے گھر میں چار ڈالنے رہے تاکہ قریش کو اس کی اطلاع نہ ہو اور سفر ہجرت میں کام آئے (۹۱)۔ لیکن انتظار کی مدت کافی طویل ثابت ہوئی اور چار ماہ گزر گئے (۹۲) اور سرور ان قریش کی ایک جماعت نے مجلس شوریٰ کی اور آپ کو مزید رسائی کے درپے ہوئے لیکن جبرائیل علیہ السلام ہجرت کا حکم لے آئے مدینہ آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورہ انفال نازل فرمائی۔ اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا "وَيَعْبُدُونَ وَيَسْكُرُونَ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الْعَاكِفِينَ" اور اس دن کا نام ہی یوم الزمۃ پڑ گیا اس روز آپ کے خلاف سازش کی گئی تھی اور ان سروران قریش کے انہیں ارادوں کی خبر

کے تحفظ کی ذمہ داری اپنے سر لی (۹۶) پھر حج کے موقع پر سرسبز افراد نے رات کی تاریکی میں ایک مجلس میں بیان باندھا اور آپ کا ہجرت کر کے مدینہ جانا ہے ہوا اور آپ نے یہ واضح کر دیا کہ ہجرت مدینہ ہی ہوگا "وَقَالُوا هُمْ حَتَّى لَا تُكُونَ فَتَنَةً وَيَكُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّهِ" (۸۷)۔ نازل ہوا۔ آپ مسلمانوں کو مدینہ جانے کا حکم دیتے ہیں اور اپنے سامنے آہستہ آہستہ مسلمانوں کو رخصت فرماتے ہیں۔ محلے خالی ہوئے گئے مگر انسان ہوتے چلے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ اجازت طلب کرتے ہیں لیکن آپ منع فرماتے ہیں۔ آپ ایک واضح سنت چھوڑنا چاہتے تھے کہ آئندہ جب بھی ہجرت ہوگی تو ان کے خاندان اور رہبر کو چاہئے کہ پہلے دارالہجرت کا انتظام کر کے تمام مسلمانوں کو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت تحفظ والے منتقل کرے۔ پھر خود اپنے نائب اور معاون کے ساتھ ہجرت کرے اور مسلمانوں کو دشمن کے رحم و کرم پر نہ چھوڑے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وسلم اگر خود پہلے تشریف لے جاتے تو مکہ مسلمانوں کا مذبح بن جاتا۔ اہل مکہ یہ سوچتے کہ ان کا مذبح کہ جسے خلاف معاذتیا رکھتے ہیں اب اگر ان کو جانے دیا جائے گا تو یہ بھی وہاں جا کر عباسی خلافت میں ڈال دینی شرک ہو گئے اس لئے پہلے ہی سے ان کا کام تمام کیوں نہیں کیا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ آئندہ آنے والی نسلیں یہ الزام دیں کہ اپنی جماعت کو دشمن کے زمرہ میں دیکر خود اپنے دست راست کے ساتھ بھلائی مکہ سے بھاگ گئے۔ "وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الْمَاكِرِينَ" (۸۸)۔ قریش مکہ اب سوچنے لگے اور تدبیریں کرنے

(۸۹) سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۳۸۴۔ (۹۰) ریاض المفرد، جلد ۱، ص ۱۱۔

(۹۱) سیرت ابن ہشام، قسم ۱، ص ۳۸۴، ۳۸۵۔ (۹۲) ریاض المفرد، جلد ۱، ص ۱۱۳۔

بخاری، کتاب التہجد، ص ۳۸۸۔ تاریخ طبری، جلد ۴، ص ۲۴۵ القاہرہ

(۹۶) ابن ابی بکر، قسم ۱، جلد ۱، ص ۱۲۵ القاہرہ، جلد ۱، ص ۱۲۵ القاہرہ، جلد ۱، ص ۱۲۵ القاہرہ

(۸۹) القرآن، الانفال، آیت ۳۰، پ ۹۔

غار کا قصد فرمایا جو مکہ کے نشیبی (جنوبی) جانب ہے اور آپ دونوں اس میں داخل ہو گئے (۹۵)

آپ کے پاس اہل مکہ کی امانتیں تھیں جن کا واپس کرنا بھی ضروری تھا اگر آپ خود واپس فرماتے تو راز فاش ہوئے کہ خطہ تھا اس لیے حضرت علی کو ان کی امانتیں واپس کرنا ہیایت فرمادی (۹۶) اور آپ نے اہل و عیال اور حضرت ابوبکر کے اہل و عیال کو بھی راز فاش ہونے کے خطرے کے پیش نظر مکہ میں حصر کیا (۹۷) تاکہ دشمن کو آپ کے جانے کا شبہ نہ ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ وَفَعَلُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ کے الفاظ سے بیان فرماتے ہیں۔ آپ نے مخفی نگاہ ڈالی تھی کہ مکہ سے خطاب فرمایا، خدا کی قسم تو اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑھ کر محبوب اگر مجھے یہاں سے نکال دے گا تو میں کبھی نہ نکلتا (۹۸)۔

**غارتوں میں قیام** رات کے وقت آپ دونوں غار کے پاس پہنچے ابوبکر پہلے اندر گئے

غار کو دیکھا بھلا اور ٹھٹھا کر کہیں اس میں درندہ یا سانپ نہ ہو اور آپ کا ایذا پہنچائے عجب حضرت ابوبکر نے اطمینان کر لیا تو آپ ان کے بعد غار میں داخل ہوئے (۹۹)۔ رات کے وقت آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ میں نے ایک سوراخ دیکھا ہے اور مجھے خوف ہے کہ اس میں کوئی موذی موجود نہ ہو اور ہمیں نقصان پہنچائے حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ کہاں ہے اور آپ کی نشان دہی کے بعد حضرت ابوبکر نے اس کو بند کر دیا تو آپ نے فرمایا ”رحمک اللہ من صدیق، صدقتی حین کذب النّاس ونصرتی

(۹۵) تاریخ طبری، جلد ۱، ص ۲۴۴، ۲۴۵ (۹۶) تاریخ طبری، جلد ۱، ص ۲۴۴، ۲۴۵

(۹۷) تاریخ طبری، جلد ۱، ص ۲۴۵، ۲۴۶ (۹۸) ترمذی، جلد ۲، ص ۲۲۲، ۲۲۳

(۹۹) سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۴۹۴

بن اسرائیل کے آیت وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ الْاٰی میں اللہ تعالیٰ آپ کو بچے دے چکے تھے (۱۰۳)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے مگر تشریف لے جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ دن کے دونوں وقتوں میں سے کسی ایک وقت صبح یا شام تشریف لاتے لیکن اس روز آپ ہمارے پاس دوپہر کو تشریف لائے جو آپ کے معمول کے خلاف تھا۔ جب ابوبکر نے دیکھا تو کہا، بیکس اہم بات کے آپ اس وقت تشریف نہیں لاسکتے ہیں۔ آپ اندر تشریف لائے، ابوبکر اپنے تخت سے ہٹ گئے اور آپ تشریف فرما ہوئے، آپ نے فرمایا اخرج عني من عندك، جو لوگ آپ کے پاس ہوں انہیں ہٹا دو، حضرت ابوبکر نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں صرف میری لڑکیاں خاتونہ اور اسماء ہیں اور ان کے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ”ان اللہ اذن لی فی الخروج والهجرة“ اللہ تعالیٰ نے مجھے نکل جانے اور ہجرت کی اجازت دے دی حضرت ابوبکر کہنے لگے الصحبہ یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا الصحبہ ہاں تم بھی ساتھ رہو گے (۱۰۴)۔

## ہجرت

غرض قریش مکہ آپ کو قید کرنے یا قتل کر ڈالنے یا خارج کرنے کی نینوں لہروں میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے خود تیسری راے پر اپنا فیصلہ صادر فرمادیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر (جو آپ کے دست راست تھے) کے مگر تشریف لے گئے مگر کچھ بچے کی کھڑکی سے دونوں نکلے، کوہ ثور کے ایک

(۱۰۳) تفسیر ابن کثیر، الانفال، آیت ۱۳، ۱۴۔ (۱۰۴) سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۴۹۴

طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۷۴، طبری، جلد ۲، ص ۲۴۵، ۲۴۶

قیام فرمایا (۱۰۲) اس دوران حضرت ابوبکرؓ کے فرزند عبداللہؓ دن میں لوگوں کی باتیں سن کر شام کو آپ کو خبر پہنچا دیتے تھے۔ حارث بن ہشیرہ حضرت ابوبکرؓ کو آزاد کر دے غلام دن بھر کراہیں چراتے اور شام کو غلام کے پاس سے آیا کرتا، اسے انت الی کر شام ہی کے وقت کھانا لے آیا کرتی (۱۰۳)۔ جب لوگوں کی بے چینی آپ دونوں کے متعلق جاتی رہی اسے جس شخص کو حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت پر پھر کیا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کے دونوں اونٹ اور اہل اونٹ نیکر آیا اور آپ کی خدمت میں حضرت ابوبکرؓ نے دونوں اونٹیاں پیش کیں اور جو بہت سی سکھ سواری کے لئے آگے اور پیچھے کی ذلک ابی وامی سواری پر تشریف فرما ہوں، لیکن آپ نے فرمایا انی لا اركب بعدا لیس لی، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا آپ کا نذر ہے، فرمایا لا ولكن مال الشمن الذی ابتعتها، حضرت ابوبکرؓ نے قیمت بتا دی اور آپ نے اسی قیمت پر خرید لیا اور پھر آپ دونوں سواری پر کھڑا نہ ہوئے اور حارث بن ہشیرہ کو خدمت کے لئے ساتھ لیا (۱۰۴)۔

حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے کہ دارالندوہ میں قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنا رہے ہیں اگر خدا نخواستہ وہ آپ پر قابو پا لیتے تو ابوبکرؓ بھی قتل ہوتے اور جو سزا آپ کو دی جاتی وہ ابوبکرؓ کو بھی پڑتی لیکن ان عوامل کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ میں تکلیف اور جان لیوا آفات سے بھی آپ کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی۔ حزن و غم آپ کے بابت تھا ابوبکرؓ کی جان چلی جائے لیکن آپ پر کمر لیا پہنچے نہ آئے پاسے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صدیق اور آل صدیق پر پورا اٹھا دیا۔ ہجرت کے پرے واقعات آل صدیق پر عیاں تھے اور آپ کی امداد کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ کفار کی سازشیں اور آفات کے اعلان کا لہر علم رکھنے کے باوجود جب آل صدیق کی ایک مجلس (۱۰۵) تقیہ ابن کثیر، الانفال، آیت ۳۰، ۳۱، ۳۲ - (۱۰۳) سیرت ابن کثیر

جلد ۱ ص ۵۸۵ - تاریخ طبری، جلد ۱ ص ۳۴۶ - (۱۰۴) سیرت ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۸۶ - طبری، جلد ۱ ص ۳۴۷ - القاسمی -

حين خذلني الناس وأمنت في حين كفر بي الناس وأنسنت في وحشتي فامى منه لاحد على مثلك (۱۰۰) اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، ایسا صدیق تم نے میری اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے تکذیب کی اس وقت مدد کی جب لوگوں نے مجھے رسوا کیا اس وقت ایمان لائے جب لوگوں نے میرا انکار کیا اور تنہا میں تم نے میری غمگساری کی، تم جیسا اور کون کسی کے لئے کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "الَّذِينَ كَفَرُوا فَقَدْ قَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِي أَثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُودِهِ لَمَّا تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۚ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" (۱۰۱)

مدینہ میں صحابہ سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرماتے ہیں اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد اس وقت کیجے جس جبر کا فزوں نے آپ کو سلا وطن کر دیا تھا۔ جب دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غامض تھے۔ جب آپ نے اپنے ہمراہی سے فرمایا کہ تم حزن نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی سکینہ نازل فرمایا اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا فزوں کی بات پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کا قول بالا را واللہ زبردست حکمت والا ہے۔

غرضی مشکینہ آپ کے گھر کی چمکیا رہی کرتے ہے آپ نے تم دن ملازمین

تو کی اسما بنت ابی بکر سے پوچھا جاتا ہے ، اے ابوبکر کی بیٹی تیرا باپ کہاں ہے؟  
تو جواب دیتی ہیں ، واللہ میں نہیں جانتی کہ میرا باپ کہاں ہے ، ابوجہل ان کے  
منہ پر عتقڑا رہا ہے اور اونکھیلے کر آل ابوبکر سے خیر کی توقع نہیں (۱۰۵)۔  
اس کے ساتھ حضرت ابوبکر اپنا پورا مال اپنے ساتھ لے جاتے ہیں لیکن  
آل ابی بکر کے انقباض استغفال میں مجال ہے کہ فرقی آجائے۔ یہ واقعہ حضرت  
صدیق کی جنگی ایمان ، کمال اقتدار ، تسلیم و فدایت کا بین ثبوت ہے اور اس  
میں آل ابی بکر بھی برابر کے شریک ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے تعدد ایسے اشخاص  
کے حالات و واقعات کا علم ہوتا ہے جنہوں نے اپنی جائیں اپنے سرداروں اور  
بادشاہوں پر قربان کر دیں اور انکھالیے زعماء ہیں جن کو ان کے متفقین تقدیر  
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انھیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں لیکن  
ابوبکر اور آل ابی بکر نے جو نمونہ پیش کیا وہ ان سب سے جدا گانہ حیثیت  
کا حامل ہے اور اس ایشاد و قرآنی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔  
حضرت ابوبکر نے رفاقت کو اس درجہ کمال کے ساتھ انجام دیا کہ اللہ تعالیٰ  
ثانی اثنتین ارجھا فی انقار سے ذکر فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
حملنی الی دار الہجرۃ (۱۰۶) کے الفاظ سے حضرت ابوبکر کی مدد فرما  
ہیں اور تمام مسلمانوں میں انکوشاع کیا۔ حضرت ابوبکر تمام دل و دماغ اور آپ  
کی روح خالص اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھی۔ عقیدہ اور ایمان کا جب سوال  
درپیش ہوتا تو نہایت سخت ہو جاتے اور اسی جذبہ ایمانی نے آپ کو روحانیت  
کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچا کر صدیقین کے زمرہ میں شامل کیا۔

**مدنی زندگی** | غار ثور سے روانگی کے وقت حضرت اسماء بنت ابی  
ابوبکر توشہ دان لے کر آئیں مگر اسے رسی سے بانڈھنا

(۱۰۵) سیرت ابن ہشام ، جلد ۱ ص ۸۶۶ تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۴۷ (۱۰۶) من علی بن ابی طالب  
جلد ۱ ص ۲۴۷ (۱۰۷) تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۴۷ (۱۱۰) المستدک ، الحاکم ،  
باب معروفہ الصغیر ، جلد ۳ ص ۴۳۔

بجول گئیں۔ جب آپ دونوں حضرات توشہ دان لٹکانے لگے تو دیکھا کہ سبز منہ میں  
ہے۔ حضرت اسماء نے فوراً پٹنفاق (کر بند) کھولا اور اس سے توشہ دان باندھ  
دیا۔ اس واقعہ کو جسے ان کو ذات النطاقین کہنے لگے۔ حضرت اسماء کا  
بیان ہے کہ تین دن تک یہی معلوم نہ ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر  
کہاں گئے ، پھر اسفل مکہ سے ایک جن کے اشعار کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آپ مدینہ  
تشریف لے گئے (۱۰۷) اور ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن شجک و بیہر کے وقت  
قبل زوال آپ قبا میں عمویہ عوف کے پاس پہنچے (۱۰۸) حضرت صدیق قریباً ایک  
ہم مرتے۔ زیادہ تر صحابہ جنہوں نے اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں  
دیکھا تھا۔ آپ اور حضرت ابوبکر میں تیز نہیں کر سکے ، جب درخت کا سایہ بنا ہوا  
اور حضرت ابوبکر اٹھ کر اپنی چادر آپ پر تانے میں لوگوں نے آپ کو کشتافٹ کیا (۱۰۹)  
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مستقل طور پر قیام فرمایا اور حضرت  
ابوبکر یہاں آپ کے دست راست بنے رہے اور سایہ کی طرح بھی آپ نے جہان  
ہوئے اور آپ نے حضرت ابوبکر کو جن خصوصیات سے نوازا فرمایا صحابہ میں ان  
کے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہوئیں۔ "عن سعید بن المسیب قال  
کان ابوبکر الصديق من النبي صلى الله عليه وسلم مكان  
الوزير وشاورة في جميع اموره وكان ثانيه في الاسلاف  
وكان ثانيه في الغار وكان ثانيه في العرش يوم بدر  
وكان ثانيه في القبر ولم يكن رسول الله صلى الله عليه  
وسلم يقدم عليه احدا (۱۱۰)۔ حضرت ابوبکر الصديق کو بھی

(۱۰۷) سیرت ابن ہشام ، قسم ۱ ص ۸۶۶ تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۴۷۔ (۱۰۸) تاریخ  
طبری جلد ۱ ص ۲۴۷ (۱۰۹) تاریخ طبری جلد ۱ ص ۲۴۷۔ (۱۱۰) المستدک ، الحاکم ،  
باب معروفہ الصغیر ، جلد ۳ ص ۴۳۔

اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ ابوبکر سے مشورہ کر لیا کرو، چنانچہ آپ رات کے وقت امورِ مسلمین میں حضرت ابوبکر سے ہمیشہ مشورہ لیا کرتے تھے (۱۱۲) اور حضرت ابوبکر کا مشورہ درست بھی ہوا کرتا تھا۔

**غزوہ بدر** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳ سال مکہ میں تبلیغ فرما چکے تھے لیکن وہاں مکہ کی سرزمینِ اولادِ خاتم

ریاست کے قیام کے لئے سازگار نہ تھی اور آپ نے مدینہ ہجرت فرما کر ایک اسلامی ریاست کی تشکیل (جسکی ابتدا آپ نے طاقت سے واپسی کے بعد بیعت عقبہ کے ذریعہ شروع فرمائی تھی۔ لیکن قریش مکہ نے یہاں بھی آپ کو چرن سے بہنے نہ دیا اور آخر کار یہاں کے موقوفہ پر آپ کے پاس اطلاع پہنچی کہ قریش کا لشکر زور شور اور دھوم دھام سے آ رہا ہے۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا اور حضرت ابوبکر نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر نہایت عمدہ تقریر کی اور آپ کے اقدام کی تائید و تصدیق کی (۱۱۳) اس کے بعد جب آپ کے لئے سامانِ کھجور کی بٹھنوں سے تیار کی گئی تو سعد بن معاذ و روافیہ پر کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکر مدینہ آپ کے ساتھ مشیرِ خاص، دفائی مشیر اور محافظ کی حیثیت سے اس سامان میں داخل ہوئے (۱۱۴) حضرت علی اپنے دورِ اقامت دار میں لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ بدر کے دن سوائے ابوبکر کے ہم میں سے کسی کی ہمت نہ تھی، لیکن ابوبکر تنگیِ قوارِ اہم میں لیکر کھڑے ہو گئے اور کسی کو آپ تک جھٹکنے دیا اور اگر کوئی آپ پر حملہ آور ہوتا تو ابوبکر جھپٹ پڑے اور حملہ کر دیتے (۱۱۵) اور جب عبدالرحمن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ میدانِ جنگ میں اترے اور مقابلہ کو بکار لے گئے تو حضرت ابوبکر خود میدان میں ان کے مقابلہ کے لئے نکلے لیکن آپ نے

صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صحابی خاص کا درجہ حاصل ہو چکا تھا، تمام معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اسلام میں دوسرے تھے اور فارار میں بھی دوسرے تھے اور قریش میں بدر کے دلی بھی دوسرے تھے اور قرین میں بھی دوسرے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر پر کسی کو ترجیح بھی نہیں دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے سیاسی امور میں ہتھکڑ کرتے اور اپنے عام و خاص معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے لیکن حضرت ابوبکر اس شرف کے علاوہ مزید خصوصیات سے بھی ممتاز تھے اور صحابہ کسریٰ و قسیر اور غاشی کے خاک میں جا چکے تھے اور وہاں کے حالات سے واقف تھے۔ وہ حضرت ابوبکر کو آپ کا وزیر کہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجے گا ارادہ کیا تو صحابہ سے جن میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، اسید بن حنیفہ موجود تھے مشورہ فرمایا اور حضرت ابوبکر کے عرض کرنے پر کہ اگر آپ مشورہ طلب نہ فرماتے تو ہم کو نہ کہتے، آپ نے ارشاد فرمایا۔ اِنِّی فِیْہَا لَمِیْوُج الِیْ کَا حَکِم۔ جن امور میں مجھے وحی نہیں کی گئی تم جیسا ہوں اس پر ہدایت نے اپنی رائے پیش کی اور حاضری سے ارشاد فرمایا کہ تمہارا کیا رائے ہے حضرت معاذ نے حضرت ابوبکر کے رائے سے اتفاق کیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اِنَّ اللّٰہَ یَسْکُرُ فِی السَّمٰوٰتِ اِنَّ یَخْطَاہُ اَبُو بَکْرٍ فِی الْاَرْضِ، اللہ تعالیٰ عرش پر اُس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر سے زمین پر غلطی کا ارتکاب ہو (۱۱۶)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے مشورہ کو پسند فرماتے اور دوسروں پر ترجیح دے دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا

(۱۱۲) الریاض النضرہ، جلد ۱ ص ۱۱۳، شروع الحرب، ص ۳۳، ابن ہشام، جلد ۱ ص ۶۱۵۔

(۱۱۳) سیرت ابن ہشام، جلد ۱ ص ۶۲، شروع الحرب، ص ۵۳۔ (۱۱۵) الریاض النضرہ،

سبوحی، ص ۳۳۔ ریاض النضرہ، جلد ۱ ص ۱۶۵۔

(۱۱۶) اصحاب ابن جریر، ذکر عبدالرحمن عثمان، جلد ۲ ص ۳۔ ریاض النضرہ، جلد ۱ ص ۱۴۴۔

بیدار ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں، ابشر یا ابابکر! اناک نصر اللہ هذا جبرئیل اخذ بعنان فرس یقوده علی منایہ النقع یعنی الغبار (۱۱۶) اے ابوبکر! خوش ہو جا کہ تباہی رب کی مدد آئی، یہ جبرئیل اپنے گھوڑے پر سوار غبار اُڑاتے ہوئے آئے ہیں اور سیھنوز الجمع و دیولون الذبیر کا دورہ کرتے ہوئے آپ سامنا بن سے باہر شریف لاتے ہیں، جبکہ برقی ہے اور شمس شکست فاش ہے دو چار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے دل کو ٹھنڈا اور چہرہ کو روشن فرماتا ہے اور جب قیدی لائے گئے تو آپ صحابہ سے مشورہ فرما کر حضرت ابوبکر کی رائے سے اتفاق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں، ابوبکر حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم کے مثل ہیں۔ حضرت عیسیٰ قیامت کے دن عیسیٰ کہے گئے، "اِنَّ تُعَذِّبُهُمْ فَاهُمْ عِبَادُكَ" وَاِنْ تَعْفُو لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (۱۱۷) اور حضرت ابراہیم نے یہ دعا فرمائی تھی، "فَمَنْ يَنْعِنِيْ فَاِنَّهُ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ عَقُوْرُ الرَّحِيْمِ" (۱۱۸)۔

ابوبکر کی شان مجرموں سے نئی اور شیر پرستی کرنے اور مغفود و گروہ کے پیام لے جانے میں ایسی ہے جسے ہر فرشتوں میں میکائیل کے بعد کوہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور صفائی کا پیام دیکر نازل ہوتے ہیں (۱۱۹)۔ حضرت ابوبکر کی رائے سے صرف اتفاق بلکہ پسند فرماتے ہیں اس کے مطابق عمل فرماتے ہیں اور قیدیوں سے فدیہ لے کر کہہ دیتے ہیں طوع بنی النبی برائتہ کے لئے بہت بڑا احسان فرمایا اور نبی اللہ تعالیٰ کا منشا یہ بھی تھا۔ لَوْلَا كَتَبَ مِنْ اللّٰهِ سَبَقِيْ لَمَسْكَنَةٍ

منع فرمایا کہ اپنی تلوار رکھ دو، متعنا بنفسك یا ابابکر، ابوبکر عیسیٰ کی ذات سے فائدہ اٹھانے دو (۱۱۶)۔ "وَاِذْ يَبْعَثُكُمْ اللّٰهُ لِاِخْدَى الطّٰقَاتَيْنِ اَنْهٰ اَلْكَفَرُ"۔ (۱۱۷) اور تم لوگ اس کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کو مدعو کیا تھا۔ اس مدعو کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرمایا کرتے تھے، "سیدروا وابشروا فان اللہ قد وعدنی احد الطّٰقَتَیْنِ واللہ لکان الان انظر الی مضارع القوم" (۱۱۸)

اس بنا پر عام طور سے صحابہ کا یہ خیال تھا کہ اعدا الطّٰقَتَیْنِ سے مراد وہ جماعتی قافلہ ہے جو حضرت ابراہیم کی کراہی سے تھے اور جس پر قبضہ کرنے کے لئے ہم لوگ نکلتے ہیں لیکن تفسیر یعنی جنگجو لشکر سے مدد نہیں ملتی تو صحابہ میں گمراہی پیدا ہوئی، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں دست بدمائیں اور فرماتے ہیں، اللّٰھم اِنی اشدک عھدک و وعدک، اللّٰھم ان شئت لم تعقد، جس مدد کی آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اسے اللہ! اس کو اپنے فضل و کرم سے اب بھیج دے اور اے اللہ! اگر آپ ان کا نوا اور مشورہ کو اس قبول فرمائی جس جانت پر غلبہ دے دینگے تو سارے عالم میں شر ہی شرک پھیل جائے گا اور آپ کا دھچکا دھچکا نہ ہو سکے گا اس طرح تفسیر و زاری کرتے ہوئے بہت دیر ہو گئی کہ فرمایا بالکل چڑھ آئے اور کچھ مسلمان شہید بھی ہو گئے۔ حضرت ابوبکر سامنا بن آپ کے ساتھ موجود تھے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ بس کیجئے اور آپ گمراہ نہیں، واللہ! آپ کی اللہ تعالیٰ فرمودہ مدد کرے گا اور سرت سے آپ کے دل کو ٹھنڈا اور چہرہ کو روشن فرمائے گا۔ اسی میں آپ پر نمودگی آگئی تھی، ابوبکر کہنے سے

(۱۱۶) سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۶۴۷ - شروع الحسب، ص ۶، ۸۸ - (۱۱۷) قرآن، السائدہ

آیت ۱۱۸ - (۱۱۹) قرآن، ابراہیم، آیت ۳۶ - (۱۲۰) شروع الحسب، ص ۱۲۷ -

(۱۲۱) قرآن، الانفال، آیت ۶۸، پ ۱۰ -

(۱۱۶) المستدرک للریح، جلد ۳ ص ۷۴ - (۱۱۷) القرآن، الانفال، آیت ۷، پ ۹ -

(۱۱۸) سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۶۱۵ -

## غزوة اُحد

بدین شکست فاش کا بدلہ لینے کے لئے مشرکین کو بہت بھڑا رہا۔ ایک سال بعد اُحد کے مقام پر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے پہنچے۔ مسلمانوں کے ذرا سی غلغلے کی وجہ سے خالد بن ولید عقب سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسلمان تتر بتر ہو گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ایک مقام پر ایک ساتھ جمع فرمایا جہاں خالد بن ولید کے حملوں نے کان مغموظ ہو گئے اور نہایت کوہمت اور استقلال مزاجی سے نہایت شاندار فتح سے بدل دیا اور کتب تاریخ میں تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر نے غزوات میں کوئی غزوہ نہیں جھیڑا اور یوم اُحد اس وقت ثابت قدم رہے جبکہ دوسرے لوگ شکست کھا گئے (۱۲۵)۔

حضرت ابوبکر نے اسی طریقہ کار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنا ایک زبردست انقلاب کو جو آپ کے وفات کے بعد قیصر و کسریٰ کی سازش اور یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت سے رونما ہوا تھا نہ صرف دبا بلکہ تمام مشرکین اور باغیوں کو اپنا معاہدہ بنا کر ان کی مدد سے قیصر و کسریٰ کے غصہ عزائم کو خاک میں ملا دیا اور شکست پر شکست دے کر اسلامی افواج کو قیصر و کسریٰ کے دروازوں پر کھڑا کر کے ان کو مبادا کے لئے دستک دینے لگے اور ان کے ٹھکانوں میں اسلامی ریاست کی مہیت بٹھادی اور خون کی وجہ سے کانپنے لگے۔

## صلاح حدیبیہ

۶۲۸ء مطابق ۶۲۸ء ماہ ذیقعدہ روز شنبہ کو آپ چودہ سو صحابہ کے ساتھ اُدّا بنے طبرہ کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ اشرہ خرم ہوئے کی وجہ سے آپ کا خیال خاکہ قرین آپ سے تعرض نہیں کر سکتے لیکن غدر پر اشتباہ پر جاسوس نے اگر خبر دی کہ قریش کو آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ قابلِ عرب کو جمع کر کے مقابلہ کی تیاریاں

فَیَمَّا أَخَذَتْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۱۲۳) اگرچہ جنگی شان یہ تھی ہے کہ جب جنگ نہیں میں اچھی طرح فوجیں کر کے فساد فی الارض کو دفع نہ کر لیں قیدیوں کو فدیہ نہ کر نہیں جھوٹا کیونکہ جنگی کی غرض سال و اسباب نہیں ہوتا بلکہ آنیت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ پہلے سے متحد ہو چکا تھا اور وہ یہ تھا کہ تم فدیہ نہ کر قیدیوں کو رہا کر دو گے تاکہ کشمکش جی فساد انسانی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات باعث رحمت ہو اور آپ رحمت للعالمین ہوں اسلئے یہ فیصلہ فیصلہ صبح تھا اور جو عذاب فدیہ کے اختیار کرنے میں تم لوگوں پر نازل ہوتا وہ تم لوگوں سے دور کر دیا گیا۔  
”فَلْکُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا وَلَا حَلَالًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ (۱۲۴)۔ سوچو کہ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے غصے والے اور بڑی رحمت والے ہیں۔

ان قیدیوں میں عباس کے علاوہ اور ایسے لوگ بھی موجود تھے جو آئندہ جبل کو مسلمان ہونے والے تھے۔ اس لئے فساد فی الارض کا احتمال نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت ابوبکر کے مشورہ کے صاحب ہونے کو بیان فرمایا وحی کی غرض و غایت صرف ابوبکر صدیق ہی سب سے پہلے سمجھ چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی رائے کی تائید میں مثالیں دے کر صحابہ کو مطمئن کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور بعد میں مذکور آیات نازل فرما کر تاقیامت حضرت ابوبکر کے رائے کے صاحب ہونے پر ہم شہرت کردی گئی اور جنگی قیدیوں پر تاقیامت احسانِ عظیم کیا گیا جنگی قیدیوں سے متعلق یہ دنیا کا پہلا قانون ہے جو اسلام نے حضرت ابوبکر کی رائے سے نافذ کیا۔

کہتے ہیں واللہ اگر مجھ پر تمہارا احسان نہ ہوتا تو میں اس سخت کلامی کا مفروضہ جواب دیتا (۱۶۹)۔ حضرت ابو بکر کے اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ عروہ نے قریش سے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکتبت اور آپ کی مدد و نصرت کے لئے مصالحت کر لی۔ بیان کی اور قریش کو صلح پر آمادہ کیا اور آخر کار تحصیل بن عروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح نامہ لکھنا قرار پایا (۱۷۰)۔ صلح نامہ میں شرائط طبع پر اختلاف پیدا ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے بعض ایسے شرائط کو منظور فرمایا جو بنی ہاشم پر مسلمانوں کے شان کے خلاف تھے۔ حضرت عمرؓ کا خونِ حیات مجروح میں آئے آپ کے پاس آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ کیا آپ بنی نہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے؟ آپ نے فرمایا عقیقتاً میں اللہ کا بنی ہوں اور ہم حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں تو پھر کیوں دینی معاملہ میں نیچی کھائیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا، اللہ میری مدد کرے والا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کہتے ہیں کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا کیوں نہیں گھر گیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ عمرؓ نے بنی نہیں، آپ نے فرمایا بس جہتِ حیات اللہ میں آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے لیکن حضرت عمرؓ آپ کے پاس سے اٹھ کر حضرت ابو بکر کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اے ابو بکر کیا یہ بنی اللہ کے برحق نہیں ہیں اور کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا کیوں نہیں اس پر عمرؓ کہتے ہیں پھر تم کیوں دین کے معاملہ میں نیچی کھائیں اس پر ابو بکر فرماتے ہیں۔ ایہا الرجل، انہ رسول اللہ و لیس یحیی ربہ و هو ناصرہ فاستمسک بالجزء فواللہ

(۱۶۹) بخاری، جلد ۱، ص ۷۸-۳، سیرت ابن ہشام، جلد ۳، ص ۲۱۳-

(۱۷۰) سیرت ابن ہشام، جلد ۳، ص ۳۱۷-۳۱۸، بخاری، جلد ۱، ص ۲۷۹-

کر رہے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا اور لوگ مختلف اترائے ہوئے کر سکروالوں سے قتال کریں یا نہ کریں، لیکن حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں جنگ یا قتال ہمارا مقصد نہیں ہے لہذا ہم بیت اللہ کی زیارت کو اپنا مقصد سمجھتے ہوئے عروہ آگے بڑھتے رہیں گے اور جب حاجت خواہ خواہ سدا ہوگی اس سے مجبوراً اڑنا پڑے گا۔ آپ نے مدینہ کے مشرک کو پسند فرمایا اور حکم دیا، "امضو علی اسمہ اللہ" اللہ کے نام سے چل پڑو (۱۷۱)۔ لیکن مشرکین مانع ہوئے مقامِ حدیبیہ پر پہنچ کر آپ نے قاصد کے ذریعہ پیغام بھجوایا۔ آخر کار جبکہ چند سردار بغرض صلح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں عروہ بن مسعود ثقفی بھی تھے۔ ان کا حضرت ابو بکر کے ساتھ مذاکرہ ہوا اور ایک موقع پر عروہ کو ابو بکر نے حجرِ مکہ دیا تاکہ مسلمانوں کی قوت ظاہر ہو (۱۷۲) عروہ بن مسعود آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہنے لگے، اے محمد! اجمعت اوشاب الناس کیا آپ نے مانجے آدمیوں کو جمع کیا پھر ارضی لے کر گئے ہوتا کہ اپنے قبیلے کو ان سے رک نہ پہنچاؤ، سو، قریش مع اپنی عورتوں اور بچوں کے نکل آئے ہیں چیتے کے کھانوں میں ملبوس ہیں ان شعلے سے انھوں نے غم کیا ہے کہ وہ آپ کو بزورِ مکہ داخل نہ ہونے دیں گے، اور اللہ کی قسم کل اگر لڑائی کا رخ بدلا تو یہ آپ کو چھوڑ جائیں گے۔

حضرت ابو بکر آپ کے پیچھے بیٹھتے تھے، کہا، أمصص بنظر اللات انحن تنکشف عنہ (۱۷۳) کہ کیا ہم لوگ آپ کو چھوڑ کر ہٹ جائیں گے، عروہ پر چپٹے ہیں اے محمد یہ کون ہیں آپ نے فرمایا ابو بکر بن ابی قحافہ میں، عروہ

(۱۶۹) بخاری، باب غزوہ الحبشیہ، جلد ۴، ص ۷۹-۱۲۷، بخاری، باب شرط فی الجہاد بعد البیت

(۱۷۲) بخاری، باب غزوہ الحبشیہ، جلد ۴، ص ۷۹-۱۲۷، بخاری، باب غزوہ الحبشیہ، جلد ۴، ص ۷۹-۱۲۷

قتل کیا، تو مقول کا سامان قتل کرنے والے کہے۔ ابو قتادہ یہ اعلان سنکر  
 کہنے لگے واللہ یا رسول اللہ! میں ایک مال واسباب والے کو قتل کر چکا ہوں اور  
 اس کے بعد میں جگہ کے قابل نہ رہا، اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ سامان کس نے  
 لیا ہے ایک شخص کہنے لگا، یا رسول اللہ! اس نے سچ کہا اور اس کا سامان  
 میرے پاس ہے آپ ابو قتادہ کو مار لیں اور وہ سامان میرے پاس رہے  
 دیں، ابو بکر صدیق نہایت غمزہ سے کہتے ہیں کہ ایک کید مذکورہ خدا کے نام پر  
 کر دینگے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق کی رائے سے اتفاق فرما  
 بیٹا ابو بکر نے سچ کہا، اور ابو قتادہ کو وہ سامان واپس دلایا (۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کلام وحی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے  
 ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ مُّؤْتٰی“ (۱۳۴)۔  
 اس آیت کی رو سے آپ کا یہ اعلان بھی وحی تھا اور ایک صدیق وحی کی تصدیق  
 سے کبھی جھگڑے نہیں رہ سکتا، ہر حال میں نبی کے قول و فعل کی تصدیق پر مامور ہونا  
 ہے اور نبی کے کلام کی غرض و غایت صرف ایک صدیق ہی سمجھ پا سکتا ہے اور اس کے  
 اور ان میں کبھی خفا نہیں کرتے اور حضرت ابوبکر کے امردین میں نہایت سخت  
 ہونے کی یہی وجہ تھی۔

## دین میں حضرت ابوبکر نہایت سخت تھے

یہودی ایک درگاہ بیت المقدس میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے انخاص  
 یہود کا مشہور عالم تھا اور ان کے ساتھ دوسرے عالم اشیع تھے اور ان دونوں  
 کے تفریق سے یہود جمع تھے حضرت ابوبکرؓ ان خیال سے کہ یہ تبلیغ کا بہت

انہ علی الحق۔ اسے شخص بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں اور میں رب کا نازل  
 نہیں کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ جاو اور آپ کے ہر کلام میں  
 واللہ وہ حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ بیت اللہ  
 کا طواف کریں گے۔ ابوبکرؓ کہتے ہیں کیوں نہیں جگر کیا آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم  
 اسی سال بیت اللہ کا طواف کریں گے، عمرؓ نے کہا نہیں، اب ابوبکرؓ کہتے ہیں  
 تو بیت اللہ میں تم آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

یہ وہ گفتگو ہے جو حضرت عمرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے  
 تھے اور پھر ابوبکرؓ سے اسی ناز زبان میں گفتگو کرتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور ابوبکرؓ کے جوابات میں مکمل تقابلی پایا جاتا ہے جبکہ ابوبکرؓ کو اس کا علم بھی نہ تھا کہ  
 آپؐ نے عمرؓ کو کیا جوابات دیئے ہیں۔ یہی شان مصداقیت ہے اور اس سبب سے  
 کو بعد میں پاکر اپنی نقلی کا احساس کرتے ہیں اور خود کہتے ہیں ”فعملمت  
 لذلک اعمالا“۔ اس جرأت کی وجہ سے میں نے کفار کے لیے مور بہت  
 سے نیک اعمال کئے (۱۳۱)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے لوٹ کر واپس  
 مدینہ آ رہے تھے کہ مکہ و مدینہ کے درمیان سوسہ فسخ نازل ہوتی ہے اور اس  
 صلح کو فسخ میں سے تعبیر کیا (۱۳۲)۔ حضرت ابوبکرؓ اس صلح کو فسخ الہی غرض و  
 غایت پہنچے ہی کچھ کہتے تھے اور نزول وحی سے قبل وحی کی تصدیق فرمادی۔ کامل  
 یقین اور کمال انقیاد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں  
 اور ہر کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ ہی حق پر ہیں اور جو معاملہ کیا ہے بالکل  
 درست اور صحیح ہے۔

**غزوہ حنین** | اس غزوہ کے موقع پر آپؐ نے اعلان فرمایا تھا،  
 من قتل قتیلًا فلہ سلبہ۔ جس نے مجھے

کام لو، اور امتیاز کرو (۱۳۸)۔

یہ واقعہ حضرت ابوبکر کے غیرت ایمانی، ہرأت مندا لہ اقدام اولیائیکان  
صادق یقین کا عمل کی ایک زندہ اور تازہ مثال ہے۔ نرم مزاج تھے لیکن  
اللہ اور رسول کے خلاف کوئی بات برداشت نہ تھی، ایمانی و عقیدہ کے وقت  
نہایت سخت اور کوئی شئی آپ کو اپنے ارادہ میں متزلزل نہیں کر سکتی تھی  
اور یہی کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد کے واقعات میں  
بھی رہی۔ اس قوت ایمانی، یقین محکم نے اسلام کو تباہی سے بچایا۔  
یہی جذبہ ایمانی تھا جس نے روحانیت کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچا کر صدیقین کے  
کے زمرے میں شامل کیا۔ کان اغیر هذه الالهة بعد نبیہا، اس  
امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ غیرت دار تھے۔  
محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ جہاں تک علم ہے آپ کے بعد حضرت ابوبکر سے زیادہ  
کوئی دوسرا امتیت والا نہیں تھا (۱۳۹)۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ اس پر سب  
کا اتفاق ہے کہ

## امت کا اجماع

- (۱) ابوبکرؓ اور حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکے۔
- (۲) صحابہ میں حضرت ابوبکرؓ کے سوا کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق نہ تھا۔
- (۳) غار میں آپ کے مونس تھے۔
- (۴) اہل روہ کے قتال کا حکم حضرت ابوبکرؓ نے دیا اور اس رائے کی محبت  
اور افضلیت سب پر ظاہر ہوئی۔
- (۵) غیر معمولی نرمی کے ساتھ آپ کی غیر معمولی سختی۔

یہی اجماع موقع ہے۔ فخاص سے کہنے لگے اے فخاص! اللہ سے ڈرو، اسلام  
اختیار کرو، تم واللہ اس بات کو جانے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول  
میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں جس کا ذکر تورات و انجیل میں تم  
لوگ پاتے ہو۔ فخاص جواب میں کہتے ہیں واللہ، ہمیں اللہ کی کوئی احتیاج نہیں  
بلکہ اللہ ہمارا محتاج ہے ہم اسکے آگے عاجزی و زاری نہیں کرتے جس طرح وہ ہمارے  
آگے عاجزی و زاری کرتے ہیں۔ ہم اس سے بے نیاز ہیں لیکن وہ ہم سے  
بے نیاز نہیں اگر وہ بے نیاز ہوتا تو ہمارا مال قریض نہ مانگتا، حضرت ابوبکرؓ اگرچہ  
نرم مزاج تھے لیکن انہما حق میں نہایت نڈر، یہ گستاخانہ کلام سن کر غصہ میں  
آگئے اور ایک تپڑ فحاشی کے مارا، اور کہا کہ اگر ہمارے قبائیسہ درمیان  
معاہدہ نہ ہوتا تو اللہ اے عدو! انہیں تپڑا سر قلم کر دیتا۔ فخاص اپنے  
گستاخانہ کلام سے منکر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکرؓ کی شکایت  
کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے ازل کلام میں اس واقعہ کو بیان فرما کر فحاشی  
کی تکذیب اور حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق کی (۱۴۰)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے  
”لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ  
أَعْيُنُهُمْ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَ  
نَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ“ (۱۳۸) اور حضرت ابوبکرؓ سے خطاب  
فرمایا ”وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آوَتْهُمُ الْكُتُبُ مِنْ قَبْلِكُمْ  
وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذْكَتَ كَلِمًا وَلَنْ نَصْبِرُوا وَنَتَّقُوا  
فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ“ (۱۳۹)۔ اللہ تعالیٰ نے اس  
امر کی تصدیق فرمائی کہ واقعہ صحابہؓ کے بیان کیا لیکن اے ابوبکرؓ صبر سے

(۱۳۵) سیر ابن ہشام، جلد ۱، ص ۵۵۹۔ (۱۳۶) قرآن، آل عمران، آیت ۱۸۱۔

(۱۳۷) قرآن، آل عمران، آیت ۱۸۶۔ پ ۴۔

(۱۳۸) سیر ابن ہشام، جلد ۱، ص ۵۵۹۔ (۱۳۹) صافات، ص ۵۹۔

جلد ۱، ص ۹۵۔ ابن جوزی المتوفی ۷۹۷ھ۔

میں ثقیف سے جو جانتے وہ حامل نہ کر سکیں گے۔ آپ نے فرمایا میں بھی پہنچتا ہوں اور حضرت ابوبکرؓ راستے سے اتفاق فرما کر ثقیف سے مخاہر ختم کر کے کوچ کا اعلان فرما دیا (۱۴۲)۔

## فرست ایمان

حضرت صدیق اکبرؓ میں سب سے زیادہ صاحب فرامست ایمانی تھے۔ ان الصدیق لا تخلفی فرامست حضرت ابوبکرؓ فرامست کبھی خفا نہ کرتی تھی۔ عبد اللہ بن سعد فرماتے ہیں، افرس الناس ثلاثۃ، العزیز فی یوسف حیث قال لا فراتہ الکریم منہ عسی ان ینفعا او یخذہ ولداً وابنہ شعیب حین قالت لایہا فی موسی استاجرہ وابوبکر فی عمر حیث استخلفہ، فی روایۃ اخری، امرۃ فرعون حین قالت عین لی ولک لا تقتلوہ عسی ان ینفعا او ینخذہ ولداً۔

سب سے زیادہ مہادیہ فرمت ان میں تین گروے میں ایک عمرؓ نے اپنی بیوی سے حضرت یوسفؑ کے بابت کہا تھا۔ اُمری مشرہ اور دوسرے حضرت شعیبؑ علیہ السلام کی صاحبزادی حبیلہ اپنے باپ سے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے بابت کہا، استاجرہ اور تیسرے حضرت ابوبکرؓ میں جس وقت آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور ایک روزی رعایت میں فرعون کی بیوی کا ذکر کیا ہے۔ جس وقت انھوں نے حضرت موسیٰؑ کے بابت کہا، لا تقتلوہ۔

غریبکہ حضرت صدیق فرامست میں اس امت میں سب سے بڑے سرکار اور ان کے بعد حضرت عمرؓ فرامست سب سے زیادہ حق (۱۴۳)۔

## غزوہ تبوک

صلح حدیبیہ سے اندر دلی حالات مسلمانوں کے موافق ہو چکے تھے۔ لیکن بنی نضیرین سے ٹکراؤ پیدا ہو گیا تھا (۱۴۴)۔ حضرت ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۲۹۷ (۱۴۳)۔ مطابحہ السکین، جلد ۲، صفحہ ۲۹۷۔

- (۶) اللہ تعالیٰ نے انبیا و آپ کے ہاتھ سے غالب فرمایا۔  
(۷) اور ہر اس شخص کو قتل کیا جو اللہ کے دین سے مرتد ہو چکا تھا۔  
(۸) طوفاؤ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو تہذیب اور چھوٹے نبیوں سے سادہ نکالنے والوں سے تسلیم کر دیا۔

## رسول اللہؐ آپؐ خوابوں کی تعبیر معلوم کرتے تھے

فتح مکہ کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے آس پاس صحابہ میں جماعتیں روانہ کیں جن میں تا کہ اللہ کی توحید کے لئے لوگوں کو دعوت دیں وہاں جماعتوں کا مقصد قطعاً جنگ کرنا نہ تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ جیسے میں شخص کا ایک تہہ دکھایا اور اسکا منہ بھی محسوس کیا لیکن جب میں نے اسے لنگھایا تو میرے طعن میں اٹھ گیا، علی نے اپنا ہاتھ داخل کر کے نکالا یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے جو فرمایا وہانہ ہیں ان میں یہ سر یہ ایسا ہے جی کہ کچھ خبریں تو پسند یہ اور کچھ خبریں قابل اعتراض ہیں آپ علیؓ کو یاد دلا کر کہ اس کی اصلاح کرادیں۔

یہ خالد بن ولیدؓ کا سر یہ تھا، جنھیں کچھ لوگوں کو قتل کر دیا گیا تھا، حضرت علیؓ کو ردائے کر کے ان لوگوں کو رویت وغیرہ اور اگر دیکھا گئی (۱۴۱)۔ صدیقؓ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ تعبیر رؤیا میں ان کو مہارت حاصل ہوتی ہے اس بنا پر آپ اپنے خواب حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا کرتے تھے اور پھر اس کے منتقلی شہرہ لیا کرتے تھے۔

## غزوہ ثقیف

ثقیف کے ہی مرہ کے وقت حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ محض سے ہوا ہوا ایک ڈاڑھا لٹھے میں کیا گیا اس میں ایک مرثیہ جو بچہ ماری وہاں لٹھے میں ہو چکا تھا وہ سارا یہ گیا، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس جنگ

میں کا وٹ منت بن (۱۲۷) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس کے بعد جب  
ہجرت کو یوحنا والی ایلہ کے حالات سے آگاہی ہوئی کہ اس نے آپ کو ایک چتر سفید  
بلور بدیع پیش کیا تھا اور جزیہ بھی دینا قبول کیا ہے تو ہر قتل بغیر قبیہ اسی شہر  
میں یوحنا والی ایلہ کے قتل اور صلیب دینے جانے کا حکم دیتا ہے (۱۲۸)۔  
یہ غزوہ نکل و عسرت کا تھا۔ گرمی کی شدت اور تیزی اشہر میں یوں قحط و ظکات  
کا زمانہ تھا۔ اور صحران کھپ چکے تھے اور لوگ اپنے بھل جانے دھت  
کے سایہ میں رہنا پسند کرتے تھے اس موسم میں ایک شہر سے دوسرے کا سفر کرنا پسند  
نہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوے اور جنگ کے  
لئے نکلنے کا ارادہ فرماتے تو اس کی متعلق اشارہ اور کلام ہی سے کام لیتے اور  
جہاں کا قصد فرماتے اس کے فلاح و سرانجام بناتے لیکن اس غزوہ میں آپ  
نے بھی مسافت، زمانے کی شدت اور دشمنوں کی کثرت کا ذکر اور احتیاط فرما  
دیا تھا تاکہ اسکے لئے اچھی طرح تیاری کر لی جائے اور صاف الفاظ میں بتا دیا تھا  
کہ دشمنوں کا قصد ہے (۱۲۹)۔ اس موقع پر آپ نے حضرت ابوبکر کو فرما کر  
کی امامت اور سالاری تفویض فرمادی تھی (۱۵۰) اور اپنا بڑا جھنڈا  
فنایت فرمایا تھا (۱۵۱)۔

حضرت عمر فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ  
ہم کو ہم مال صدقہ کریں۔ اس وقت اتفاق سے میرے پاس مال تھا میں نے  
ارادہ کیا کہ آج اگر ممکن ہو تو میں حضرت ابوبکر سے سبقت لے جا سکوں گا اور یہ  
سوچ کر نصف مال لے کر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کہ اہل دیہات کے لئے کیا بھراؤ؟

(۱۲۷) البیہ الاثرات مسعودی، ص ۲۳۰، ۲۳۱۔ تاریخ ابن عسکون، جلد ۱،  
ص ۱۳۲۔ الزبادی، یوسف بن واخانہ پریس، (۱۲۹) سیرت ابن ہشام، ص ۵۱۹۔ (۱۵۰)  
عقبات ابن سعد، جلد ۱، ص ۱۴۵۔ (۱۵۱) حقائق ابن سعد، جلد ۱، ص ۱۶۵۔

اس کے نتیجے میں غزوہ موتہ پیش آیا اور بات یہیں ختم ہو جاتی اگر قیصر مدخلت نہ کرتا لیکن  
قیصر نے اپنے ماتحت غسان قبیلہ کے اس کے لئے خود فوجیں روانہ کیں تھیں  
مسلمانوں کی فوجیں خالد بن ولید کی اسارت میں جب رومیوں کے غرض سے نکل کر مدینہ  
واپس برسیں تو آپ نے فرمایا تھا "لیسوا بالفارار و لکنھم الکرار ان  
شاء اللہ تعالیٰ" (۱۳۳)۔ یہ بگڑتے نہیں، بلکہ پلٹ کر دوسرا حملہ کرنے والے  
ہیں انشاء اللہ تعالیٰ فتح مسکنی وجہ سے آپ فوراً فوجیں روانہ نہ فرما سکے۔ دوسرے  
طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر اطلاعات پہنچ بھی گئیں کہ شہر روم قیصرانہ  
نہرانی عرب مل کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں (۱۳۵) اور مدینہ میں اشفاق و ہراس  
چھا گیا تھا کہ ایسے واقعوں میں غسان بن مالک حضرت عمر سے واقف بیان کر سکتے تھے  
جب حضرت عمر کے گھر کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں تو حضرت عمر گرتے ہوئے نکل کر  
کہتے ہیں "ما ہوا اجاعات غسان" کیا ہوا، کیا غسان آگئے، کیونکہ اس سے قبل  
حضرت عمر فرماتے تھے کہ ہم آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ غسان کی غرض ہے اپنی  
افواج بالکل تیار کر چکے ہیں اور بس حملہ کرنے ہی والے ہیں اس لئے میں گجراہٹ اور  
خوف میں نکل کر کہتا ہوں لیکن آج کوئی بڑا عظیم پیش آیا ہے اور یہ وجہ ہے اختیار میری  
زباں سے نکلتا ہے (۱۳۶) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس مقام  
تبوک تک رومیوں سے مقابلہ کے ارادہ سے تیس ہزار لشکر و اہل بیت میں نکلے  
ہیں تاکہ مدینہ کا دفاع دشمن کے حملات میں عاجز کر کے اللہ تعالیٰ کی شکر کر سکیں نہ  
دیا جائے لیکن اس موقع پر رعب ک وجہ سے نہ رومیوں میں سے اور نہ غیر متفرق  
میں سے کوئی مقابلہ نہ کیا تقریباً دس شب آپ قیام فرماتے ہیں۔ ایک خط قیصر نام کو  
لکھتے ہیں کہ اسلام لے آؤ ورنہ کم از کم جو لوگ مسلمان ہو نا چاہتے ہیں ان کی راہ

(۱۳۳) سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۳۸۲۔ (۱۳۵) کامل ابن اثیر، غزوہ تبوک، جلد ۱،  
ص ۱۹۹۔ (۱۳۶) بخاری، کتاب المغالیم، باب الغزوہ، جلد ۱، ص ۳۳۔

اے ایمان والو! مشرک لوگ نرسے ناپاک ہیں۔ سو اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس لوگوں کو نہ آنے دیا جائے۔ اس کے ساتھ قبائل عرب سے آپ کے عہد کے موجود تھے ان کا بھی احترام ضروری تھا۔ اس میں جماعت قریش تقنینی عہد کے کسی حکم اور ان کو اس کی سربراہی نہ تھی۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَأَذِّنْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبِمَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَنْ تُولِيَهُمْ فَأَعْلَمُ أَنْتُمْ عِذْرُكُمْ عِزِّي اللَّهُ**۔ (۱۵۵)۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوئے ہیں ان مشرکوں سے پھر اگر تم توبہ کرو، تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے اعراض کیا تو یہ سب لوگ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکیں گے۔

جنہوں نے نقص عہد نہیں کیا یہ بنی منقرہ اور بنی مدلیج تھے جن کے معاہدے کی مدت نو ماہ بعد ممت ہونے والی تھی ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوا شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتَقُوا إِلَهُهُمْ عَاهَدًا هُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ**۔ (۱۵۶)۔ لیکن وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد کر لیا پورا انھوں نے تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کیا اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی، سو ان کے معاہدے کو ان کی مدت تک پورا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ متقین کو پسند کرتا ہے۔

ان قبائل عرب میں تیسری جماعت وہ تھی جن سے بلا تعین مدت عہد

عمر بنی اس کی قدر، پھر حضرت ابوبکر کی مال لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا اہل مدینہ کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا اللہ اور رسول۔ اب حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے آج حال کیا اور اللہ کی راہ میں حضرت ابوبکر سے کبھی جنت نہیں ملے جا سکتا (۱۵۲)۔

صلیقہ کذا کاری اور ایذا تمام امت سے بڑھ کر ہوتی ہے اور اس میں بھی تمام امت کا مقتدی اور پیشوا قرار پائے اس کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے: **وَمَا أَحَبُّ عِنْدَهُ مَنْ يَعْمَلْ تَجْوَرًا إِلَّا الْإِسْلَامُ وَجِبَ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ** (۱۵۳)۔ اور اپنے مال شان رب کی رضا جاتی ہے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا دل رانا ہو اور شخص غنہ قریب خوش ہو جائے۔ اس قطع نظر کسی کا احسان چکانا نہیں ہوتا بلکہ صرف ذات خداوندی کے رضا اور خوشنودی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کو مقرب راضی کر دیں گے۔ اس فداکاری اور شہیدانہ امت کا کوئی فرد صلیقہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، صرف صلیقہ ہی ہوتا ہے کہ تن میں دھن سب کی بازی لگا دیتا ہے۔

## حج کی قیادت

کہنچ ہو چکا تھا کہ کفار اور مشرک اب بھی حسب سابق بیت اللہ شریف حج کے لئے آتے تھے اور یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی لیکن بیت اللہ کو کفار اور مشرکین سے پاک کرنا ضروری تھا اس لئے آپ فوج کے لئے تشریف نہ لے گئے بلکہ حضرت ابوبکر کو امیرِ حج مقرر فرمایا تاکہ کفار اور مشرکین میں اعلان کر دیا جائے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نجسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَاهِدِهِ هَذَا** (۱۵۴)۔

(۱۵۲) معزز الصفوة، جلد ۱، ص ۹۱، ابن الجوزی، ترمذی، جلد ۱، ص ۲۸۹۔

(۱۵۳) الدلیل، آیت ۱۹-۲۱، ص ۳۰، (۱۵۴) القرآن، توبہ ۲۸۔

سے اس کی طلب کرے کہ ان کو بھی اس میں اپنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے  
 "وَلَا يَأْخُذُكَ الشُّرَكَاءُ اسْتِجَارَتَكَ فَأَجْرُهُ حَتَّى يَسْمَعَ  
 كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُلَاحِظْ مَا مَنَعَكَ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قُلُوبٌ لَا يَعْلَمُونَ" (۱۵۹)۔

اگر کوئی مشرک آپ سے اس اعلان برائے کفر، پناہ طلب ہو تو آپ اس کو پناہ  
 دیجئے تاکہ وہ کلام اللہ کو سن لے پھر اس کو اس کے اس کی جگہ (یعنی قبیلہ میں بیٹھے  
 دیجئے تاکہ وہ سوجھ بوجھ کر اپنے لئے قائم کر لے) پہنچا دیجئے۔ یہ حکم اس سبب  
 ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پھر بھی نہیں سمجھتے اور وہ بھی نہیں سمجھتے۔ یہ حکم اس سبب  
 ہے کہ اگر کوئی یہ اسلام اور مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔ دوسری رکاوٹ  
 یہ تھی کہ قبائل عرب مسلمان ہونے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ جب مکہ  
 فتح ہوا تو اب قبائل کو حق و حقوق و فوڈ و فوڈ کی شکل میں مدینہ اگر اپنی اور اپنے قبائل کی  
 وفاداری اور اسلام کا اعلان کر رہے تھے۔ کثرت و فوڈ و فوڈ سے یہ کام اوفز  
 کئے گئے (۱۶۰) اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں قیام۔ ارشاد باری تعالیٰ۔

بیت اللہ شریف میں اسلام کا پہلا خطبہ حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا اور جس  
 کے پاداش میں قریش مکہ نے آدھ ہار دیا تھا۔ اب مشرکین سے برائے کا  
 اعلان بھی حضرت ابوبکرؓ کی گئی اور اسلام کے پہلے بیچ میں اللہ تعالیٰ کے مشاہد  
 کے مطابق مسجد الحرام کو جو مس (مشرکین) سے پاک کرنے کی فہم داری بھی ابوبکرؓ کے  
 کے سپرد رکھا گیا۔ "وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ" (۱۶۱)۔  
 اللہ جلّیٰ العالیٰ۔ کافروں کی بات بھی اس لئے کہ مکہ کا بول بالا ہونے کا اعلان  
 بھی حضرت ابوبکرؓ سے کیا جاتا ہے کہ اور کفار کو بد دلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ  
 کے خطبہ کے وقت ان کا ذہن دیکھ کر کہنے کا تم نے ارادہ کیا تھا اور تم چاہتے  
 تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نذر کو اپنے منہ سے بجا دیں لیکن آج اللہ تعالیٰ اپنے نذر

وجود حقان کے معاہدہ کو چار ماہ تک وقت اعلان سے متفق کیا، ارشاد  
 باری تعالیٰ ہے۔ "فَمَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا  
 أَنَّكُمْ عَلَيْهِمْ مُّجَازِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ" (۱۶۲)۔  
 تم لوگ اس سرزمین میں چار ماہ چل پھرو، اجازت ہے تاکہ اپنا موقع اور پناہ  
 ڈھونڈ لو لیکن اسکے ساتھ یہ بھی جان لو کہ اس جہالت کی بدولت صرف شانوں  
 کا دست برد سے بچ سکتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو ماہر نہیں کر سکتے (اور اللہ  
 تعالیٰ قطع کر لیا ہے) اگر کافروں کو رسوا کریں گے۔

وہ عام عرب قبائل جن سے کوئی عہد نہ تھا لیکن ان کو اطلاع دینا بھی ضروری  
 تھا تاکہ ان کو سونپنے اور غور و فکر کا موقع مل سکے اور اپنے اپنے قبائل میں واپس  
 پہنچ سکے اور کہیں بھی غریبی میں کسی مشرک پر جبر نہ ہو جائے جو کہ اسلام کے  
 اصول لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کے صریح خلاف تھا اور علم کے مشروط  
 ہوتا اس لئے ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "فَإِذَا سَلَّطْنَا الْاِسْهَارَ الْحَرَمِ  
 فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوا وُجُوهَهُمْ وَانْصُرُوا  
 وَفَعَدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ فَإِنْ تَأَيَّسُوا وَآفَأُوا الصَّلَاةَ وَ  
 آتُوا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ" (۱۶۳)۔

یعنی شہر حرم میں تم لوگوں کو امن حاصل ہے اور جب اشہر حرم گزر جاؤں تو ان مشرکین  
 کو جہاں جاہور مارو، پھرو، ہاندھو اور دلجوئی کے موقعوں میں ان کی ناک میں  
 بیٹھو، پھر اگر تو رہ کر ان اور اقامت ملو کر کریں اور اسے نذر کر دیں تو ان کا تہ  
 چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ تو بڑی رحمت اور مغفرت کرنے والا ہے۔  
 اس عام اعلان اور اشہر حرم کے گزر جانے کے بعد بھی اگر کوئی مشرک باطل

حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی دوسری شخصیت نظر آئی تو انھوں نے اس کو اذیتوں میں مبتلا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں بھی قیادت کے باب میں مختلف بیانات ملیں گے۔ لیکن ہم اصل واقعہ بیان کرنے پر ہی اکتفا کرینگے کیونکہ طویل روایات اور واقعات کا ذکر لا حاصل اور ہمارے موضوع سے باہر ہے۔ ہمیں صرف نصیحت کا پہلو نمایاں کرنا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوئے لیکن بعد میں آپؓ نے اس وفد میں حضرت علیؓ کا اضافہ فرما کر ان کو اپنی اونٹنی پر روانہ فرما دیا، امام شافعیؒ ایک طویل روایت حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں، "فاذا اعلیٰ علیہا، فقال ابوبکر امیر ام رسول، قال لا بل رسول، ارسلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعبادۃ اقرأھا علی الناس فی مواقف الحج" (۱۶۳)۔ آپؓ کی اونٹنی کو دیکھا کہ اچانک اس پر حضرت علیؓ سوار ہیں حضرت ابوبکرؓ نے کہا، کیا امیر میں یا رسول (قاصد)؟ حضرت علیؓ کہتے ہیں بلکہ قاصد ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا ہے کہ میں بھی براہِ حق کے میں لوگوں کو سورۃ برأت سنائوں۔

سورۃ برأت کی آیات سنانے کا فرض ایک آدمی انجام نہیں دے رہا تھا بلکہ مختلف مواقع میں مختلف اشخاص کی ضرورت پیش آرہی تھی ان آیات برأت کے سنانے والوں میں حضرت ابوبکرؓ و جابرؓ شامل تھے۔ عن ابنی ہریرۃ۔ ان ابابکر الصديق بعثه فی الحجة التي امره النبي صلى الله عليه وسلم عليها قبل حجة الوداع يوم النحر في رهط يؤذون في الناس لالحج بعد العام مشرك ولا يطوفون بالبيت عريان" - (۱۶۴)۔ حضرت

(اسلام) کو کمال تک پہنچانے کی ضرورت تھی حضرت ابوبکرؓ کے پیروکے گئے۔ اسے قریش! سن لو، اور اپنی وہ حالت یا کردار اور اسلام اور حضرت ابوبکرؓ کے اعلانِ برأت کو سنو، اور پتا ڈکرا اس وقت کون حق پر تھا؟

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو ان کلمات کی تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَدْعُ قَوْمَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولَهُ" اور قُسَيْبُ بْنُ الْأَنْدُسِ اَبْعَثْهُ لَا يَحْجِبُنْ بَعْدَ الْعَامِ مَشْرُكٌ وَلَا يَطُوفُنْ بِالْبَيْتِ عَرِيَانٌ وَلَا يَلِدُ خُلُوفُ الْاُمَمِ" (۱۶۱)

اللہ تعالیٰ مشرکین سے دست بردار ہے اس زمیں میں چار ماہ تک گھوم بھر لو اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا اور نہ کوئی عریان طواف کر سکے گا اور جنت میں مرنے والے ہی داخل ہوں گے۔

اگر بات بیان تک پہنچی تو معاملہ بالکل صاف تھا لیکن بعد میں حضرت علیؓ کا وفد میں کسی وجہ سے آپؓ نے انصاف فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں اس انصاف کو ایک عام قاعدہ سمجھ کر کوئی توجہ نہ دیتی تھی۔ اگر یہ معاملہ اس وقت اٹھایا جاتا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کو حل فرما دیتے، لیکن جب ساسانی شہنشاہیت حضرت عثمانؓ کے دور تک مکمل تباہ ہو گئی اور یہود اور نصاریٰ کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں ہر موقع پر انھوں نے مار کھائی۔ شکست اٹھائی۔ قراب یہ غلامِ اسلام کا لبادہ اوڑھتے ہیں۔ عرب زیادہ تر جمہوریت پسند ہیں اور ہمیشہ سے یہ ہیں لیکن ایرانی ہمیشہ اپنے بادشاہوں کو الٰہی یا نیم الٰہی ہستیوں سمجھتے رہے ہیں جو تبلیغ اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ انسانوں کا منتخب کردہ کوئی شخص ان کی ریاست کا حاکم ہو۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کو بکھرنا نہیں دیتے تھے (۱۶۲)۔ اس لئے ان کو کوئی جہاں نہیں

(۱۶۱) ازالۃ الخفاء، مقدمہ، ص ۲۵-۲۶ (۱۶۲) تاج الدین ابویلیت ایران، ص ۲۹

(اردو ترجمہ) فلسفہ اسلام، اولیہ، ص ۲۵، ص ۷۰۔

ینادی بھلاۃ الکلمات ۹ - (۱۶۵) .

حضرت ابوبکر صدیق مدینہ واپس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ کیا میرے متعلق کچھ نازل ہو گیا ہے جو آپ نے حضرت علی کو اپنی اونٹنی پر سوار فرمایا، آپ فرماتے ہیں نہیں، انہیں برات کا اعلان میرے علاوہ یا میرے اہل بیت کے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا تھا اس لئے حضرت ابوبکر مومس کا میرے، اور حضرت علی ان کا ہمراہ کا اعلان کرنے والے تھے۔ اس کی ایسی مثال بھی حجب آپ سے نہیں ملے عین عالم کے نام خطوط ارسال کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس وقت آپ سے کہا گیا کہ کچھ ان اس خبر پر یقین نہیں کرتے جس پر ہم نے ہوا، چنانچہ آپ نے ایک ہڑتال کی۔

”عن انس بن مالک قال لما اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتب الی العجم قبل له ان العجم لا یقبلون الا کتابا علیہ خاتمہ فاصطنع خاتمہ فکانی انظر الی بیاضہ فی کفہ“۔ (۱۶۶) - انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غم کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا، تو آپ سے کہا گیا کہ مجھے اپنے خطوط میں پرچہ نہ ہو تو قبل نہیں کرتے چنانچہ ایک گھٹو ڈھالی گئی گئی ایں اس وقت اس کے ہاتھ کو آپ کے کف مبارک میں رکھی دیکھ رہا ہوں۔

اس روایت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ حضرت ابوبکر نے خود جا کر اس شہ کو دور کیا اور آپ نے بھی نہایت صاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ہے اور نہ کوئی حکم بلا ہے۔ میرا حکم وہی ہے جو میں آپ کو دے چکا ہوں جو کچھ یہ خیال پیدا ہوا کہ میں لوگ شبہ نہ کرتے تھے۔ اس لئے حضرت علی کو معاونت کے لئے

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جس ج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو امیر بنایا تھا حجۃ الوداع سے قبل، اس میں حضرت ابوبکر نے پوم انہیں مجھے ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا جو لوگوں میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی سنگا طواف کرے گا۔

اس روایت نے حضرت ابوبکر کے امارت اور دوسرے اشخاص کے اعلان برات کو واضح طور پر بیان کر دیا اور تصریح کر دی کہ اعلان برات کرنے والے کوئی ایک شخص نہ تھا اور مواقع میں اعلان کرنے والوں کو حضرت ابوبکر روانہ کرتے تھے۔ امیر کے ذریعہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے سپرد فرمائے تھے۔ چنانچہ آپ نے امیر کی حیثیت سے خط لکھا اور اعلان برات کے لئے بہت سے افراد تھے جن میں حضرت علی بھی تھا۔ یہی حضرت علی کے جواب بل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزارہ اور زاعل اناس فی موقف الحج سے واضح ہوتا ہے کہ بخیر و دیگر افراد میں بھی برات کو موقع الحج میں لوگوں کے سامنے رکھوں گا اور اس طرح حضرت علی اس وفد میں جو حضرت ابوبکر کی امارت میں جا رہا تھا شامل ہوئے تاکہ لوگوں کو محکم یقین ہو جائے کہ یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا بھیجا ہوا ہے اور کوئی معمولی وفد نہیں بلکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد بھی شامل ہیں اور کوئی دن کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہ کر دے کہ اس اعلان کا جب یہ یقین کیا جائے گا کہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں یا سیاسی ذہنیت والے یہ مطالبہ کریں کہ امیر خود ہاں کا قریبی رشتہ دار جب تک اعلان نہیں کرتے اس کا اعتبار نہ ہو گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ولکنہ لا یؤدی عنی غیری او رجل من اهل بیتی فکان ابوبکر علی الموسم وکان علی

۱۶۵) انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۳۸۳۔ (۱۶۶) شمائل ترمذی، باب ما جانی ذکر

خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النسانی، جلد ۱، ص ۱۹۳۔

ہے کہ وہ نبی کے سامنے سے ایسی رکاوٹ کو دور کر دے چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر کو نائب کب حقیقت سے مکہ بھیجا، اور مسجد حرام کو آئندہ کے لئے جس سے تاقیامت پک کرنے کا اعلان کیا اور اب آئندہ سال کے لئے حج کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرض جو آپ کے حیات سے وابستہ تھا پورا ہو گیا۔ یہاں سے ایک دور ختم ہو کر اب دوسرا دور و شروع ہونے والا تھا جس میں نبی کے وہ فرائض انجام دینے ہوں گے جو نبی کے حیات کے بعد اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق انجام دینے تھے اور وہ امور اگرچہ منصب نبوت سے متعلق تھے لیکن نبی کے حیات میں ان کا ظہور ممکن نہ تھا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنی زندگی کے علی پہلو کا تقریباً تین سالہ دور صلیبی کو پورا کرنا تھا اور امداد حج کے فرائض حضرت صدیق اکبر کے سپرد کر کے اس آئندہ دور کے لئے حضرت ابوبکر کو تیار کرنا تھا۔

### حضرت ابوبکر کو امامت صلوٰۃ کا حکم

مدینہ تشریف لائے تو آپ بیمار پڑ گئے اور جب آپ کی بیماری میں اضافہ ہوا تو آپ کی خواہش یہ حضرت عائشہ کے مکان میں آپ کو منتقل کر دیا گیا اور اذاعاچ مہلرات سے یہ اجازت حضرت فاطمہ سے ہی حاصل کی گئی (۱۶۹) اس دوران اگر بیماری میں کمی محسوس ہوتی تو آپ باسر تشریف لاکر خود امامت صلوٰۃ فرماتے اور اگر بیماری میں شدت ہوتی تو آپ فرماتے، مروا ابابکر یصلی بالناس، اور حضرت ابوبکر حسب ارشاد لوگوں کو صلوٰۃ پڑھاتے (۱۷۰)۔ حضرت ابوبکر کے پاس

رواندہ کروا اور میرج حمہ ہی ہو گئے، اسکے بعد حضرت ابوبکر مکہ جاتے ہیں وہاں غلبہ دیتے ہیں۔ حج کا اختتام کرتے ہیں اور موافقت میں مہلت کے اعلان کے لئے لوگوں کو متعین فرماتے ہیں اور ہر مقام پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرکاری فرمان قائل عرب تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف میں حج کے لئے صرف عرب ہی آتے کرتے تھے، ان میں دیگر ادیان کے پیروں و نصاریٰ وغیرہ نہیں ہوتے تھے اس لئے اعلان برأت اور معاہدوں کے ختم ہونے کا اعلان صرف عرب کے لئے تھا اور ان ادیان والوں سے اگر پہلے سے کوئی معاہدہ موجود تھا اور انھوں نے عہد شکنی نہیں کی تھی تو اس اعلان میں یہ لوگ داخل نہیں تھے اور ”امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلك عصموا منی دماءہم و اموالہم الا بحق الاسلام وحسابہم علی اللہ“ (۱۶۷)۔ سے مراد قائل عرب ہی تھے، دیگر اقوام اور ادیان کو اختیار تھا کہ چاہے اسلام قبول کریں اور چاہے نہ تو جزیہ قبول کر کے مسلمانوں کے عہد اور زمین داخل ہو جائیں۔

مسجد حرام کو مشرکین سے پاک کرنے کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی۔ اگر خود آپ تشریف لے جاتے تو شرائع اسلام کا امور جاہلیت سے غلط ہونے کا اندیشہ تھا کیونکہ اس سال حسب سابق قبائل عرب نے اپنے انھیں مقامات پر قیام کیا جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے (۱۶۸) اسکے اب یہ صدیق ہی کی ذمہ داری قرار پاتی

(۱۶۷) بخاری، الامیاء، باب فان باؤا فان مو الصلوٰۃ والاکوٰۃ فلو سلم جلدًا،

ص ۸۔ (۱۶۸) سیرت ابن ہشام، قسم ۲، ص ۴۳۶۔

آپ فرماتے، ابوبکر کے پاس جاؤ تاکہ وہ لوگوں کو صلوٰۃ پڑھائیں اور یہ حکم کرتے وقت آپ میرے مقام کو جانتے تھے (۱۵۵)، حضرت علی کے ان اقوال کی موجودگی میں یہ کہنا کہ امامت صلوٰۃ کا حکم حضرت عائشہ کی شائش کا نتیجہ تھا وہ جیسا چاہتی تھی آپ کی طرف منسوب کر کے حکم دے دیا کرتی تھی بہت زیادتی ہے۔

### ابوبکر کی امامت پر رسول اللہ کا اصرار

عبد اللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کے پاس موجود تھا جب آپ کی خلافت شدہ ہو گئی تو ہلال نے آپ کو صلوٰۃ کے لئے بلایا۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہر اس سے کہو کہ وہ صلوٰۃ کی امامت کرے۔ میں نکلا لوگوں میں غرر نظر آئے اور ابوبکر موجود نہ تھے میں نے غرر سے کہا کہ کھڑے ہو اور لوگوں کی امامت کرو، غرر کھڑے ہوئے اور بکیر کھی، تو آپ نے ان کی آواز سن لی کیونکہ عبد اللہ آواز والے تھے اور آپ نے فرمایا، فایں ابابکر، یا ای اللہ ذلک والمسلمون، ابوبکر کہاں ہیں اللہ اور مسلمان ان کا انکار کرتے ہیں۔ اس وقت ابوبکر مسیح میں تھے آپ کو بلوایا گیا اور حضرت عمر امامت سے واپس ہوئے۔ لوگوں نے صفیں توڑ دیں اور ابوبکر کا انتفاخ کرنے لگے (۱۵۶)۔ ابوبکر آئے اور امامت صلوٰۃ فرمائی (۱۵۷)۔ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب نبی حضرت عمرؓ نے بکیر کھی کہی آپ غصہ سے سر اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابن ابی حنفہ (۱۵۸)

جب آپ کا پہلا حکم پہنچا تو معاشرے ان الفاظ میں کرتے ہیں، اے نبیؐ کبیر ضعیف عن ان اقوام فی مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں بڑھا ہوا ہو چکا ہوں آپ کی جگہ کھڑے ہونے پر قدرت اور طاقت نہیں رکھتا، اس لیے عمر سے کہہ دیا جائے اور عائشہ کو کہہ دیا کہ حضرت حفصہ سے بھی اس بات سے میں مدد لو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر آمادہ کرو کہ اگر امامت صلوٰۃ کا حکم دیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے ہیں (۱۵۹)۔

حضرت عائشہ عرض کرتی ہیں کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں اور آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو امامت نہیں کر سکیں گے اس پر بھی آپ فرماتے ہیں، مری ابابکر فلیصل بالناس، اور تم ہو گیں، یوسف والی عورتیں ہو، ابوبکر کے پاس آپ کا حکم پہنچا ہے تو عمر سے کہتے ہیں، یا عمر وصل بالناس، لیکن عمر جواب دیتے ہیں، انت احق بذلک، آپ ہی اس کے زیادہ حقدار ہیں (۱۶۰) اور اس طرح حضرت ابوبکر نے آپ کی حیات میں ہی لوگوں کی امامت صلوٰۃ کی (۱۶۱)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو امامت صلوٰۃ کا حکم دیا اس وقت میں حاضر تھا اور میرے ہوش چوہاں بالکل درست اور بجا تھے (۱۶۲)۔ آپ کا اچانک انتقال مجھ پر نہیں ہوا بلکہ ہلال آپ کے مرض الوفا میں آئے اور آپ سے صلوٰۃ کے لئے کہتے،

(۱۶۱) فتح الباری شرح البخاری ابن حجر، جلد ۲، ص ۲۹۳۔ انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۵۵۔ بخاری، جلد ۱، ص ۹۵۔ (۱۶۲) بخاری، جلد ۱، ص ۹۳۔ (۱۶۳) تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۴۰۔

(۱۵۵) انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۵۵۔ (۱۵۶) ریاض المنصور، جلد ۱، ص ۳۰۔ (۱۵۷) سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۶۲۔ انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۵۵۔ (۱۵۸) انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۵۵۔

میں برابر ہوں تو سنت میں ان کے علم امامت کریں گے اور اگر سنت کے جاننے میں بھی برابر ہوں تو ہجرت میں اقدم شخص امامت کریں گے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افضلیت اور استحقاق کے اصول علم دیں اور خدات دیں بیان فرما دیئے، نسب مال دولت دنیاوی جاؤ حشمت، اقتدار کے اعتبارات کو کسر ختم فرلویا اور الصلوۃ دین کا دوسرا اہم ستون ہے۔ امام اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے موجودگی میں حضرت ابوبکر کو امامت صلوۃ کا حکم دیا اور آپ کا قول ہے کہ امامت کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم کرے گا، تو اعمار ابوبکر علیہ السلام یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر تمام مہاجرین و انصار سے زیادہ عالم قرآن تھے اور علی الاطلاق تمام صحابہ میں افضل ہوئے اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت میں سب سے زیادہ بہتر ہوئے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے ہم لوگ اپنی دنیا کے لئے بھی اس شخص سے راضی ہو گئے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لئے راضی ہو گئے تھے (۱۸۲)۔

دوسری روایت میں اس طرح فرماتے ہیں کہ آپ کے وفات پر سلمان نے یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو ان کے دینی امر کا دل بنایا تو مسلمانوں نے ان کو اپنے دنیا کا والی منتخب کیا (۱۸۳) اور ابوبکر اس کے اہل بھی تھے اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ ابوبکر کو ان کا اس مقام سے ہٹا سکتے تھے جس پر آپ نے ان کو کھڑا کیا تھا (۱۸۴)۔ امامت صلوۃ کی روایت متواتر ہے، اس حدیث کو حضرت عائشہ، عبداللہ بن مسعود،

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ فخر کی حالت میں باہر تشریف لاتے ہیں اور منع فرماتے ہیں (۱۴۹)۔ حضرت عمر بعد میں عبداللہ بن زید سے وضاحت طلب کرتے ہیں کہ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزامنہ کیا کہ انھوں نے کہا نہیں بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ یا عبد اللہ مرا الناس بالصلوۃ اور اس حکم سے حب میں نے آپ کو دیکھا تو اشارہ کیا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں فوت اس خیال سے کھڑا ہوا کہ آپ ہی نے حکم دیا ہو گا ورنہ میں ہرگز امامت کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ (۱۸۰)

## امامت صلوۃ کا حق کس کو ہے۔

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدور القوم اقرأهم لکتاب اللہ واقدمهم قرأۃ فان کانوا فی القراءة سواء فلیؤمهم اقدمهم ہجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم اکبرهم ابو سعید سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا قوم کی امامت کتاب اللہ کا سب سے زیادہ جاننے والے اور قرأت کے اعتبار سے اقدم شخص کریں گے۔ اگر قرأت میں برابر ہوں تو باعتبار ہجرت کے اقدم شخص کریں گے اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو ان اکبر شخص امامت کریں گے۔

اس روایت کے دوسرے فرق میں یہ الفاظ بھی ہیں "فان کانوا فی القراءة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم ہجرة"۔ (۱۸۱)۔

۱۸۱۔ تاریخ اصفیٰ، ص ۴۵۹ و ۴۶۰، ابی اسحاق خلدی، ص ۵۵۸۔ (۱۸۲) بیاض

(۱۴۹) ابوداؤد، ص ۱۵۹۔ باب فی اختلاف ابی بکر۔ (۱۸۰) الاثنی عشر، ج ۱، ص ۵۵۵۔

کر رہے تھے لیکن آپ شدت مرض کی وجہ سے مسجد تشریف نہ لے جاسکے اور حضرت ابوبکر کو امامت صلوة کا حکم دیا۔ پھر ایک دن آپ دعاؤں کے سہارے ظہر کی نماز کے لئے ایسے حال میں تشریف لے گئے جبکہ حضرت ابوبکر امامت صلوة کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے جاکر جگہ چھوڑ دیں لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں! اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ کر حضرت ابوبکر آپ کی نماز کی اقتدار کرتے رہے اور دوسرے لوگ حضرت ابوبکر کی اقتدار کرتے رہے اور اس روایت میں ظہر کی صراحت ہے (۱۹۰)۔

اس لئے ان روایات کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ کی حیات میں بیماری کے دوران متعدد بار امامت کی، ان میں جب آپ نے قرأت کا عاقبت اپنے میں نہ دیکھی، تو ابوبکر کے دہننے جانب چلے کر آپ نے نماز اور فرمائی اور حضرت ابوبکر نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ "خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھادی بین الرجلین اسامة والفضل حتی صلی خلف الی بکر (۱۹۱) آپ اسامہ اور الفضل کے سہارے باہر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز اور فرمائی۔

"وجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن یمینہ فیصلی ابوبکر وصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصلوات فلما انصرف قال لم یقبض نبی قط حتی یومہ رجل من امتہ" (۱۹۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے دہننے جانب بیٹھ کر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۹۰) عمدة القاری، جلد ۵، ص ۲۱۵-۲۱۶ (۱۹۱) عمدة القاری، جلد ۵، ص ۱۸۱-فتح الباری،

جلد ۲، ص ۲۹۴-۲۹۵ طبقات البکری، جلد ۲، ص ۲۲۲

عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زید، علی بن ابی طالب اور حضرت حفصہ نے علیہ علیہ روایت کیا ہے اور اس کے طرق حدیث متواترہ کے طرق میں سے ہیں۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں حقیقتاً ابوبکر کی امامت صرف اس لئے نہیں کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد آپ کے جانشین کو لوگ منحوس خیال کریں گے اور اس سے محبت نہ کریں گے لہذا میں دل سے چاہتی تھی کہ امامت صلوة کا حکم آپ کسی دوسرے کو دیں اور ابوبکر کو موقع میں پیچھے رہ جائیں (۱۸۵)۔

## صلوة میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار فرمائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۴ نوم پا اس سے کچھ زیادہ بیمار رہے اس دوران میں کچھ بھی آجاتے اور کبھی حضرت ابوبکر سے فرمادیتے کہ امامت صلوة کریں۔ ام الفضل کی روایت ہے۔ "سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ المغرب بالمصلات عرفا، ثم ما صلی لنا بعدھا حتی قبضہ اللہ" (۱۸۷)۔ کہ آپ نے مغرب میں المصلات پڑھائی اور اس کے بعد وفات تک آپ نے کوئی نماز ہم کو نہیں پڑھائی۔ اور حضرت انس کی روایت ہے کہ آپ تین یوم تک باہر تشریف نہیں لائے اور جس دن آپ کی وفات ہوئے والی صبح آپ نے مسجد کی نماز میں پردہ اٹھایا اور حضرت ابوبکر سے اشارہ فرمایا کہ امامت کرتے رہیں اور آپ آپ تشریف لے گئے اور اسی دن آپ کی وفات ہوگئی (۱۸۸) اور قرآن کا واقعہ جعلت کے دن کا ہے (۱۹۹)۔ عشاء کی نماز میں لوگ آپ کا انتظار

(۱۸۵) تاریخ الخلفاء، ص ۵۹-۵۸ (۱۸۷) طبقات البکری، جلد ۲، ص ۱۸۷-فتح الباری،

جلد ۲، ص ۱۹۵-۱۹۶ (۱۸۸) عمدة القاری، جلد ۵، ص ۲۱۵-فتح الباری، جلد ۲، ص ۱۹۰

ان کا اقتدا فرمایا ہے تھے جب آپ واپس ہوئے تو فرمایا کسی نبی کا اس وقت تک قبض روح نہیں ہوتا جب تک اس کے امت کا کوئی آدمی ان کی امامت نہ کرے۔ اس لائح ایک مرتبہ آپ ایسے وقت تشریف لائے کہ حضرت ابوبکر ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ یہ سب کی نماز تھی جب ابوبکر نے سلام پھیرا تو فوت شدہ رکعت اپنے ادا فرمائی (۱۹۲)۔

ایک مرتبہ آپ تشریف لائے، حضرت ابوبکر امامت صلوة کر رہے تھے آپ نے حضرت ابوبکر کی قرأت پر اپنے نماز کی بنا د رکھی اور اہل بیت سے آپ نے قرأت شروع فرمائی یہاں حضرت ابوبکر چھوڑ چکے تھے۔ ”واخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم القراءة من حيث بلغ ابوبكر“ (۱۹۳)۔ جہاں حضرت ابوبکر پہنچ چکے تھے وہاں سے آپ نے قرأت شروع فرمائی۔

### حضرت ابوبکر کی وجہی میں کسی دوسرے کو امامت شافعی نہیں ہے

”لا ينبغي لقوم فيهم ابوبكر ان يؤمهم غيره“ (۱۹۵)۔ جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں تو ان کے غیر کو امامت کرنا مناسب ہی نہیں ہے۔ ایک موقع پر آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ ابوبکر کے علاوہ کسی دوسرے کو امامت صلوة کا حکم دیں تو آپ نے فرمایا لا ینبغی لاهتی ان يؤمهم وفيهم ابوبكر، میرے استحقاق کے لئے یہ مناسب ہی نہیں ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی امامت کرے جن میں ابوبکر موجود ہوں (۱۹۶)۔

(۱۹۴) انب الاثر، جلد ۱، ص ۵۵۵۔ (۱۹۴) انب الاثر، جلد ۱، ص ۵۶۰۔ فتح الباری، جلد ۱، ص ۳۱۵۔

ص ۳۱۵۔ (۱۹۵) ترمذی، جلد ۱، ص ۲۰۸۔ ابواب مناقب الی بکر الصديق۔

(۱۹۶) ریاض النضر، جلد ۱، ص ۴۰۳۔

ان اقوال میں آپ نے وضاحت فرمادی کہ ابوبکر کا درجہ نبی کے بعد تمام امت میں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ ان کے موجودگی میں کوئی ان کا مقتدا اور پیشوا نہیں بن سکتا وہی مقتدا اور پیشوا ہوں گے اور نبی کی وجہ سے جو خلا پیدا ہوگا اس کو صدیقی ہی پر کر دیں گے۔ جب آپ کہیں تشریف لے جاتے تو ابوبکر امامت صلوة فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے قبیۃ بنی عوف میں ان کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت آیا تو بلال نے ابوبکر سے کہا کیا آپ نماز پڑھا دیں گے؟ میں اذان دے دوں اور اقامت کہوں، چنانچہ حضرت ابوبکر نے نماز پڑھا دی اسکے بعد آپ ایسے وقت تشریف لائے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا چکے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم نماز پڑھ چکے ہو، لوگوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا کس نے نماز پڑھا، لوگوں نے کہا ابوبکر نے، فرمایا بہت اچھا کیا، کسی قوم کے لئے لائق ہی نہیں کہ ان میں ابوبکر ہوں اور یہ کہ ان کو حضرت ابوبکر کے علاوہ کوئی دوسرا نماز پڑھا سے۔ یہ روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے اور رسول بن سعد کے روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے خود حکم فرمایا: ”فقال لبلال ان حضرت صلوة العصر ولما اناک فمر ابابکر فليصل بالناس“ اگر اگر میں نہیں آیا تو ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں (۱۹۷)۔

## حضرت ابوبکر نے کتنی نمازیں پڑھائیں۔

پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ تیس دن نہیں نکلے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے ۱۶ نمازیں پڑھائیں لیکن قرعہ اس کا واقعہ جمعرات کا ہے اور آپ نے نو آخری نماز پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ لہذا حضرت ابوبکر نے عشاء کی نماز پڑھائی تھی وہ کم از کم پانچ دن قبل کی ہوئی کیونکہ اس روایت میں ہے کہ ظہر کے وقت آپ حضرت عباس اور ایک دوسرے آدمی کے ہمراہ نماز کے لئے ایسے وقت نکلے ہیں جبکہ حضرت ابوبکر نماز میں مشغول تھے اور اس نماز میں حضرت ابوبکر پہلے امام تھے پھر مقتدی بن کعبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نماز پڑھاتے ہیں اور حضرت ابوبکر مکہ کے فرائض انجام دیتے ہیں (۱۹۹)۔ یہ آپ کی آخری نماز تھی جس کے بعد آپ نے خطبہ دیا، انصاف کی فضیلت بیان کی امت کمان سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، جیش اسامہ کے روانگی کے متعلق احکامات صادر فرمائے اور حضرت اسامہ کی سرداری پر اعتراض کا جواب دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کے احسان کا تذکرہ فرمایا اور اپنے متعلق ارشاد فرمایا جس کو صرف حضرت ابوبکر سمجھ کر روئے نکلے ہیں (۲۰۰) اس لئے، ۱۶ وقت کی نمازیں پانچ دن وہ ہیں جو حضرت ابوبکر نے مسلسل امامت صلوٰۃ فرمائی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نماز کی لمبائی نہیں فرمائی اور یہ کہ دن سب کے نماز میں آپ صرف دو اسے تک تشریف لاتے ہیں اور پھر واپس ہوجاتے ہیں اور اسی دن دوپہر کے وقت آپ رفیق الا علی سے جا ملتے ہیں (۲۰۱)۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے متحد فرمایا اور یہ تربیت دی کہ آپ کے بعد کس طرح ایک امام اور قائد کے پیچھے اقتدار کریں گے اور یہ اطمینان بھی کرنا تھا کہ جو کچھ ان تک میں نے

حجۃ الوداع سے واپس پر آپ جب پہلی بار بیمار ہوئے اور اس کی خبر لوگوں میں مشہور ہوئی تو یمن میں اس وقت عسکری اور بیاہ میں مسلمانوں نے دھڑکی مارتی تھی کہ اگر دوران آپ رو لیتے ہوتے اور دونوں عہدیں نبوت کے خلاف احکامات نافذ فرماتے اور اس دوران طلحہ اسدی نے بعد میں اپنے نبوت کا ذریعہ اعلان کیا لیکن آپ رو لیتے ہوتے ہر یکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ بیمار ہوئے اس دوران حضرت ابوبکر نے کتنے دن کتنی نمازیں پڑھائی لوگوں نے اس کو نہیں گنا بلکہ اس کی اہمیت کا احساس بعد میں لوگوں کو ہوا یہی وجہ ہے کہ روایات میں ایک نمبر ایک واقعہ کا اور دوسرا نمبر دوسرے واقعہ کا ملتا ہے۔ بیان میں تسلسل کی وجہ سے پڑھنے والے اس کو ایک ہی واقعہ سمجھ جاتے ہیں اور ایک ہی دن اور ایک ہی نماز کا واقعہ سمجھ کر روایات میں تطبیق کے لئے تاویل کرتے ہیں۔ "وقد قال الشافعی باندھلی اللہ علیہ وسلم لم یصل بالناس فی مرض موتہ فی المسجد الامیرۃ واحدہ وہی ہذہ التی صلی فیہا قاعدا وکان ابوبکر فیہا اماما شریفا ماموما یسمع الناس التکبیر (۱۹۸) ۱۰۱۰ م شافعی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے مرض وفات میں لوگوں کے ساتھ صرف ایک نماز مسجد میں ادا کی وہ یہی نماز تھی جس میں حضرت ابوبکر پہلے امام تھے پھر مقتدی بن کعبہ اور آپ نے پہلے نماز پڑھائی اور ابوبکر نے مکہ کے فرائض انجام دیے۔ جبکہ روایات میں جن لوگوں کے سہارے آپ تشریف لاتے ہیں وہ متعدد ہیں جن سے فقہ و واقعہ کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے کتنے اوقات کی نماز پڑھائی اور آپ کتنے دن بیمار رہے لوگوں

ہے جاتے ہیں جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور حضرت ابو بکر امامت کے فرائض انجام سے رہے تھے آہٹ پا کر حضرت ابو بکر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن آپ نے اشارہ سے منع فرمایا اور ان کے پیلوں میں دھکے مارنا شروع کیا اور نماز کے بعد آپ نے خطبہ پڑھا (۲۰۵)۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ آپ حضرت ابو بکر کی خلافت کے متعلق کھمبوا نما چاہتے تھے تاکہ آپ کے بعد کوئی اختلاف واقع نہ ہو اور ان کے اس قول کی تائید مسلم کی یہ روایت بھی کرتی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا "ان ائمی لی ابائک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتعنی متنی ویقول غائل ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر" لیکن بعد میں آپ نے یہ کہہ کر ارادہ ترک فرمایا کہ یا ابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر اور اس کے ہم معنی بخاری کی بھی روایت ہے (۲۰۶)۔ یہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے خلافت کے باب میں کوئی وصیت نہیں فرمائی کیونکہ حضرت علی کے پاس اگر کوئی وصیت ہوتی تو اس کا وہ ضرور افہام کرتے (۲۰۷)۔

### حضرت ابو بکر کا رونما

جاری فرماتے: «ایہا الناس سعرت النار واقبلت العتقن کقطع اللیل المظلم وانی واللہ مات مسکون علی بشئ»

انی لم احل الاما اهل القرآن ما احرره الاما احرم القرآن» (۲۰۸)۔ اسے لوگو! اب مجھ کو ادھی گئی ہے اور تائیک رات کے ٹکڑوں کے مانند قفقوں نے رخ کر لیا ہے واللہ! تم میرے ذمے کوئی چیزیں لگاتا،

(۲۰۵) البیہقی فی السنن، جلد ۱، ص ۲۸۱، بخاری، باب ما جعل الامام لیرتبه، جلد ۱، ص ۹۵۔

(۲۰۶) عمدة القاری، جلد ۱، ص ۱۷۱۔ (۲۰۷) عمدة القاری، جلد ۲، ص ۱۷۲۔ (۲۰۸)۔

۱۵۷ سیات ابن ہشام، جلد ۱، ص ۶۵۔

پہنچایا ہے اس پر امت کس طرح مل کر رہتی ہے اور جو تعلیم دی ہے وہ مکمل ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی باقی نہیں رہی ہے اور آخر میں وفات سے چند گھنٹے قبل خود پردہ اٹھا کر انبیائے کچھ سے ملاحظہ فرماتے ہیں اور امت کو حضرت ابو بکر کے پیچھے صف بستہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور قسم فرماتے ہوتے ہنستے ہیں۔ یہ آپ کی آخری دیار تھی لیکن لوگ اس سے یہ سمجھے کہ آپ رعبیت میں (۲۰۹)۔

### قرطاس کی بحث

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جمعرات یعنی وفات سے پانچ دن قبل آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی تو آپ نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایسا فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ صحابہ میں بعض نے کہا کہ آپ اس وقت سخت تکلیف میں ہیں اور ہمارے پاس قرآن موجود ہے اور اللہ لکھتا ہے ہمارے لئے کافی ہے لیکن اہلبیت (یعنی گھر میں جو لوگ اس وقت موجود تھے) (۲۱۰)۔ بعض نے اختلاف کیا اور کہا کہ قلم دوات لاؤ تاکہ آپ کے بعد ہم لوگوں گمراہ نہ ہوں پانچ اور اس طرح جب آپ کے پاس کچھ شروع ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور اس طرح اس وقت جو کچھ آپ کہنا چاہتے تھے نہ کہہ سکے اور اسی کو ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر آپ اس وقت جو کچھ کہنا چاہتے تھے کہہ دیتے تو آئندہ کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہتا (۲۱۱)۔ لیکن میرے یہ کہنا واقعتاً ظلم کی نماز کے وقت آپ کی طبیعت کچھ سکون پذیر ہوئی۔ آپ نے حکم دیا کہ پانی کی سات مشکیں آپ پر ڈالی جائیں اور جب آپ غسل فرما چکے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے سے جبریلؑ تشریف

(۲۰۹) بخاری، باب ائیل العلم والفعل، جلد ۱، ص ۳۳۰۔ (۲۱۰) فتح الباری، شرح البخاری، جلد ۱، ص ۱۹۹۔

(۲۱۱) بخاری، باب فی الرئی علی الرئی فی سلم، جلد ۱، ص ۶۴۔

اپنے سامنے بند کر دیا ہے آپ فرماتے ہیں مجھ پر سب سے زیادہ احسانات حضرت ابوبکر کے تھے۔ ان من امن الناس علی صحبته و مالہ ابوبکر ولو کنت متخذاً خلیلاً غیر ربی لا اتخذت ابوبکر خلیلاً و لکن اخوة الاسلام و مؤدبہ۔ سچ پر تمام لوگوں میں محبت اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے ابوبکر کا سب سے زیادہ احسان ہے اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل اپنے رب کے علاوہ بناؤں تو ابوبکر کو بنانا۔ لیکن اسلامی اخوة اب باقی ہے۔

”انہ لیس من الناس احد امن علی فی نفسه و مالہ من ابی بکر بن ابی قحافہ“ ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ کوئی بھی مجھ پر اپنے نفس اور مال کے اعتبار سے احسان کرنے والا نہیں ہے، (۶۰۹)۔ اپنے اس قول میں تمام امت کے احسانات کی نفی فرمائی ابوبکر کے احسان کا اقرار فرمایا۔ اس میں ابوطالب کے احسانات کی بھی نفی ہو چکی ہے۔

مسجد کے تمام دروازے جب بند کر دیئے گئے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ ہمارے دروازے تو بند کر دیئے اور خلیفہ کا دروازہ کھلا رہا۔ یہ بات حبیب آپ کے پیچھے تو فرمایا کہ تم لوگ میرے حکم کو خلیفہ کے علاوہ دیگر تمام ابوبکر کو دینے (۶۱۰)۔ لیکن ان میں سے میرا کوئی خلیفہ ہوتا تو ابوبکر ہوتا، لیکن میرا خلیفہ اللہ تعالیٰ ہے اور کیا تم اب بھی میرے لئے میرے صاحب کو چھوڑ دو گے؟ حالانکہ انھوں نے اپنے نفس اور مال سے میری مدد کی اور میری تقدیق کی جبکہ تم نے میری تکذیب کی (۶۱۱) اس روایت میں مشمولہ فقرہ اس تمام قریشی شامل ہیں۔

### حضرت عمر کا اپنے باب کے کھلے رکھنے کا سوال کرنا

(۶۰۹) بخاری، جلد ۱، ص ۱۶۷، ۱۶۸۔ میرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۴۰۹۔ انس بن مالک، جلد ۱، ص ۵۴۔ تاریخ الخلفاء، جلد ۱، ص ۶۳، (۶۱۰) راجع الغفر، جلد ۱، ص ۱۵۱۔

طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۲۶۶۔ بخاری، جلد ۱، ص ۵۱۴۔

میں نے کوئی چیز حلال نہیں کی مگر وہ جو قرآن نے حلال کر دی ہے کوئی حرام نہیں کی مگر وہ جو قرآن نے حرام کیا۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ ان اللہ سبحانه خیر عبد ابین الدنیا و بین ماعدہ فاختار ما عند اللہ فبکی ابوبکر، کہ اللہ تعالیٰ نے نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ خواہ دنیا میں رہے یا عاقبت کو اختیار کرے۔ سو اس بندے نے عاقبت کو پسند کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اس کا مطلب سمجھ گئے کہ اس بندے سے مراد خود آپ کی ذات مبارک ہے اور اب آپ ہم سے چلا ہونے والے ہیں چنانچہ چرو پڑے ہیں اور کہتے ہیں نہیں نہیں، ہم اپنے مال باپ اور اپنی اولاد اور جائیں آپ پر قربان کر دیں گے، لوگ حضرت ابوبکر کے اس جملہ پر تعجب کرنے لگے ہیں، مابیکل هذا الشیخ ان یکن اللہ خیر عبد ابین الدنیا و بین ماعدہ فاختار ما عند اللہ، یہ شیخ کیوں رو رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ تمہیک بندے کو دنیا اور آخرت میں اختیار کرنے کا حق دے دیا ہے اور اس نے ماعدہ اللہ کو اختیار کیا تو اس سے کیا ہو گیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے رونے سے سمجھ جاتے ہیں کہ ابوبکر میرا مطلب سمجھ گئے ہیں اور تمہی دینے کے لئے فرماتے ہیں، علی و سلمت یا ابابکر، اے ابوبکر فرما سہولت سے کام لو۔

### مسجد کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم

آپ فرماتے ہیں، لا یبقین فی المسجد باب الا بعد الاباب ابی بکر، مسجد کا کوئی دروازہ بند ہونے سے درہ جائے، سب بند کر دیئے جائیں مگر ابوبکر کے گھر کی طرف کا دروازہ کھلا رکھا جائے۔ سدوا عنی کل خوفا فی هذا المسجد غیر خوفا ابی بکر، اس مسجد میں تمام درجے ابوبکر کے درجے کے علاوہ سب بند کر دو اور تمام دروازے آپ نے

وقت فرمایا کہ اگر میں خلیفہ بناؤں تو اس سستی سے غلغلا بنانا ہے جو مجھ سے بہتر ہے اور اگر میں لوگوں کو اپنی جھوٹوں تو اس سستی سے اپنی جھوٹ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے۔ اس سے لوگوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں فرمایا تھا کیونکہ عمر کے دل میں ابوبکر کے لئے عداوت نہ تھی (۲۱۴)۔

**یوم فاطمہ حضرت ابوبکر کا ثابت قدم رہنا اور رسول اللہ کی تصدیق کرنا**

پھر کہ دن بھر آپ کی بیعت کو سکون تھا۔ صلوة صبح میں آپ نے پورہ اشعار دیکھا کہ صحابہ ابوبکر کے پیچھے صلوة فجر میں صف بستہ ہیں۔ دیکھا کہ آپ فطرا غیبا سے بہنیں پڑے، لوگوں نے آہٹ یا کبر خیال کیا کہ آپ باشریف لانا چاہتے ہیں۔ فطرسرت سے لوگ بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ صفیں ٹوٹ جائیں، ابوبکر نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر آپ نے اشارہ سے منع فرمایا، جو شریف میں داخل ہوئے اور پورہ ذکر کیا۔ یہ آخری موقع تھا جس میں صحابہ نے آپ کی دیلکی۔ صلوة فجر سے فارغ ہو کر حضرت ابوبکر آپ کی اجازت سے رخ تشریف لے گئے اور اسی دن چاشت کے وقت جب دھوپ تیز ہوئی آپ رفیق امی سے جا ملے (۲۱۵)۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

**حضرت عمرؓ کی گھبراہٹ** جب حضرت عمر کو اس کی اطلاع ہوئی تو خود ہی بعد میں فطرت میں کہ آپ کے وفات کے وقت میرے پیش نظر "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا"

جب آپ نے قام دروائے بند کو لے کر حکم دیا تو حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دروائے کو چھوڑ دیجئے۔ جب آپ نماز کے لئے نکلیں تو میں آپ کو دیکھ سکوں، آپ نے فرمایا نہیں۔

**حضرت عباس کا اعتراض** حضرت عباس بن عبد المطلب نے کہا یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کے دروائے مسجد میں کھلے رہنے دیتے اور کچھ بند کروا دیتے آپ نے فرمایا اے عباس بیٹم میں نے اپنے حکم سے کھلے رہنے دیتے اور نہ میں نے اپنے حکم سے بند کئے ہیں (۲۱۶)۔

**مرض اوقات میں حضرت ابوبکرؓ پر اس قدر رعایت و تلمظ فرمانا**

امامت صلوة آپ کے تفویض کرنا، منبر پر باکر حضرت ابوبکر کی تعلیف کرنا، غلغلا کا ڈکرنا، احسانات کا اقرار کرنا، ابواب مسجد کو بند کرنا، ریشہ خواہ تھے جس سے حاضرین کو جتنا تھا کہ ابوبکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اہل آپ نے بہت سے واضح دلیلوں اور طریقوں سے ظاہر ثابت فرمادیا کہ آپ ابوبکر سے کہاں تک محبت و انس رکھتے ہیں اور آپ کے عداوت کا مقتدا اور پیشوا کون ہوں گے۔ حسن کا قول یہ ہے کہ اس تکلف سے آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ کے بعد کون مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا (۲۱۷)۔

قام بن عدی کی روایت ہے کہ اگر حضرت عمر کا وہ قول نہ ہوتا جو انھوں نے وفات کے وقت کہا تھا تو مسلمان اس بات میں شک نہ کیا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ نہیں بنایا تھا لیکن حضرت عمر نے وفات کے

(۲۱۴) ریشہ ابن ہشام، جلد ۱، ص ۴۵۳۔ (۲۱۵) البدایہ والنہایہ، جلد ۲، ص ۲۲۴۔

ریشہ ابن ہشام، جلد ۲، ص ۴۵۳۔ (۲۱۶) انساب الاشراف، جلد ۲، ص ۵۵۹۔

(۲۱۴) طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۲۲۸۔ یہ وحی غیر متلو کی جیسا مثال ہے۔

(۲۱۵) انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۵۶۱۔

حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں، ایہا الخائف علی رسلک  
اے قسم کھانے والے! ذرا مہربانی سے کام لو لیکن حضرت عمر کمال سننے والے  
تھے، اب حضرت ابوبکر ان کو چھوڑ کر سینے میں مہربان بن گئے لیکن لوگوں نے جب  
آپ کو مہربان پر کھڑا دیکھا تو حضرت عمر کو چھوڑ کر آپ کی طرف چلے آئے اور آپکے  
پاس جمع ہو گئے (۲۱۹)۔

حضرت ابوبکر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اما بعد! من کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ  
ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ  
تعالیٰ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ  
اَفَاَنْتُمْ قَاتِلُوْا قُلُوبَ الْفَلْسَفَةِ عَلٰی اَعْمَآئِکُمْ وَمَنْ یُّقْلِبْ  
عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَقْضَیَ اللّٰهُ سَیِّئًا وَسَیَجْزِیَ اللّٰهُ الشَّاکِرِیْنَ  
اِنَّکُمْ مَّیِّتٌ وَّ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلُکَ  
الْخَلْدَ اَفَاَنْتُمْ مِتُّمْ فَهُمْ الْخَالِدُوْنَ، کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ  
الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا رُجُوعٌ (۲۲۰)۔

اما بعد! تم میں جو کوئی اللہ کی پوجا کرتا تھا تو خداوند فوت پا گئے اور جو کوئی اللہ کی  
پوجا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ زندہ ہے کبھی مرنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ  
خود قرآن میں فرماتا ہے وہاں محمد سے الشاکرین تک اور انکے  
میت، و ما جعلناہر کل نفس ذائقة الموت یہ آیات  
کو دیکھیں اب لوگ مہربان میں آتے ہیں اور رونے لگتے ہیں۔  
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ لکان الناس لم یعلموا

لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ  
شَهِیْدًا اوالی امت تھی اور اس کے روئے میرا خیال تھا کہ آپ اپنی امت  
میں زندہ رہیں گے تا آنکہ آپ ان کے آخری اعمال دیکھیں اور ان پر گواہ ہوں  
اور اگر آپ وفات پا جاتے ہیں تو پھر آپ کس طرح گواہی دے سکیں گے (۲۱۸)۔  
چنانچہ عراقی شاعر نکال کر کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں کسی کو یہ کہتے  
ہوئے نہ سنی کہ آپ وفات پا چکے ہیں ورنہ اس کی گردن توار سے قلم کر  
دو لگا۔ صحابہ یہ سن کر خوفزدہ ہوئے ابوبکر کی تلاش ہوئی ہے۔ آپ  
آتے ہیں لوگ دیکھ کر آپ کی طرف دوڑ پڑتے ہیں لیکن بغیر تکلم کے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسے مبارک میں چلے جاتے ہیں چہرہ مبارک  
سے چادر اٹھائی اور سو رنگا اور بوسہ دیا پھر آپ کے چہرہ مبارک کو چاؤ  
سے ڈھک دیتے ہیں۔ "ہاں انت وامی طیب حیا ومیتا والذی  
نفسی بیده لا یذ یفک الموتین۔ آپ پر میرے ماں باپ قربانی  
ہوں۔ حیات اور موت دونوں ہی میں آپ پاک رہے اور موت اللہ تعالیٰ  
نے آپ کے لئے مقدس کی تھی وہ انہی اس کے بعد آپ موت کی تکلیف کبھی نہ اٹھائی  
گئے (۲۱۷)۔" بابر تشریف لاتے ہیں۔ مسجد میں حضرت عمر تقریر کر رہے تھے۔ واللہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی ہے بلکہ اپنے رب سے  
ملنے گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ کوہ طور پر اپنے رب سے ملنے گئے تھے اور  
چالیس روز تک غائب رہے تھے۔ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزویا پس  
اگر تم لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کریں گے اور اس وقت تک فوت نہ ہوں گے  
جب تک منافقین سے قتال کا حکم نہ فرمادیں (۲۱۸)۔

(۲۱۹) سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۶۵۳۔ بخاری، جلد ۱، ص ۶۳۳۔ انساب الشرائف، جلد ۱، ص ۵۳۳۔

سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۶۵۶۔

(۲۱۸) انساب الشرائف، جلد ۱، ص ۵۳۳۔ بخاری، جلد ۱، ص ۶۳۳۔ (۲۱۷) انساب الشرائف، جلد ۱، ص ۵۳۳۔

(۲۱۸) انساب الشرائف، جلد ۱، ص ۵۳۳۔ سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۶۵۶۔

کہ وہ نبی کی تائید اور تصدیق مفصل اور مکمل طور سے دلائل کے ذریعہ کہے لوگوں کو لاجواب کر دیتا ہے۔ وہ فصیح و بلیغ اور متحمل طرز خطابت کا حامل ہوتا ہے۔

## یوم وفات پر حضرت ابوبکر کے دیگر خطبے

آپ نے یوم وفات پر جو خطبے کیا، روایات میں مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دن آپ نے متعدد مقامات پر متعدد بار لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ نے گھر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام گاہ پر بھی تفسیریں کلامت کچھ تھے، ایک خطبہ کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے جو غالباً تمام خطبات کو جامع اور ان کا بخیر ہے۔

گھر سے حضرت ابوبکر تیزی سے نکل کر ممبر پر پہنچے، لوگوں کو آواز دی اور ان کو بیٹھ جانے کا حکم دیا، لوگوں کے بیٹھنے کے بعد حمد و ثنا اور شہادت کے بعد فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ آپ کی وفات کی اطلاع آپ کے حیات میں دے چکے تھے اور تم سب لوگوں کی موت کی بھی پہلے خبر دے چکے ہیں یہاں تک کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہے گا۔ ارشاد دہاں کی تعالیٰ ہے وہاں محمد الا رسول سے الشاکرین تک تلاوت فرمایا: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اَنْتُمْ قٰمِيْنَ، كُلُّ نَفْسٍ ذٰلِقَةٌ اَلْمَوْتِ، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَٰتٍ وَ يَتَّبِعِيْ جَهَنَّمَ رِيْكَ وَ اَوَّلَ الْجَلَالِ وَ اَلْاَكْرَامِ كُلُّ شَيْءٍ هٰلِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ، ان آیات کے بعد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات اور زندگی دی اور آپ کو اس وقت تک باقی رکھا یہاں تک کہ آپ نے اللہ کے دین کو قائم کیا، اللہ کے امر کو ظاہر کیا اور اللہ تعالیٰ کی رسالت کو پہنچایا اور اللہ کے دشمنوں سے چہرہ کیا اور وفات تک اسی پر قائم رہے اور تم لوگوں کو بھی اسی طریقہ پر چھوڑا اور اب کوئی ہلاک ہونے والا لائل شفا اور نور کے آجانے کے بعد ہی ہلاک ہوگا۔

ان الله انزل هذه الآية حتى تلاها ابو بكر فتلقاها منه الناس كلهم فما اسمع بشرا من الناس الا يتلوها۔ واللہ اکبر! لوگ جانتے ہیں نہیں تھے کہ بیٹیک اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما چکے ہیں یہاں تک کہ حضرت ابوبکر نے اس کی تلاوت کی اور تمام لوگوں نے ان آیات کو ان سے اخذ کیا۔ لوگوں میں سے کسی کو یمن نے نہیں سنا مگر ان آیات کی تلاوت کر رہا تھا۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں ان آیات کی تلاوت ہونے لگی اور ہر شخص کے زبان پر ان آیات کا اور دہن حضرت عمر کے پاؤں سے زمیں نکل گئی۔ ان عمر قال واللہ ما هو الا ان سمعت ابا بكر تلاها فعقرت حتى ما تقتلني رجلا حتى اھويت الى الارض حين سمعته تلاها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد مات۔ واللہ جب میخ ابوبکر نے ان آیات کو تلاوت کرتے سنا تو حیرت زدہ اور دشت زدہ ہوا اور میں اپنے پاؤں پر کھڑا رہ رہا اور فوراً بیٹھ گیا جب میں نے سنا کہ ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں (۲۲۱)۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد پہلا کھن مرحلہ تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر نے نہایت جرات اور استقلال و عزم کا ثبوت دیا اور سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی اور دوسروں کو دلائل کے ذریعہ لاجواب کر کے ان سے وفات کی تصدیق کروائی۔ اور امت کو انتشار سے محفوظ رکھا۔ ورنہ یہ ایسا اختلاف اور انتشار ہوتا کہ جس کے بعد امت کبھی بھی متفق نہ ہوتی اور دشمنان اسلام نہایت آسانی سے اسلام کا شیرازہ بکھیر دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صدیق کے ذریعہ امت کو متحد رکھا اور صدیق کا یہی فریضہ ہوتا ہے

کے بعد جو سب سے قریب تربیہ وہ غسل دیں گے۔

آپ کہاں دفن کئے جائیں گے؟ اے صاحب رسول اللہ، فرمایا اسی جگہ دفن کئے جائیں گے جہاں آپ کا انتقال ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی قبض روح اس مقام پر کرتے ہیں جو انکو پسند ہو (۲۲۲)۔

مقام دفن بھی اختلاف نہایت پیچیدہ صورت اختیار کر گیا تھا۔ اہل مکہ کا خیال تھا کہ آپ کو مکہ میں دفن کریں گے کیونکہ وہ آپ کی جائے ولادت اور آبائی وطن ہے اور اہل مدینہ نے کہا کہ مدینہ میں دفن ہوں گے کیوں سی آپ کی حجت کی جگہ ہے اور بعض نے خیال ظاہر کیا کہ بیت المقدس میں دفن ہو گئے کیونکہ انبیاء کا مدفون بیت المقدس ہی ہے اور یہاں سے آپ معراج پر تشریف لے گئے تھے لیکن تمام صحابہ حضرت ابوبکر کی روایت پر متفق ہو گئے اور اجماع کیا۔

”الانبياء يدفنون حيث يموتون“ (۲۲۳) انبیاء وہیں دفن کئے جاتے ہیں جہاں ان کی وفات ہوتی ہے۔ ماقبض نبی الا دفن حيث يقبض (۲۲۴) جہاں روح قبض کی جاتی ہے وہیں دفن بھی ہوتے ہیں۔ حرمدی کے یہ الفاظ ہیں۔ ماقبض اللہ نبی الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ فدفنوه فی موضع فراشہ (۲۲۶)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب آپ وفات پا گئے تو صحابہ آپس میں اختلاف کرنے لگے کہ آپ کہاں دفن ہوں، حضرت ابوبکر نے کہا: مسجد

(۲۲۳) ریاض المفرد، ج ۱، ص ۱۲۲، المل والنحل الشریعتی، جلد ۱، ص ۱۲۲، فقہ اسلامی

۱۲۱ - (۲۲۵) سیرت ابن ہشام جلد ۲، ص ۶۶۴ -

(۲۲۶) ترمذی جلد ۱، ص ۱۲۱، الکتاب الجنائز -

پس جب کارب اللہ تعالیٰ ہے تو وہ زندہ ہے کبھی اس کو موت نہیں آئے گی اور اس کی عبادت کرے، اور جب کارب محمد تھے اور ان کو اپنا الزما تھے تھے تو ان کے الزام لگ ہو چکے ہیں۔

اے لوگو! متوجہ ہوا اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنے رب پر ٹکول کرو، بیشک اللہ تعالیٰ کا دین قائم ہے اور اس کا کلمہ باقی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے دین کا معاد و اور مددگار ہے اور اس کے اہل کو عزت دینے والا ہے۔

کتاب اللہ صابے درمیان موجود ہے وہی نور اور شفا ہے اسی کتاب اللہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی تھی اس میں حلال اور حرام موجود ہے اور اللہ نے محمد کو نبی پرانا نہیں کہ اللہ کے مخلوق میں سے کوئی ہم پر قدا آور ہو، بیشک ہماری تلواریں اسی طرح سے سوتی ہوئی ہیں تا حال ہم نے ان کو نہیں رکھا ہے اور ان لوگوں کے خلاف ضرور جہاد کریں گے جو ہم سے خلافت ہو، حسب طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکر جہاد کر چکے ہیں اب بھی جہاد کریں گے۔ پس کوئی شخص اپنے نفسوں کے علاوہ کسی دوسرے کا نفی نہ کرے اور پھر آپ چلے گئے (۲۲۷)۔

**مقام دفن کی تصدیق کرنا** اب تو لوگوں کا آپ کے پاس ناخاندہ جاتا ہے۔ آتے ہیں

اور پوچھتے ہیں۔ یا صاحب

رسول اللہ امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے صاحب رسول اللہ کیا آج وفات پا چکے ہیں، آپ فرماتے ہیں نعم، ان بچو لوگوں نے کہ کفن کے بابت احوال کیا کہ آپ کو غسل دیا جائیگا، اے صاحب رسول اللہ! اور ان کو غسل دے گا، فرماتا ہے آپ کو غسل دیا جائیگا اور آپ کے لیے بیت بھی بنوے گا اور ان

اور یہ اشکال بھی آپ ہی نے رفع کی۔ حضرت ابو بکر نہایت اطمینان اور کمال یقین کے ساتھ ہر سوال کا جواب نہایت تشفی بخش طور پر دیتے ہیں۔ سب کی تسبیح و تہلیل ہے اور سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اپنے کلم علی کا بے اختیار اقرار کرتے ہیں۔

غور سے دیکھا جائے تو آپ کے بعد حضرت ابو بکر کے پاس خود بخود بڑا اختیاری طور سے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ سب کی نظریں آپ ہی پر پڑتی ہیں اور منتظر ہوتے ہیں کہ آپ کیا جواب دیتے ہیں اور اس اشکال کو کیسے رفع کرتے ہیں آپ ہر اشکال کا نہایت کامیابی، جرأت اور استقلال سے اطمینان بخش طریقے سے حل بیان فرما دیتے ہیں سب مطمئن ہو جاتے ہیں اور پیش آمدہ اشکال کے رفع پر اجماع کرتے ہیں حضرت ابو بکر کے اس طرز عمل سے عیاں ہوتا ہے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ آئندہ خلافت کا اہم مسئلہ بھی آپ حل فرمائیے گی وجہ یہی کہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں الفسار کا اجتماع ہوتا ہے تو آپ ہی کے پاس لوگ دوڑتے ہوئے آتے ہیں کہ اگر آج یہ اختلاف نہ مٹایا گیا تو امت کبھی متحد نہ ہو سکے گی اور یہ خبر دینے والے بھی الفساری تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس وقت بھی ابو بکر کی ذات ہی فیصلہ دے گی اور وہ فیصلہ سب کو متفقہ طور پر منظور ہوگا۔ اور صحابہ کا اجماع ہو جائیگا۔ صدیق کے یہی فرائض ہوتے ہیں اور لوگ ان سے ہی کے بعد بجا طور سے توقعات والستہ کرتے ہوئے ہیں جن کو وہ حل کرتا ہے اور امت کو مختصر سے نہایت مددگی سے باہر نکال لیتا ہے۔

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک نہیں آتی  
یموت الادفن حیث یقبض وابوبکر مؤتمن علی ما  
جاء بہ ، مجھے آپ نے فرمایا کہ بیشک انبیاء میں کسی نبی کو وفات نہیں  
دی جاتی مگر اس مقام پر وفات بھی کئے جاتے ہیں جہاں ان کی روح قبض  
کی گئی ہے اور حضرت ابو بکر روایت بیان کرنے میں امین تھے (۲۶۷)۔ اور  
آپ کو اسی مقام پر دفن کیا گیا جہاں آپ کا ہنگ رکھا ہوا تھا (۲۶۸)۔ چونکہ  
آپ کا علمی و ثقافتی پایہ علم اتنے بلند تھا کہ اس لئے کسی نے بھی یہ اعتراف نہیں کیا  
کہ آپ ایک شخص کا روایت بغیر شاہد کے کہے مان لیا جائے۔ ہر شخص آپ کے فیصلہ کی  
تقدیر کرتا ہے اور آپ کے بیان کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ  
حضرت ابو بکر ہم سب میں بڑے عالم تھے (۲۶۹)۔ وفات کے بعد فوراً ہی آپ کو  
صحابہ صاحب رسول اللہ سے مخاطب کرتے ہیں۔ یہ گوہر اس کا اقرار تھا کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب آپ ہی ہیں۔ اور سب سے  
زیادہ صحبت آپ ہی کو حاصل ہے اور آپ ہی رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی  
ساتھی اور دوست ہیں۔

## صلوۃ جنازہ پر اشکال اور اس کو رفع کرنا

صلوۃ جنازہ کے بہت دریافت کرتے ہیں کیا آپ کی صلوۃ جنازہ پڑھی جائیگی؟  
اور کیسے پڑھی جائے گی اور اس کا طریقہ کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ابیہ امام کو وہ درگاہ  
جا کر صلوۃ ادا کر جائے گی۔ ایک جماعت صلوۃ ادا کر چکے تو وہ باہر آئے سب نے پھر کوئی  
جماعت جانے وہ صلوۃ ادا کر کے باہر نکلے اس طرح پہلے مرد پھر عورتیں اور بچے آپ  
کی صلوۃ ادا کریں گے (۲۷۰)۔

(۲۶۷) تاریخ الخلفاء مسیوطی، ص ۴۷ (اردو) (۲۶۸) سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۹۶۳۔

(۲۶۹) تاریخ الخلفاء مسیوطی، ص ۴۷۔ (۲۷۰) راجع الفترۃ، ج ۱، ص ۱۷۱۔

## الْبَابُ الرَّابِعُ

عن رسول الله ﷺ في فصال كيو ونياسلام في حالت

”فانه قد ظهر في جبال تهامة داعية خفي امره قليل  
شيعة قد وقرته العرب: (۲) جبال تهامة میں ایک داعی کا ظہور  
ہوا ہے اس کا معاملہ پوشیدہ ہے۔ اس کا گردہ قلیل ہے اور عرب نے  
اس سے کنارہ کشی کی ہے۔ یہ کسریٰ پرینے کے عہد حکومت کے ۱۹ سال  
بعد کا واقعہ ہے (۳)۔ صنعا مدین کا پایہ تخت تھا۔ بین کا ایک ضلع تھا  
اور اس کی شمالی حد مکہ کے قریب پہنچتی تھی اور جنوبی حد یمن کے پائے تخت صنعا  
سے کوئی ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر ختم ہوتی تھی (۴)۔ سترہ میں جب آپ  
نے مکہ انوں کو خطوط لکھے اس وقت یمن کا فارسی گورنر باذان تھا (۵) اور سنہ ۶۲۸ء  
میں مسلمان ہوا (۶)۔

بحرین کا علاقہ قطیف فارس کی اس ساحلی پٹی پر ہوتا تھا جو عراق کے ڈیلٹا  
سے موجودہ ریاست قطر کے جنوب مشرق تک پھیلی ہوئی تھی اور اس کے شمال  
شہر یہ تھے، بصرہ، خط، مشرق میں جواثا، ساحلی شہر قطیف، آراء، بینوہ،  
زارا، ساہور، جزیرہ دارین، غابا اور مشرق (۷) جو حضرت ابوبکر کے دور خلافت  
میں کذابین مرتدین اور منافقین کو مکہ کے گھر تھے (۸)۔

بنی قیس نے ایک مرتبہ باذان کے بھیجے ہوئے خط کو جو ضرور پرویز کے  
پاس بھیجا جا رہا تھا لوٹ لیا۔ پرویز نے ایک شخص جس کو عرب الملعب کے نام  
سے یاد کرتے ہیں بنی قیس کے سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور اس نے ان لوگوں  
کے جنہوں نے غارت گری کی تھی ٹھنڈے آٹے اور یہ لوگ ملعب کے قیدی بن کر  
حضرت علی والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آئے۔ یہ دادی

ظہور اسلام کے وقت جزیرہ نما عرب شمالاً اور جنوباً دو بڑے حصوں میں  
بٹا ہوا تھا اور تین بڑی طاقتوں فارس، روم اور حبشہ کے درمیان واقع تھا  
اور سر بلاقت کا غلبہ ہوتا وہ اس جزیرہ کے کل یا بعض پر قابض ہو جاتا  
اور دوسری طاقت کو وہاں سے نکال باہر کر دیتا لیکن خود عرب بارشندوں  
میں آزاد کی کے جذبات کا فرما تھے۔ کسی کے ماتحت رہنا انکو برداشت  
نہ تھا اور جب بھی عرب موقع پاتے ان غالب طاقتوں سے خود کو آزاد کر کے  
دم لیتے، یہی وجہ تھی کہ تاریخ میں عرب اور اہل ایران کے مابین متعدد طغیانیوں  
کا پتہ چلتا ہے۔ ان آزاد کی پسندوں کے تحریکوں سے بچنے اور ان کو کچلنے کے  
لئے فارس اور روم نے دو عرب ریاستیں قائم کیں اور ان کو داخلی فوج  
منتشاری مائل تھی۔ شام عرب پر یمن کے حدود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
وقت بقاء اور تبرک سے ملے تھے، رومیوں کی حکومت تھی اور باقی جزیرہ عرب  
پر اہل فارس اپنے اقتدار کا دعویٰ کرتے تھے۔

”وقد تملك في القديم من الفرس على مواضع متفرقة  
من ارض العرب مئة عشر موزبانا“ (۱)۔ اہل فارس نے عرب  
کے مختلف حصوں پر ۱۹ موزبانا یعنی فوجی گورنر مقرر کر رکھے تھے۔ یمن پر کسریٰ  
پر دین کا عامل باذان اپنی حکومت کو آپ کی اجبت کی السلاسل النافذ میں دیتے۔

(۲) تاریخ ملوک الارض، ص ۱۱۵، (۳) تاریخ ملوک الارض، ص ۱۱۷۔ (۴) مسالک الممالک  
اصطفا، لیدن، ص ۱۴۔ (۵) جلد ۲، ص ۱۴۱، (۶) تاریخ العرب قبل  
الاسلام، جلد ۳، ص ۲۱۴۔ (۷) معجم البلدان یا قوت جلد ۲، ص ۷۳۔  
مسالک الممالک ابن خرداد بہ ص ۱۵۲۔ (۸) تاریخ الملوک الارض، ص ۱۲۵، ۱۱۹۔

بحرین اور عمان کا مایما اور یمن تک خسرو پرویز کی جانب سے والی قاضی عراق عرب پر بھی حکمران تھانے ثالث حکمران تھا۔ ۹۵ھ اور ۹۶ھ کے درمیان کسی وقت خسرو پرویز نے اسے قید کر کے اسی طرح قتل کر دیا اور قید کے لیے ایک کو اس کی ریاست دے دی اور اس کے بھائی کے لیے ایک ایرانی اسپیکٹر مقرر کیا (۹)۔

عراق عرب میں یمن سے حدود شام اور روم تک کے اہل انصاف تھے (۱۰)۔ شمالی عرب یعنی شام عرب پر شاہ روم کی جانب سے ۹۵ھ میں منذر بن حارث غسانی حکمران تھا (۱۱)۔ ۹۵ھ میں خسرو پرویز نے قتل کے خلاف جنگ شروع کی۔ ایرانی سپہ سالاروں نے ایشیائے کوچک میں فتوحات حاصل کیں، الرما، انطاکیہ اور دمشق پر قبضہ کیا اور یحییٰ بن عقیق کو قتل کر کے صلیب مقدس کو اپنے ساتھ اٹھا کر لے گیا اس طرح ۹۵ھ میں خسرو پرویز نے غسانی حکومت ختم کر دی (۱۲)۔ اس طرح پورا عرب رومیوں اور ایرانیوں میں بٹا ہوا تھا۔

عراق کے بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجاز بھی ایرانیوں کے ماتحت تھا۔ مہم تھا لیکن دنیا کا ان عظیم طاقتوں کے آپس میں طویل جنگوں کی وجہ سے حجاز تجارتی مرکز بن چکا تھا۔ قریش مکہ دونوں عظیم طاقتوں کے مابین ایک پل کا کردار ادا کر رہے تھے۔ مشرق کی تجارتی مال مغرب کی بندرگاہوں تک مکہ کے راستہ پہنچتا، اسی طرح رومیوں کے سارے اموال تجارت قریش ہی کے قافلے تک لاتے اور پھر ان بندرگاہوں تک پہنچتے تھے جن پر غرق کے تاجریا کرتے تھے (۱۳)۔ اس طرح حجاز نے ایک آزاد اور خود مختار حیثیت

(۱۸) تاریخ الملوک الاوائل ص ۱۱۹-۱۲۵۔

(۹) ایران بعد سامانیان، آنکھ کرستی سین، ص ۴۹۔ ترجمہ محمد اقبال۔ (۱۰) تاریخ طبرستان ص ۴۹۔ اصفی واطلائی، ص ۱۷۷ (اردو) (۱۱) تاریخ العرب قبل الاسلام، ج ۱، ص ۱۳۷۔ (۱۲) ایران بعد سامانیان، آنکھ کرستی سین، ص ۴۲۔ (۱۳) ارباب غزوہ (انگریزی) ص ۱۸۲۔

مائل کر لیں۔ قرآن میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ "لَا إِلَهَ إِلَّا قُرَيْشٌ"۔ "إِلَّا فِيهِمْ رِجْلَةُ الشَّمَاءِ وَالصَّبِيفِ"۔ (۱۴)۔ جو قریش جو کہ ہونگے ہیں یعنی جائے اور گئی کے سفر کے جو کہ ہونگے ہیں اس طرح شام اور یمن سے قریش مکہ کے تجارتی معاہدات تھے یمن سے اموال تجارت لاکر شام پہنچتے اور شام سے یمن پہنچتے تھے۔ آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس تجارت میں تمام مکہ والے شریک ہوا کرتے تھے اور ان قافلوں میں پورے اہل مکہ کا سامان ہوتا تھا۔ (۱۵)۔ "وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ" میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے امن والا خود مختار شہر بنا دیا ہے اور بالی پورا جزیرہ عرب کسری ایران کے ماتحت تھا۔

## واقعہ قریشی قار

نعمان بن منذر والی حیرہ کے قتل کے بعد خسرو پرویز نے انکے بھتیجے رول کا ہانی بن مسعود شیبانی سے مطالبہ کیا۔ ہانی نے انکا کہہ کر کہ جس سے قبائلی عرب اور خسرو پرویز کے مابین مقام ذی قار پر متنازعہ تھا، قبائل نے آپس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے شعاع کو لازم کو یکساں اور اللہ تعالیٰ کا محمد پیکار نہ لگے۔ حیرہ کسری کو شکست فاش دی اور بہترین کو قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا۔ "اليوم اول يوم انتصفت فيه العرب من العجم وبني نصر"۔ آج پہلا دن ہے کہ عرب عجم سے بدر لیا اور یہ بھی میری ہی وجہ سے ان کو کامیابی ہوئی۔ اس واقعہ کے سن میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ہجرت کے بعد جیسا کہ افطاف بتاتا ہے یمن اور بعض نے کہا ہے حبش آپ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوئی۔

(۱۴) قرآن، سورۃ اہلاق آیت ۱، پ ۳۰-۱۵۱، تاریخ الاسلامی والمصنارہ الاسلامیہ، شملی، ص ۵۳، ۴، ۱۸، تاریخ العرب قبل الاسلام، ج ۱، ص ۱۹۰، جواد علی۔

ہوں اور مثنیٰ کو اپنے ساتھ شامل کر لیں (۲۰) ایسا بن قبیلہ الطائی نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے صلح کی اور پورا حیرہ صلیح ہوا (۲۱)۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جزیرہ العرب کو پانچ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے (۲۲) یعنی عرب عراق اور عرب شام کو چھوڑ کر باقی عرب حسب ذیل صوبوں میں قدرتی طور پر تقسیم ہوتا ہے، یمن، عروص، نجد، حجاز، تنصہ۔ اس تقسیم کا معیار جبل سلت ہے یہ سلسلہ کو شمال میں براہ شام سے شروع ہو کر جنوب میں یمن تک چلا جاتا ہے اور عرب کو دو طبعی غزلی اور شرقی حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ غزلی حصہ چھوٹا ہے اور سواحل بحر احمر کا عرفا اور عرب شام سے یمن تک طولا میل جاتا ہے اور یہ حجاز کہلاتا ہے

جنوبی حصہ بطرف یمن جزئی یمن اور یسٹ ہے اسکو تنہا ہم کہتے ہیں لیکن بعض لوگ اس کو مستقل صوبہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ حجاز ہی کا ایک ٹکڑا مانتے ہیں۔ شرقی حصہ بلند اور کوہ سرات سے انکو وسط ملک کوٹے کرتا ہے عراق تک چلا جاتا ہے اسکو نجد کہتے ہیں اور نجد کے جنوبی حدود اور عراق سے خلیج فارس تک جو میاں، عمان اور بحرین وغیرہ پر مشتمل ہے عروص کہتے ہیں کیونکہ یہ تنجھا واقع ہے۔ جنوبی حجاز و نجد اور عروص کے بعد جو بحر احمر اور بحر عمان اور بحر عرب کے مابین واقع ہے اسکو یمن کہا جاتا ہے (۲۳)۔

## یمن

کسریٰ کے جانب سے، باذان ظہور اسلام کے وقت یہاں کا حاکم تھا اور ایرانی تباری میں داخل تھا، باذان کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پرستور یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ سیاسی طور

(۲۰) فتح البلدان، ص ۱۹۵، اخبار الطوال، ص ۳۱، فتح البلدان، ج ۱، ص ۱۹۵، القاهرہ۔

دوسرے مراد، ص ۱۹۵، اخبار الطوال، ص ۳۳، مجمع البلدان، وقت الحری، ج ۱، ص ۱۳۳۔

کتاب صفحہ جزیرہ العرب، الجہاد، ص ۴۰، اربع القرآن، ج ۱، ص ۴۰۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ جزیرہ کے پارکائی ماہرین نے جو کماصل ہوئی (۱۱۹) اور نوادہ کی ۹۳۳ء اور ۹۳۶ء کے مابین کھنڈے میں جبکہ دو تاشان کا بیان ہے کہ ۹۳۶ء کا واقعہ ہے (۱۱۶) یہاں سے عرب اور فارس کے مابین کامیاب چھڑپوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اسلامی فتوحات کے لئے مقدمہ ثابت ہوتی ہے۔ پیشابان دینے والے کے مشرق میں بحر خرومیا آباد تھے (۱۱۷) اسی قبیلہ کے دو آدمی مثنیٰ بن شداد اور سہیل بن قیس العلیی اپنی جمیعت کے ساتھ سرحد پر صفحہ زن ہوئے اور وہاں سے زمینداروں اور جاگیرداروں پر پوریش کر کے اور اگر ان کا قلعہ تب کیا جاتا تو دور و محرا میں گھس جاتے اور کوئی انہیں پانہ نہ سکتا، مثنیٰ حیرہ کی جانب اور سہیل ملک کی طرف سے حملہ کرتے اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مسند راہ خلافت ہوئے تھے (۱۱۸) ان سرگرمیوں کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہہ کر ہی جو اس وقت اہل ردہ کی سرکوبی میں منہمک تھے۔ چنانچہ آپؓ نے مثنیٰ کے حالات اور حسب و نسب معلوم کیا جب مثنیٰ کو اس کی اطلاع ہوئی تو خود مدینہ آئے اور آپؓ سے کہا کہ مجھے میری قوم کا لار بنا دیجئے مثنیٰ خود مسلمان تھے لیکن ان کا قبیلہ ابھی تک نصرانی تھا۔ مدینہ سے واپس جا کر پہلے اپنے قبیلہ کو مسلمان کیا اس کے بعد اسے ایک علاقہ رادہ ہوئے۔ وہاں سے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں تخریر کیا کہ وہ فارس پر پوریش کے لئے بہت بے قرار ہیں اور ایرانی بہت کمزور ہو چکے ہیں اسلئے ان کی امداد کی جائے اس وقت حضرت ابو بکرؓ جزیرہ عرب میں اہل ردہ سے فارغ ہو چکے تھے تو خالد بن ولیدؓ کو ان کی مدد کے لئے روانہ فرمایا اور حاکم دیا کہ ایرانیوں سے بزد آزما

(۱۱۹) تاریخ الطوقی، ج ۲، ص ۴۹، ج ۱، ص ۶۵، ۲۲۵۔ المسعودی مروج الذهب ج ۱، ص ۲۷۰۔

(۱۱۶) تاریخ العرب قبل الاسلام، ج ۲، ص ۱۰۴۔

(۱۱۸) تاریخ ابن خلدون، ج ۱، ص ۱۱۳ (اردو)۔ ترجمہ عنایت اللہ، لکھنؤ، ننگالین، ص ۱۱۳۔

(۱۱۹) اخبار الطوال، ص ۴۲۰۔

میں مسند و عاقب و سرور تھے جو آپ کے ساتھ مبارک کرنے آئے تھے لیکن بعد میں ان کی رائے بدل گئی، بغیر اسلام لائے ہوئی واپس لوٹ گئے (۲۷)۔

**حق اوداعہ کے بعد** میں اسود عیسیٰ نے نبوت کا دعویٰ کیا اس سرور کا نام ذوالخفار عبد بن کعب تھا۔ قبیلہ مذحج نے اس کا ساتھ دیا۔ خزان کا بھی رنگ بدل گیا اور اس نے حفصہ موت سے لائق بن گیا اپنا عہد نبی لیا تھا (۲۸)۔ بنو عامر کا ایک وفد مشہور عالم بن یثیل، اربد بن قیس اور جابر بن سلمیٰ کی سرکردگی میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اور انھوں نے یہ بات سنی کہ عامر بن یثیل آپ کو باقوں پر مغول کر کے اربد موقعہ پاکر آپ پر تھار سے وار کر گیا لیکن اربد پر ایسی دھشت ظاری ہوئی کہ عامر کے اشارہ کرنے پر بھی اٹھ نہ اٹھا سکا اور دونوں واپس چلے گئے۔ عامر بن یثیل سے جب اسلام کی بابت کہا گیا تو جواب میں کہتا ہے کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک سارا عرب میرا معین نہ ہوگا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ پھر میں قریش کے ایسے شخص کی بیوی کیسے کر سکتا ہوں۔ واپسی پر طاعون سے راستہ ہی میں ایک عورت کے گھر گر گیا جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچی تو لوگوں نے حالات پوچھے اس نے بغایت عقارت آمیز الفاظ میں آپ کا ذکر کیا کہ یہ شخص کشتی کی عبادت کام کر دعوت دیتا ہے اگر سب سے پاس نہ ہوں اسکو تیرول کا نشانہ بنا دوں، لیکن خود ہی بجلی گرنے سے جل کر ہیم ہو گیا۔ (۲۹)

**مضمر**، میں کا مشہور قبیلہ تھا یہ لوگ کفر میں آس درشدید تھے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا چاہتے تھے ان کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے تھے۔ قبیلہ عبد القیس کا ایک وفد آپ کی خدمت میں

سے یمن کے حدود حجاز تک وسیع تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسریٰ ایران پر یز کے نام غزوہ اذ کیا تھا تو یز نہایت حقارت آمیز لہجہ میں کہتا ہے کہ میرا غلام ہو کر مجھے لیل لکھا ہے۔ نامہ مبارک چاک کرتا ہے اور میں نے گورنر بذاذن کو حکم دیتا ہے کہ حجاز کے مدعی بن کر میرے پاس بھیج دو۔ یہ دو آدمی مدینہ و انکار کیجئے دونوں طائف کے راستے مکہ پہنچتے ہیں، اہل مکہ کو جب اس کا علم ہوتا ہے اور ان ایرانیوں کی آمد کو غم میں معلوم کر کے خوش ہوتے ہیں کہ اب کسریٰ ایران ایسے زبردست نے انھیں تاکا ہے اب وہ ان کی خوب جھڑپی لگے اور مدینہ کا راستہ ان کو دیتے ہیں۔ یہ فرستادہ آپ کے پاس اگر نہایت دلیری اور شہادت سے آپ سے مخاطب ہوتے ہیں کہ تم کسریٰ نے طلب کیا ہے۔ اگر اس کے حکم کی تعمیل نہ کرو گے تو کسریٰ ایران تم کو اور تمہارے قوم کو برباد کر ڈالے گا اور اگر چپ چاپ چلو گے ہم بھی تمہاری سفارش کر کے آپ کی جان بخشی کر دیں گے (۳۰) اور قالہامی و جہتی کہ اہل روم سے آپ کی سختی نکلیں، ہوں گی میں وہ رومیوں کے سرور کے اللہ جاکر واقع ہوئی ہیں جبکہ حجاز رومیوں کے سرحد سے بالکل متصل تھا اور اس کے سرحدات ترکوں کی جانب سے موت، بقاء سے ملنے تھے اس کے برعکس شاہ فارس دور دراز علاقوں میں ہوتے ہوئے احکامات صادر کرتا ہے اور میں کا گورنر تعمیل کرتا ہے۔ ان تصریحات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حجاز جب کہ ایک خود مختار قلعہ دار میں تھا تو پھر اسکو بھی یمن کے حدود و ریاست میں شامل کر کے یہاں کی آزادی سلب کرنا چاہتا تھا اور یہی حال تھامر کا تھا اور حضرت احقاف، منادہ، بنان اور عیسے یمن کے خاص ٹکڑے کے شہر ہوتے تھے (۳۱)۔ بنان کا ایک وفد مشہور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس کا واقعہ قرآن میں موجود ہے اس

(۲۷) بڑی جلد ۲، ص ۹۰۔ تاریخ ابن خلدون، جلد ۱، ص ۱۳۷، کراچی پبلیشرز، ۱۹۷۳ء

(۲۸) ارض القرآن، جلد ۱، ص ۹۰۔

(۲۹) بخاری جلد ۱، ص ۴۲۹۔ فتح البلدان، بلاذری، ص ۸۵، بیروت (۳۰) تاریخ بڑی، جلد ۱، ص ۱۴۵، القاہرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قاصد کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کی اس کے جواب میں اس نے لکھا کہ اگر آپ کے عہد میں حکومت کا والی بنوں تو میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں آپ نے جواب میں فرمایا: لا، ولا کرامة اللہ علیہ اکفنیہ فعات بعد قليل (۳۸)۔ اور اس کے مرنے کے بعد ذوالحجہ کا عہدہ عمان کے اقیط بن مالک الازدی کو حاصل ہوا جو کہ مدعی نبوت بن کر دنیا کی طرف نکلا تھا (۳۹)۔ بنو حنیفہ کا ایک سردار شمار بن ثمال تھا جو کہ صلح حدیبیہ سے قبل مسلمان ہوا تھا اور آخر کربلا میں شہید ہوا (۴۰)۔ اسی قبیلہ کا ایک شخص مسیحیہ کذاب بھی تھا جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور حضرت ابو بکر کے وزیر خلافت میں ملا لیا گیا (۴۱)۔

یحییٰ بن عمار، یہاں ہندی بن المستنیر کا خاندان کسری ایران کی طرف سے حکمران نامزد ہوا تھا اور سوق دیا اور صحر کا عشر جلدی بن مستنیر بھی لیا گیا تھا (۴۲)۔ اسی جلدی کے دونوں بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا جس پر یہ مسلمان ہو گئے اور آخر تک اسلام پر قائم رہے (۴۳)۔ غالباً ان کے اسلام لانے کی وجہ سے کسری ایران نے اقیط بن مالک الازدی کو ہوز بن علی کے بعد ذوالحجہ کے خطاب سے فرازا جو مدعی نبوت بن کر دبا کی طرف نکلا تھا کیونکہ اس کا خاندان زمانہ جاہلیت میں عمان کا حاکم تھا اور ظہور اسلام کے وقت جلدی کے خاندان میں حکومت تھی (۴۴)۔

قبیلہ عبد القیس اور بیہ کے بعض شاخیں یہاں آباد تھیں۔ ایران کے گلدری میں داخل تھا۔ شہر میں یہاں کا حاکم مسند بن سادی تھا جو اپنی تمام عرب رعایا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

## بحرین

(۳۸) فتوح البلدان، ص ۱۰۵، التبیان، ص ۳۶۴۔ (۳۹) فتوح البلدان، ص ۹۲۔ (۴۰) تاریخ طبرستان، ج ۱، ص ۱۱۳۔ (۴۱) سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۹۰۔ (۴۲) تاریخ طبرستان، ج ۱، ص ۲۶۵۔ (۴۳) فتوح البلدان، ص ۹۲۔ (۴۴) فتوح البلدان، ص ۹۲۔ تاریخ طبرستان، ج ۱، ص ۲۶۵۔

حاضر ہوا تو عرض کیا ہر لوگ قبیلہ بیہ سے تعلق رکھتے ہیں مجھے اور آپ کے درمیان مزے کے کفار حامل ہیں (۴۵) اور ان کی تشدد طبع کی وجہ سے ایک مرتبہ آپ نے انھیں حق میں بنو عاصی کی تھی (۴۶)۔

۵ و س، یہ بھی مین کا قبیلہ ہے شہر میں طفیل بن مرادوسی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبیلہ دوس کے لوگ آپ کی اخاعت قبول نہیں کرتے اور سرکشی پر تہہ ہوتے ہیں۔ آپ ان کے حق میں بدعا کر دیں لیکن آپ نے فرمایا اے اللہ تو دوس کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان بنا (۴۷)۔

حضرت موتیاد اور ہاد اور ہاد میں اہل حضرت موت نے بھی کافی حصہ لیا تھا ان کو آپ کی ذات سے اس وجہ سے یہ نفرت تھی کہ جب بنو عاصی بن عوف کے ایک شخص کے ذریعہ آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو یہاں کی عورتوں نے باقاعدہ جشن منایا اور انھوں نے ہندی لگا دی اور دف بجائے۔ یہ عورتیں پہلے آپ کی موت کی دعائیں مانگتی تھیں ان کی تعداد فیصل کے لگ بھگ تھی اور حضرت موت کے مختلف حصوں میں شملی، شمر، مشطہ، الغیر اور شمر وغیرہ میں پھیل ہوئی تھیں (۴۸)۔ یہ یہاں کی عورتوں کا حال تھا تو مردوں کی کیا کیفیت ہوگی۔

یامدہ، فہور اسلام کے وقت قبیلہ بنو حنیفہ کا مسکن تھا جو کہ بن وائل کی ایک شاخ تھی۔ یمامہ کے مشرق میں بحرین، مغرب میں یمن اور حجاز اور جنوب میں نجد کی سرزمین ہے۔ جب یہاں کا صدر مقام تھا اور ایرانی فوجی گورنر زبان یہاں رہا کرتا تھا (۴۹)۔ ان کے بادشاہ کا نام ہوز بن علی تھا جسے کسری نے اعتبار بنایا تھا (۵۰) اور ذوالحجہ کے لقب سے مشہور تھا (۵۱)۔

(۴۵) بخاری، ج ۲، ص ۶۲۴۔ (۴۶) عقدة الفریح، ج ۱، ص ۲۶۴۔ (۴۷) بخاری، ج ۱، ص ۶۲۴۔ (۴۸) کتاب البحر، ص ۱۹۳۔ (۴۹) فتوح البلدان، ص ۱۰۵۔ (۵۰) تاریخ طبرستان، ج ۱، ص ۲۶۵۔ (۵۱) عقدة الفریح، ج ۱، ص ۲۶۴۔

علیہ وسلم کے مکتوب گزری کہ پیچھے کے بعد مسلمان ہو گیا تھا (۳۳)۔ بحیرہ میں باغیوں نے جب مسلمانوں کے خلاف غم بغاوت فتنہ کیا تو ایران کی ساسانی حکومت نے ان لوگوں کی پوری پشت پناہی کی اور ملک بھر کر ان کی مدد کی (۳۴)۔

**نجد**

نجد عرب کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لئے بھی تشریف لے گئے تھے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہتے ہیں۔ جبکہ منہجی حصہ پر ہوازن اور سلمیہ تابعین تھے۔ قبیلہ حطیم کی ایک شاخ میانہ (۱۵) دیکھی گئی۔

قبل اسلام کندہ کے نام سے ایک چھوٹی عربی ریاست قائم تھی جو سنارہ یعنی ملک حیرہ کی ہمسایہ کا دعویٰ کرتی تھی۔ نوشیروان کے باپ قباد نے جب مزدکی مذہب اختیار کیا تو سنارہ کے مقابلہ میں کسری فارس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے بھی مزدکی مذہب اختیار کیا لیکن نوشیروان نے مزدکی مذہب کا جب خاتمہ کیا تو اس کی زمین پر لوگ بھی آگئے (۳۵)۔

## بنو تمیم

اس کے عربان کو مکہ کے نام سے یاد کرتے تھے (۳۶)۔

اس سے واضح ہوا کہ یہ قبیلہ بھی ایران کے ماتحت تھا۔ اور ان کا ایران کا فوجی گورنر یہاں متعین تھا۔ سباج بنت الحارث اولاد بنی تغلب سے تھی اس نے بنی تغلب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد جزیرہ (عراق) میں اپنی نبوت کا دعوے کیا۔ بدیل معاہدہ تھی جو زرک سباج کا مرید ہو گیا اور حضرت ابوبکر سے لڑنے کے لئے اس شان سے شمالی عراق سے بنو تمیم میں وارد ہوئی کہ بنو تغلب کے لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے اور ایک عظیم لشکر کی قیادت کر رہی تھی (۵۰)۔ جبکہ بنو تغلب لڑائی تھے لیکن سب اپنا مذہب ترک کر کے یکدم سباج کی نبوت کے قائل ہو گئے (۵۱)۔ یہ اس کا بنی ثبوت ہے کہ سباج

علیہ وسلم کے مکتوب گزری کہ پیچھے کے بعد مسلمان ہو گیا تھا (۳۳)۔ بحیرہ میں باغیوں نے جب مسلمانوں کے خلاف غم بغاوت فتنہ کیا تو ایران کی ساسانی حکومت نے ان لوگوں کی پوری پشت پناہی کی اور ملک بھر کر ان کی مدد کی (۳۴)۔

**نجد**

نجد عرب کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لئے بھی تشریف لے گئے تھے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہتے ہیں۔ جبکہ منہجی حصہ پر ہوازن اور سلمیہ تابعین تھے۔ قبیلہ حطیم کی ایک شاخ میانہ (۱۵) دیکھی گئی۔

قبل اسلام کندہ کے نام سے ایک چھوٹی عربی ریاست قائم تھی جو سنارہ یعنی ملک حیرہ کی ہمسایہ کا دعویٰ کرتی تھی۔ نوشیروان کے باپ قباد نے جب مزدکی مذہب اختیار کیا تو سنارہ کے مقابلہ میں کسری فارس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے بھی مزدکی مذہب اختیار کیا لیکن نوشیروان نے مزدکی مذہب کا جب خاتمہ کیا تو اس کی زمین پر لوگ بھی آگئے (۳۵)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نجد بھی کسری ایران کے ماتحت تھا۔ طلحہ اسدی (جزیرہ) کے شمال مشرق میں غطفان کا سردار تھا، مدنی نبوت بنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ دوستی اور شرکت اختیار کرنا چاہتا ہے (۳۷)۔

قبائل طئی اور اسد کے عوام اس کے چمڑے سے آئے، غطفان اور اشجع اور ان عربوں نے جو مختلف قبیلوں سے جمع ہوئے تھے ان سے بیعت کر لی اور مدینہ کے شمال مشرق اور شمال، شمال مغرب میں تقریباً ایک وچن قبائل نے جن میں کئی قبائل طلحہ کے بارامت زیر اثر تھے آپس میں معاہدہ کیے مدینہ

(۳۳) فتح البلدان، ص ۹۵-۹۶ (۳۴) فتوح اثم الکونی از مدنی، کبر سید احمد، ص ۱۲۳-۱۲۴ (۳۵) ارض القرآن، جلد ۱، ص ۹۲-۹۳ (۳۶) تاریخ طبرستان، ص ۱۲۳-۱۲۴ (۳۷) ارض القرآن، جلد ۱، ص ۲۵۹-۲۶۰

(۳۸) طبری، جلد ۱، ص ۲۱۲-۲۱۳ (۳۹) کمال ابن اثیر، جلد ۱، ص ۲۷۹-۲۸۰ (۴۰) تاریخ طبرستان، ص ۱۱۹-۱۲۰ (۴۱) طبری، جلد ۱، ص ۲۳۷-۲۳۸ (۴۲) ارض البلدان، جلد ۱، ص ۱۱۸-۱۱۹

اس کے بعد دوسرے موقع پر شاہ روم قیصر کا بیٹا پرویز سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد کا طالب ہوتا ہے کہ رؤساء اور اکابر روم نے میرے والد قیصر اور جانی نیا دوس بن قیصر کو قتل کر دیا ہے۔ ان کی درخواست پر پرویز تین ہزار لاکھ اور بیس لاکھ تین سو ہزار تھانے قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتا ہے اور صرف قسطنطنیہ تک لوٹ مار اور قتل و جانی بچا دیتے ہیں اور صلیب جلفیوں کا مذہبی نشان اٹھا کر ملے آتے ہیں اور قیصر کے لڑکے کے درخواست پر بھی اس کو واپس نہیں کرتا (۵۳)۔

شیرازیہ پر پرویز ایک مراسلہ میں کسری پرویز سے دریافت کرتا ہے کہ آپ نے نغان بن منذر کو قتل کر کے اور اسکے بیٹے اور خاندان کے کو حکومت سے محروم کر کے ان کا ملک سلطنت حیرہ ایک نذر شخص ایس بن قیصر الخالی کے سپرد کیا اور نغان بن اس خدمت کا کوئی پاس نہ کیا جسے آپ کے بزرگ مامولہ نہ کہتے تھے ان کی خدمت یہ تھی کہ نغان کے وادے بہرام گور کو صیب حکومت اسکے ہاتھ سے نکل گئی تھی پناہ دی اور اس کی دستگیری کی تھی تا آنکہ اس نے حکومت واپس لے لی (۵۴)۔ پرویز قید سے جواب میں لکھتا ہے کہ بن نغان بن منذر کو قتل کیا اور اہل عربوں کی مدد کی گئی یا ست چھین کر ایس بن قیصر کو دے دی کیونکہ نغان اور ان کا خاندان اہل عرب پر مسلط تھا اور ان سے کہے جا رہا تھا کہ انشاء کرو، مغرب صیب حکومت ہمارے ہاتھ سے نکل کر ان کے ہاتھ جانے والی ہے اور اس ضمن میں عربوں کو خطوط بھی مل چکے تھے چنانچہ میں نے اسکو قتل کر دیا اور ایک بد کو حکومت سونپ دی جو اس قسم کا شعور ہی نہیں رکھتا (۵۵)۔

حکومت ایران کے حکم سے اس عظیم فوج کی قیادت کر رہی تھی اور عرب میں وفات پائی مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد اور پہلے جتنے مدعی نبوت بنے صیب کے سب حکومت ایران کے اس سارکشی کی کڑی تھیں جو ایران نے حکومت مدینہ کو ختم کرنے کے لئے خفیہ طور سے مرتب کی تھی اور مالغین زکوٰۃ، متروکین اور کلدانیوں کے سرغنہ ایران کے ایجنٹس کا کردار ادا کر رہے تھے اور یہ ایک لازمی امر یہ کہ جب یوں جزیرہ شاہ فارس کے ماتحت تھا اور اسکے دن سے مقرر کردہ گورنر مہاں حکمران تھے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغ خطوط کے نتیجے میں یمن، بحرین، یامامہ، عمان، حضرموت، نجد، اجماع نہاد وغیرہ پورے عرب میں اسلام کی روشنی بھیلنے لگے اور یہاں کے حکمران جو کسری ایران کے ماتحت تھے ممان ہوتے ہیں بالفاظ دیگر کسری ایران کے خلاف بغاوت کرتے ہیں تو ان حالات میں اہل فارس کس طرح اور کیونکر خاموش اور سفاکانی رہ سکتے تھے۔ اہل فارس کا قومی حیمت کی یہ کیفیت تھی کہ کسری پرویز کے لئے رومی فوجیں اہل فارس کے خلاف بندوق زبانیں لایا ایک رومی بہرام چوہین کا (جو پرویز کا جانی دشمن اور اس سے سخت جھیننے والا تھا) کا رخ کرتا ہے اور اسے دعوت مبارزت دیتا ہے۔ بہرام چوہین نکل کر اس کے سامنے آتا ہے۔ ہندو اکا ایک وار رومی اور ایک وار بہرام کرتا ہے لیکن رومی کا وار بہرام پر کوئی اثر نہ کر سکا اور بہرام نے اس دوران رومی کے سر پر وار کیا، سرکٹ کرتا وار اس کے سینہ کو چیر کر چلا گئی اور دھجیوں سے ہر کرداریں بائیں گر پڑا ہے۔ کسری پرویز اس پر خندہ خشین بلند کرتا ہے۔ شیا دوس کو (جو قیصر کا کردار پرویز کی مدد کے لئے آیا تھا۔ یہ بات سخت ناگوار گزری اور کہا کہ آپ میرے ایک سامنے جو ہزار مردوں کے برابر گنا جاتا تھا قتل ہوتے دیکھ کر ہتھمہ لگاتے ہیں۔ غنا لیا آپ کو رومیوں کا قتل خوشی ملتا کرتا ہے (۵۶)۔ (۵۷) اور اگلی صفحہ

(۵۶) اخبار الطوال، ص ۲۰۰۔ (۵۷) اخبار الطوال، ص ۲۱۸۔ (۵۸) اخبار الطوال،

ص ۲۲۱۔ (۵۹) اخبار الطوال، ص ۲۲۳۔

ایک صحابی حضرت عمرؓ کے پاس رات کے وقت حاضر ہو کر کھڑے ہوئے جس حضرت عمرؓ سوتے ہوئے اٹھتے ہیں اور غزوہ ہجرت کے لئے تھے ہیں اور کہتے ہیں، اجاءت غسان، کیا غسانی آگئے؟ (۵۸) اسلئے آپ نے فوجتہ الوداع کے بعد غزوہ موتہ کا بدلہ لینے اور اس خطرے کا جو سر پہنٹلا رہا تھا سر پر کرنے کے لئے آپ کی فوج اسامہ بن زید کی امانت میں تیار کر لی اور یہ فوج مدینہ سے روانہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

غسانی اور باغی  
مکہ میں توفیق  
عقین اور حراق ہے

## یہود و نصاریٰ کی سرگرمیاں

بنو تغلبہ سمجھ بھگت الاموات کی سرکردگی میں بنو نجیم میں وارد ہوتے ہیں۔ بنجران کے میثاقی بھی کسی سے پیچھے نہ تھے اور یہود کے ساتھ تو سب سے مسلمانوں کا مقابلہ شروع ہو چکا تھا، آپ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہر موقع پر مصالحت کا اور کشش کا کہ ان کے مخالفانہ تحریکیں سرگرمیاں ختم ہو جائیں اور امن وامان کے ساتھ جزیرۃ العرب میں ان کے ساتھ مل کر زندگی بسر کی جائے لیکن یہود و نصاریٰ نہ خود خاموش رہتے اور نہ دوسرے قبائل کو خاموش بھیجئے دیتے بلکہ قبائل عرب کے پاس باکران کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کرتے اسلئے وفات سے قبل آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ اب اس قوم کے ساتھ ملکر رہنا ممکن نہیں ہے اور جزیرۃ میں امن وامان انکی موجودگی میں قائم ہو سکتا ہے لہذا آپ نے یہ حکیمانہ فیصلہ فرمایا۔ لایحیۃ تعان دینان فی جزیرۃ العرب، دو دین جزیرہ عرب میں جمع نہیں کئے (۵۹)

واقعہ کی کارسی نوان بن منذر کے قتل کے سبب رونما ہوا تھا اور یہاں سے مسلمان حکومت کا زوال شروع ہو کر حضرت عمرؓ کے اعتدال منکھ طور سے تباہ ہو گیا اور اہل فارس اسلام ہی قبول کر چکے لیکن قومی حیثیت کے سبب مدیاں لگ جانے کے بعد بھی اپنی اس شکست کو نہ بھول سکے اور نہ ان کا مجذوب انتقام ٹھنڈا ہو سکا۔ رضانے کو ایک ایرانی شاعر ہے وہ لکھا ہے،

بھگت عمر پشت ہزاراں اجم را  
بر باد فنا داد رگ وریشہ جم را  
ایں عہدہ پر غلب خلافت زلی نیست  
بالا عکرتہ قدیم است عجم را

ان اشعار سے معلوم ہوا کہ ایرانیوں کو حضرت عمرؓ سے جو عداوت اور کینہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے فارس کو فتح کر کے ساسانی خاندان کا خاتمہ کر دیا (۵۹)۔

ادھر رومی جو شاعر ہے  
ریشہ دہانیاں میں معروف

## باز نطنی شہنشاہیت

تھے، سرگرمی دکھاتے ہیں، غزوہ تبوک میں اگرچہ غیر سے مقابلہ نہ ہوا اور حراہ، اذوح، ایلہ، مقناکر آپ نے زیرِ زمان کیا اور دودھ را بچندل کے والی اکیڈر گرفتار ہو کر آپ کے سامنے لایا گیا (۵۹) لیکن آپ کے والیس کے یہود قیر میر سرگرمی دکھاتا ہے اسلئے مسلمانوں کو ہر وقت دوسروں کے حملہ کا خوف لاحق رہتا تھا۔ مسلمانوں کا حال تھا کہ ایک مرتبہ

(۵۹) تاریخ ادبیات ایران محمد مجید، ص ۹۰۔ براؤن، دہلی، انجمن ترقی اردو سنہ ۱۳۳۰ھ۔ (۵۹) التنبیہ والاشراف، المسعودی، ص ۲۳۰۔ سیرت ابن ہشام جلد ۱، ص ۵۲۵۔ کامل ابن اثیر جلد ۱، ص ۱۹۱۔

ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ یہاں تک کہ حجاز کے عرب سردار بھی حیرہ کے دربار میں جایا کرتے تھے۔

عقد الفرید میں وفود العرب ملی کسی کے زیر عنوان بڑی تفصیل سے ان وظیفہ خوار عرب سرداروں کو بیان کیا گیا ہے۔ عرب کے یہ ذمہ دار کس طرح وفود کی شکل میں کسری ایران کے دربار میں جایا کرتے تھے اور وہاں سے بڑے بڑے عطیات و صلوات حاصل کرتے تھے اور اسی طرح قیسرو دم کی طرف سے ان عربوں کو بڑی بڑی زمیں سالانہ عطیہ کے طور پر ملتی تھی (۶۲)۔

آپ یہود و نصاریٰ کہ جزیرہ العرب میں نیست و نابود بھی کر سکتے تھے اور آپ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کو یکسر ختم کر دیا جائے اسلام اختیار کریں یا تلوار سے فیصلہ ہوگا مہیا کہ آپ نے عرب قبائل کے متعلق فرمایا ”امرت ان اقاتل الناس حتی (الحديث)“ (۶۱)۔ اور آپ نے کسی عرب سے اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول نہ فرمایا اور صاف اعلان فرمایا ”وَاَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ“ (۶۱) اور آپ نے کسی عرب سے جزیرہ قبول نہ فرمایا لیکن یہود و نصاریٰ اور مجوس سے آپ نے جزیرہ لینا قبول کیا، مسند بن سادی والی بحرن نے آپ سے دریافت کیا کہ یہاں کیا ہو کر ساتھ لیا یا بڑا کیا جائے تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا جو لوگ شیخ اسلام کے بعد بھی اسلام قبول نہ کریں ان سے فی کسی ایک دینا سالانہ جزیرہ لیا جائے (۶۲)۔

ان حالات میں اگرچہ کہ لوگ مسلمان ہوئے تھے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق قائم کر لیا تھا لیکن پورے جزیرہ نما عرب کا جو یہود، نصاریٰ، مجوس، عرب اور اہل فارس پر مشتمل تھا کیسے کسری ایران اور ساسانی حکومت سے ان کو رابطہ اور تعلق ختم ہو سکتا تھا۔ اگر کسری اور دیگر مقبوضات میں بغاوت ہو گئی اور انھوں نے اپنا تعلق ایران سے قطع کر کے مدینہ سے جوڑ لیا لیکن یہاں کے اہل بائندہ سے جو عرب شہر ہوتے تھے اور اپنا دے نفرت کرتے تھے کسری ایران اور ساسانی حکومت سے مدد کے خواستگار ہوئے تھے اور کسری نے بھی اپنے اچھی مزدوروں کو بھیجے کیونکہ جزیرہ کے عرب سردار تقریباً سبھی کسری کے وظیفہ خوار تھے اور ایرانی دربار میں

(۶۰) بخاری کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوة، جلد ۱، ص ۸۔

(۶۱) قرآن، برأت، آیت ۲۸، فتح البیان، بلاذری، القاهر، ص ۹۸۔

## بغاوت اور انداد کے اسباب

عام طور سے بغاوت کے تین وجہ بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) سخت مذہب کی اخلاقی اور اجتماعی پابندیوں سے عام اغرائت۔

(۲) زکوٰۃ سے بددلی۔

(۳) حاکم سرمدوں کی اپنے اقتدار میں کمی اور مدینہ کی ممانعت سے ناگواری۔

لیکن اصل سبب وہی ساسانی حکومت کی ریشہ دوانی اور یہود و نصاریٰ کی بنی اسلام سے عداوت ہے۔ چونکہ عرب انقلاب بنوت کے توسط سے اپنا تاجِ نبوت پوشیدہ بھی بیویں اور رسولوں سے واقف تھے اور ایرانیوں کے لئے بھی نبوت کا تصور کوئی نیا تھا۔ کیونکہ ان کے یہاں مزدک وغیرہ پہلے نبوت کا دعویٰ کر کے ایرانیوں کو تباہی کے کنارے پہنچا چکے تھے۔ ساسانی اور بازنطینی حکومتوں میں جب بھی طوائف ہوتی ہیں دونوں طرف سے عرب ہی جنگ میں نمایاں کردار پیش کرتے تھے اور ان کی کامیابی ان دونوں ہی پر موقوف ہوتی تھی۔ اور ایرانی صاحب اقتدار ہونے کے بنا پر جنگ کے قابل نہ تھے اور جزیرہ میں اصل اقتدار و طاقت ان عربوں کے ہاتھ تھا۔ اس لئے کسری ایران کو اپنے حامی عرب عوام اور ذہنیہ خوار سرداروں کی بغاوت پر آمادہ کرنا اور ان سے دعویٰ نبوت کرنا کوئی دشوار امر نہ تھا اور اس بغاوت کے وقت کا تعین انھوں نے آپ کے وفات کو قرار دیا تھا۔ چنانچہ پہلی آپ بیمار پڑتے ہیں میں اسود غسانی اور یامدر میں مسیلر جن کا متعلق مقامی باشندوں سے تھا اعلان نبوت کرتے ہیں اور غالباً نبی اسد کے لہجہ کے پاس سانس کا پیغام تاخیر سے پہنچتا ہے اس لئے اس نے جب نبوت کا اعلان کیا تو آپ ردِ ولیمت ہو چکے تھے (۶۴)۔ آپ ان کہانین کے متعلق خواب بھی دیکھتے ہیں آپ فرماتے ہیں ان سے اسود غسانی اور مسیلر راہ ہیں اور جب آپ کے پاس آپ کے متعین کردہ عاملوں کے طرف سے اطلاع پہنچتی ہے تو ان عاملوں کو مقتول کرنے کا حکم دیتے ہیں (۶۵) اسی دوران آپ دربارہ

(۶۴) طبری جلد ۳، ص ۱۸۸ اٹھا ہوا۔

(۶۵) طبری جلد ۳، ص ۱۸۹۔

بیمار پڑتے ہیں اور آپ کی وفات پر سچا بہت الحارث بنو تمیم میں عراق سے اگر مدینہ نبوت بننے کا اعلان کرتے ہیں (۶۶) اور دیگر قبائل میں بھی آپ کے وفات کی خبر سن کر بغاوت اور انداد کی آگ بجھ کر مٹتی ہے۔ عمان میں لقیہ بن مالک الازدی ذوالتاج مدنی نبوت ہونے کا اعلان کرتا ہے (۶۷)۔ لوگ اپنے اپنے نکال کو اپنے گروہ کی کشتی زکوٰۃ کو بدھ لیں گے روکھیں اور کشتی کی کزیرہ کی حکومت کے ہم فرش سے زیادہ مستحق ہیں۔ عرض اس قسم کے مطالبات سامنے آتے ہیں۔ صاحبِ کایان ہے کہ عرب میں کوئی خراجِ قبیلتی نہ ہے نہیں پہلی جتنی سرعت سے آپ کے وفات کی خبر قبائل عرب میں پھیلی اور چاروں طرف سے لوگ عداوت پر آمادہ ہوئے گراں بغاوت میں کسی کا ہمت نہ تھا اور ان قبائل کے سرداروں کا از خود دعویٰ نبوت ہوتا تو ان کے گروہ آستانہ جلد اٹھ کر پورا قبیلہ اور اطراف کے عرب کیسے جمع ہو سکتے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کو دین حق کی تبلیغ اور اپنے قبائل کو دین حق کی طرف مائل کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آتی رہی ہیں۔ پھر سرطرت سے بیس وقت ایک ہی انداز کے مطالبات سامنے آئے (اگر اس میں کوئی خفیہ سازش نہ تھی) بعد از قیاس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سازشوں کو پہلے ہی جان گئے تھے اور ان کے سرخروں کو بھی جانتے تھے۔ آپ نے غزوہ خندق کے موقع پر ہی فوجاً غارت کر کے برباد ہو گیا اور اسکے بعد کوئی کسری نہ ہو سکا، قیصر برباد ہو گیا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو سکا اور تم لوگ ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں تقسیم کر دے (۶۸) اور وفات کے کچھ قبل آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ لا اخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب فلا اترك فيها الاسلام، اگر میں زندہ رہا تو میں انشاء اللہ یہی دو اور نصیحت

(۶۶) طبری جلد ۳، ص ۲۴۴۔ (۶۷) فتوح البلدان، بلاذری، ص ۱۰۳۔

ص ۱۰۳۔ تاریخ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی، ج ۱، ص ۲۵۰۔ (۶۸) بخاری کتاب الفتن

باب علامات النبوة، جلد ۱، ص ۵۱۱۔

کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کروں گا اور مسلمان کے علاوہ کسی کو نہ چھوڑوں گا (۶۹)۔  
ان الفاظ سے آپ نے قیصر و کسری اور یہود و نصاریٰ کی خفیہ سازشوں کو انکار فرمایا اور ان بدانتوں کی طرف اشارہ بھی فرمادیا۔ یہود و نصاریٰ نے فلسفہ نبوت پیش کیا اور ساسانی حکومت نے لوگوں کو اس مغربی کے سامنے پر آمادہ کیا اور عربوں کو دعویٰ نبوت کے لئے منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جزیرہ غامیہ اصل طاقت اور اقتدار کا سرچشمہ بنیادی عرب باشندے ہی تھے اسلئے کوام کو زکوٰۃ سے نجات دلانے اور غنہ مذہب کی اخلاقی اور اجتماعی پابندیوں سے چھٹکارا دلانے کا بچ دی گئی۔ سرداروں کے اقتدار میں اضافہ اور مدینہ کے مسیحی سے آزادی کا سبز باغ دکھایا گیا لیکن یہ سادہ لوح عرب اس سے ناواقف تھے کہ اصل سبب دین تھا کہ مثلاً، فارس کا اقتدار بحال کرنا اور ان کو غلامی کی تاریکی کی طرف دوبارہ لوٹانا اور یہود و نصاریٰ کا اپنے حسد کو شعلہ آگ کرتا۔ ختم نبوت کے اقسام سے عربوں کو کوہنہ نرا لایا گیا اور لٹائے اپنے کلام میں اسکی بہت پہلے خبر دے چکے تھے اور ان کی سازشوں کی ناکامی کا اعلان کر چکے تھے۔

يُرِيدُ أَنْ يُلْغِيَ عَنْ أُمَّةٍ اللَّهُ بِأَوْهَامِهِمْ وَاللَّهُ مَعَهُ زُبُورًا  
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ - هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (۷۰)  
یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک اپنے منہ سے بھجادیں حالانکہ اللہ اپنے نزدیک کمال تک پہنچا کر رہیگا کہ اگر کسی نے ناخوشیوں اس آیت کے مفہوم سے خلاف اور واضح چکے قیصر یہود و نصاریٰ کو سازشوں کی سیاق کرتا ہے اور دوسری آیت میں ہے وہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ولایت اور سپادین دیکر بھیجا ہے

تاکہ اس کو تمام دنیاوں پر غالب کر دے کہ مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں اس آیت میں لفظ مشرک سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اہل فارس اور روم مراد ہیں۔ سورہ قوہ میں ان دونوں آیتوں کو کہ لفظ کے معنی روم و بدل کے ساتھ فرمایا گیا ہے (۷۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دنیا دو پر شوکت بادشاہوں قیصر و کسری کے زیر فرمان تھی اور یہ دونوں بادشاہ تمام دوسرے مذاہب پر غالب تھے اور اناس علی دین ملو کھم۔  
کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ روموں کا اقتدار، رومیں یورپ، مصر، حبشہ تک پھیل چکا تھا اور ان کی موافقت میں یہ تمام ممالک مسخرانیت اختیار کر چکے تھے اور اہل فارس جن کے زیر اقتدار خراسان، توران، ترکستان وغیرہ ممالک تھے ان کی موافقت میں جو شیت کی طرف مائل تھے اور ان مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب ان بادشاہوں کی شوکت میں پامال اور کمزور پورے تھے اور ان کے مقتدرین درہم برہم ہو چکے تھے اور جزیرہ بھی ساسانیوں کے زیر نگین تھا لہذا ان طاقتوں کی موجودگی میں اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا تھا اور مزودہ خندق کے موقع پر آپ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ میں ان دونوں طاقتوں سے خوفزدہ تھے اور کوچ رہتے تھے کہ یہود کے بھانے اور زلیخا کے کہنے پر رستے قابل جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائے ہیں اور اگر ان کے ساتھ قیصر و کسری کی طاقت بھی شامل ہوجائے تو پھر کیا حال ہوگا؟ ان فتنات کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اسلام کے خبر کا اعلان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اب ان پر ہم حملہ آور ہونے لگے اور یہ حملہ کرنے کی ان میں ہمت نہیں رہی لیکن اور اسلام ان تمام مذاہب اور دین پر غالب ہو کر رہے گا۔ ہاں یہ لوگ سازشیں کریں گے اور پوچھ گچھ کریں گے ان پر باخبر احمد کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں اور لوگوں کو نفاذ دین پر آمادہ کریں گے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوگا اس پر آیا اَللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ تَرَدُّدٍ فَسَيَكُنْ عَلٰی دِیْنِہِ (۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال بادینہ بنو نضیر کو بلایا تھا کہ یہ کہہ دو کہ  
 احتمال تھا کہ قریش مکہ اندر داخل ہونے سے مانع ہوں گے اور آمادہ جنگ بنائے  
 بہت سے اعراب نے آپ کے بلانے کا کچھ خیال نہ کیا اور گھر بیٹھے رہے صرف ان  
 پر غرض مسلمانوں نے جو از سر تا پا بشاشت ایمان سے بسر کرتے تھے، ان  
 اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے لئے اپنی خوشنودی اور رضا بیان کی: **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ** (۵) اور  
 جنہوں نے حدیبیہ میں شرکت نہیں کی ان کو اللہ تعالیٰ مذکورہ آیت میں شامل  
 ہیں اور آگے چل کر سخت لڑنے والی قوم سے لڑنے کے لئے ان کو بلایا  
 جائے گا وہ بلانے والا یعنی داعی کون ہوگا؟ قرآن و حدیث کی تصریحات  
 یہ ہیں کہ قرآن کا آئندہ پیش آنے والے واقعات سے مرعہ نہ کرنا ممکن تھا؟

گواہی دے رہی ہے بناوٹ، ارتداد، مانعین ذکوة اور کذا میں کا ٹھہر ہوگا کہیں انکا  
 انتظام اللہ تعالیٰ سپرد فرما چکا ہے اور جو ان گھروں کا مقابلہ کریں گے ان کے سناٹ بیان  
 کر دیے کہ اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا محبوب ہوگا اور کسی ملامت  
 کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، مسلمانوں پر مہربان اور کافروں پر تیز  
 تند ہو گئے یعنی سیف قاطع ہوں گے، انعامت العلویۃ، ایہ الذکوة پر مال ہو گئے  
 امر بالمعروف نہ من المنکر ان کام ہوگا اور امان و امنی قاطع کر نسبت و نابود کر  
 دیئے اور تیر و سر کا نام دنیا سے ہمیشہ لئے لٹ جائے گا پھر نہ کوئی  
 قیصر ہوگا اور نہ کسریٰ، اور یہ اعلان صلح حدیبیہ کے واقعہ کے وقت ہی کر دیا گئی  
**لَتَمَخِّلْنِي مِنْ الْأَعْرَابِ مَخْلَعُونَ إِلَيَّ قَوْمِي أَوْ يَأْتِيَنِي شَيْءٌ يَنْبَغِي**  
**تُعَايَنُهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَهُ فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا**  
**وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يَعْذِبْكُمْ اللَّهُ أَبًا**  
**أَلَيْسَ مَا ۚ** آپ ان بچے رہنے والے دیباہوں سے کہہ دیجئے کہ مغرب ہم  
 لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے (مراواں  
 سے فارس و روم کے فزوات ہیں)، کہہ کر ان کو اسے لڑتے دیکھو یا وہ طبع ہو  
 جاویں (بہ الفاظ نہایت وضاحت سے اعلان کر رہے ہیں کہ ان لوگوں سے لڑائی  
 اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک یہ لوگ طبع نہ ہو جاویں اور اسلام غالب نہ  
 ہو جائے) سوا کرتے اعلیٰ کر دے کہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک بات دیکھا -  
 اور اگر تم روگردانی کرو گے، جیسا کہ اس کے قبل روگردانی کر چکے ہو تو وہ نہ تک  
 عذاب کی سزا دے گا، قرآن بجا تک قول فارس و روم کی منہوریت کا اعلان حدیبیہ  
 کے سال آئندہ میں کر رہا ہے اور مدینہ کی ریاست کا دفاع ان قاتلوں پر عمل میں  
 پہل کر کے کیا جائے گا کیونکہ بافتق مفسرین یہ آیت حدیبیہ کے واقعہ سے تعلق ہے۔

## آیات متعلقہ خلافت صدیق اکبر

امت میں جو لوگ اپنے وضع لمبی کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ ہیں قرآن میں انہیں بالترتیب صدیق، شہید اور صالح کے لقب سے یاد کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے "إِنَّمَا الصِّرَاطُ الْقَائِمُ صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" (۷۶) ہم کو سیدھے راہ کی بات کر، ان لوگوں کو راستہ پر آپ نے انعام فرمایا ہے، انعام سے مراد وہ نیک انجام ہے، ان انعام والوں کا یہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دوسری جگہ بتاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالضَّالِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ" (۷۷) اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص میں ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔

ان دونوں آیات سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا دعا اور قرب الہی کے مراتب طے کرنے میں ان کا مقتصد ان لوگوں کی رفاقت حاصل کرنا ہے جو منعم علیہم ہیں اور وہ بھی بالترتیب انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور صدیق نبی کے بعد افضل خلق اور کمال ترین فرد مرتباً ہے اور دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا"

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۷۸)۔  
 اور نبی سے ولی قرآن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور وہ ایمان دار لوگ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہوں اور زکوٰۃ دے کر آتے ہوں اور ان میں خشوع ہو۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے ولی وہ فاضل ترین افراد ہیں جو نماز قائم کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب و محبوبہ کے اوصاف سے مستفیع ہوں۔ صدیق وہ کام اور اہم انجام دیتا ہے جو قرآن اور حدیث میں نبی کی طرف منسوب ہو، لیکن نبی کی وجہ وفات کے ان کو انجام دے سکے ہوں، جیسے رحمت داؤد علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے لیکن حب وہ اس کو مکمل نہ کر سکے تو حضرت سلمان علیہ السلام کے لئے وہ عافرائی اور انھوں نے اس کو مکمل کیا اور کچھ امرا ایسے بھی ہوئے ہیں جن کا نبی سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکے تھے لیکن وہ ان کی نبی کی موجودگی میں انجام پانے ممکن نہیں ہوتے یا کسی وجہ سے مکمل نہیں ہو سکے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس اور شام کے فوج کا وعدہ فرمایا تھا لیکن ان کی مکمل حضرت یوشع بن نون کے ہاتھ ہوئی۔ یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے بھانجے تھے جن کو حضرت موسیٰ نے اپنے بعد اپنا نائب مقرر کیا تھا اور انھوں نے ارض مقدس اور شام کو فتح کیا (۷۹)۔ لہذا یوشع بن نون القیم فیکم بعدی، فاسمعوا لہ واطیعوا امرہ فانہ یقضی بیکم بالحق وملعون من خالفہ وعصاه (۸۰)۔ حضرت موسیٰ نے وصیت فرمائی کہ یوشع بن نون تم میں میرے القیم ہوں گے، اس کی بات سنو، اور اس کے حکم کی اطاعت کرو، کیونکہ تمہارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں گے اور جس نے ان کے حکم کی مخالفت

(۷۸) قرآن، المائدہ، آیت ۵۵ پ ۶۔ (۷۹) تفسیر رازی، ج ۲، ص ۵۷۵۔

(۸۰) تاریخ یعقوبی، ج ۱، ص ۳۵۔

اور نہ فرما کر ان کو وہ ملعون ہے، چنانچہ حضرت موسیٰ کے وفات کے ایک دن بعد بنی اسرائیل کے ساتھ التیہ سے نکلے اور شام و بلقا کو پہنچ گیا (۸۱)

بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق ان شہروں کو تہقیم کی اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا دشنام اور عجم کے فروع اور جمع قرآن کا وعدہ فرمایا تھا۔ تکمیل دین کی خوشخبری دی تھی کہ **هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ**۔ (۸۷)۔ اور وہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہے کہ اس نے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ یہ وعدہ بتقاضائے حکمت الہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق کے دور خلافت میں ظاہر ہوا، حضرت صدیق کو اللہ تعالیٰ نے اس فاسد وعدہ کے پوسے کرنے کے لئے فضل پوش بن نون کے مقرر فرمایا، تمام قرآن میں جو آیات میں اس قسم کے وعدوں کا ذکر موجود ہے ان سے حضرت ابو بکر صدیق ہی مراد ہونگے ان آیات میں اگرچہ آپ کے نام کا تصریح اور وجہ حکمت الہی کے نہیں فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں آپ ہی مراد تھے اور آپ کے ہاتھوں ان وعدوں کی تکمیل فرما کر آپ کو متعین و مشخص فرمایا۔ قرآن میں آپ کا نام ذکر نہ کرنا بھی قرآن کے عام اسلوب کے عین مطابق ہے صحابہ اور کفار میں سے صرف دو یعنی زید بن حارثہ اور ابولہب کے ناموں کی تصریح کی گئی ہے۔ مؤخر الذکر کی اسلام دشمنی ظاہر ہے اور حضرت زینب کے خلاف سے اللہ اور رسول و دونوں زید سے غالب خوش نہ تھے۔ ان کے علاوہ قرآن میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جسے جو کسی خاص اور متعین شخص سے متعلق ہیں لیکن ان کے ناموں کے ذکر سے گریز کیا گیا لہذا معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے وقت موجود صحابہ کا نام نہ لینا ہی اللہ کی مصلحت کے عین مطابق ہے۔ تاکہ قرآن

ایک دستور العمل اور رابطہ حیات کے بجائے تاریخ نامہ یا سوانح حیات بن کر رہی نہ اسلاف کے لئے ایک انسا خزن بن جائے۔ رشد و ہدایت کا عظیم مقصد فوت نہ ہو جائے۔ قرآن آخری کتاب، محمد رسول آخری نبی اور رسول، دین اسلام اللہ کا آخری پسندیدہ دین ہے۔ یہ مننے کے لئے نہیں بلکہ ہادی رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ مسلمانوں میں قوت کے بعد ضعف بھی آئے گا اور ضعف کے بعد قوت توت **فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا** (۸۳)۔ ہر تنگی کے بعد راحت اور برتری کے بعد راحت ضرور آئے گا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمکین ارغی، خلافت، غدیر و کباہ میں بھی استمرار ہو گا۔ نام کے ذکر سے واقعات کا استمرار ختم ہو جاتا اور قرآن نے جو واقعات ذکر کئے ہیں ایک مرتبہ وقوع پذیر ہو کر ختم ہو جاتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بن نون کے ہاتھ فقرات دے کر اُسندہ کے لئے سلسلہ بند کر دیا۔ اسلام میں یہ صورت نہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہر دو میں وقوع پذیر ہوں گے لیکن یہ واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کے ہاتھوں ظاہر ہوں گے اس طرح امت میں صدیق آتے رہیں گے لیکن نبوت و رسالت کا استمرار نہ ہو گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو نبوت کا سلسلہ ختم کرنا مطلوب نہ ہوتا تو سب سے پہلے صدیق اکبر اس نبوت و رسالت کے حقدار تھے جس طرح پوش بن نون کو حضرت موسیٰ کے بعد نبوت سے سرفراز فرمایا۔ صدیق اکبر کو بھی وعدوں کے ظاہر رہنے کے وقت نبوت سے سرفراز فرماتے لیکن ایسا نہیں کیا کہ حضرت صدیق کے ہاتھوں مدعی نبوت کا قتل اور ان سے جہاد و انجام دے کر یہ واضح کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور دین کا غر خلافت، تمکین ارغی آپ کے امتیوں کے ہاتھوں وقوع پذیر ہو گا اور صدیق اکبر ان امتیوں میں پہلے

اور اترتا اور عرب کے بعد حضرت صدیق نے حرارت، غم اور یقین محکم کیساتھ مسلمانوں کے دلوں سے خوف اور بے اطمینانی ختم کی اور ان کو ایک مرکز پر دوبارہ جمع کیا۔ اس طرح حضرت صدیق کو طیف بنا کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا۔ یہ ایک بڑی نعمت ہے جس پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور حضرت صدیق کے دل میں حضرت عثمان فاروق کو طیف بنانے کا اہام کر کے دوسرا احسان فرمایا (۸۶)۔ مجزہ نماز عرب کی حکومت کو مستحکم اور مضبوط کیا ساتھ ہی ایک لشکر جبار خالد بن ولید کا سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف روانہ فرمایا۔ جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ کفر کے دشمنوں کو چھانٹ دیا۔ اسلامی پورے ہر طرف لگا دیے۔ شام جو معاہدہ رضایت کے تحت جزیرہ عرب کی ایک نصف تھا اور جزیرہ میں شام کے حکوں کے زیر مستحکم حکومت قائم نہیں کی ہو سکتی تھی (۸۷)۔ حضرت ابوبکر صدیق بن جراح و ذرہ اسراؤ کے تحت لشکر اسلام کے جہازوں کو بھیجا، محمدی جہاد لڑا کیا صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے ہم کی طرف مجاہدین کو لشکر حضرت عمرو بن عاص کی سالاری میں روانہ فرمایا۔ بصری، دمشق، حران و ذرہ کی فتوحات کے بعد راسی ملک بغداد ہوئے (۸۸)۔

"إِنَّ اللَّهَ يُدْأِغُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ" (۸۹) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے کافروں کے شر کو مٹا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو غا باز نہ کرے گا۔ دے گا کہ نہیں چاہتا یعنی خیانت کرنے والے فاسق کے کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اسلئے ہماری دائمی عادت کافروں کے شر کو دفع کرنے کے لئے قائم ہوئی ہے اور دشمنین و مکر گزار کو دوست رکھتے ہیں لہذا ہماری دائمی عادت موحودوں کو مدد دینے اور کافروں کو سرنگوں کرنے کے لئے قائم ہو گئی ہے اور یہ بات جہاد میں حاصل ہوئی ہے۔ لہذا جہاد کی اجازت دیتے ہیں "أَوَلَيْسَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِأَنْ يُقَاتِلُوا" (۹۰)

(۸۶) زاد المسیر ج ۱ ص ۸۰ معالجہ التزلزل لنبوی، الزمر آیت ۵۵۔ تقدیر یہ ہے، (۸۷) ہری آن دی عرب، اسی ص ۸۱ اسلئے پھر کیا بلایا گیا کہ وہاں ایشیائی بعد ۱۶۔ (۸۸) (۸۹) (۹۰) حواہج بہرہ منوط

امتی میں جن کے مقول اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورے کیے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے تھے۔ یہ قرآن میں عام مکتور اور عام اسلوب کے تحت نام ذکر کر کے سب سے بڑی وجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو جامد رکھا نہیں چاہتے بلکہ قرآن میں اس طرح ایک لپک رکھی گئی ہے تاکہ ہر زمانہ اور حالات کے مطابق نئی نوع انسان کے لئے ایک مضابطہات قریبا کے۔ "وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا دَاوُدَ الَّذِي اتَّقَىٰ لَكُمْ لِيُكْمِلَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا" (۹۱)۔ استقامت، لیکن ارضی اور خوف کو امن و اطمینان سے بدلنے کے وعدے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں اور یہ وعدہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پورا ہوا۔

اور صدیق اکبر پہلے اسی پورے میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اس طرح اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق کے خلاف پروانچ دلیل موجود ہے۔ "وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا" اسے الفاظ بتا میں ہے کہ یہ وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد پورا ہوگا۔ اگر آپ کے سامنے پورا ہوتا تو الَّذِينَ آمَنُوا کے ساتھ اس کی تفسیر نہ فرماتے اور جبرطرح حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو وہ عاملہ کے غالب ہو جانے اور بنی اسرائیل کے پرکندہ ہو جانے کے بعد خلیفہ ہونے تھے اور از سر بنی اسرائیل کو ایک مرکز پر جمع کر کے ملحق کر دیا تھا اور ان کے دلوں سے خوف و ڈر نکال دیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ" (۹۲) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات

(۹۱) قرآن، النور، آیت ۵۵ پ ۱۸۔ (۹۲) قرآن

ص ۱۳ پ ۲۴

اے گا اور اگر ہم یہ اجازت نہ دیتے تو ہر نبی کے زمانہ میں اُن کے صلوة کی جگہ سمار لڑی جاتی۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں کناس اور حضرت موسیٰ کے زمانہ میں صواہج اور ہارے نبی کے زمانہ میں سجدہ کو سمار کر دیا جاتا (۹۲) ”الَّذِينَ اِنْ كُنْتُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاتُوا الزَّكَاةَ وَاسْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَهُوَ عَنِ الذِّكْرِ وَلَئِنَّ عَاقِبَةَ الْاَكْمُرِ“ (۹۳) بن کو تم قیام کریں گے یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت تمکین (دیں تو یہ لوگ صلوة قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گا اور دیکھنا ان کے کہنے کا حکم اور نبی کے منہ کر کے اور حسب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیت سے مراد اصحاب محمد اور امت محمدیہ صل اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تشرکین کہ اصحاب رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں دیا کرتے تھے اور اصحاب آپ سے شکایت کرتے لیکن آپ اُن کو یہی جواب دیتے ”اصبروا فان لم اوامر اعتال حتی ھاجر فانزل اللہ تعالیٰ هذه الایة صبر کر لو کہ تم قتال کا حکم نہیں دیا گیا ہے یہاں تک کہ آپ نے حکم سے ہجرت نہ فرمائی اور یہ پہلی آیات ہیں جن میں ان کا فخر کے خلاف قتال کی اجازت دی گئی ہے جو آپ کو ہجرت سے منع کرتے تھے اور اس سے پہلے پندرہ آیات سے کہہ زیادہ میں آپ کو قتال سے منع کیا تھا (۹۴)

اور آیت میں تمکین سے مراد مسلمان اور بنو تمکین فی الارض حکام کے ساتھ جہا جہا بن میں ہوں گے کیونکہ ”الَّذِينَ اِنْ كُنْتُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ“ اور اس سے قبل ”الَّذِينَ اَسْرُوا بِالْمَعْرُوفِ“ دیا یہ ہمارے غرض یہ تھا کہ اگر جہا بن بنو تمکین فی الارض دے دیا جائے اور ان کو مسلمان حکام کر دی جائے تو یہ لوگ اہل سنت، صلوة، قیام زکوٰۃ اور المعروف

عَلَىٰ نَفْسِهِمْ لَقَدْ يَرْكَبُونَ“ لڑنے کا ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی جن سے لڑائی چھوڑنا ہی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور جہا کے اجازت دینے کا سبب بھی بیان کر دیا یعنی یہ لوگ ظلم میں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ مظلوموں پر رحم کرنا اور ظالموں کو شکست دیتا ہے اور ظالم کا دفع کرنا تمام مناصب میں جائز ہے اور مسلمانوں سے لڑنے والے ظالم ہی ارشاد داتا ہے۔ ”الَّذِينَ اِنْ كُنْتُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاتُوا الزَّكَاةَ وَاسْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَهُوَ عَنِ الذِّكْرِ وَلَئِنَّ عَاقِبَةَ الْاَكْمُرِ“ (۹۳) بن کو تم قیام کریں گے یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت تمکین (دیں تو یہ لوگ صلوة قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گا اور دیکھنا ان کے کہنے کا حکم اور نبی کے منہ کر کے اور حسب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

جب رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تو ابو بکر سے زبان سے نکلا کہ اشوک ان کفار نے رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کو وطن سے نکالا یعنی سب سے ہوں گے۔ پھر یہ آیت اتنی توصیفی ہے کہ ان کو کجگہ ہر کر رہے گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے اس کے ضرور بالفہ ظالموں پر ان کو فتحیاب

القیہ خواجہ (۱) القیہ ابن ابی الزور، آیت ۵۵، پ ۱۱۔

(۲) لڑن، الحج، آیت ۳۸۔ (۳) قرآن، الحج، آیت ۳۹۔

آیت ۴۰۔

(۱) معالم التنزیل، الحج، آیت ۴۰۔

(۲) الحج، آیت ۴۱۔

(۳) معالم التنزیل، الحج، آیت ۳۹۔ ۴۰ تفسیر رازی جلد ۴ ص ۲۳۶۔

کرمی ہوگا اور اپنی نفو و ناسے کافروں کو بھل معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے  
سکافروں کو جلا دے، اسی طرح صحابہ میں اول منفع پھر روزانہ قوت برقی  
گئی، اس میں بنارس نے فتوحات اسلامیہ کی (۱۰۰)۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مَا آتَاكَ آيَاتِ كَامُتُونَ اَبَكْ هَے اكرچہ  
مبارت مختلف ہے دونوں کا حاصل یہی ہے کہ دولت اسلامیہ غالب ہوگی  
جب مذکورہ آیات اللہ تعالیٰ نے ازل فرمائیں جو اصل معنی یہاں کسی قسم کی  
پیشین گوئی نہ تھی مگر ان کے موعود و خلفاء کی تعیین اور ان کی تیسب خلافت  
اور مدت خلافت میں کچھ خفا موجود تھا اسکو بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ  
نے سبلی خواب آپ کو اور صحابہ کو اکہ فرمایا بطرح اذان کو خواب  
میں دیکھنے کا واقعہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی کا درجہ  
رکھتے ہیں اور خوابوں کی تعبیر خود رسول اللہ نے بیان فرمادی (۱۰۱)۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ عَنْكُمْ مِنْ دِينِهِ فَسَوْفَ  
يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
أَعَزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَتَّخِذُونَ  
لِوَلَمَةٍ لَذِينَ“ (۱۰۲)۔ سے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے  
دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ نہایت جلد اسی قوم پر کچھ بھیجے گا جس سے اللہ تعالیٰ  
کو محبت ہوگا امان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی میرا ہوں گے وہ مسلمانوں پر  
کافروں پر تیز ہوں گے۔ جہاد کرتے ہوئے اس قدر تعالیٰ کی راہ میں اور وہ لوگ  
کسی ملاحت کرنے والے کی ملاحت کا اندیشہ نہ کریں گے

(۱۰۱) بیان القرآن الفتح، آیت ۲۹-۱۰۱) بخاری کتاب التعمیر، باب نزاع الزبوریں جلد ۱  
ص ۱۳۶۔ مسلم، فضائل جلد ۱۵، ص ۱۶۰۔ ترمذی جلد ۱۲، ص ۵۳، باب ما جلی فی الرئیاء  
النبی علیہ السلام فی کسم فی المیزان والروایہ جلد ۵۲۔ ابوداؤد کتاب السنن باب فی الخلفاء جلد ۱  
ص ۵۱۲، ۵۱۳۔ (۱۰۲) قرآن، المائدہ، آیت ۵۴۔

نبی علیہ السلام بنام دیں گے اور بعد میں حضرت صدیق کو مکمل فی الاثر  
اور سلطنت عطا کر دی گئی اس لئے انھوں نے یہ امورا بنام دیئے  
اور سب انھوں نے یہ امورا بنام دیئے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اور دیگر خلفاء حق پرست  
اور اس طرح حضرت صدیق کے خلافت پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ (۹۵)  
”وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَمْرَ  
يَرْثُهُ عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“ (۹۶)۔ اور ہم کہوں میں لو جو عفو  
کے بعد کچھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے

ابن عباس اور علی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زمین میں دنیا کا دارت نہیں  
کوتا ہے اور اس کی دلیل وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالْآيَاتِ  
ہے اولیٰ طرح حضرت یحییٰ کا قول ہے ”وَقَالَ مُوسَى يَقَوْمِ فَقَوْمِهِ اسْتَعْصِمُوا  
بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالْآيَاتِ  
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (۹۷)۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں مالک  
بنادیں اپنے بندوں میں سے اور انعام کو مستحق کے لئے ہے۔ (۹۸)۔ ذَلِكَ  
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ  
شَطْرَهُ فَأَصْبَحَ سَمَكًا فَاسْتَلْظَمَ لُطْفِي عَلَى سُرْقَةٍ يُعْجَبُ  
الزَّرْعُ لِيُعْجَبَ بِهِمُ الْكَافِرُونَ“ (۹۹)۔ یہ ان کے اوصاف توحید

میں ہیں اور انہیں میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کہ اس نے اپنی سموتی  
نکالی پھر اس نے اسکو قری کی پھر وہ کہتی اور سموتی ہوئی پھر اپنے تنہ پندری

(۹۵) الانبیاء، آیت ۱۰۵۔ (۹۶) قرآن، الاعراف، آیت ۱۲۸، ص ۹۔  
(۹۷) تفسیر رازی، جلد ۶، ص ۲۰۲۔ (۹۸) قرآن، الفتح،  
آیت ۲۹۔ (۹۹) تفسیر رازی جلد ۶، ص ۲۳۸۔

یقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عصم منی  
ماله ونفسه الا بحقه، وحسابه علی الله عز وجل  
فقال ابو بکر والله لا قاتلن من فرق بین الصلوٰۃ و  
الزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال، والله لومنعونی عن ان  
کانوا یؤدونها فی رسول الله صلی الله علیہ وسلم  
لقاتلهم علی منعها۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا خلیفۃ الرسول آپ کی فکر  
ان لوگوں سے لڑکتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ  
میں مامور ہوں کہ ہر اس وقت تک کہ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہہ  
سکے اور جب انھوں نے یہ اقرار کر لیا تو اس کا مال اور جان مجھ سے محفوظ  
ہوگی مگر حق اسلام کے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے مگر ابو بکر  
نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں ہر اس شخص سے لڑوں گا جو صلوٰۃ و زکوٰۃ  
میں فرق کرے، صلوٰۃ حق بن اور زکوٰۃ حق مال ہے (۱۰۴) اور حضرت  
عمرؓ نے کہا کہ کیا تم بائیت میں سختی کر نیوالے اور اسلام میں سستی کر نیوالے  
ہو گئے۔ اَجَبًا فی الجاہلیۃ و خواص فی الاسلام۔ حضرت  
عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابو بکر  
پر وہ مصیبت پڑ گئی کہ اگر یہاں لوں پر پڑتی تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہاں  
عرب مرتد ہو گئے اور نفاق تمام مدینہ میں پھیل گیا (۱۰۵)۔

اہل روہ کے گیارہ فرقہ تھے۔ تین فرقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے حیات میں ظاہر ہو گئے تھے۔ سات فرقہ آپ کے وفات کے بعد  
ابو بکر صدیقؓ میں اور ایک فرقہ ہمد مرمن الخلفاء میں ظاہر ہوا۔ پہلا فرقہ  
اسود عسکی کا تھا جو ایک شیعہ بازار کا رہن تھا جس کا سلسلہ نسب

رسول اللہؐ کی وفات پر قائم رہا، بنی زہل، مدینہ اور بکین میں ہے  
عبد القیس کے مرتد ہو گئے۔ ابو بکر صدیقؓ ان لوگوں کے خلاف کھڑے ہوئے۔  
آیت کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن قنودہ الضحاک، علی اور حسن بصریؒ ابن جریرؒ  
سکا قول ہے کہ ان کا مصداق حضرت ابو بکرؓ اور صحابہؓ ہیں جنھوں نے اہل روہ اور  
مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا (۱۰۳) قال ابو بکر بن عیاش سمعت  
اباحصین یقول ما ولد بعد النبیین افضل من ابی بکر قدام  
مقام نبی من الانبیاء فی قتال اهل الردۃ۔ ابو بکر عیاشؒ کہتے ہیں  
کہ ابو حصین کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبیوں کے بعد کوئی شخص ابو بکرؓ سے  
افضل پیدا نہیں ہوا، اہل رد سے لڑنے میں انھوں نے وہ کام کیا جو ایک  
نبی کرتا ہے۔ قال انس بن مالک کرہ الصحابة قتال مانعی  
الزکوٰۃ وقالوا اهل القبلة فتقلد ابی بکر سیفہ وخرج وحده  
فلم یجدوا بدا من الخروج وقال ابن مسعود کرہنا  
ذلك فی الابتداء ثم جدنا علیہ فی الانتهاء۔ انس بن  
مالک سے مروی ہے کہ ابتداء میں تمام صحابہؓ نے مانعین زکوٰۃ سے لڑنے کو  
براسمحا اور کہتے تھے کہ وہ اہل قبلہ ہیں مگر جب حضرت ابو بکرؓ نے اپنی تلوار زیب  
تن کا اور تھیلے تلے تو بکسر نے جانے کے سوا کوئی فرار نہ دیکھا اور کہا کہ  
یا خلیفۃ الرسول آپ بیٹھے ہم جاتے ہیں اور حضرت عبد الرحمنؓ مسعود فرماتے  
ہیں ہم ابتداء میں اس کو برا سمجھتے تھے، مگر آخر میں ہم نے ابو بکرؓ اس معاملہ میں  
شکر گزاری کی۔

وقال عمر کیف تقاتل الناس وقد قال رسول الله  
صلی الله علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی

(۱۰۳) معالم التنزیل، ابن الجوزی، جلد ۲، ص ۳۸۱۔ بغوی معالم التنزیل  
(۱۰۴) معالم التنزیل، ابن الجوزی، جلد ۲، ص ۳۸۱۔ بغوی معالم التنزیل، ج ۲، ص ۳۸۱۔

(۱۰۴) زاد المسیر ابن الجوزی، جلد ۲، ص ۳۸۱۔ بغوی معالم التنزیل  
المائدہ، آیت ۵۴۔

شروع کر دیے، ان کی طرف حضرت صدیق نے فوج روانہ کی۔

دوسری جماعت بنو صغیدہ کی تھی جس کا امیر مسدک کذاب تھا۔ یہ

مدعی نبوت بنا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا۔ میں مسیلمۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اما بعد! فان الارض

نصفھا لی، ونصفھا للک۔ کہ آدھا تم میرا ہے اور آدھا تم آپ

کا اور دواؤں میں کہ تم اس خلیفہ کو آپ کے پاس بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان دواؤں میں سے پرچہ نکال کر کہا تم اس بات کو شہادت دیتے

ہو کہ مسدک کذاب رسول ہے، ان دونوں نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر

یہ نہ ہوتا تو قاتل نہیں کئے جاتے تو میں تمہاری گردن مارنے حکم دیتا،

اسکے بعد آپ نے جواب میں فرمایا۔ میں محمد رسول اللہ الی

مسیلمۃ الکذاب اما بعد فان الارض لله یومئذ شکا

من یشاء ومن عبادہ والقابۃ لیمتیقن، محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا طرف سے مسیلمہ کذاب کو معلوم ہو کر تمک اللہ تعالیٰ

کا ہے جس کو چاہتا ہے اسکا مالک بناتا ہے اور انجام کار متیقن ہی

کے لئے ہے اور اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور رفیق الاعلیٰ سے مل گئے۔

حضرت صدیق نے خالد بن ولید کی سرکردگی میں لشکر اسلام روانہ کیا اور

انھوں نے ان کا کام تمام کر دیا۔ وحشی نے اسی کذاب کو قتل کیا اور ان کی

تمام جماعت منتشر ہو گئی اور بعض ان میں تائب ہو گئے۔

تیسری جماعت علیہ اس کی تھی، قبیلہ حواریہ کے درمیان نجد میں

مدعی نبوت بنا، یہ مرتدین میں سب سے آخر میں مرتد ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل ردہ میں سب سے پہلے ان کے ساتھ جنگ ہوئی۔

میں کے قدیم مورث سید سے ملتا تھا (۱۶۶) باذان کا زندگی میں سر نہیں اٹھا سکا کی

باذان کی گرفت سارے میں پر بہت سخت تھی اس کی وفات پر اسود کے دل میں بہت

کاواغ پیدا ہوا اور میدان خالی پا کر غمت کا دعویٰ کر دیا اور اس کا قبیلہ پہلے ہی

اسکے ساتھ تھا۔ دوسرے گروہ نے بھی اسکی دعوت کو لبیک کہا اور اس کی

تحرک پیچھے دن کے قبل مدت میں پوسے یمن میں پہنچ گئی۔ یمن میں اس

وقت دو اہم طبقہ تھے ایک کا متعلق سہا اور حجر بن عدنان سے خارجہاں کے

اہل بائندہ شمار کئے جاتے تھے اور دوسرے فارسی النسل جن کو ربا و کہتے

تھے، انہما دای وقت یمن کی سب سے مقتدر اقلیت تھے کیونکہ یمن حاکم کسے

کے ماتحت تھا اسلئے حکومت کے اکثر عہدے انکو حاصل تھے اسوقت ان

کے تین لیڈر تھے شہر بن باذان، فیروز دلمی اور ذؤنہ اور یہ تینوں مسلمان

ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل جو یمن میں قرآن اور

قانون اسلام کی تعلیم دیتے تھے اور ان تمام مسلمانوں کو جو ان کے ساتھ تھے کما

کر ذوالخمار سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں انھوں نے اسود علی کا مقابلہ کیا

اور آخر کار فیروز دلمی کے ہاتھ قتل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ

کی اطلاع بتوئی وحشی اللہ تعالیٰ نے دی۔ آپ نے فرمایا کہ لڑنا۔ شب اسود

کو ایک نیک بخت نے قتل کر ڈالا، عرض کیا کہ وہ کون ہیں تو فرمایا کہ فیروز اور

اور دوسرے مج کو آپ کی وفات ہوئی۔ لیکن نتائج میں اسکی اطلاع آخری حج الاہل

میں جبکہ اس میں زید روا نہ ہو چکے تھے، حضرت صدیق کی مدینہ میں ملی،

اور یہ فتح کی پہلی خوشخبری تھی جس سے حضرت صدیق خوش ہوئے لیکن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جب یمن میں چچا ہوا تو دوسرے حالات پھر

خراب ہو گئے تھیں بن عبد العیوث جو فیروز اور ذؤنہ کو ملا کر اسود سے باغی

ہو گیا کتاب پھر اسلام کو وفاداری سے منسوب ہو گیا، اسود کے فوجی لیڈر

سے ساز باز کر کے انہما کو ملک سے نکالنے کا منصوبہ بنایا اور انہما پر مظالم



چیز نہیں ڈال گئی مگر سکوا ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا گیا (۱۰۸) اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق کے پیروں کے درمیان مکمل اتحاد قائم فرمایا۔

## حضرت ابو بکر کی فتنہ کی طرف آپؐ شام بھی فرمائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا، اسے ابو بکر سے بیان فرمایا کہ اے ابو بکر میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جیسے میں اودم ایک نیزہ پر بڑھ رہا ہوں، میں تم سے ڈھال سیرھی آگے کر رہا ہوں، ابو بکر نے کہا خیر ہے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک باقی رکھے کہ آپ اپنی آنکھوں سے وحی دیکھ لیں، جو آپ کو مسرور کرے، اور آپ کو اچھوٹا نہ کرے۔ آپ نے ان کے سامنے اسی طرح میں مرتبہ دہرایا، تیسری مرتبہ فرمایا اسے ابو بکر میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میں اودم ایک نیلے پریشے میں تم سے ڈھال سیرھی آگے بڑھ گیا۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت و مغفرت کے طرف اشارے گا اور میں آپ کے بعد ڈھال سال زلفہ نہ کر سکتا۔

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ سوال کرنے آئی، آپ نے اس سے فرمایا کہ میرے پاس پلٹ کر آنا، اس نے کہا کہ اگر میں پلٹ کر آؤں اور یا رسول اللہ! آپ کو نہ پایا فرمایا اگر مجھے نہ پائے تو ابو بکر سے ملنا۔

اس روایت میں وہ عورت کہتی ہے کہ اگر میں آپ کو نہ دیکھوں اس کی (مراد موت تھی) تو یہ کہیں سے پاس؟ فرمایا ابو بکر کے پاس آکر بیٹھ کر پکڑ لو۔

مجاہد اللہ معلوم تھا کہ میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہو گئے (۱۰۹)۔ حضرت انس سے (۱۰۸) تغیر بازی، جلد ۳، ص ۷۱۵-۷۱۶ (۱۰۹) طبقات ابن سعد جلد ۳، ص ۱۱۶-۱۱۷

ہو، جبکہ مجھے بنی مصلطیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم اپنے صدقات کس کے پاس بھیجیں، آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق کے پاس، اس طرح ابن عباس کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اس عورت سے کہا ابو بکر کے پاس اسلئے جائیں کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہیں (۱۱۰)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ، تاکہ میں انہیں ایک دستاویز لکھ دوں کہ میں نے تم سے جو حق ہے کہ میرے بعد کوئی امتیاز تفاوت کھڑا نہ ہو جائے اور کہنے لگے کہ خلافت کے لئے میں بہتر ہوں مگر اللہ تعالیٰ اور زمین ابو بکر کے سوا کسی کو نہیں مانیں گے (۱۱۱) اس روایت کے ایک طرف میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تاکہ میرے بعد لوگوں میں اس بارے میں اختلاف نہ پڑ جائے، اور خود ہی فرمایا کہ چھوڑ دو، اللہ نے ذکر کے کاموائی میں ابو بکر کے لئے اخف و طبعائے (۱۱۲)۔

حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اگر خلیفہ بناتے تو کس کو کرتے ہوتے؟ عائشہؓ نے کہا کہ ابو بکر کو، کہا ان کے بعد کس کو بناتے؟ فرمایا، حضرت عمر کو، ان کے بعد کس کو، ابو عبیدہ بن الجراح کو (۱۱۳)۔ ابو بکر کتاب الاستیعاب میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد حضرت صدیق کو اپنا خلیفہ کر گئے کیونکہ آپ نے بہت سے دامن و لیلوں اور طریقوں سے ظلم و ستم نہایت کر دیا کہ آپ حضرت صدیق سے اس معاملہ اختلاف میں کہاں تک محبت و انسیت رکھتے ہیں اور ابو بکر تعزیر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف

- ۱۱۰۔ انساب الاشراف، بلاذری، جلد ۱، ص ۴۴ مسلم فضائل ابی بکر الصدیق، جلد ۱، ص ۱۵۳۔
- ۱۱۱۔ تاریخ الخلفاء، سمیع، ص ۵۸۔ (۱۱۲) مسلم، فضائل ابی بکر الصدیق، جلد ۱، ص ۱۵۵۔
- ۱۱۲۔ انساب الاشراف، بلاذری، جلد ۱، ص ۴۴ تاریخ الخلفاء، سمیع، ص ۵۸۔ (۱۱۳) مسلم فضائل ابی بکر الصدیق، جلد ۱، ص ۱۵۳۔

۱ میراد غلیفہ ہونے کے پس ان کی بات کو نادرالماست کر دے (۱۱۶۶)۔

حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: لا انا اہی کم بقائی  
ذیکم فاقعدوا بالذین من بعدی، و اشار الی ابی بکر و  
عمر، اس روایت کے دوسرے لاق میں یقرئ بھی موجود ہے، اقتدا  
بالذین من بعدی ابی بکر وعمر، اور یہی روایت عبد الرحمن بن مسعود  
سے بھی مروی ہے (۱۱۶۷)۔ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے  
ہوئے کہ میں بڑے خواب دیکھتا ہوں کہ میں لوگوں کے ٹیکے پر پاؤں سے روندنا رہتا ہوں،  
آپ نے ارشاد فرمایا: لیتکونن منہم بسبیل خیر، مزود تم لوگوں کے  
سبیل کے راہ میں ہو گئے۔

جب ویت آپ مکہ سے مدینہ تشریف لائے اور مسجد بنیاد رکھی تو میں موقعہ  
پر سب سے پہلا پتھر آپ نے رکھا۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تم دو سار  
پتھر میرے پتھر کے ساتھ متصل رکھو اس کے بعد عمر کے کمان ابوبکر کے پتھر سے متصل  
پتھر رکھو اور اس کے بعد حضرت عثمان سے کہو کہ تم حضرت عمر کے پتھر سے متصل پتھر رکھو  
اس طرح حسب ارشاد میں پتھر لگے اور اس طرح آپ نے ان خیلوں کو اس امر خلافت  
کے لئے مختار فرمایا۔ آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ابوبکر کو غلیفہ بناؤ گے  
تو تم لوگ ابوبکر کو ملک کے اعتبار سے کرو گے، اہل ان میں نہایت قوی پاؤ گے۔ اور تب  
آپ منتخب ہوئے تو لوگوں نے آپ سے کہا شریعت کیا، حذیفہ اللہ، تو آپ نے فرمایا  
میں غلیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں اس سے خوش ہوں اور سعد بن ابی وقاص  
پر کھڑے ہو کر اسلام ایک حذیفہ رسول اللہ و رحمة اللہ علیہ کا تر کہنے کے بعد کہتے تھے  
علی الصلوٰۃ حتی علی الفلاح یا خلقی فی رسول اللہ ان العافۃ سے آپ کو  
منازکے لئے لائے تھے (۱۱۶۸)۔

حضرت صدیق کا اظہار فرمایا جو بجائے خود مجتہد تفریح کے ہے (۱۱۶۴)۔ امارت  
سے متعلق حضرت عباس حضرت علی سے کہتے ہیں خدا کی قسم تمہارا سزا جہنم غلام ہو  
جاؤ گے میں خدا کی قسم کہ کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں سے  
پر موت کے آثار دیکھے تھے میں جیسا کہ بڑے مراد طلب کے پیروں پر موت کے  
آثار پہچان جاتا ہوں اس لئے تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلو  
اگر یہ معاملہ یعنی خلافت اور امارت ہم لوگوں کے حق میں ہے تو میں معلوم ہو جائے  
گا اور اگر ہم سے سوا دوسرے لوگوں کے حق میں ہوگا تو آپ اس بات سے میں میں  
حکم دیں گے اور ہمارے متعلق لوگوں کو وصیت فرمائیں گے لیکن حضرت علی کہتے  
ہیں کہ خدا کا قسم میں یہ نہیں کروں گا۔ خدا کا قسم کہ اگر آپ سنا اس سے (امارت و  
خلافت) میں منہ کر دیا تو پھر آپ کے بعد کوئی بھی میں امارت نہ دیکھا (۱۱۶۵)۔

حسن بن حسن اشجی بشارت کہتے ہیں کہ اگر خلافت و امارت کے لئے لڑیں  
تم لوگوں کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو منتخب فرما  
چکے تھے اس وقت حضرت علی سے بڑا قبیلہ اور گنہگار کوئی دوسرا نہیں ہے کیونکہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا حکم حضرت علی کو دیا تھا اس کی خلاف  
ورزی کرنے والے ہوئے۔ اس موقع پر ایک صاحب کہتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے "من کنت مولاه فعلی  
مولا" اس جہن کہتے ہیں کہ اگر اس سے امارت و خلافت مراد تھی تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہایت وضاحت اور تفریح سے بیان فرماتے جس طرح  
کہ آپ نے صلوة، زکوٰۃ، صوم، حج کو نہایت وضاحت اور تفریح سے  
بیان فرمایا۔ اور منافقوں میں ارشاد فرمایا، اے لوگو! میرے بعد حضرت

(۱۱۶۱) (۱) استیجاب، عبداللہ بن ابی قحافہ، ص ۳۳۲)۔ (۲) میرت ابن ہشام،

جلد ۲، ص ۶۵۴۔ بخاری باب منزل النبی و وفاته جلد ۲، ص ۶۳۶۔

## داعی حضرت ابو بکر صدیق ہی تھے

اپنا قرب یہ نہ کیا جسے اللہ علیہ وسلم لہذا اب میرا ارادہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو مجھ کے شام کی طرف بھیجوں کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اپنا وفات سے پہلے مجھے اس کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں مشرق و مغرب سب میرے لئے پیر ہیں کیونکہ اب سے اور جس قدر حصہ زمین کا میرے لئے پیش کیا وہاں تک میری امت کی سلطنت ہوگی پس تم اس بات سے میں کہتے ہو: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، سب سے اپنی بات سے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ لا یرثہ، وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ یہ سیکر حضرت ابو بکر سیدنا بنش ہوئے اور میرے آگے آئے اور بادشاہ بنی مروان عرب اور ان کو کئے نام خطوط لکھ کر روانہ کر دیئے۔ ان تمام خطوط کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

من عبد الله عتيق بن ابی قحافة الى سائر المسلمين سلام  
عليكم فاني احمد الله الذي لا اله الا هو وفضل على نبيه  
محمد صلى الله عليه وسلم واني قد عزمتم على  
ان اوجهكم الى الشام لتأخذوها من ايدي الكفار  
فمن عول منكم على الجهاد فليبادر على طاعة الله  
وطاعة رسوله ثم كتب انفقوا خفافاً وثقلاً۔ الآية۔  
ثم بعث الكتاب اليهم واقام منتظر حوا بهم و  
قد ومهم فكان اول من بعث الى اليمن انس بن مالك  
خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

عبد اللہ عتیق بن ابی قحافہ کی جانب سے تمام مسلمانوں کے نام سلام  
علیکم۔ سب سے پہلے میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت مدین غنیہ بنا گئے  
اور سید کذاب مارا گیا، غنیہ شام کی طرف بھاگا، اسود غنی کی گروہ منتشر کر دیا گیا،  
سماح بنت الحارث سیدان جہاد کے طرف واپس چلا گئی۔ مافا غنیہ کی گروہ کے  
غنیہ احکامات کے تحت واپس ہو گئی۔ یام اور دیگر علاقہ دوبارہ فتح کئے گئے  
اور تمام سبب حضرت مدین غنیہ پہنچا۔ اب حضرت صدیق نے ارادہ کیا کہ ملک  
شام پر فتح کر لیں کیونکہ یہاں حبش اسامہ کے بعد رسول اسلام پر فوج متعین  
کر چکا تھا ۱۱۹ اور اس طرح اندرونی غنڈہاڑ سے اگر یہ سب کوں پہنچا تھا لیکن  
دو بیوں کا خطرہ بروقت سر پر منظر اہم تھا۔ کئی ایسے کفار طراق کے محاذ  
پر مشرقی بن حارث الشیبانی اور بعد میں خالد بن ولید کی سرکردگی میں جنگ جاری تھی۔  
چنانچہ آپ نے صحابہ کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر حمد و ثناء کی  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا اس کے بعد فرمایا اے لوگو! واضح ہو  
کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کے سبب یہ فضیلت دی ہے اور تم کو محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کیا ہے اور تمہارے دین اور زمین کو ترقی دیکر  
حکم کلاقی تباہی مدد کی اور تمہارے حق میں ارشاد فرمایا: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ  
لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ  
دِينًا ۝ (۱۱۰) آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے  
تم پر اپنا انعام تمام کر دیا، اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے  
پسند کر لیا۔ اور تم کو یہ بھی معلوم ہر رابطہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ  
و محبت ملک شام کی طرف تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو راستہ لیا اور ان کے لئے

ہم مسلمانوں کو ایمان دلایا۔" لَنْ يَصُورُوكُمْ إِلَّا اَدْنٰى وَاِنْ يَتَّبِعُكُمُ  
 يُولُوْكُمْ اِلَّا ذَبَارِكُمْ لَا يَنْصُرُوْنَ" (۱۲۳۳)۔ وہ تم کو ہرگز مرنے پہنچا  
 سکیں گے مگر خدا خفیت کا اذیت اور گروہ تم سے مقابلہ کرے تو تم کو بیٹھ  
 دیکر رہ جائیں گے۔ یہ کہہ کر ان کے لیے ان کی حمایت بھی نہ کیا جا سکی۔ ان دو آیت  
 کے مطالعے کے بعد براہِ منہج ہو جائے کہ ان کتاب یعنی پیرو نصاریٰ ساری شیئیں کریں گے۔  
 لوگوں کو جب پر آمادہ کریں گے، لیکن اہلِ کفر بخدا عداوت (جنس صفات امر بالمعروف  
 نہی منکر اور ایمان باللہ پر چکے ہوئے) کریں گے اور اس خرافات سے کون مراد  
 اِنَّ الَّذِيْنَ اِنْ مَكَتْهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَتُوا الزَّكٰوةَ  
 وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ کہ شرح میں گزر چکا ہے کہ  
 اس آیت سے پہلے صدیق حضرت صدیق تھیں لے مذکورہ بالا آیت کے بھی صدیق  
 حضرت صدیق ہوتے کیونکہ یہاں بھی امر بالمعروف اور نہی منکر کے بھی صدیق  
 خیر امت کے بیان کیے ہیں۔ لہذا خیر امت حضرت صدیق قرار پائے۔  
 حضرت صدیق کی قوت و ہمت سے مسلمانوں کی بڑی بڑی جہتیں کھلی اور شفق  
 ہوئی اور انھوں نے جزیرہ شام میں اردو ماؤنٹینز کو زکوة اور کراہیں کرکھیاں، ہزاروں  
 کی تکمیل مزاحمت ختم کر دی اور عراق و شام کی سرحدات پر اسلامی لشکر متعین کر کے  
 دنیا کے دو پر شرک حکمرانوں کو سرکشی و تہذیب کو لکھا اور لوگوں کو گروہ و گروہ حلو و گوش  
 اسلام کی اور لوگ جوق و جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ اس طرح امر بالمعروف و نہی  
 عن المنکر کے فریضہ کا انجام دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرما دیا  
 کہ ان جنگوں کا مقصد قتال کفار اور اذیتوں کو ختم کر کے لوگوں کو اسلام بنانا نہ ہوگا بلکہ ایک  
 پاکیزہ مقصد دعوت الی اللہ اور منکرات سے لوگوں کو بچانا اور دنیا سے شوق فساد کا  
 خاتمہ کرنا ہوگا اور نبی کی شریعت کو لوگوں میں جاری کرنا ہوگا۔

ممبروں اور امین بن پرستوں بہت ہی ہر کا کہم گراہی تھی اللہ علیہ وسلم ہے اور میں نے  
 ارادہ کیا ہے کہ تم کو ملک شام کی طرف بھیجوں تاکہ تم اس ملک کو کفار کے ہاتھ سے  
 چھڑاؤ لہذا تم میں سے جو شخص جہاد کا قصد رکھتا ہے وہ جلدی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ  
 اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے اور اس کا بھی تقاضا ہے  
 اور یہ لکھا اَلْفُؤْرُ وَاِخْفَافًا وَاَثْقَالًا" آیت ۱۱ اور اس کے بعد یہ خطوط لکھ کر دیئے  
 اور ان کے جوابات کے منتظر رہے۔ سب سے پہلے ابنِ ابی مالک خادمِ رسول شریعت  
 اللہ علیہ وسلم کو یمن بھیجا اور اس طرح غزوہ یروشلم میں پانچویں ہزار آدمی جمع ہو گئے اور اسی  
 فتح ہوئی جو آج تک کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی (۱۲۱)۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ سَتَدْعُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ کے پہلے صدیق اور دلی  
 اول صدیق اگر کہ ذات تھی اور اس میں ان واقعات و حوادث کا بیان تھا جو صدیق  
 کے دور خلافت میں رسول اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ظہور پذیر ہونے والے  
 تھے اور صحابہ نے صدیق کو غیبت میں کرا لندہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تکمیل کی۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ  
 وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ  
 لَكَانَ خَيْرًا لَّكُمْ (۱۲۲) تم لوگ خیر امت ہو کر جو لوگوں کے لئے نیک ہو کر  
 گئی ہے تم لوگ نیکہ منوں کو تھلائے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ  
 تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے پیچھے زیادہ ہیں۔  
 اس آیت میں دو وصف کو جو ہے اس امت کو خیر امت قرار دیا اور ان  
 کے بعد اہل کتاب کے ایمان کے ثابت فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایمان لے آتے تو اچھا ہوتا۔  
 یعنی ساری شیئیں نہ کرتے اور لوگوں کو قتال پر آمادہ نہ کرتے اور اس کے بعد دلی آیت

(۱۲۱) فتحہ اشام، محمد الوائلی، جلد ۱، ص ۱۰۱۔ المطبعہ العثمانیہ، بیروت ۱۳۰۰ھ۔

(۱۲۲) آل عمران، آیت ۱۱۰۔

میں ایک جماعت کو لغات کو تشریح کرنے اور اس کی شان نزول بیان کرنے کی بھی توفیق دیتے رہیں گے۔ ﴿ثُمَّ اَلَا عَلَيْنَا نَبَإُكَ﴾ (۱۱۳۶)۔ پھر اس کا بیان کر دینا بھی جائے ذمہ ہے مفسرین آیات قرآن کے حکم کا متعلق بیان کیستے رہیں۔ ﴿وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ قرآن ایک بڑے پائے کا کتاب ہے۔ عبور نہ اس کے لئے ہے اور نہ اس کے پاس بھٹکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ تم کو آمیزش غریبہ تعمیر و تہذیب انسان وغیرہ بربادی کے بغیر پیدا دلائل سے قرآن کو تفسیر کے لئے محفوظ و معنون رکھے گا۔

سلسلہ نزول وحی جو نبی کریم ﷺ اور علیہ السلام کی آخری فرسک جاری رہا، اسے رسول اللہ علیہ السلام کی تعلیمات قرآن مجید کے تمام سرزمین ترتیب وار ایک جلد میں جمع کرنا ممکن نہ تھا۔ لیکن زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد جبکہ قرآن کو ایک جلد میں جمع کر دینے کی وہ تمام وقتیں رفع ہو گئیں جو زمانہ نزول غریبہ قرآن کے لئے لازمی تھیں تو حسب وعدہ الہی حضرت مدنی کے عہد مبارک میں امام مجید کے وہ تمام امتیں اور سرزمین جو علیہ علیہ السلام پر وحی پہنچی ہوئی تھیں مرتب پڑی تھیں، اسی ترتیب کے ساتھ ایک جلد میں جمع کر دی گئیں جس ترتیب پر خود رسول اللہ علیہ السلام وسلم لوگوں کو تسلیم ہوتے تھے اور خدا کے سینوں میں جمع فرمایا تھا۔ اس طرح جمع قرآن کا وعدہ ہوا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ فرمایا تھا اور جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ تھا اس طرح پر بارہا حضرت مدنی سے قرآن کو مصاحف میں جمع کر لیا اور امت نے اس پر اجماع کیا۔

وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم اذن في كتابة القرآن ونهى ان يكتب معه غيره، فلم يأمر ابو بكر الا بكتابة

بنو شریعت الہیہ کے تبلیغ پر مامور ہوتا ہے اور مدنی بنی کا شریعت کو لوگوں میں جاری کرتا ہے اور اس کے لئے براہ راست خدائے کے وہ دعوت جو اس نے بنی کے ساتھ کئے تھے اور کسی معلومت کے بنا پر وہ بنی کی حیات میں پورے نہ ہو سکے تھے۔ پسے کئے جاتے ہیں چنانچہ مدنی کے دل میں ایک داعی عیووش مارتا رہتا ہے کہ احکام بنی کو نافذ کرے اور اس کی شریعت کو لوگوں تک پہنچائے۔ یہی حضرت مدنی کا حال تھا کہ ماضی زکوة، مرتبین اور کلام بنی کے خلاف لڑنے اور پیش اسامہ کو رواہ کرنے کا ایک ایسا داعی تھا جس کے عیووش کو صحابہ کی طرح سے شہداء نہ کر سکے بلکہ حضرت مدنی کے عیووش و دل کو کوچ کر چکا کہ جماعتیں متحد کیا ہوں اور دشمنان اسلام پر ایسا کاری ضرب لگا یا کہ آج تک اس قسم کی تحریکیں سر نہا سکیں۔

## قرآن کے تحفظ کا وعدہ

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاطِقُونَ﴾ (۱۲۳۶) سم نے قرآن کو "نزل کیا ہے اور ہم اس کے مخالف ہیں۔ ﴿لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِ لَئِنَّا لَنُفَعِّلُكَ بِهِ﴾ (۱۲۳۷)۔ اے نبی آپ قرآن پر اپنی زبان نہ لایا کیجئے تاکہ آپ اس کو علیہ جلدی لیں، ہم اسے ذمہ سے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا دینا۔

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ قرآن کو مصاحف میں جمع کرنا ہم اسے ذمہ ہے اور آپ کی امت کے کاروبار کو ہم قرآن کی تلاوت کی توفیق دیں گے اور ان سے قرآن کو پڑھواتے رہیں گے۔ تاکہ سلسلہ قرائت ٹوٹے اور یہ امر در قرآن فرما انجام دے دینگے اور بعد میں ہر زمانہ

## الحجاز

حجاز شمال عرب اور مغربی عرب کے درمیان اہم مشاہیر پر واقع ہے اور ظہر اسلام کے وقت دونوں حصوں کو ملانے میں ایک پلی کی

مثبت رکت تھی اور اس سبب سے حجاز کو اقتصادی اہمیت حاصل تھی۔ اس کے عمل و آواز کی وجہ سے جب حبشہ کو یمن پر غلبہ حاصل ہوا تو اہل عرب نے مکہ پر فوج کشی کی (۱۲۸ھ) اور جب یمنی مسلمانوں کے زیر تسلط ہوا تو اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ظاہر ہو کر اہل عرب کو یمن پر غلبہ کی وجہ سے اور جب آپ کسری پر وزیر کو تبلیغی خط لکھا تو اس نے اس کو نہایت حقارت آمیز لہجہ اختیار کرتا ہے اور گرفتاری کے احکامات صادر کرتا ہے۔ اذان تک جیل قلم کر کے دو آدمی مدینہ روانہ کرتے ہیں اور جب پرویز

ہو کر کیا جاتا ہے اور شہر کو بادشاہ ہنجا ہے تو گرفتاری کے احکامات کو کھنکھاتی ہوئی معطل کرتا ہے (۱۲۹ھ)۔ نعرین حادثہ کے ایک رئیس معاویہ بن جندب کے لئے نارسا جاتا تو وہاں سے شاہان عجم کے قصص اور تواریخ مول لیا اور قرطیب سے

بیکار کر دیا۔ اللہ علیہ وسلم کو دعا دو ٹھوکے قصے سناتے ہیں میں ستم و اسفندیار و راکسہ کے قصے سناتا ہوں لوگ اس کو بڑے شوق سے سنتے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُتَلَّ عَن سُنْدِيلٍ لِلَّهِ بِخَيْرٍ عَلَيْهِمْ وَيَتَذَكَّرُوا" (۱۳۰ھ)۔

اور بعض آدمی ایسے ہیں ان ہاتھوں کا خریدار رہتا ہے جو ناکار کرنے والی میں ناکار اللہ کی راہ سے بے کچھ ہو جائے گواہ کرے اور اس کی ہنسی اڑا دے۔

حجاز کے عوام اور درویشوں کی سرکشی اور حکومت فارس کا یہ ارتقا اور ان کو کس کی نسبت اتنا دلی لگاؤ صاحب مقام اور امارات و لمبری کے مابین تعلیق اور مسانید کی جگہ ہوتا ہے اور مسانید کو رفعے حاصل ہوتا ہے۔ تو اس نسخہ کو اپنی تفسیر قرار

ما کان مکتوباً ولذلک توقف عن کتابۃ الآئین من آخر سورۃ براءۃ حتی وجدھا مکتوبۃ معہ ان کان یستحضرھا هو ومن ذکر معہ (۱۲۸ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابت قرآن کی اجازت دے چکے تھے اور قرآن کے علاوہ کے کتابت سے منع فرمایا کرتے تھے۔ پس حضرت ابوبکر کبھی بولے آیات کے پیشکش اور شامی کے لئے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

اسی وجہ سے حضرت زید سورہ یس کی آخری حصہ کی آیات کے جمع کر لینے میں اس وقت تک توقف کرتے رہے جب تک کہ وہ کبھی بولے ان کو نہ لیں باوجودیکہ زید اس بات کو جانتے تھے کہ وہ سورہ براءۃ کی آخری آیات ہیں۔

پس درحقیقت جمع کرنا اللہ کا کام تھا اور اس کے وعدہ کا انجا تھا جو حضرت مرتضیٰ کے ہاتھ سے ظاہر ہوا اور ایک صدیق کا یہی کام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو نبی سے ہو چکا ہے اور جو امور نبی کے حیات میں مکمل ہوا ممکن نہ ہوا ان کی تکمیل صدیق کے ہاتھ

ہوتی ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق کی خلافت صحیح تھی۔ اور نصب و ظلم کا جھوٹی ٹھہرت ہے آپ کا دامن پاک ہے، حضرت علی کی کراتے تھے "اعظم الناس فی المصاحف اجراً ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر اول من جمع کتاب اللہ" (ذات، تمام لوگوں سے بابتدار اجر

مصاحف میں حضرت ابوبکر بڑے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ابوبکر پر نازل ہوں سب سے پہلے آپ ہی سے کتاب اللہ کو جمع فرمایا۔

(۱۲۸ھ) فتح البصر، فناء قرآن، باب جمع قرآن، جلد ۱۰، ص ۳۸۶۔

(الف) فتح البصر، جلد ۱۰، ص ۳۸۶۔

(۱۲۸ھ) تاریخ الاسلامی، الحضارۃ الاسلامیہ جلد ۵۱، ص ۵۱ (۲۹۹) تاریخ غزوان جلد ۱۔

ص ۱۲۸۔ کاجی، نفیس الکتبی، المجلد ۳۰، تفسیر بیان القرآن، لقمان، آیت ۶۔

دیتے ہیں جس پر سورۃ روم کی آیت اُنْزِلَتْ نازل ہوئی (۱۳۱) انی وجہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کئی ایسے اہل بھارت کو کین کے ماتحت شمار کیا جاتا تھا اور یہاں کے قلم نویس کا ذمہ دارین کا گورنر تھا۔ لیکن جس طرح یونکر اس بائش اور فرس مذہب کے تھے اور حیرہ اور عثمان پر فاکر اور روم کا ظاہر غلبہ تھا ان کے درمیان حجاز ان پر غلبہ تھا کے کسی شے سے ماحول وہاں کی کو بیخود اظہار کیا گیا فرماتے ہیں۔ ارشاد وانی **تَعْلَا سَعَةً اَوْ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِّنَا وَنَحْفَظُ النَّاسَ مِنْ حَوْلِهِمْ اَكْبَا لِبَاطِلٍ يُؤْمِنُونَ وَيَنْصَحَةُ اللّٰهُ يَكْفُرُونَ** (۱۳۲) کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم نے اس حرم کو حرام بنایا ہے اور ان کے گرد میں کے (مقامات) میں لوگوں کو (مادہ حرام کر کے) ان کے گرد سے لے لیا جا رہا ہے پھر یہ لوگ جیسے مجھ سے مجبوروں پر تو ایمان لاتے ہیں اور ان کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں ابراہیم کا محل نام رہا اور عثمان بن الحویرث نے نصرانیوں کو کوشش کی تھی کہ قریہ کے ماتحت ہو کر حجاز کا حاکم بن جائے لیکن حجازیوں کے مخالفانہ عمل نے اس کو اس میں کامیاب ہونے نہیں دیا اور یہ کھڑا ان دونوں بڑی طاقتوں کے دست برد سے بالکل آزاد رہا (۱۳۳) مکہ کے تقدس پر عام عرب متفق ہے، مکہ کا احترام کرتے تھے اور ذی الحج امن و سلامتی کے ساتھ ادا کرتے تھے اسلئے کہ ان شرطانے اس کو حرم بنایا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد مدینہ کے مشرق سے لیکر وادی القریٰ اور خیبر (مدینہ کے شمال) تک جو مسلم کی بستیاں پھیلی ہوئی تھیں (۱۳۴) ان کے احرام مزید ہو گئے تھے۔ تہذیب تعقیف (مشرق مکہ) اور اس کے ساتھ بھارت اور

جدید اسلام پر قائم رہے۔ عثمان بن ابی العاصی شقی طائف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مائل تھے انھوں نے تعقیف کو جمع کر کے کہا "یا معشر تعقیف کنتہ۔ آخر الناس اسلاما فلا تکنونوا اول الناس" ۵۹۰۔ کہ اسے تعقیف ہم اسلام سب سے آخر میں لانے ہو اب روم میں سب سے پہلے بت خواص طرح تعقیف ارتداد سے باز آگئے (۱۳۵) اہل مکہ نے بھی ارتداد کا ارادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مائل عقاب بن نسید خوف کے مارے رد و پوش ہوئے لیکن سہیل بن عمرو بن عبد اللہ شمس العامری جو کہ خزیش کے سرداروں میں تھے جنگ ہمدین قیدی بھی ہوئے تھے جو کہ خزیش کے غلبہ میں سے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اُن کے دانت نکلا دیں تاکہ آئندہ آپ کے خلاف غلبہ نہ دے سکیں لیکن آپ نے فریاد دے فغسی ان یقوم مقاماً تحمدہ اور آپ نے فدیہ لے کر اُن کو چھوڑ دیا، صلح حدیبیہ میں بھی سہیل بن عمرو نے قتار کل تھے اور اُن کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط ہوئے اور ارتداد عرب کے وقت جب اہل مکہ نے ارتداد کا ارادہ کیا تو اس وقت کھڑے ہو کر کہا کہ دائیں میں جانتا ہوں کہ یہ دین ضرور دشمنوں کے مشرق سے مغرب تک طالع ہو گا اس لئے تم لوگ دھوکہ میں نہ رہو اور غفلت میں تمہارے حصہ میں آگے اس طرح اہل مکہ ارتداد سے باز آگئے (۱۳۶) اس طرح مزینہ جبینہ جلی تھا اور جبینہ مسلم، خواہہ اور مکہ، مدینہ اور طائف کے اہل بے دالہ قبائل اسلام پر قائم رہے اور ان کے علاوہ سارے عرب میں اضطراب برپا ہو گیا اور کھلم کھلا ارتداد اختیار کیا اور بغاوت برپا کر گئے۔ اندر دین عرب یہ حالات تھے۔ جبکہ پڑوس میں بڑی طاقتیں گھات کھائے بیٹھیں تھیں۔

(۱۳۵) الاستیلاب خوف عثمان بن ابی العاصی شقیف۔

(۱۳۶) الاستیلاب خوف سہیل بن عمرو بن عبد اللہ شمس العامری، ہیرت ابن حنظل

جلد ۲ ص ۲۱۶۔

(۱۳۷) سورہ روم، آیت ۱۔ (۱۳۸) قرآن، عنکبوت، آیت ۶۷۔

(۱۳۹) تاریخ الاسلامی، عبد الحسینی، ص ۴۲۔ (۱۴۰) جزیرۃ العرب

ہمدانی معزم منہج السعاده، ص ۴۵، ص ۳۱۔

## ساسانی اور بازنطینی تعلقات

ساسانی اور بازنطینی ظہور اسلام کے وقت دنیا کی دو بڑی عظیم حکومتیں تھیں اور ان کے آپس میں سرحدیں متصل ہونے کی بنا پر کئی لڑائی اور کئی صلح اور دوستی کے معاہدے ہوا کرتے تھے۔ ہرگزین اور شہرستان کے دور حکومت کے عرصے میں شاہ روم نے اپنے ان شہروں کا مطالبہ کیا تو ان شہروں نے دبا دھکے دیے۔ ہرگزین نے اپنے میں طاقت مقابلہ نہ دیکھ کر وہ تمام شہر جو اس کے باپ نے دبا دیے تھے تصدیق کو واپس کر دیئے اور دوستی کا معاہدہ ہو گیا۔ ہرگز کے بعد جب پردیز کے خلاف بغاوت ہوئی تو ہرگز نے اپنے بیٹے پردیز کو مشورہ دیا کہ شاہ روم سے امداد حاصل کریں مجھے امید ہے کہ وہ تمھاری پوری امداد دے گا۔ پردیز ہمارے رومیوں سے امداد طلب کرتا ہے۔ قیصر اس کی مدد کرتا ہے اور بہرام کو شکست دے کر پردیز کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیتا ہے (۱۳۴) اور اپنی لڑکی مریم کو پردیز کے نکاح میں دے دیتا ہے۔ شیرویہ اور ایران دخت بنت پردیز اس کے بطن سے تھے (۱۳۸) اس کے بعد ۱۱۱ میں قیصر کے خلاف بغاوت ہوئی ہے۔ قیصر کاراکائیڈز سے امداد طلب کرتا ہے لیکن امداد کے نہ ہانے رومی مقبوضات میں تباہی مچا دیتا ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جس کا قرآن میں **الْفَتْحُ غَلِبَتْ فِيهَا الْيَوْمُ وَفَتْحَ آذَى الْأَكْمِضِ وَهُمْ وَمَنْ يَبْعِدُ عَلَيْهِمْ سَبْعَ فِلِسْطِينَ** (۱۳۹) ان الفاظ سے ذکر ہو رہے۔ مقام اذراعات اور بصرے امین خوب جہم کر لڑائی ہوئی ہے

رومی مغلوب ہوتے ہیں اہل کہ رومیوں کی شکست پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور ساسانی حکومت کے غلبہ کو نالی نیک قرار دیتے ہیں مسلمانوں کا فوس ہوتا ہے لیکن اہل روم پھر سمجھا لیتے ہیں اور تقریباً ۱۳۲ سال بعد ۲۳۸ء (۱۳۰) میں اہل فارس کو نو ایک ایک کے محاصرے کا ہار کرتے ہیں۔ ایرانی عساکر البحرہ میں جمع ہو جاتی ہیں لیکن رومی ہاں بھی ان کا پیچھا کر کے موصل تک ان کو پہنچا دیتے ہیں۔ پردیز اپنی فوجیں لے کر خود مقابلے کے لئے آتا ہے شہر دیو جگ یو کہ ہے لیکن ایران بھاگ نکلتے ہیں کیونکہ اب اس جنگ میں عرب ایرانیوں کے ساتھ شریک نہ تھے اور ایران کی ۲۰ میلانی ہمیشہ عرب پردیز کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔ کسریٰ عصفیہ ۳۳۴ء میں اشراف اور سرداران لشکر کو موت کی سزا دینے کی نیت سے قید کرتا ہے اسی دوران آپ کے نام مبارک کے پناہ کرنے کا واقعہ پیش آتا ہے اور آپ کی گرفتاری کے احکامات صادر کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ پردیز پر ان کے لاکھ شہر دیہ کو مسلط کر کے ۲۳۸ء میں ایمان حکومت کے اقبوالے گرفتار کر لیتا ہے۔ شیرویہ بادشاہ ہوتا ہے اور رومائے حکومت کے کہنے پر اپنے باپ پردیز کو قتل کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی اطلاع یمن کے گورنر باذان کے فرستادوں کو دیتے ہیں۔ فرستادہ واپس ہوتے ہیں تو شیرویہ کے احکامات ان کو کہتے ہیں، مدینہ کے جس شخص کی گرفتاری کے احکامات پردیز دے چکے تھے وہ واپس لے جاتے ہیں اور حکم ثانی کا اظہار کریں (۱۳۱) ان ایام میں شہر ہزار رومیوں سے ہزار ما تھا شیرویہ اپنے باپ کے قتل کے ۱۶ ما بعد زندہ رہ کر ایک جہلک بیلاری سے مرقا ہے اور اس کا اباخی بیلاور شہر بادشاہ بن جاتا ہے۔ شہر ہزار کو جب اس کا علم ہوتا ہے تو

۱۳۰- ایران بعد ساسانیان، ص ۶۰۲۔

۱۳۱- انبار طوائ، ص ۳۱۹۔ تاریخ ابن خلعدین، کراچی، نفس ایکٹیو۔ جلد ۱

۱۳۸- ایران بعد ساسانیان، ص ۶۰۲۔

۱۳۴- ایران بعد ساسانیان، ص ۵۰۱، ۵۹۷، انبار طوائ، ص ۱۸۹، ۱۹۹، سطر آف

پرسیا۔ انکم، ص ۱۵۰۔ لندن۔

۱۳۸- تاریخ طوائک الارض، ص ۵۲۔ کتاب الذخائر والحق، تاحی رشیدی، ص ۵۔

۱۳۹- قرآن سورۃ الفتح آیت ۱- ایران بعد ساسانیان، ص ۶۰۱۔

ساتھ بھی مسلمانوں کے تعلقات خراب ہو چکے تھے مقام موتہ میں ہرقل کے افواج سے جنگ ہو چکی تھی، بوران دخت بنت کبشہ بادشاہ تھی ہے۔ قیسریہ فاسی تھی (۱۳۸) اور صلیب کی کھڑی والپس پہنچتی ہے۔ مثنیٰ شیبانی مسلمان ہو چکے تھے۔ سعد بن ابی وقاص کے قتل کے بعد سے کبشہ تھے، لیس بن قیس طائی مسلمانوں کے ساتھ صلح کرنے کے لیے دینا منظور کر لے تو کبشہ اسے معزول کر دیتا ہے (۱۳۹)۔ سعد بن جریح مسلمان دستہ تھے عراق و شام کے لوگ جب ان سے متصادم ہوئے تو قیصر روم اور کبشہ ایران خسرو دوم نے اپنے اپنے علاقوں کے لوگوں کو مدد کے لیے بلانے پر جنگ کا دائرہ وسیع ہو گیا اور اسلام کو مشرق و مغرب کی فاتحہ حکومتوں سے مجبوراً مقابلہ کرنا پڑا (۱۵۰)۔

سروہیم مہر کی رائے اگرچہ عرب کے قبائل کے ساتھ جنگوں کو داخلی بغاوت قرار دیتا ہے مگر اگر جنگ موتہ، مزورہ، تبوک پر نظر ڈالتا اور مدینہ کے خونخواروں پر غور کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مجبور ہو کر حبشہ اسلام کے راجہ کی طرف فرار کیا تھا اور پھر کینا کی سرحلات پر بھی دقتیں لگا رہے یہ اس کا ثبوت ہے کہ باطل یعنی غامض نہیں تھے نیز شہر ہوانہ کا شامی سرحلات سے مدد مانا اور مقابلہ روم سے دست کش ہونا اقران حاف ثبات ہے کہ روم کیل اور ساسانیوں کے مابین کوئی سمجھوتہ ہو چکا تھا اور وہ سمجھوتہ اسلام کے خلاف تھا۔ متحارب طاقتوں نے ایک دوسرے کے ایک دوسرے کے سرحلات سے فوجیں ہٹا کر اسلامی سرحلات پر کیوں متعین کیں؟ دو متحارب طاقتیں کبھی بھی ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کر سکتیں اس لیے یہ کہنا بھی مشکل ہے انھوں نے سرحلات جنگ ختم کرنے پر اتفاق کر لیا تھا اور یہ اتفاق واتحاد جزیرہ مغرب کے مثنیٰ ابھر نے والے انقلاب کے

بانی ہر مسلمان کی طرف عائد ہوتا ہے۔ اس پر کوئی کھلم کھلا خود سخت حکومت پرستی نہیں ہے اور ایک سال تک حکومت کرنے کے بعد ایمان حکومت اس کے خلاف پہنچتا ہے اور اس کو قتل کر کے مسلمانوں نے ۴۰ سال میں بوران بنت کبشہ کو بادشاہ بنایا ہے (۱۴۲)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ ارسال کرتی ہے (۱۴۳) اور رومیوں کو صلیب کی کھڑی والپس کر دیتی ہے جو پرزور کھلا یا تھا اور قیسریہ کے لوگوں کے درخواست پر بھی واپس کرنے سے انکار کر چکا تھا (۱۴۴)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی کہ ساسانی حکومت پر ایک معزول ہو گئی ہے تو یہ فرماتے ہیں ”لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى قال لن يفلح قوم والوا امرهم امراء“ (۱۴۵)۔

ہرویز کے قتل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴ سال ۴۳۳ تک بقید حیات رہے (۱۴۶) ان چار سالوں میں اہل روم اور اہل فارس کے درمیان مصالحت ہوئی ہے تعلقات معمول پر آتے ہیں اور ان کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے کیونکہ اگر کھلم کھلا معاہدہ نہ تھا تو شہر ساز سرحلات کو کیسے محفوظ چھوڑ کر مدائن پر چڑھا اور متحارب بہت سے علاقہ رومیوں سے واپس فتح کر چکا تھا (۱۴۷)۔ جزیرہ مغرب کا نقشہ پرویز کے قتل کے بعد بدلتا ہے۔ چین میں ہوانہ، بحرین میں منذ بن سادی، عمان میں جندی کے لڑکے اسلام قبول کر رہے ہیں، ان کا تعلق مدائن سے ہے کہ کرمیہ سے جڑا۔

یامامیں بھی اسلام پہنچ چکا تھا۔ مجتبیٰ اسلام کے زیر سایہ آچکا تھا اور رومیوں کے (۱۴۸) اخبار الطوال، ص ۲۲۵۔ ایران بعبہ ساسانیوں، ص ۶۷۲۔ (۱۴۹) طبری، ج ۱، ص ۶۲۰۔ تاریخ الملوك الارض، ص ۵۲۔ اخبار الطوال، ص ۲۲۰۔ بخاری، ج ۲، ص ۶۳۷۔ تاریخ عز البیہ، ص ۷۴۔

(۱۵۰) تاریخ ملوک الارض، ص ۱۱۷۔

(۱۵۱) اخبار الطوال، ص ۲۲۵۔

(۱۵۲) تاریخ ملوک الارض، ص ۵۲۔ تاریخ ابن خلدون، غنیۃ المقدم، ص ۱۲۹۔

(۱۵۳) دی کیلافت۔ میور، ص ۳۶۔

(الف) ایران بعد ساسانیان ص ۶۷۔

خلاف تھا۔ چونکہ مزہ نما عرب لڑی ایران کے ماعت تھا اسلئے ولید غوار سرداروں کو آمادہ جنگ کیا اور ان کی پوری پوری مدد کی۔

تنبہ راز کے قتل کے بعد یونان بادشاہ فقیہ سے تو صلیب کے والہی کے ذریعہ اس معاہدہ کی خوشہرازا سے ملے باچکا تھا تو شمشک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس متحدہ بھیج کر سید حبیبانی لکھی ہے کہ اگر آپ اقتدار کے نفوذ بالذہب کے ہیں تو ہم آپ کو عرب کا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں لیکن آپ کا وطن سے سب قوت جواب ملے کہ بجائے آپ کا داخل یونان کے خلاف ہوتا ہے تو اب علی طرے اپنے معز کردہ حاکموں اور سرداروں کے ذریعہ بغاوت کا منصوبہ تیار کرتی ہے اور یمن کو مدعی نبوت ہونے کا اشارہ بھی کرتی ہے اور ایک مدعی نبوت بزیمیم میں عراق سے روانہ کرتی ہے۔ فانیہ بزیمیم میں ان کو کوئی مدعی نبوت اس وجہ سے ہاتھ نہیں آیا تھا کہ یہاں سال قبل سرخوینز مکبر کے ذریعہ فوجی اقدامات کر چکا تھا اور سرخوینز کو گرفتار کر چکا تھا اسلئے بزیمیم میں میدان خالی تھا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ یہاں کے سرداروں نے زکوۃ روک کر اپنی نالامنی کا اظہار کیا لیکن ساسانیوں کے خلاف غم و غصہ کی وجہ سے اسلام کا انکار نہیں کیا۔ اب اسلامی ریاست اور مدینہ کا دفاتر بازنطینی اور ساسانیوں کے مقابلے میں بیک وقت گرفتار تھیں اصل سوال اس وقت یہ تھا کہ کیا مدینہ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہ جیسا کہ مشورے بھی دیئے گئے تھے اور دشمنوں کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کی کھلا موقع دو، بیسویں صدی کا مقدمہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ صورت حال گلا گھونٹنے کے مترادف ہوتی، بالفاظ دیگر مدینہ کا دفاع مدینہ میں رہ کر انتہائی جنگ ہوتا لہذا مدینہ کا دفاع مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کے علاقوں میں بیک وقت کیوں نہ کیا جائے؟ اس واحد حل کا فیصلہ صرف حضرت صدیق ہی کر سکتے تھے۔ بیرونی حملہ کے ذریعہ اندرونی دفاع دشمن کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ مسلمانوں کو کتنی بڑی طاقت ہے۔ (الف)

خانیہ حوالہ اگلی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

اسلامی اس میں ہے کہ دفاتر ہی پر کتنا کہ چنانچہ رومیوں کے سرکول کے لئے حبیبی اسامہ کو روانہ کیا، سرحد عراق پر حضرت متقی شیبانی ایرانوں سے بغداد زمانہ تھا نابا یہ ان جھڑپوں کا سلسلہ تھا جو واقعہ ذی قار کے بعد قبیلہ بنی شیبانی سے شروع ہو گیا تھا اس طرح بازنطینیوں اور ساسانیوں پر براہ راست حملہ کر کے ان کے ملک کو عرب کے سرحد پر رکھ دیا اور اندرونی قبائل کو ترغیب میں رکھا کہ ریاست مدینہ کے پاس حبیبیہ کو لکری سے لڑنے کے لئے فوج مبعود ہے۔ البیان ہو کہ کم مدینہ پر حملہ کے مترس سے اپنے گھروں سے نکلیں اور صدیق ابراہیم کو فوج ہمارے گھروں کو غارت کر دے، مدینہ کے قرب وجوار کے قبائل کے وفود نے جب مدینہ کو خالی پایا تو حملہ کر دیا لیکن صدیق کے شمشیر برپاں نے ان کو بھی ایک ہی داریں تباہ اور نیست و نابود کر دیا اور اس کے بعد مدینہ پر کسی حیلہ کو آنکھ اٹھانے کی جرات نہ ہو سکی۔

حضرت صدیق اکبر مدین و مغانعین زکوۃ اور کذا این کے دس جہاتوں کی طرف، علی علیہ السلام جو عیوش روانہ فرماتے ہیں اور ایک دستہ سرحدوں کی حفاظت پر تعین کرتے ہیں کہ جو کچھ مرقع اسامہ کے والہی کے بعد سرحد پر فوج تعین کر چکا تھا۔ جنگ فاض میں رومیوں اور ساسانیوں کا خفیہ معاہدہ علی طرے ظہور میں آتا ہے۔ رومی فاض میں مسلمانوں کے اجتماع کو دیکھ کر اہل فارس کے فوجی چکیوں سے نیز قباہی قلبہ لایا اور فرائسے املا طلب کرتے ہیں اور ان سب نے رومیوں کا مکمل کر صلاہی (۱۵۱)۔ یہ واقعات اس امر کے شائبہ ہیں کہ یہاں ریاست مدینہ کے خلاف ان دونوں طاقتور حکومتوں کے مابین خفیہ معاہدہ اور اتحاد قائم ہو چکا تھا اور اس معاہدے کے تحت انھوں نے حالات جنگ ختم کر کے اپنی فوجیں ایک دوسرے کے

(الف) اس بات کا یہی سب سے پہلا ثبوت ہے کہ یہاں نہ تو کسی نے جو آگے آئے ہیں۔

(۱۵۱) طبرستان، جلد ۱، ص ۶۶ - الف

۱- دشمن تباہی جو قید و کسر سے پوری ساز باز کر چکے تھے اور جن کا خیال تھا کہ دنیا کی یہ بڑی طاقتیں کبھی بھی عرب کو آزاد نہیں چھوڑ سکیں اسلئے یہ لوگ بدستوران طاقتوں کے وفادار تھے۔ تباہی کی نصیبت، شخصی آزادی اور خود مختاری کا جذبہ ان میں بڑی طرح سے کارفرما تھا۔ آپاں عقیدہ ایک منٹ کے لئے چھوڑنے کو تیار نہ تھے اور اپنی سرداری اور بادشاہت کا خواب دیکھ رہے تھے کہ قید و کسر میں ان کو اپنے قبائل اور دیار کا بادشاہ بنا دیں گے۔ یہودی سبھی اور عیسائی ان کو پوری طرح سے درغلجہ تھے۔ دعویٰ نبوت کے ساتھ میدان میں آئے اور کہا کہ اگر قریش میں نبی آ سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے قبیلہ میں نبی نہ آئے جبکہ ہم شرف و فضل میں قریش سے ارفع اور اعلیٰ ہیں۔

۲- تیسری جماعت ان لوگوں کی تھی جو اسلام پر قائم تھے اور اسلام سے علیحدگی بھی ان کو پسند نہ تھی لیکن زکوٰۃ مدینہ بھیجوانے کو قریش اور ذلت تصور کرتے تھے جو بچکانہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و خدمت میں زیادہ ہونے کا موقع میسر نہ آیا تھا اسلئے زکوٰۃ کے اصل روح سے نا آشنا تھے اور مخالفت ان لوگوں کو نہیں ہوا بلکہ صحابہ بھی اس مخالفت کا شکار ہو گئے۔ لیکن حلیقیت کے سیف قاطع نے زکوٰۃ کی اصل روح کو حقیق المال کہہ کر واضح کر دیا اور تمام صحابہ نے حلیقہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مخالف مسلمان ہو چکے تھے لیکن ان کا تعلق مولفۃ القلوب سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو مال نہایت میں حصہ دلاتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی رعایتیں بھی کرتے تھے تاکہ یہ شخص یا خود چھا اور پختہ کا مسلمان ہو جائے اور اگر قبیلہ کا سردار اور بزرگ شخص ہے تو مسلمان ان کے مشرے محفوظ رہیں۔ مثلاً عیینہ بن حمن اور اقرع بن حابس غزوہ جنین کے موقع پر ان کو سموسا اونٹ دیئے تھے۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے جعیل بن سراوق کو چھوڑ کر عیینہ اور اقرع کو سموسا اونٹ دیئے تو آپ نے فرمایا اس میں شک نہیں

مقابلہ سے ہٹا کر ریاست مدینہ کے شتم کرنے کا غرض ہے جسے کر دیں تھیں۔ لیکن حلیقیت کے سیف قاطع نے ریاست مدینہ کا دفاع دشمن سے سرحد میں ہٹا کر کیا اور مشرق و مغرب کی طاقتور حکمرانوں کو اس کا موقع ہی نہیں دیا کہ وہ مدینہ پہنچ لیں اور محال مدینہ میں بیٹھ کر اسلام پر ریاست کا دفاع کریں۔ جب کہ تمام صحابہ کا یہی خیال تھا کہ جن حد و حرکت کے سیف قاطع کے ایک ہی وارے صحابہ کے خیالات کو کسر نہ دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نازل ہوا تھا آپ کو وحی اس امر کے مدعا بھی کا فیصلہ کیا کہ آپ کو حق و حشر دیتے ہو کہ میں ملک دوں، ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ”واللہی نفسی مدہ لوظننت ان السباع تاکلنی بالمدینۃ لا نفذت هذا البعث“ (۱۸۲)

قید و کسر کا سازشوں سے جزیرہ غار میں ذلیلہ غوار سردار مدینے ایک طرفان پر کیا تھا اور ان کا سازشوں سے عوام میں جماعتیں مبیٹ گئے تھے۔ ایک ثابت قدم فی الاسلام اور دوسرے معاندین اور سازش کرنے والے کسب قابل جن کو کلاؤں سے عداوت اور دشمنی تھی اور تیسرے وہ جو سرکش قبائل کے پورے پیکٹھ سے قاتل مزید ہو گئے تھے اور زکوٰۃ روک لی تھی لیکن باقی اسلام کے احکامات کے پابند تھے۔

۱- مکہ اور مدینہ و طائف میں جو لوگ آباد تھے جو بچکانہ کا تعلق خلافت سے براہ راست قائم نہ رہا اسلئے یہ لوگ مل الاعلان اسلام پر قائم رہے اور یہ لوگ سازشوں کے پورے پیکٹھ میں قطعاً نہ آئے اور دوسرے دروازہ طلاق میں مقیم تھے ان میں اسلام پر ثابت قدم مسلمان موجود تھے لیکن خلافت سے دور ہونے کی وجہ سے ان کی آواز دشمن قبائل کے درمیان خوف و ہراس کی وجہ سے دب گئی تھی اور حضرت ابراہیمؑ نے جو پہلی ہمس درمیان کے قبائل کا حاکم مدینہ پر نام بنا دیا تو دور دراز کے پختہ کار مسلمانوں میں جان بچ گئی اور وہ مدینہ دور تھے ہونے لگے اور اپنی اپنی زکوٰۃ و بار خلافت میں پیش کرتے گئے۔

(۱۸۱) تاریخ ابن عساکر جلد ۱ ص ۱۷۲ - (۱۱) ذات کی قوم جس کے قبضے میں یہاں

ہے اگرچہ یہ یقین ہو جائے کہ مدینہ میں بھی دونوں کا عیاشی گئے مگر اس میں کوئی حرج نہ ہو گا

کہ جیل ان دولوں اور ان جیسے دنیا بھر کے انسانوں سے زیادہ بہتر ہے لیکن ان دولوں کو میں نے تاملت قلب کے لئے سوساؤنٹ عطا کئے اور جیل کو میں نے اس کے اسلام کے حوالہ کر دیا (۱۵۳)۔

اسی عیینہ بن حصن نے آپ کی دودھ دینے والی اونٹنیوں پر چچا پہ مارا تھا ان کے خلاف آپ نے کاروائی بھی کی تھی لیکن یہ وہاں سے جا چکا خاص غزوہ کوفہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے (۱۵۴) اور جب علیؑ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو عیینہ جیٹ اس کا دست راس بن گیا اور کہا تھا کہ حلفوں میں سے کسی ایک بنی کا اتباع کرنا ہمارے لئے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ ہم ایک قریشی بنی کے پیروی کریں (۱۵۵)۔

سندھ میں بنو نمیر کا ایک وفد آیا۔ عیینہ بن حصن الفزاری اور اقرش بن سائبس دولوں بھی ساتھ تھے ان لوگوں نے بے ادبی سے جیسے کہ آپ کو آواز دی اور کہا ہم آپ سے حسب و نسب میں مناظرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں (۱۵۶) عباس بن مرداس بھی مؤلفہ القلوب میں سے تھا۔ غزوہ حنین میں اس کو دوسرے مؤلفہ القلوب سے کم حصہ ملا تو بکریا اور بچہ اشعار کہے۔

انجعل نھبی و نھب العبید بین عیینہ والاقرش  
وماکان حصن ولاحابس یفوقان مردلس فی جمیع (۱۵۷)  
کیا اے محمد! میرا اور میرے گھوڑے عید کا لوٹا ہوا مال عیینہ اور اقرش کے درمیان تقسیم کرتے ہیں حالانکہ حصن اور حابس دونوں کسی فتح میں مرداس پر فائق نہیں ہو سکتے بنو سلیم کے اوس بن عبد اللہ بن عبد یامیل

- (۱۵۳) طبری، جلد ۳، ص ۱۳۷۔ القہرہ۔ (۱۵۴) التبیہ والاشراق، ص ۶۱۔  
(۱۵۵) طبری، جلد ۳، ص ۲۳۰۔ القہرہ۔ (۱۵۶) طبری، جلد ۳، ص ۱۵۰۔ القہرہ۔  
(۱۵۷) الامامہ، ابن جریر، جلد ۲، ص ۲۶۳۔

جو الفجاءہ کے لقب سے مشہور تھا اور مرتدین کا سرنقہ تھا جب لڑنا دے نائب ہوا تو حضرت ابو بکرؓ سے عرض کرتے ہیں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور جو لوگ مرتد ہو گئے ہیں ان سے دشمنی چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ہتھیار اور سامان دے دیجئے لیکن سامان سے لیں ہو کہ مسلمانوں پر ہی ہتھیار صرف کرنا لگا، اور حضرت ابو بکرؓ کو دوبارہ گرفتاری کے احکام جاری کرنے پڑے (۱۵۸)۔ ان لوگوں کا مقصد وہ اپنی سرداری کا تحفظ تھا۔ قبائلی جمیعت کی وجہ سے یہ لوگ اسلام سے دور رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی امت کی حضرت ابو بکرؓ کے ذریعہ دیکھ کر فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ کا کہتے تھے کہ والذی لا الہ الاہو اگر ابو بکرؓ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ تعالیٰ کے کی عبادت نہ ہوتی تین بار اس طرح کہنے کے بعد لوگوں نے کہا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں تو جواب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو سات سردادیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن مقام ذی شخب پہنچے تو آپ وفات پا گئے اور مدینہ کے ارد گرد عرب مرتد ہو گئے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو روم جانے سے روک دینے کا مشورہ دیا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کہا والذی لا الہ الاہو لو جرت کلابی بارجل ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مار ددت جیشا وجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا حلت للواء عقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ کو روانہ کر دیا اب اسامہ کا جب ایسے عرب قبائل پر حارثہ اکوا را دہ کر چکے تھے کہ نہ ہر تاتو یہ لوگ آپس میں کہتے کہ اگر ان لوگوں کے پاس قوت نہ ہوتی تو یہ اس طرح مدینہ سے نہ نکلنے ہر ان کو اور رومیوں کو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ رومیوں کے ساتھ ان کی

تصغیر ہو جاتے وہیں کوئی فیصلہ ہو جائے۔ اسامہ روم تک جاتے ہیں اور (۱۵۸) طبری، جلد ۳، ص ۲۳۲۔ المذاہب والفتاویٰ، جلد ۲، ص ۳۶۳۔  
والذی قسم سے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر نیکے ازواج مہررات کی پٹلیاں نوح ذوالین تک بھی کسی نوح کو نہ دےں نہ رکھنا ہو کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا ہے اور اس جہاز سے کو کھو دنا

ان کی خاموشی شکل و صورت میں فرق پیدا کرتا اور سچا دھوکا دہنوں کی بنا پر ایک دوسرے سے قابل شناخت طریقے پر مختلف ہوتے تھے، جلد کا رنگ، بالوں کی قسم اور رنگ اور آنکھوں کے رنگ سے ان کی وضع کا تعین ہوتا گیا۔ چونکہ احتیاج اور ضرورت محدود تھی۔ بین الاقوامی تعلقات ناہید تھے اسلئے مختلف اقوام کی بنیاد پر ٹپی گئی اور یہ انسان بگڑا اور راہ راست سے ہٹ جاتا قرآن کی ہدایت کے لئے نبی بھی قوی اور علاقائی ہوتے۔ عالمگیر اور بین الاقوامی نہ ہوتے اور ان کی تعلیم کسی برہمن، کسی فیرینی اسرائیلی یا کسی غیر اریہ سے متعلق ہی نہ ہوتی تھی لیکن جب انسان نے تاریخی دور میں قدم رکھا۔ بین الاقوامی احتیاج رفتہ رفتہ پیدا ہوئی اور کسی دیکھی ضرورت کے لئے دوسرے کا محتاج ہوا کہیں غلہ نہیں کہیں روٹی نہیں، کہیں لوہ، کہیں کوئلہ (یا پٹرول) نہیں، کہیں کاغذ کا مواد نہیں، اس کے نتیجے میں انسان بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہوا اور یہ احتیاج ایک بین الاقوامی نظام کا مطالبہ کرنے لگی اور ایسا نظام جو انسانیت کے آئندہ سدا رہنے والے مسائل کو اجتماعی بنیادوں پر حل کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دوسرے کا آغاز میں **يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائْتُوا سُبُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْكُمْ جَمِيعًا** کا پیغام دے کر مبعوث فرمایا اور مکہ ہی میں اعلان فرما دیا کہ آپ سب رسالت بین الاقوامی سے اور آپ شخص بالعمان اور مختص بالزمان ہونے کی جگہ عالمگیر حیثیت کے مالک ہیں تاکہ انسانیت کو متحکم و مستقل تعلیم دین چکر تمام انسان ایک ہی حیاتیاتی خاندان ہیں۔ انسان کا دماغ اور احساس خودی یہ دونوں صفات بنی نوع انسان کی مشترکہ خصوصیات ہیں کوئی گروہ فطرتاً دوسرے گروہ سے افضل نہیں اسلئے سرد و محاکم ہوں یا گرم، شہر یا باشندے ہوں کا خانہ بدخوش سب کو ایک مرکز سے دوبارہ جوڑنا اور سب کے لئے ایک دنیا دہ مذہب نافذ کرنا ہوا۔

دنیا کو ذہنی فطری سے نجات دلا کر انسانی ذہن کی صحت مند بنالیدگی

ان کو قتل کر کے کامیاب واپس ہوتے ہیں تو یہ قابل جواز تہذیب کا ارادہ کر چکے تھے اسلام کی شناخت قدم ریتے ہیں ۱۵۹۹ء - یہ پوچھا دینے والے فیصلے صرف صلیبی ہی کی شان تھی جو آپ نے کئے اور کامیاب ہوئے۔

## انسانیت کے آئندہ مسائل و اجتماعی فیصلے

**”يَا أَيُّهَا النَّاسُ ائْتُوا سُبُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْكُمْ جَمِيعًا“ (۱۶۰) -**

اے بنی نوع انسان! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ قرآن کا ایک طالب علم اس امر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ کائناتی حقائق اور عالم فراعلمی مسائل جو قرآن نے مسک سورتوں میں بیان کئے کسی عنوان سے عرب قوم کے منور و محض کا سامان نہ بن سکتے تھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا ایک شان تھی کہ پیغام ایسا دیا جو آگے چل کر تمام بنی نوع انسان کو عمومی طور پر مفید ہو سکتا تھا۔ قرآن کا یہ پیغام صرف عرب قوم کی طرف ہرگز نہ تھا بلکہ تمام بنی نوع انسان کی طرف تھا اور یہ امر یقینی ہے کہ محمد رسول اللہ پوری بنی نوع انسان کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

ایک ہی آدم اور اہل اولاد ہونے کے باوجود انسان قدیم زمانے سے اپنے لئے حروریات زندگی، آرام و آسائش کا سامان حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتا رہا ہے اور جب اپنوں سے بچھڑنے اور غریب و نادار سے دور دوسری جگہ جالیتے تو پھر اپنے درگزرے حلقے کو کھینچ کر مزور سے موقوف بہت ہی کم پیش آتا کیونکہ اس وقت ایک تو ذرا بے عمل و فطن کی صورت دوسرے ہوتا اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے جو زیادہ تر غلہ اور لباس وغیرہ پر مشتمل ہوتے خود اکٹھا ہوتا اور اپنے اپنے الگ ماحول سے مطابقت کی بنا پر

پر مشروط اطاعت امیر واجب اور فرض ہے۔ آپ کا ارشاد ہے ”یا ایہا الناس اسمعوا واطیعوا وان امر علیکم عبد حبشی مجدع اقام فیکم کتاب اللہ (۱۶۶) اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تم پر کون عیب دار حبشی غلام ہی امر کرے یا نبی یا نبی کے جرح میں کتاب اللہ کا قائم کرے۔“ اور وصیکم بتقوی اللہ والسمع الطاعة وان عبد حبشی فانه من یعیش عنکم مدبر یرى اختلافاً کثیراً، وایاکم ومحدثات الامور فانها ضلالة فمن ادرك ذالک منکم فاعلیہ بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضو علیہا بالنواجذ (۱۶۷) و ہذا حدیث صحیح میں تم کو تقویٰ منع اور طاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ کون حبشی غلام ہی کہے نہ ہو یہ ایک تم میں جو آئندہ زندہ رہے گا وہ اختلاف کثیر دیکھے گا اور بدعات سے بچو کہو کہ وہ فراہم ہے اور جس نے اس کو پایا تو وہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم نہ کہے اور اس کو زائد نہ کہے کیونکہ مگر اللہ کی نافرمانی کا اگر حکم اور امیر حکم دے تو اس وقت اس کا حکم نہ ماننا ضروری اور فرض ہے۔ ”لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق (۱۶۸) خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔ شریعت کی بنیاد پر جس کا انتساب کیا جاتا ہے وہ مطلق العنان نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ دینی احکام کا پابند رہتا ہے کیونکہ شرعی احکام کی اطاعت حکومت اور امیر کا اولین فرض ہوتا ہے۔ وہ شریعت کا پابند ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کا وجود ازلیس ضروری ہے

کے لئے کہنے والے مواقع دور کر دیئے تاکہ انسان عقل و فکر و لغو و بے شعور، تفکر، تدبر، شعور و فکر سے خود کو اپنے پرکارداد ہوا اس عرض سے ایک اجتماعی سیاسی اور اقتصادی نظام قائم فرمایا۔

۱۔ سیاسی نظام = قرآن نے اور کچھ آپ نے خود سیاسی نظام کے لئے ہدایت دی۔ قرآن نے اس کے لئے سرگذا اصول مقرر کئے۔

(الف) عدالت = اثبات عدالت کے بارے میں قرآن آیات اس قدر واضح ہیں کہ ان میں سے کبھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ”وَإِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ“ (۱۶۱) اور جب تم لوگوں کا تصفیہ کرو تو عدل سے تصفیہ کرو۔ بیگ اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہی اچھی ہے ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ“ (۱۶۲)۔ بیگ اللہ تعالیٰ استدلال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں۔

(ب) شوری = رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود شوری کا حکم صادر فرمایا باوجودیکہ آپ کا حکم وحی الہی کا ترجمان تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ“ (۱۶۳)۔ آپ دیرپیش امور میں متا سے مشورہ کیجئے اور جس واقعہ کے بارے میں کوئی نص و وارد نہ ہوئی ہو اس کے بارے میں شوری کو ایک عام اصول قرار دیا۔ ”وہوہو شوری بینہم“ (۱۶۴) وہ اپنے امور باہم مشورہ سے طے کرتے ہیں۔

(ج) اولوا الامر کی اطاعت ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (۱۶۵)۔ ہر مومن

(۱۶۵) طبقات اکبری جلد ۲، ص ۱۸۵۔ بیروت۔ (۱۶۶) ترمذی، جلد ۱، ص ۹۲۔ (۱۶۸) ترمذی، باب ملجاء لاطاعة المخلوق، جلد ۱، ص ۲۰۴۔

(۱۶۱) قرآن، النساء آیت ۵۸۔ (۱۶۲) النمل، آیت ۹۰۔ (۱۶۳) قرآن، آل عمران، آیت ۱۵۹ پ ۴۔ (۱۶۴) قرآن، الشوری، آیت ۳۸، پ ۲۷۲۔ (۱۶۵) قرآن، النساء آیت ۵۹۔

حضرت ابوبکر کی ذات حق اسلئے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ میں پہلے ہوئے  
حضرت ابوبکر صدیق قرار پائے۔ صحابہ قرآن و حدیث کے عالم تھے انہیں مرن  
اشارہ کی ضرورت تھی بس اب کی کتاب سب اختلاف رائے ختم ہوا اور شریکی کے ذریعہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی میں اور پہلے اولاد نکرا انتخاب متفقہ طور سے  
ہوا اور اس عالمی اصول نے مخصوص ہر زمانہ مخصوص بالکائنات اور مخصوص بالا زاد  
کے خطرات کو پامال کر کے رکھ دیا اور عیش کے لئے یہ اصول طے پایا کہ وفات کے  
مستحق اور حقدار صرف اُتقائے امت ہیں۔

دینی اسلام میں جن کی خدمات سب سے زیادہ ہوں گی وہ خلیفہ ہونگے۔  
خاندان قبیلہ اور عصیت کے تئیں کو مصداقیت کے سبب قاطع سے تاقیامت پاش  
پاش کر دیئے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ مِّنْ نِّسَاءٍ۔

۲۔ نظام اقتصادی = آپ نے فرمایا لیس بمسلم بن ابی شیبہ  
وجارہ جانع وهو یعلم (۱۰۰) وہ شخص مسلمان بنیں گے کہ ایسے حال میں اس  
گزارے کہ اس کی پوری بیوی کا ہوا اس کی بیوی کو کھاتے ہوئے خود پر ہوا اس کے ساتھ نظام مصداق  
اور نظام کو کھانا کھانا مسلمان پیش ملو اور دیگر فرائض کے لئے کوئی فرض قرار دیا اور مصداقیت نے  
اس کی ملو قی بن کر ملو قی لال کر کر بیان کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے  
بعد صحابہ و اہل بیت سے اجماع کیا صحابہ نے اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو حق پر راجع کر دیا تھا  
اسی بنا پر انھوں نے اعلان کیا کہ اگر زکوٰۃ کی ادب باندھنے کی سی جس کو حضور کے زمانے میں  
ادار کرتے تھے تو میں ان سے جو ادب کر دگا؟

۳۔ نظام اجتماعی = کوئی آپس میں غمانان و نسب کی بنا پر دیر پرست مار نہیں کیا جائے گا۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ  
'وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔"

جو امیر اور حکومت کو مشورہ دے سکیں۔

حضرت صدیق اکبر جب خلیفہ بنا دیئے گئے تو آپ نے پہلے خطبہ میں صحابہ  
سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اطيعوني ما اطاعت الله ورسوله فاذا  
عصيت الله ورسوله فلا طاعت لي عليكم" (۱۶۸)۔ جب تک میرا  
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا اور اگر میں  
انفرادی مسئلہ کے احکام کی خلاف ورزی کروں تو تم میری اطاعت مت کرو گے۔  
شرعی کو قرآن و سنت کے پابندی کے ساتھ آنا و چھوڑ دینا تاکہ اقوام و قبائل  
مامل اور دیگر ویشم کے اعتبار سے تبدیل ممکن ہو اور۔ حالات کے مطابق اپنے میں  
پیک پیدا کر کے ہر زمانہ اور عہد میں قابل قبول ہو اور نظام سیاسی اپنی جہاں الا قوامیت  
نہ کھو بیٹھے، اکابر آزاد خیالی کو ملحوظ فرما کر آپ نے اشارات و کنایات بلکہ تقریرات  
فرمادی تھیں، لیکن خلیفہ نامزد نہ فرمایا تاکہ اگر خود اپنی رائے اور مشورہ سے انتخاب  
خلیفہ کر سکے۔ آزاد قیامت آزادی رائے مجروح نہ ہو، آپ کے وفات کے بعد  
انصار سقیفہ بنی سعد میں جمع ہوئے ان کا خیال تھا کہ ہم اولین اہل ایمان و انصار ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی کے میں ان میں اسلئے خلافت ان کا حق ہے۔  
لیکن صدیق اکبر نے استحقاق خلافت خود اشارت اور اہل بیت کی اسلام سے وابستگی،  
کسی خاندان اور قبیلہ سے خلافت کو منحس قرار نہیں دیا۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ " کے قرآنی اصول کے تحت  
خلافت کا حقدار قریش میں ان کو اسلام میں مسیحت اور تقدم کا فخر حاصل ہے  
اس طرح قریش کے خدمات انصار سے بڑھ کر ہیں اور ساتھ ہی عرب کے گرد و پیش قریش  
کے سوا کسی کے گھمے نہیں جگہ کہیں اس اصولی بحث کے بعد تمام صحابہ کرام  
بے اختیار صدیق اکبر پر جمع ہو گئے، وَتَسْبِجُنَّهَا الْاَافِقُ الْاَدْنٰى، میں اُٹھی سے مراد

کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ اگر کسی اور پر اور نہ اس کو اگر پر فضیلت ہے مگر حق تعالیٰ کے ساتھ کیا میں نے پہنچا دیا تو سب نے کہا ہاں آپ نے پہنچا دیا۔

آپ صمیمیت کے دشمن تھے۔ آپ نے فرمایا "ایسے منافق دعا بدعوئی الجاہلیت و شہخص ہم سے نہیں جو مدعی جاہلیت سے نکلتے اور آپ سے دریافت کیا کیا کہ صمیمیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "ان تعین قومک علی الظلم"

(۱۴۵) اپنی قوم کی ظلم پر قیادہ کر کے اور تمام انسانوں کی عزت اور کوساری قرار دیا اور اس کا منہ بکس مرم قرار دیا۔ آپ نے فرمایا "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ رَبِّكُمْ

دَمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ" (۱۴۶) اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون اور اموالکم کو حرم قرار دیا ہے۔ فان دمأکم و اموالکم علیکم حرام کحرمة

یومکم هذا فی شہرکم هذا، فی بلدکم هذا، تمہارے خون، تمہارے مال تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں فرمایا میں نے تبلیغ کر دی؟ لوگوں نے کہا ہاں!

فرمایا اللہ عزوجل ارہ، تم میں ہرچہ فرمایا غدار میرے بعد کر کہ طرف نہ پلٹ جانا کرتی میں سے کوئی کسی کی گردن ماسے (۱۴۷)۔

غلاموں کے حقوق - غلاموں کے بارے میں جو اس وقت صغین ترین شمار کئے جاتے تھے فرمایا "ارقاکم اطعموہم و مامتا کلون و اکسوہم و ماما

تلبسون و ان جاؤ اذ ذنب لا تریدون ان تغفروہ و فبیحوہ عباد اللہ" (۱۴۸)۔

اپنے غلاموں کا خیال رکھو، اپنے غلاموں کا خیال رکھو، جو تم کو کھاؤ اس میں سے نہیں کھاؤ، جو تم پہنچاؤ اس میں سے نہیں پہنچاؤ اگر کوئی یا گناہ کر گیا جیسے تم

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (۱۴۹) اسے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو اور اس خوب جاننے والا، پورا بخیر وار ہے۔

آپ نے فتح مکہ پر اخذ فرمایا "ان الله عز وجل قد اذهب عنکم عِدَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ و فخر ہا بالآباء مؤمن تقی، و فاجر شقی، انتم بنو آدم، و آدم من قرابہ، اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی سخت اور اس کا فخر سے دور کر دیا ہے اب ہوں متقی یا فاجر بخت ہو گا تم سب بنو آدم، بنو آدم آدم مٹی کے ہیں۔

اس طرح آپ نے نظام انسانی کی رسوا تو پر قائم فرمایا اور ہر کوئی ہر چہ رسول پر مبنی تحقیق کے ذریعہ ثابت کرتے ہیں کہ کوئی گروہ فطرتاً دوسرے گروہ سے افضل نہیں نسل

فضیلت کے فرقے کے تصدیق سانس سے ہوتی ہے و تائید ہے، یہ غلط خیالات انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتے ہیں اور ہر کچھ بھی ہیں۔ جبرسنی میں نام کا نظام حکومت نے ان فرقوں

کا اٹلے کی سیاسی اقتدار حاصل کیا اور ساتھ ساتھ غیر آریائی انسانوں کو نیست و نابود کر دیا لیکن

نیز ایں کی مخالفت کا تصدیق کسی سیاسی شہادت سے نہیں ہوتی (۱۴۳)۔ ایم مشرق کے وسط میں آپ نے منظم دیا "یا ایہا الناس الا ان ربکم واحد، و ان

آباءکم واحد، الا لافضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی و لا لاسمر علی اسود، و لا لاسود علی امر الا بالقسمی، ابلیغت قالوا

بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۴۴) اے لوگو! اگلا ہوا جنگ تمہارا ہر ایک ہے اعتماد ہے آپ ایک ہیں اگلا ہو، عربی کو عربی اور عربی کو عربی پر

(۱۴۵) البراد، باب فی العصبیہ، جلد ۲، ص ۶۲۵۔ (۱۴۶) مسند احمد بن حنبل،

جلد ۵، ص ۳۱۔ (۱۴۷) طحاوی، اکبری، جلد ۲، ص ۱۸۴۔ (۱۴۸) طباط

اکبری، جلد ۲، ص ۱۸۵۔

(۱۴۹) قرآن، مجملہ، آیت ۳۱۔ (۱۴۰) البراد، کتاب الادب، باب فی

التفاضل، جلد ۲، ص ۶۲۴۔ طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۳۳۴۔ (۱۴۱) اجتماعی تعلق۔

بین مدعی کریمین، ص ۱۱۔ (۱۴۲) مسند احمد بن حنبل، جلد ۵، ص ۱۱۱۔

مرث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسئلہ خلافت اور نبوت میں فرق و تمیز کے مسائل سامنے آئے۔ صدیق اکبر نے ان سب مسائل اور الجھنوں کا اجتماعی فیصلہ کے ذریعہ حل فرمایا اور امت نے اچھے اچھے کے ذریعہ صدیق اکبر کے فیصلوں سے اتفاق کیا۔ اور تین کی۔

## مسئلہ خلافت اور تصفیہ بنی ساعدہ کا اجتماع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ میں نہ اختلاف ہوا اور نہ نزول میں بٹ گئے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ کی نجات اور رسول کی جانشینی کا مسئلہ لازماً تھا تھا۔ اٹھنا چاہیے تھا اور اٹھا کر شاکش کر مریض اس میں حقیقت کو کچھ کرنا۔ طرز الی کو اپنی باتوں سے ہمیشہ کے لئے سناج کر دیں۔ اسلام نے سیاسی نظام میں امت کو شرعی کا حق دیا ہے اور شرعی کے لئے بحث و تمیض نہایت ضروری ہے کہ ہر فرق اپنی رائے مع دلائل کے واضح کر سکے اور جب نہ اپنی رائے و دلائل اور مخصوص حقائق پر کسی میرے متفقہ طور پر قبول کرنا ممکن ہو، یہی وجہ ہے کہ میسوس صدی کے جمہوری حکومتیں ان کی بات پر ایمان کو مخصوص مسائل پر کوئی دن بحث کے لئے دیتی ہیں۔ ہر ملک کا مسئلہ کے پورے طور اور وجوہ سے سامنا ہے اور بحث کے آفریں ایک اور پر قائم اگر ان کا ایمان متفقہ طور پر یا اکثر رائے سے فیصلہ دیتے ہیں۔ حکومت اور قوم اس فیصلہ کے ملنے کے پابند ہوتے ہیں۔ حدیث ممکن اس پر اپنی رائے اور منظوری و کبر و رائے کا قانون بناتا ہے اور اب اس کے سامنے اسے انکار کرنا قانونی جرم کہلاتا ہے جبکہ بعض اوقات تسلیم نہ کرنے والے کو قوم اور ملک کا نواز تصور رکھنے واجب العقل قرار دیا جاتا ہے لیکن غلو اور بغیر غلو سے امتیاز کے اسے انبیاء بنی کو یقین منسوب تسلیم کرنے کے لئے کہہ سکتے ہیں۔ اختلافات کے سنگ میں رکھتے ہیں، صحابہ کو زمین فرق قرار دے کر صحابہ کے اجتماعی اور متفقہ فیصلہ کو غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ جو غرضی نہ مرت صحابہ کے لیے سے امت مسلمہ پر علم تعلیم کرتے ہیں۔ بات بالکل واضح ہے کہ آپ کے جہاد جو غرضی ہرگز نہ ہو، اللہ اور نہ میں الرسول ہرگز بلکہ غرض کا انتخاب امت کا حق ہے۔ امت کا یہ حق رسول

معاذ نہ کرنا چاہو تو اسے اللہ کے بندو، انھیں بیچ ڈالو اور انہیں مزار و اس طرح آپ سے بنی فوٹ انسان کو ایک خدا بنانے، ایک وحدت اور ایک جماعت قرار دے کر سب کو مراد و حقوق دینے اور بنی فوٹ انسان میں برتری اور تفوق صرف اسلامی خدمات یعنی تقویٰ کے بنیاد پر ہوگی اور باقی تمام دوسرے حقائق اور ذہن غلامی سے آزاد کا پیش دی، آپ نے متحکم بنیاد پر ایک بنیاد پر مدید نظام قائم فرمایا جو مشرق و مغرب کے تمام نظاموں سے بہتر تھا اور عرب میں، میں، اٹلی اور چین ان قوانین کے لیے کیوں صلاحیت موجود تھی لیکن وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر سرکاری کے انجینئرز اور دیگر غلو مراد اللہ نے اس معاملہ نہ نظام ریاست کو بیچ گئی کے لئے معیبت اور اطلاعات کے ہرادی اور دیگر عرب کو یہ گمان کرانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلے نہ عرب پر قریش کی حکومت قائم کر دی۔ قریش نے تو ریاست حاصل کر لی لیکن دیگر عرب کو چھوڑ دیا اور ان کو اس میں حصہ دار بنا دیا اور ان خیالات اور غرضات کو ہر آدمی کے ذہن پر تباہ کر دیا تو یہ تحریک کا مشکل دے دی۔ لہذا کو کوشا و ت پر آمادہ کیا اس طرح آپ کے وفات کے فوراً بعد اسلام کے دفاع کا مسئلہ درپیش ہوا

وحقیقت یہ سازشیں انسانیت کے خلاف تھیں، انسانیت کے سزاوارہ مسائل کا رد و اعادہ یہاں سے سکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان حقوق کے ذریعہ سے ان ابواب کو بند کر دیتے ہیں۔ یہ مسائل داخلی اور بین الاقوامی سطح پر درود و سرس تاج کے حامل تھے، اسلام کے بنیاد و عقائد اور اہل کفر اصول، ہمیشہ قدر کو کھر کا اجتماعی فیصلے کے ذریعہ حل طلب تھے کہ تو قیامت تک اسلام کے بنیاد و عقائد اہل اصول و عقائد میں الاقراری اور بین المللی صلاحیت اور دلچ کیا ساتھ اپنا مذاہب برقرار رکھ سکے اور انسانیت کے اپنے حقیقی مقام سے رہنا سر کر سکے۔

دوسرے میں مسئلہ خلافت اور پیش اس امر درپیش خاتین قابل کفر واقعہ و کفر کی کسی اور خیال میں تھے۔ ان کے خلاف نام نہان کام بنانا اور اسلامی مرحلت کا تحفظ جہاد کے مہم کی وفات نبوت کا تحفظ اور اس کے وفات کے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی معاذ نبوت یا ریاست ہرگز کہ کتاب اور اللہ تعالیٰ پر اثر کرانے والے کا اور اگر وہ ثابت نہیں ہوتا تو اس کا قتل امت محمدیہ پر قیامت فرض ہے۔ مانعین زکوٰۃ، مرتدین اگر ان کے خلاف نہ ہوں،

بیان ہوتے تھے اور آخر میں حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے مختار اور جامع خلیفہ میں وہ تمام حکم  
اسباب و علل اور دلائل بیان کرے۔ آپ ایک باوقار انسان تھے، علوم و خواص میں  
مقبولیت حاصل تھی، مہاجرین کی تاریخ اور شخصیات، سبقت فی الاسلام، دین میں معاد  
والکام کا برداشت کثیف و باریک، انصار کی طرف متوجہ ہونے ان کی تعریف کا اعلان کا  
ایک ایک غولی گزرتے تھے کہ کوئی اس خصوصیت اور خوبی دیکھتی تھی جو حضرت ابوبکر نے چھوڑ  
دی ہو (۱۶۹) اور حاضرین کے ذہن کو قرآن وحدیث کے اشارات و لطایف کے  
ظن پھیر دیا۔ نائب رسول کے کیا وصاف ہونے چاہیے بیان کر دینے اور دار خلافت  
انفصیت اور خدمت طے پائے۔

**خلیفہ کا انتخاب**  
قرآن وحدیث کے حکامات و اشارات مجموعی طور پر  
اس وقت صرف قریش کے حق میں پائے جاتے تھے۔ قریش  
کا اسلام ان سے مقدم تھا، انھوں نے اسلام کی راہ میں اذیت اور مصائب اٹھائے اور ان کی  
وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انصار کو ہدایت دی اور یہ نصرت عنایت فرمائی کہ ان کو مہاجرین رسول  
اللہ سے اعلیٰ علیہم السلام کا شرف حاصل ہو، "اَلَّذِیْنَ هَاجَرُوا وَآخَرُوْهُم مِّنْ دِیَارِهِمْ وَ  
اَوْدُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَفَتَلُوْا وَفَعَلُوْا لَآ اَکْفِرُنَّ عَنْهُمْ سِیَّئَاتِهِمْ وَلَا اَدْخِلْنٰهُمْ  
جَنَّتْ مَجْرٰی مِنْ مَّحْتَبٰتِ الْاَظْفَرِ" (۱۸۰)۔ جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں  
سے نکلتے گئے ان تکلیف دہ گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے، مہجران لوگوں  
کی تمام غلامیوں معاف کر دوں گا اور مہجران کو ایسے بھلا میں داخل کروں گا جس سے  
نیچے نہیں ساری ہوگی نیز ان ہی مہاجرین سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے "اَلَّذِیْنَ  
اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ  
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ" وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ" (۱۸۱)۔

غضب ہی نہیں کر سکتے تھے۔ امت کہہ کر کس طریق سے برابر اقتدار لانے کی یہ نیند اور طریق  
کار طے ہو کر لاپرواہی ضرورت تھی۔

(۱) اگر حضرت عباس اور حضرت علی سمجھتے تھے کہ خلافت ان کا حق ہے تو یہ  
ہم کیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ حق بجانب تھے۔

(۲) انصار سمجھتے تھے کہ خلافت ان کا حق ہے تو یہ سمجھنے میں کیا حرج تھا  
دو کی بات ہے کہ وہ حق بجانب تھے یا نہیں تھے۔ سید بنی سادہ کا اجتماع ان کا

امت پر ہمیشہ کے لئے احسان عظیم ہے۔ لوگ حمل جاتے ہیں کہ ان کی عمری کے خلاف پتہ  
نک مجتہد نہیں کر سکتا۔ حب قرین کار پر قرآن وحدیث خاموش ہے کہ کوئی یہ نہیں بتا کر

مٹے گا کہ میرے ہاتھ میں کیا اور اصل بتائے گئے تھے یعنی (۱) اِنَّ اَكْبَرَ مَكْرَمٍ  
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰی كُمْ۔ (۲) مشورہ (۳) سابقین اولین (۴) بیعت (فہرست و غیر)

اس طرح ہر ایک مومنین کی حاشیہ آرائی علی الاعلان کی جزیار تو یہ ہر ایک ہے اور یہ طریق کار انار  
تعالیٰ کی خیرات سے ملے گا تھا۔ (۱) فَمَا نَدُوْهُم اِجْتِمَاع (۲) تَخَلُّفَ اَرَادَ (۳) بَحْثُ

تَحْقِیْق (۴) اَزْوَی فَعْلَ (۵) خُف اِثْم (۶) کَاسِل اِتِّفَاق - کئے اعلیٰ اصول کتنی  
خوش اصولی سے مرتب ہو رہے ہیں۔

یہ سب بھی حقیقت ہی اعلیٰ کر سکتی تھی اور وہ لوگ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ انھوں  
ہوا اور امت بٹ گیا اس طرح حقیقت نے ایک طریق کار ہمیشہ کے لئے طے کر لیا اور امت حق

مشورے کے بعد حضرت عمر کو نزدیک کے صلیب نے ایک متبادل طریق کار اور تیار ہو کر  
عمر نے چپ کا ٹکڑی نامزد کر کے صلیب کے دو طریقوں میں ایک مٹو یا ضمیر کا کاٹ کر ایک اور

طرح اسلام کے تمام مسئلہ اور کتب میں کیا کیا کن تین طریق کار سے بہت جرح حالین  
کار چھوڑ کر لیں۔

صحابہ نے اپنے دلائل بیان کئے۔ وجوہات و اسباب کو تفصیل سے بیان کیا اور  
خلیفہ کا انتخاب کیلئے جو ضروری امور ہونے چاہئیں سب بیان کئے جو ترجیح میں بیان کیا  
اہل اور مد سب اسید وار کو نامزد کیا، بحث ہوئی اور اسباب و علل اور ممکنہ غرضات

تھے مشورے کے بغیر طے نہیں ہوگا۔ تمام امور میں ایسے ہی شریک رہو  
تھے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات میں شریک تھے (۱۸۳)۔

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے قربانی  
کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پوسکے مایا ہیں اور ان ہی میں  
اولین کو ہی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تعالیٰ کی اجازت و عطایت فرمائی تھی۔ ایشا و باری تعالیٰ  
ہے "أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَالُونَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ" اور  
کہ ان لوگوں کو اجازت دیدی کہ تم میں سے کوئی بھی جاتی ہے اسوجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ  
تعالیٰ ان کا مدد پروردی قدرت رکھتا ہے۔ ان لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد باری  
تعالیٰ ہے "الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَغْيًا يَاقُ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ، حَرْبُ  
گھروں سے ہے اور نکالے گئے، بعض اوقات کر وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے رب اللہ ہے، الَّذِينَ  
إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا  
عَنِ الْمُنكَرِ (۱۸۲)۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ مملوۃ قائم  
کریں، زکوٰۃ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔

ان آیات کی بناء پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرین اولین میں کوئی شخص ہوگا اور  
مہاجرین اولین قریش ہی تھے۔ ان آیات کے بناء پر حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ لا فئدة  
من قدیش اور اسکے ساتھ ہم سے مجاہد ہو، دین میں ہمارے شریک ہوا تم نے مدد کی، پناہ  
دی، فزاکم اللہ خیر، اگلے ہم امرا ہیں اور آپ دراصل اس کے ساتھ عرب میں قریش کو جوقاً  
حاصل ہے۔

اس بناء پر قریش مکہ اور کسی دوسرے شخص کے امانت قبول میں نہیں کیجئے اور انھوں اس کے زیادہ متقی  
ہیں کہ وہ اپنے ہاجرین یعنی مہاجرین پر منافقت نہ کریں یہ اللہ تعالیٰ کی عین لایچکی میں اور اللہ تعالیٰ کا  
نعمت دلانا ہوں اور کہتا ہوں کہ قریش کی اولاد اور اس سرکاسب بزرگ اسلام میں کوئی حادثہ نہ رہے  
ورنہ کوئی بات نہیں کہ کو مشرکہ میں مزید شریک کیا جائے گا اور کوئی امر صبر سابق

(۱۸۳) انساب الاشراف، بلاذری، جلد ۱، ص ۵۸۱، ۵۸۲۔ سیرت ابن ہشام

جلد ۲، ص ۶۵۹۔ طبری جلد ۳، ص ۲۰۸ القاہرہ

(۱۸۴) الحج، آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱۔ پ ۱۷۷

اے سعد! آپ کو ضرور اس کا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ قریش اس امر کے والی ہیں۔ لوگوں کے اچھے ان کے اچھوں کے تابع ہیں اور ان کے خاجران کے خاجروں کے تابع ہیں۔ اس پر سعد بن عبادہ کہتے ہیں کہ آپ نے صحیح کہا اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں یہ عمر بنی ادریہ ابو عبیدہ ہیں۔ ان دونوں میں جس کے ہاتھ بیعت کرنا چاہو کر لیا۔ قریش میں یہی کسی اشرم کے علاوہ مجاہدین میں مثلاً عمر، عثمان اور دیگر بنی النواذیر جلیل القدر صحابہ مولود تھے لیکن انتخاب قلیذ میں ان امور کو ملحوظ رکھا گیا۔

(۱) امارت کی اہلیت (۲) اور وجاہت الشان (۳) خدمات (۴) تقدم فی الاسلام اور یہ تمام امور حضرت ابو بکر صدیق میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ خود اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خدمات کا اعتراف کر چکے تھے۔ وسببنا الاتقی الذی یؤتی مالہ۔ میں حضرت ابو بکر کو اتنی سے مخاطب فرمایا اور ان کو مکہ میں رخصت شان بیان کر دی۔ غامدانی فضیلت اور مصیبت کا فائدہ فرمایا اور ایک عام قانون بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اتنی ہی اکرم ہے اور اتنی کے پہلے صدقات صرف ابو بکر صدیق ہی اس لئے وعد اللہ الذین امنوا میں اختلاف اور تمکین امنی کا وعدہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق ہی سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ صحابہ قرآن و حدیث کے عالم تھے۔ قرآنی رموز، اشارات و تلویحات سے واقف تھے چنانچہ حضرت عمر فاروقی طوے سے کہتے ہیں واللہ ہم ہرگز آپ کے غیر کو دلی نہیں بنائیں گے، آپ افضل ترین مجاہدین ہیں، ثانی انہیں ہیں، مسلمانوں میں باعتبار دین کے افضل ہیں، خدمات میں آپ کے سب سے زیادہ ہیں۔ آپ کے خدمات و احسانات کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معترف تھے۔ صلوات میں اپنا قائم مقام بنکر اپنی خوشنودی کا اظہار اور اس امر کی وضاحت کر دی کہ تمام صحابہ میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف صدیق اکبر ہی علم ہیں، کیا کوئی آپ کو اس مقام سے جس پر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کر چکے ہیں ہٹا سکتا ہے اور حضرت عمر، ابو عبیدہ بن الجراح اور بشر بن سعد بیعت کر لیتے ہیں لیکن یہ اعزاز نہ ہو سکا کہ کس نے بیعت کی اور کون پیچھے رہا اور شخص اس پر نادم تھا کہ ہم نے پہلے کیوں بیعت نہ کی۔ یہ عقیدہ بنی ناسخ کا متفقہ فیصلہ جس کو تمام صحابہ بشمول حضرت علی اور عباس نے قبول کیا۔

### بیعت عامہ

ستیف کے اجتماع کے بعد لوگ دوسرے دن صبح کو مسجد میں جمع ہو گئے۔ حضرت ابو بکر منبر پر بیٹھ گئے۔ حضرت عمر تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، حمد و ثناء کے بعد کہتے ہیں:-

اے لوگو! اہل میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تمہارے سامنے ایک تقریر کی تھی جو کتاب اللہ سے مانو ذوقی اور نہ اس کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا، بلکہ میری ذاتی رائے اور خیال تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے ارضاء و رغبت کو ایسے شخص پر ڈالا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہیں اور جو آپ کے صحابی اور ثانی انہیں فی الخار اور مسلمانوں کے بڑھے ہیں، لہذا سب کھلے ہو کر ابو بکر سے بیعت کر لو، سب لوگوں نے بیعت ستیف کے بعد مسجد میں عام بیعت کی (۱۸۵)۔

حضرت علی کے متعلق مروی ہے کہ اپنے گھر میں تھے فوراً تہیض پہنے بغیر بیار اور انار کے اس خوف سے کہ ان کی بیعت کرنے میں دیر نہ ہو جائے گھر سے نکلے۔ بیعت کے اور پھر ابو بکر کے پاس بیٹھ گئے اور کسی کو پیش کر اپنے گھر سے نکل کر اپنے اور پھر وہیں بیٹھے رہے (۱۸۶) طبری کا یہ واضح انکشاف تمام خرافات پر بھاری ہے۔

(۱۸۵) سیرت ابن ہشام، جلد ۳ ص ۴۷۵، القاہرہ۔

لیقات ابن سعد، جلد ۲ ص ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، طبری ج ۳ ص ۲۳۔

(۱۸۶) طبری جلد ۳ ص ۲۰۱، القاہرہ۔

(۱۸۷) البراء والنباء، جلد ۵ ص ۳۴۷، طبری جلد ۳ ص ۱۹۹، القاہرہ۔

عقلاً بھی حضرت علی جیسے عظیم القدر صحابی کی ہی شان ہو سکتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
اور نہ منافق کہ اپنے ضمیر کے خلاف عمل پیرا ہوتے (نحوذ بالہما)۔

ذہیر بن العوام ان سابقین ادیین میں شمار ہوتے ہیں جو ابوبکر صدیق کے  
دوست تھے۔ آپ کے پاس آجایا تھا آپ کی دہرے اسلام لانے تھا اور کچھ دلا دینی تھے  
کیا وہ ایسے نازک مرحلے پر غفلت کر سکتے تھے۔ وہ تو حضرت ابوبکر صدیق کے پہلے ہی سے  
مدافع ہیں، ان کا اسلام ہی حضرت ابوبکر کی وجہ سے تھا اور حضرت ابوبکر کے صاحب  
الرائے ہونے کے قائل اور خواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ملا وہ بھی  
حضرت ابوبکر کے بدولت ملا۔ سعد بن جادہ کا اقرار بھی ذکر ہو چکا ہے تو کیا کسی صحابی  
سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیث سننے کے بعد  
بھی اپنی بات بدلتے ہے بلکہ خود حضرت سعد بن جادہ کی یہ تجویز تھی کہ ہم درپیر  
ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں۔ (۱۸۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں  
شریک اور اسلام کے لئے قریش کو کی اذیت اٹھا چکے تھے (۱۸۹) اس سے واضح ہوتا  
ہے کہ ان کے اختلاف کا ذکر یا بیعت نہ کرنے کی روایات بعد کے اضافے ہیں اور بیعت  
سقیفہ اور بیعت عامہ انصار جمہورین اور بنی ہاشم کے اتفاق رائے سے ہوئی اور تمام  
صحابہ کا اس پر اجماع منعقد ہوا، حضرت علی اور ذہیر بن العوام نے کبھی بھی حضرت ابوبکر  
صدیق کو نہیں چھوڑا بلکہ حضرت ابوبکر کے ہدایت کے مطابق امور انجام دیتے رہے۔  
ماتنفین نکرانہ کے دلد کے اخراج کے بعد مدینہ کے تمام ناگوں پر باقاعدہ  
پہرے متعین کر دیئے گئے علی، ذہیر بن العوام، طلحہ اور عبداللہ بن مسعود اس کام پر

(۱۸۷) سیرت ابن ہشام، جلد ۱ ص ۲۵۰۔ القاهرہ۔ ماہ ابن حجر ملبدا ص ۵۳۵، جلد ۲ ص ۳۹

(۱۸۸) طبری، جلد ۱ ص ۱۹۹۔ القاهرہ۔

(۱۸۹) سیرت ابن ہشام، جلد ۱ ص ۲۵۰۔ القاهرہ۔

مقرر کئے گئے اور حبش اسلام کی ابھی واپسی نہیں ہوئی تھی۔ (۱۹۰) حبش  
مردوں کے اور حدیث کو تلازمینے ہوئے ذی القعدہ کی طرف نکلے تو حضرت علی نے پہنچ کر  
سواری کی لگام پکڑ لی اور گتے سے اسے خلیفہ رسول اللہ کہاں جا رہے ہو میں کم سے  
وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم احد میں آپ کے ہاتھ لگا کر کئے  
اپنی تلوار غلام میں کر لو۔ تم بذات خود لڑنے نہ جاؤ مبادا کہیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ  
ہو جاؤ اور اگر ایسا ہوا تو نظام اسلام باقی نہ رہے گا۔ (۱۹۱)

## حضرت علی اور زہیر بن العوام کی رنجش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی، آپ دفنانے جا چکے، بیعت  
سقیفہ اور بیعت عامہ ہو چکی، حبش اسلام کی روانگی بھی تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ اب  
حضرت صدیق کے پاس مختلف قضایا پیش ہوتے ہیں لوگوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی ذات بابرکت تھی۔ وحی کے نزول کو خود صحابہ نے دیکھا تھا اور ہر امر اور معاملہ  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے رہبری حاصل کرتے تھے اور اگر کوئی مشکل امر  
سامنے آتا تو آپ وحی کا انتظار فرماتے اور اس شکل کو نزول وحی کے بعد عمل فرما دیتے  
لیکن اب صورت حال کبیر بدل چکی تھی و نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ حضرت صدیق  
کے لئے نہایت دشوار مسئلہ بنی اور خلیفہ الرسول میں فرق واضح کرنا تھا۔ کربئی اور خلیفہ  
میں کیا فرق ہے یہ واضح کرنا تھا کہ جو توقعات بنی سے وابستہ تھیں ان کو خلیفہ کے  
ساتھ وابستہ نہیں کرنا چاہیے۔ مسائل اور مشکلات کا حل حیات بنی میں جس طرح تلاش  
کیا جاتا تھا خلیفہ کی موجودگی میں وہ طریقہ کار کبیر بدل چکا تھا۔ اسی فرق کو واضح کرنے  
کے لئے حضرت ابوبکر صدیق اپنے پہلے خطبہ میں فرماتے ہیں:

(۱۹۰) طبری جلد ۲ ص ۲۱۲۔ القاهرہ۔

(۱۹۱) تاریخ ابن بلدون، غنیۃ الکبریٰ جلد ۱ ص ۲۲۹ البزازیہ والنہایہ، جلد ۵ ص ۲۳۹۔

## حضرت ابوبکر کا پہلا خطبہ

ایہا الناس قد ولیت علیکم ولست بنجیرکم فان احسنتم فاعینونی وان اسات فقومونی۔ الصدق امانۃ والکذب خیانة والضعیف فیکم قوی عندی حتی آخذ لہ حقہ۔ والقوی فیکم ضعیف عندی حتی آخذ الحق منه ان شاء اللہ، لایذع احد منکم الجہاد، فانه لا یدع قوم الاضربہم اللہ بالذل ولا تشیع الفاحشۃ فی قوم الا عزم اللہ بالبلاء الطیور فی ما اظہت اللہ وصرہ فاذا عصیت اللہ فلا ظمۃ لی علیکم قوموا الی صلاکم یرحمکم اللہ۔ (۱۹۲)۔

ان مختصر مگر جامع کلمات میں حضرت ابوبکرؓ نے نبوت اور خلافت میں فرق کے ساتھ راہِ فاضل بھی نشاندہی فرمائی۔

(۱) میں اگرچہ تمہارا دلی ہو چکا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں (لیکن نبی امت سے افضل ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس وحی آتی ہے)۔

(۲) اگر میں اچھا ہی کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں برائی کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ صدق امانت ہے اور کذب بیعت ہے۔

(۳) تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے تاکہ میں اس کا حق اے دلاؤں اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے تاکہ میں اس سے حق کو ادا کر لوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۴) تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد تک نہ کرے کیونکہ جو قوم جہاد کو ترک کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرتا ہے۔

(۵) اور میں قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے معصیت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(۶) جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا اور جب

(۱۹۲) طبری جلد ۳، ص ۲۰۳، القاهرہ، طبری، لہرن ص ۱۸۲۹، ۱۱ھ ابن خلدون جلد ۱

ص ۲۲۳، نفیس الکرشنی، رطائن القفر، جلد ۱، ص ۲۹۴۔

میں اللہ اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کروں تو تم میری اطاعت ضروری نہیں۔ اچھا اب صلوة کے لئے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ مختصر اور مگر جامع خطبہ دینا کے ان خطبات میں سے

ہے جو بحیثیت حکمران اعلیٰ کو بھی ماکر یا بادشاہ بطور آئندہ لائحہ عمل اور پالیسی کے طور پر

رہنما کے نام دیتا ہے۔ کوئی حکمران آج تک اسے مختصر مگر جامع الفاظ میں اپنے آئندہ کا

لائحہ عمل پیش نہیں کر سکا ہے یہی صحیفہ کی ایک خصوصیت تھی جو اللہ تعالیٰ نے

آپ میں ویرایت رکھی تھی۔ یہاں آپ نے خلیفہ کے اختیارات اور نبی کے امتیازات

میں فرق بیان کیا، نبی کی اطاعت ہر حال میں فرض اور فرجیب ہے۔ نبی کی نگرانی

نور اللہ تعالیٰ دہاتے ہیں اور اس کو قوم کی نگرانی کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن خلیفہ کی

نگرانی امت کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اصول ہدایت بیان فرما چکے ہیں۔ خلیفہ کا فرض

ہے کہ وہ مظلوم اور کمزور کی اعانت کرے اور امت پر خلیفہ کی اعانت جب تک

وہ راہ حق پر گامزن ہے فرض ہے۔ اگر خلیفہ راہ حق سے انحراف کرے تو راہ حق پر

قائم رکھنا بھی امت کا فرض ہے۔ خلیفہ تنفیذ شریعت کا پابند اور ماضی ہے اور

جب وہ اس راہ سے عدل کرنے لگے تو اب خلیفہ کی اطاعت امت پر لازم نہ ہوگی

اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس میراث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ پیش ہوتا ہے

لیکن حضرت ابوبکرؓ لا فوریہ مارت کرنا خصوصاً اللہ کے فرمان نبوی کے تحت حقیر

فاطرہ کو منح کرتے ہیں، اسی کے بعد از ولع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وراثت کا

کا دعویٰ پیش خدمت کرتی ہیں۔ اُن کو بھی حضرت ابوبکرؓ وہی جواب دیتے ہیں جو

حضرت فاطمہؓ کو دے چکے تھے۔ (۱۹۳)

یہ تھا اصل واقعہ جس کو مورخین نے کچھ ایسا رنگ دیا جس سے منظر

محاذ آرائی ظاہر ہوتی ہے۔ راویان حدیث بھی آپس میں مختلف ہو گئے، کسی نے

کے خلافت کے متعلق لکھواتھا اور حضرت علیؓ کی وجہ سے اس وقت نہ لکھوا سکے تھے تو اس خطبہ میں آپؐ اس کا اظہار فرمادیتے کیونکہ بنی کی شان یہ نہیں کہ وہ حق کو چھپائے اور خوف کی وجہ سے اس کا اظہار نہ کر سکے اس خطبہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو آپؐ صبح کو لکھواتھا چاہتے تھے وہی امر ہے جس کا ذکر آپؐ نے اپنے طویل خطبہ میں فرمایا۔ اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ابوبکرؓ اور ان کے لڑکے کے پاس کسی کو بھیج دو تاکہ ان کو ایک مہینہ نامہ لکھوا دوں ہمیں کوئی کہنے یا تمنا کرنے والا خواہش نہ کرے۔ پھر آپؐ نے فرمایا یا نبی اللہ! دیدفع المومنون اور دیدفع اللہ ویا۔ یا اللہ تعالیٰ اس کو دفع کر دے گا ورنہ اس کی خواہش کا انکار کریں گے، یا اللہ تعالیٰ اس کو دفع کر دے گا ورنہ مومنین اس کی خواہش کا انکار کریں گے (۱۹۵) اور اس کی تائید حضرت علیؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کسی نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ آپؐ کی طبیعت کیسی ہے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے اب اچھی ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی فید العظاب کے پھر دوں پر موت کے آثار عیان جاتا ہوں، انت واللہ بعد ثلث عبد العصا۔ واللہ آپؐ تین دن بعد لاٹھی کے بندے ہوں گے اس لئے میرے ساتھ چلو اور اس امر کے بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں کہ اگر ہمیں ملنے والا ہو تو معلوم ہو جائے اور کسی دوسرے کے پاس جانے والا ہو تو آپؐ ہمارے بابت ان سے وصیت فرمادیں گے لیکن حضرت علیؓ نے کہا واللہ اگر ہم نے پوچھ لیا اور آپؐ نے منع فرمایا تو لوگ، ہمیں کبھی بھی یہ امر نہیں کہے لہذا میں ہرگز دریافت نہیں کروں گا (۱۹۶) اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی وفات میری گود میں ہوئی ہے تو آپؐ نے کس وقت اور کب لوگوں کو طبیعت

کچھ بیان کیا اور کچھ کو چھوڑ دیا اس لئے مدعا میں تطبیق دینا نہایت دشوار ہو گیا اور یہاں سے بہت سے راویان حدیث کو یہ شبہ لگا کہ حضرت علیؓ نے چھراہ بعد بیعت کی حالانکہ حضرت علیؓ اور زبیر بن العوامؓ بیعت مامہ میں صبح کو بیعت کر چکے تھے انکا خلیفہ کا مقام خلافت میں کوئی تاخیر نہ تھا اور اپنے کو حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ قدر کرتے تھے

## حضرت صدیقؓ کا خلافت والپس کرنے کا ارادہ کرنا

گزشتہ سطحوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ زبیر بن العوامؓ اور حضرت علیؓ دونوں دوسرے دن صبح کو بیعت کر چکے تھے لیکن حضرت علیؓ شاک تھے اور جب حضرت علیؓ کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ آپؐ نے مشورہ امر خلافت میں نہیں شریک نہیں کیا اور ہمارے مشورہ کے بغیر آپؐ خلیفہ بنا دیئے گئے تو حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ نے کہا کہ وقت میں آپؓ لوگوں سے مشورہ کی گنجائش نہ تھی اور ہمیں اس کا خوف تھا کہ ہمیں خلافت غیر اہل میں نہ چلی جائے اور اگر آپؐ ایسے ہی بغیر ہمیں تو ممبر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا، اے لوگو! میرے ساتھ اقبالہ کرو اور خلافت مجھ سے لے کر کسی دوسرے کو دیدو کیونکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اس پر حضرت علیؓ کہتے ہیں "لا فیلک ولا شقیلک" ہم نہ آپؐ سے اقبالہ کریں گے اور نہ اقبالہ طلب کرتے ہیں اور تمام جاہلین، انصار آپؐ کی خلافت پر متفق ہو گئے اور صحابہ کا یہ فیصلہ اتفاق رائے سے تھا (۱۹۷)

**قسط اس کا مسئلہ** یہ واقعہ جمعہ اتنے صبح کو پیش آیا۔ اس دن ظہر میں آپؐ کی طبیعت کچھ متنبلی صلوٰۃ کے لئے ٹھکے اور آپؐ نے بیچ کر صلوٰۃ پھر ادا کی اس کے بعد ایک طویل خطبہ دیا۔ انصار کے مناقب اور حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بیان کئے اور ابواب مسجد کے نزدیک کھڑے ہوئے۔ امت کو وصیت کی، لیکن حضرت علیؓ کے خلافت سے متعلق ایک لفظ نہیں فرمایا اگر آپؐ کو حضرت علیؓ



انہ کے اور اطاعت امام کو فرض اولین قرار دیا (۲۰۲) اس پس منظر میں عباسی دور میں تصنیف و تالیف کا ہر باب ہوا اور تاریخ کی کتابیں ان افراد سارہ سے بھر دیں ان کا وہ بھی صحابہ کے دور میں نہ تھا اور نہ خود حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ ان باتوں کو جانتے تھے اور انہوں نے بھی یہی صدیق اکبرؑ سے اس نوع کا کوئی اختلاف کیا تھا۔ صدیقیت کی توارنے ثبوت کا ذیہ کے مدعیوں کو کٹ کر رکھ دیا اور ان اعلیٰ اسلام کو ہر قاذب شکست دی تو امامت کا نظریہ پیش کیا جبکہ اس قسم کا کوئی سوال حضرت صدیق اکبرؑ کے دور خلافت میں اٹھا سکتا تھا۔ لیکن یہ نظریہ بھی صدیقیت کی روشنی میں پاش پاش ہو جاتا ہے۔

صدیق اکبرؑ کا انتخاب متفقہ فیصلہ تھا اور آپ کو تمام امت میں افضل سمجھ کر منقوب کیا۔ نبی کے بعد اس امت کے آپ ہی افضل ترین شخصیت ہیں لیکن آپ نے اپنے پہلے خطبہ میں مائتہ و خیر کمر فرما کر تقدس و طہارت کس سامانی قید سے کواکس امت میں ہمیشہ کے لئے ختم فرمایا۔ خلافت و امامت کا موردی نہ ہونا صحابہ نے باجماع طے کیا تھا۔ اگر خلافت و امامت کے موردی ہونے کی ذرا برابر بھی نگاہیں ہوتی تو صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس انتخاب پر کسی بھی اجماع نہ فرماتے جب کہ اس اجماع کے خلاف ایک قول بھی تلاش کرنے سے نہیں ملتا بلکہ تمام صحابہ نے اس فیصلہ کے حق میں سر تسلیم خم کیا اور جب حضرت ابو بکرؓ نے عہد کو خلیفہ نامزد کیا تو اس وقت بھی اس کے خلاف ایک آواز نہ مچا۔ یہ سب صدیقیت کے فیصلے تھے جو تاقیامت امت کے لئے مشعل راہ رہیں گے۔

عام اور سادہ لوح مسلمانوں کے اذہان میں جاگزیں کر دیں یہ لوگ اسلام کے نبی سایہ زندگی بسر کرتے۔ مگر اہل اسلام کے خلاف ریشہ و دباؤوں میں مصروف رہتے ، انہوں نے ان ملی اختلافات کو جو صحابہؓ کے درمیان بحث و تمحیص میں کبھی پیش آئے تھے اور صحابہ ان کو حل بھی کر چکے تھے، ہوادی ، خلافت و امامت کا مسئلہ دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی ، یہ لوگ کفر کی پشت پناہی کرنے والے تھے۔ ان کو حضرت علیؑ اور اہل بیت سے کوئی ہمدردی اور محبت نہ تھی بلکہ اس طرح عقائد میں جاگیر کیا کر کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنا چاہتے تھے، اہل فارس شہابی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اور تمام اقوام پر فانی تھے۔ دیگر اقوام ان کی نظر میں غلام کی حیثیت رکھتی تھیں، عربوں کے ہاتھوں (عجمان کی نگاہ میں دیگر سب اقوام سے فزور تھے، ان کا سیاسی و قاریانار با اس لئے انہیں بڑی تکلیف پہنچی (۲۰۰) چنانچہ حضرت علیؑ کو نبی کے بعد امام کا درجہ دیا جبکہ صدیق اکبرؑ کی نیات میں حضرت علیؑ کو کسی نے بھی امام نہیں کہا، عصمت آئمہ پر اتفاق کیا امامت کو ارکان دین میں سے ایک رکھ کر قرار دیا اور اولاد علیؑ سے امامت صرف غلامی مکتل سکتی ہے ، نبی کو بھی یہ ہرگز جائز نہ تھا کہ وہ امامت کو کسی عام آدمی (یعنی ابو بکرؓ) کے سپرد کر دے (۲۰۱)۔ ورنہ عقائد کی بنیاد ڈالی۔

اہل غلامی کے نزدیک ان کے قیدیوں کے مطابق آپ کے بعد آپ کی نیابت کا حق سب سے زیادہ آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؑ کو ہی تھا۔ چنانچہ ابھڑا جو لوگ بھی آپ کے بعد خلیفہ ہونے سب منصب خلافت کے مرگب ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ اہل فارس سلاطین کو ابلی یا غنیم الہی ہستیاں سمجھتے تھے اور ان کو تقدس و طہارت کی نگاہ سے دیکھنے کے حامی تھے۔ اس لئے عصمت ائمہ کے قائل ہو کر حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کو مقدس

وفات کی طرف اشارہ فہرستات میں ہیں جس کو صرف حضرت ابو بکر ہی سمجھ کر رونے لگتے ہیں (۴۱) ان حالات میں بھی آپ بقیث اسامک روایتی پر اصرار فرماتے ہیں۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ:

- (۱۱) آپ کا اپنی وفات کا پختہ یقین ہو چکا تھا۔
- (۱۲) اندرونی اور بیرونی بغاوتوں کا آپ کو بخوبی علم تھا۔
- (۱۳) ان بغاوتوں کے پشت پر کیا عوامل اور کون سی طاقتیں کار فرما تھیں اس کو بھی آپ بخوبی طرح جانتے تھے۔

(۱۴) آپ مدینہ کی ریاست کا ہر نکلن طریق سے دفاع چاہتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ سب سے آخر میں آپ نے جو بات کہی وہ یہ تھی کہ جزیرۃ العرب میں دو دین نہیں رہ سکتے (۱۵) ان الفاظ سے آپ نے اشارۃً سازشیوں کو بھی ظاہر فرمادیا اب آپ کی وفات ہوئی اور یہود و نصاریٰ کی بن آئی (۱۶)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور میرے باپ پر ایسے مسائل ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے منسوب بہاروں پر بھی نازل ہوتے تو ان کو بڑے بڑے کر دیتے ایک طرف مدینہ میں نفاق گھسا ہوا تھا اور دوسری جانب عرب مرتد ہو گئے تھے (۱۷)۔ حضرت محمدؐ لایق مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم مسلمانوں کو ایسے حالات سے سابقہ پڑا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ابوبکرؓ کا معاذ فرما کر ہم پر امان نہ کرتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ (۱۸)۔

## الباب الخامس

### فوجی اور بین الاقوامی فیصلے

**بیش اسامہ** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ہی میں فرمادیا تھا، اسے لوگو! میری بات کو غور سے سنو، کیونکہ شاید اس سال کے بعد اس مقام پر پھر کبھی میری تم سے ملاقات نہ ہو (۱) اس حج سے واپسی کے بعد آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن عارضہ کے بیٹے اسامہ بن زیدؓ کی امارت میں فلسطین کے محکم البقاء اور دارود پر پورش کے لئے ایک رسالہ تیار فرمایا (۲) لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اسامہؓ اس امارت کے اہل ہیں اور اگر تم نے ان کے متعلق یہ کہا تو اس سے قبل تم ان کے باپ کے متعلق بھی ایسے قسم کی باتیں کہہ چکے ہو حالانکہ وہ بھی امارت کے اہل تھے (۳) آپؐ کی روانگی شمال کی طرف باریطینی حکومت کے خلاف تھی اس دوران جنوبی عرب میں اسودہ غشی کا خروج ہوتا ہے۔ نبوت کا دعویٰ کر کے پورے میں پٹائف تک ۲۵ دن میں قابض ہوتا ہے اور آپ کے عاملوں کو نکال باہر کر دیتا ہے۔ بنی اسد میں ظہیر اور ہامیرؓ نے کتب نبوت کا دعویٰ کر کے خروج کرتے ہیں اور ان کے قبائل ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ آپ کے پاس اطلاع پہنچتی ہے اور آپ کا قصدوں کے ذریعہ مسلمانوں کو متوجہ ہونے کا حکم دے کر ان کی سرکوبی کے اقدامات فرماتے ہیں۔ انہی ایام میں آپ بیمار ہوتے ہیں۔ انہی

(۱) طبری، جلد ۲، ص ۱۹۲، ۲۱۳ القاهرہ

(۲) ترمذی، جلد ۱، ص ۱۹۴، طبری، جلد ۳، ص ۲۰۹ القاهرہ۔

(۳) طبری، جلد ۲، ص ۲۱۲ القاهرہ۔

(۴) فتوح البلدان، ص ۱۱۲۔

(۵) . . . ص ۱۱۲۔

(۱) طبری، جلد ۱، ص ۱۹۸، ۲۰۰ القاهرہ

(۲) طبری، وفات، جلد ۲، ص ۱۸۸۔

(۳) طبری، وفات، جلد ۲، ص ۱۸۸۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کا پختہ یقین تھا اور یہ ناگہان ہٹا کر ان حالات کے مقابلے کے لیے تیاری نہ فرماتے، وہ تیاری پیش اسامی رکھا گی کا نب شمال بار نظیوں کے خلاف اور بجانب جنوب قاصدوں کے ذریعہ ایک کامیاب کاروائی مئی میں کی اطلاع آپ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حالات میں پہلی خوشخبری کی صورت میں پہنچی (۹) اور آپ کو بجز یہ وہی وفات سے قبل اللہ تعالیٰ نے دیدی تھی تاکہ دشمنان اسلام کو ان کے گھروں اور ان کے علاقے میں ہلکا شکست دیکھائے اور ان کا مقابلہ کیا جائے اور یہی آپ کا دستور العمل تھا کہ آپ دشمن کا مقابلہ ان کے علاقے میں یا کر کرتے تھے اور ان کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کا موقع ہی نہ دیتے تھے۔

غزوہ یحکام کا سبب یہی ہی تھا کہ آپ کے پاس درمیں کے مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی اطلاع پہنچی تو آپ خود یحکام ان کے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے (۱۰) لیکن صدیق کے علاوہ کسی دوسرے کو ان معمرات کا علم نہ تھا چنانچہ جب آپ کی وفات ہوئی تو صحابہ کسانے خلیفہ رسول کے انتخاب کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ بولشکر آپ اپنے حیات میں تیار فرما چکے تھے اس کو جانے دیا جائے یا پہلے اندرونی غمشار کو ختم کیا جائے۔ یا غیور اور مانعین زکوٰۃ اور زمین کی سرکوبی کی جائے جو سب سے عین نبوت کا مقابلہ کیا جائے۔ صحابہ کرام اس صورت حال سے گھبرائے ہوئے تھے لیکن حضرت ابو بکر نہایت عزم اور استقلال سے وفات کے دوسرے دن منادی کراتے ہیں کہ اسامی ہم پایہ تکمیل کو پہنچے اور ان کی فوج کے جس قدر افراد مدینہ میں ہیں وہ مقام ہزرف پہنچ جائیں (۱۱) اب صحابہ حضرت ابو بکر صدیق کو دہشتے ہوئے آئے، کہتے ہیں کہ دے کے اب یہی مسلمان ہیں جو آپ کے سامنے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ عرب کا کیا حال ہے وہ

(۹) طبری، جلد ۳، ص ۲۲۰، ۲۲۰، القابریہ۔

(۱۰) الرمز، جلد ۱، ص ۲۳۸۔

(۱۱) طبری، جلد ۳، ص ۲۱۱، القابریہ۔

آپ سے ٹوٹے جارہے ہیں اس لئے مناصب نہیں ہے کہ آپ ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کو الگ الگ کر دیں (۱۲)۔ لیکن صدیقیت کی نظر اصل دشمن پر تھی۔ آپ بھی طرح جانتے تھے کہ قبائل عرب سامانی اور بار نظیوں مسلمانوں کے آکر کار ہوں، یہود و نصاریٰ کے پروردگار کے ہٹا کر ہو چکے ہیں، ان قبائل کے قلوب میں ان عظیم طاقتوں کا رعب بیٹھا ہوا ہے اور ان کے دماغ پر ان طاقتوں کا خوف مسلط ہے۔ ہم ان طاقتوں کو ان کے علاقہ میں ہلکا شکست دے دیں گے، یہود و نصاریٰ کے پروردگار کے سامنے ہار کر لیں گے تو قبائل عرب پھر اسی طرح سے اسلام کے پھیلنے میں آجائیں گے جس طرح یہ قبائل فتح کے بعد خود بخود یقین و رتوق و فوج کی شکل میں ہٹا کر انھار اسلام کرتے تھے اور اپنے لئے ان کے خائب ہونے اور تصدیق نبوت کے واپس ہونا یا کرتے تھے۔ اس لئے قبائل عرب سے ان کی رسد اور ملک کے قطع کرنے سے قبل خبر و آگاہی حاصل اور اندیشی کے خلاف ہے۔ طاقت کا ضیاع نہ ہو، دشمن کو تیاری کا موقع نہ دینا اور اس طرح اس کے مقصد کو لپکا کر لے کر دیکھ وہ میں فائدہ جگہ میں ہٹا کر لے کر اپنے عرب بھائیوں کے باغیوں، ہمیں تباہ کر کے ریاست مدینہ و بیشتر کے لئے خاک کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ یقین کامل اور پختہ عزم و استقلال کے ساتھ صحابہ کو فوج طلب کر کے لائے ہیں، تم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مدینہ اس طرح خالی ہو جائے کہیں اکیلا رہتا ہوں اور درندے اور کتے مجھے کھا جائیں، میں اس وقت بھی اسامی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس جہم پر روانہ کر دوں گا (۱۳) دوسری روایت میں ہے کہ لو جرت الکلاب بارجل ارج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مارکنا۔

(۱۲) مشاعرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا حلت لولہ عندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۳)۔

(۱۴) طبری، جلد ۳، ص ۲۱۲، القابریہ۔

(۱۵) طبری، جلد ۳، ص ۲۱۲، القابریہ۔

(۱۶) تاریخ ابن مساکر، جلد ۱، ص ۱۱۴۔

وہابیہ (رشاد) علاقوں کی شمولیت کے بعد صدیق اکبرؓ نے رسول کی سنت کو بین القواہی شکل دینا شروع کیا جس کی توسیع فاروق اعظمؓ اور امام ذوالنورینؓ نے کی۔ حضرت معاویہؓ سے لے کر ہشام بن عبدالملک تک یہ وحشیانہ عقیدہ ہو گئیں اور وحدت خلافت اور وحدت امت اور وحدانی طرز حکومت کا طریقہ کار ایک صدی سے زیادہ جاری رہا۔ زباب کی جنگ کے جس میں بنو عباس کے ذریعہ عجمی فتنہ کو قمع ہوئی (۱۹۱) تینوں وحدتوں پر ضرب کا سی ٹائی اور آگے چل کر بنو عباس کے دور میں تین خلافتیں قائم ہو گئیں اور پھر لا تعاداد اور ریاستوں کا قیام وجود میں آیا۔ اس طرز فکر کی بحالی سنہ ۱۵۱۷ء میں شروع ہو کر پھر جب سلیم اول کو خلافت لے لا منتقل ہوئی تو اس کا تعلق تک جاری رہی جب مصطفیٰ کمال نے سلطنت و خلافت دونوں کا خاتمہ کر دیا۔

مذکورہ بالا طویل بحث سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے وحدت ملی اور وحدت خلافت اور وحدانی طرز حکومت اس دہائی کا سیاسی جڑہ لایفیکٹ تو رسول کے وصال کے بعد اس فلسفہ کی نشاندہی بھی صدیق اکبرؓ نے کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ان تمام حالات اور واقعات کے پیش آنے کو اچھے طرح سمجھتے ہوئے کامل یقین اور پختہ عزم اور استقلال سے پیش اسامہ کے معمرات کو انعام میں رکھ کر فیصلہ دیتے ہیں اور صحابہ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ ان کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیار کردہ یہ خاکہ ہے اور اس کی تعمیل فرض عین اور واجب ہے۔

۱۔ آپ نے تبلیغی خطوط کے ذریعہ جو کام شروع فرمایا تھا اس کی انجام دہی۔

وحدہ لائبریک کی قسم اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاؤں کے نیچے تو جی جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے ہرگز واپس نہ لو گاؤں گا اور جس بھندے کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانٹا ہے نہ کھولوں گا۔

ان قیدہ الفاظ کو کہتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کو عرب کے حالات کی سنگینی کا پورا پورا اندازہ تھا کیونکہ جبیں، یمامہ اور بنی اسد کے علاقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادے اور ان اشخاص کے ٹھہرے (جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود، مسیلہ اور علیؓ کی مدافعت اور مقاومت کا حکم دے کر بھیجا تھا) ابوبکرؓ پاس مدینہ میں واقعات اور خطوط کے ساتھ آئے اور یہ سب خطوط انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو دے کر اور ذاتی تمام حالات بیان کئے تو ابوبکرؓ میں فراتے ہیں ابھی ٹھہرا دیکھو کہ تمہارے امراء اور دوسرے حکام کے قاصدان خبروں سے بھی زیادہ پریشان کن حالات کی اطلاع لے کر یہاں آتے ہوں گے اور حضرت ابوبکرؓ کے کہنے کے مطابق تمہاری ہی مدت میں بلا منتظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تمام امراء نے اپنے اپنے مستقر سے اطلاع دی کہ ہر گز فتنہ امتداد پر پا ہو گیا ہے کوئی تباہی ایسا نہیں ہو گا یا اس کے بعض لوگ مرتد ہو کر باغی نہ ہوں گے ہوں اور مسلمانوں پر ہر طرح کی مصیبت اور پریشانی چھائی ہوئی ہے (۱۵) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیش نظر ایک مرکز اور وحدانی طرز خلافت تھی۔ وحدانی طرز خلافت اور ایک مرکز کے فوائد سوائے حضرت ابوبکرؓ کے کوئی نہیں جانتے تھے۔

سیاسی اعتبار سے اسلام کا وحدت امت وحدت خلافت اور وحدانی طرز حکومت ایک طرہ امتیاز ہے۔ رسولؐ نے بلالؓ حبشی مصیبت رومی، زید بن حارثہؓ مسلمان فارس اوس اور خدرج قریش اور دہرہ ہجری جو مسلمان ہو چکے تھے، ان میں برائے غلوں کے افراد پر مشتمل مدینہ کی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ ساسانی (عراق عرب

شکر میں سن رسیدہ اور تجربہ کار صحابہ شامل ہیں اور اساتذہ نوجوان ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ امیر جمعیٹ کسی سن رسیدہ اور تجربہ کار صحابی کو بنا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ آپ کے پاس آتے ہیں اور انصار کا مدعا بیان فرماتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری ظہر میں فرما چکے تھے "انہ لخلیق ہوا، اسی حقیق بالا مادہ و ان قلتہ فیہ لحد قاتم فی ابیہ من قبل ولکن لخلیقاً لھا" (۲۰) اس امر اس امارت کے اہل ہیں اور اگر تم نے ان کے متعلق یہ کہا تو اس سے قبل تم ان کے باپ کے متعلق اس قسم کی باتیں کہہ چکے ہو ماننا کہ وہ بھی امارت کے اہل تھے۔

حضرت عمرؓ کے بیان پر حضرت ابو بکر صدیقؓ بے تالا ہو گئے۔ ان کو غصہ آگیا دائرہ سے پکڑا اور کہا کہ اے خطاب کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو امیر جمعیٹ مقرر فرما چکے ہیں اور تم یہ کہو کہ میں ان کو معزول کر دوں، حضرت عمرؓ اس جواب سے حقیقت حال پوچھ جاتے ہیں نادم ہو کر لشکر میں واپس جاتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ تمھاری وجہ سے مجھے سخت سست منہ پڑا، جاؤ جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرو۔ (۲۱)

**اسامہ کی امارت کا فلسفہ** اگورت اسامہ کی سرکردگی میں یہ ہم نہایت تو بہت وکیل کرینے میں معاون ہوئے کہ امارت میں

ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابو ابراہیمؓ جیسے علیل القدر صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق مریدہ تہی یعنی سفسطہ (کا جہاد ممکن نہ ہوتا) (۲۲) محمد بن قاسمؓ، طارق بن زیادؓ، قتیبہ بن مسلمؓ تین براعظ کے خارج کس طرح ہوتے یہ ممکن (بظہر علی الدین کلام) صرف صدیقیت ہی سمجھ سکتی تھی۔ کوئی مذہب

۲۔ دشمن کے علاقہ میں ہمارا اسلامی سرحدات کا دفاع کرنا۔

۳۔ قبضہ دکرئی کے غیہ معاہدوں کو غیر موثر بنانا اور ان عظیم طاقتوں کے اثر کو ناکام بنانا اور ان کے ہوس ملک گیری اور توسیع پسندانہ عزائم کو خاک میں ملانا کہ اگر آج شام کی طرف جہیں روانہ نہ کی جاتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی روشنی میں اول حبشہ من امتی یغزون مدینۃ تبصر مغفور لھم (۱۸) سفسطہ پر مسلم خلفاء کس طرح متعدد بار جہاد کرتے حتیٰ کہ محمد فارحؓ نے سنہ ۱۳۵ھ میں مدینہ قبضہ کو فتح کیا (۱۹) آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ آئندہ موت و ذلیلت کی کشمکش نصاریٰ اور یہود سے ہوگی۔ اور نصاریت کا منبع اس وقت سفسطہ تھا۔ اسی طرح مسلمان طاقت کو ان کے سرحدات میں محصور کر کے پال نہیں کیا جائے کہ عرب قبائل پر امن نہیں رہ سکتے کہنتہ اللہ کی سر بلندی اور دھوکہ دہن حق میں یہ لوگ بہت بڑی ٹکاوٹ میں ۴۔ دشمن کو اس طرح خوفزدہ کیا جائے کہ اس کو اپنے علاقوں اور سرحدات سے نکلنے کی ہمت اور جرأت نہ ہو سکے۔ اس طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے عمل سے بیان فرمایا کہ آئندہ ان کا اور صحابہ کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے اور مسلمانوں کو کس راہوں پر گامزن ہونا چاہیے۔ چاہے کس مقدمہ کے حصول میں ان کی اپنی جان چلی جائے یا ازواج و مطہرات کے تقدس کو ٹھیس پہنچ جائے۔ ایک مسلمان اور صحابی کے لئے ازواج و مطہرات کا تقدس ہر شئی پر مقدم ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ان تمام پر مقدم ہے اور اس کی تعمیل ضروری اور فرض میں ہے۔

**قبائلی عصیت کی بیخ کنی** حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ بیخ کنی معلوم ہوا تو اب انھار نے حضرت عمرؓ کو اپنا نائنہ عذر قرار کیا کہ آپ خلیفہ سے امارت اسامہ کے بابت گفتگو کریں۔ اس

(۲۱) طبری، جلد ۱، ص ۱۸۸، القاهرہ، طبری، جلد ۱ ص ۹۵۹۔

(۲۲) طبری، جلد ۲، ص ۱۲۲ القاهرہ۔ ابن ہشام، جلد ۱، ص ۱۱۷۔

(۲۳) تاریخ ابن خلدون، جلد ۱، ص ۳۸، نفیس، ایکینری۔

(۱۸) بخاری، جلد ۱، ص ۴۱۰۔ مطبوعہ المکتبۃ المدینہ، مدینہ۔

(۱۹) دولت شاہ، جلد ۱، ص ۱۱۳، محمد زبیر، تاریخ القرآن الاسلامی جری زبان، جلد ۱، ص ۲۴۹۔

اور قانون اس وقت تک بین الاقوامی اور عالمی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا جب تک اس میں چمک موجود نہ ہو، خاندان اور قبائلی مصیبت ایک حد تک بیکار وجود کا شکار ہو جائے اور ایک گمراہے کا شرف و حسب نام طور پر چار پیشوں تک چلتا ہے۔ شرافت خاندان آج ایک خاندان میں اور قبیلہ کو نصیب ہے توکل اس کا نام تک کی نہیں جانتا ۱۲۷۱) اب اگر اسلام کے مانگیر اصولوں کو بھی خاندان اور قبیلہ کے افراد میں پائیدار کر دیا جاتا تو اسلام اپنی بین الاقوامیت نہ صرف کو دیتا بلکہ زیادہ سے زیادہ چار پیشوں کے بعد اسلام ہی صفحہ ہستی سے مٹ جاتا اس لئے آپ نے حجۃ الوداع کے خطبات میں مانگیر اصول مساوات کا اعلان فرمایا۔

مہابیت کی تمام پیہودہ رسموں اور تمام نازیبا دستوروں کے خاتمہ کا اعلان فرمایا خاندانی مصیبت کے بجائے اسلامی اخوت اور بھائی چارہ پر اسلامی مصیبت کی بنیادیں استوار فرمائیں۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ جان کا پاس، مال کی حفاظت اور آبرو کا احترام ہر مسلمان کا فرض ہے آپ نے فرمایا مہابیت کے تمام خون (خون کا بدلہ) آج مٹا رہا ہوں اور اپنے غلاموں کا خیال کھو، گمراہی سے بچنے کے لئے تمہارے پاس قرآن چھوڑ دیا ہوں اسے مضبوط پکڑو اور کسی غبی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے پر آقا کو غلام پر کوئی فوقیت اور برتری حاصل نہیں ہے۔ صرف برتری اور فوقیت تقویٰ کے لحاظ سے ہے۔ اس کے ساتھ آپ یہ بھی جانتے تھے کہ میرے بعد دشمن طاقتیں قبائلی عرب کو مصیبت کے نام پر بغاوت پر آمادہ کر دیں گی اور اسلام کے خلاف برسر پیکار ہو گئی اس لئے آپ نے ایک نوجوان، کم عمر اور آزاد کردہ غلام کے بیٹے کو آپ کا سب سے زیادہ محبوب تھا، ایسی ام جہم کا امیر مقرر فرمایا اس طرح آپ نے معتبرہ فرمایا کہ جہاد و تبلیغ دین کے فلسفہ کے مطابق اسلامی

آبیاری کے لئے ہمیشہ نئے خون کی ضرورت پڑتی رہے گی اور عملی طور سے عوام و فو اس یہ سمجھیں کہ اسلام میں سب برابر ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں صرف فضیلت تقویٰ اور اہمیت کے اعتبار سے ہے اور یہ دونوں وصف اگر جتنی غلام میں ہوں تو وہ بھی مسلمانوں کا امیر بن سکتا ہے ۱۲۷۲) اس طرح آپ نے قبائلی مصیبت کی بیخ کنی کی اور شخصی آزادی اور خود مختاری کو عربوں میں قدیم سے موجود نامی اس کو دین اور دینی خدمات کا پابند فرمایا۔ اب اگر کوئی شخص شخصی آزادی کو خود مختاری کا طالب ہے اس کو چاہیے کہ قبائلی مصیبت اور قبائلی عقائد چھوڑ کر اس دین حق کی مانگیر اصولوں کے تابع ہو جائے اس طرح آپ نے اپنے عمل سے مسلمانوں اور خصوصاً قبائلی عرب کو اس ذہنی غلامی سے آزادی دی جو مسلمانوں اور باطنی مسلمانوں سے غالب عرب کے ذہنوں میں نسبت ہو چکی تھی اور اور مسلمانوں کے اس عقیدہ کو بھی پاش پاش فرمادیا جو سلطنت و حکومت کو ایک خاندان کی جاگیر اور بادشاہوں کو اپنی یا ہم الہی، ہستی قرار دے کر ان کے تقدس اور عصمت کے قائل تھے۔ اور جس سے آزاد ہو جانا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ صدیق اکبرؓ ان تمام مشغلات کو تو بھل جاتے تھے لہذا انصار اور دیگر صحابہ کا طالب نہ صرف مسترد کیا بلکہ سخت باز پرس ہو کر تشدد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے۔ آپ پر جی اتنی تھی آپ کا ہر عمل قول و فعل اور در اندیشہ پر مبنی تھا اس لئے آپ کے احکام کیسے داپس لئے جاسکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی مقتدر پر مطلع ہو کر لوگوں کے مطالبہ پر اظہار ناراضگی کرتے ہیں اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے اعلان فرمایا کہ حیش اسامہ میں جانے کے لئے جن لوگوں کو نامزد کیا گیا ہے ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے اور خود مقام جرف میں پہنچ کر لشکر کو روانگی کا حکم دیتے ہیں۔ لشکر روانہ ہوا، تو خود سپاہ پا اس کی شایعت کو پہلے۔

(۱۲۷) مقدس بن معدون، فضل عزت و شرافت چار پیشوں تک قائم رہتی ہے۔

ص ۱۲۳: (کراچی) نور محمد خان، تجارت کب (د۔ ن)

ان کو اچھی طرح یاد رکھنا :-

- (۱) خیانت و بدبختی نہ کرنا ، دلوں میں بغض و کینہ نہ رکھنا ، نفاق نہ برتنا ۔
- (۲) مقتولین کو شہلی نہ کرنا ، اعضاء و جوارح نہ کاٹنا ۔
- (۳) رعایا کے مویشی ، اونٹ و غنہ خرچ نہ کرنا ۔
- (۴) درختوں کو نہ اکھاڑنا ، نہ چیلانا ، میوہ دار درختوں کو نہ کاٹنا ۔
- (۵) بچوں ، بھولوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا ۔
- (۶) راستہ میں تارک الدنیا فاقا ہوں میں بیٹھے ہوئے لوگ ملیں گے ان سے تعزنی نہ کرنا اور ان کے اطمینان میں خلل نہ ڈالنا ۔
- (۷) بعض لوگ تھکے لے کھانے کے خون لائیں گے اگر تم ان میں سے کچھ کھانا چاہو تو اللہ کا نام لے کر کھانا ۔
- (۸) تمہیں ایسے لوگوں سے بھی سابقہ پڑے گا جو درمیان میں چند بار بڑھائے اور گردن کے بال بڑھائے ہیں یہ رومی فوجی یا دریوں کی پہچان تھی ان کی تلوار سے خوب خبر لیٹا ۔
- (۹) اس ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر پوری طرح سے عمل کرنا اور جو تاخیر ہوئی ہے اس کی وجہ سے عجلت نہ کرنا ۔
- (۱۰) میدان جنگ میں جو تم سے لڑے اس سے بہادری سے لڑنا اور اگر صلح کی طرف چلے تو صلح کر لینا کیونکہ صلح جنگ سے ہر حال میں بہتر ہے اور اب اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ (۲۸) ۔

قبیلہ کلب کا ارتداد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت پر امرا اقدس بن صبیح الکلبی اور کلب قین بن عمرو پر الحکم اور سعد بنیزم پر معاویہ بن فلان الوائلی آپ کے عامل تھے ،

عوام الناس پر ہم کی اہمیت بتانا حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور آپؐ پیادہ تھے ، اسامہؓ نے کہا

یا تو آپؐ گھوڑے پر سوار ہو جائیں یا میں پیادہ ہو جاتا ہوں لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غالی نہ تھا ۔ آپؐ صحابہؓ کو اس ہم کی اہمیت بتانا چاہتے تھے کہ اس ہم کی کامیابی ہی میں اسلام کی کامیابی کا راز مضمر ہے ۔ ریاست مدینہ کا دفاع ممکن ہے ۔ اس ہم میں اصل دشمن پر وار کرنا ہے اور جب یہ دشمن مغرب ہو جائے گا اور اس پر اسلامی قوت کا مکمل بیڑہ مٹے گا تو اندرون غفشار خود بخود ٹٹھکا ہو جائے گا اس ہم میں بنیادوں کا رسد اور لنگ منقطع کرنا ہے اور ان کو جہاں سے شہل رہی ہے اس کو خاموش کرنا ہے ۔ لیکن انتہائی رازداری سے کام لیتے ہوئے حضرت اسامہؓ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تم ہرگز نہ اترا اور میں بھی سوار نہ ہونگا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں کچھ دیر کے لیے میرے پاؤں تیار آؤ اور میں کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے ”ما اغتبت قدما عبدی فی سبیل اللہ فتمسکہ الناک“ (۳۱) اس کے ساتھ ساتھ صحابہؓ کو متغیر فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان کا مزدور یا س رہے کیونکہ کامیابی کا راز صرف اسی میں ہے کہ لشکر اپنے امیر کا مطیع ہو اور اس کو کم درجہ تصور نہ کرے ۔ چنانچہ آپؐ حضرت اسامہؓ سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مناصب سمجھو تو عرب کو میرے پاس چھوڑ جاؤ ۔ مجھے ان کے شہرہ کی ضرورت تھی ۔ حضرت اسامہؓ نے بخوشی اس کی اطاعت دے دی ۔ (۲۹)

جیش اسامہؓ کو ہدایات حضرت ابوبکرؓ نے لشکر کو روک کر نہایت قیمتی ہدایات دیں ۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں تم کو چند نصیحتیں کرتا ہوں

اس طرف نہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یقین پورے عزم و استقلال سے آپ کے اقدامات کو جاری رکھنے پر امر جاری کرتے ہیں۔

**بنو قضاہ پر حبش اسامہ کا حملہ**

کے ساتھ حضرت ام سلمہؓ کے ذی المردہ پہنچے ہیں اور یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق قبائل قضاہ اور آل پر حملہ آور ہوتے ہیں اور وسط قضاہ میں ہمارے مخالفین کا قلع قمع کرتے ہیں اور اس علاقہ سے اجماع والی شائش کو ختم کرتے ہیں (۳۰) اس کے بعد معتقین پر حملہ آور ہوتے ہیں جہاد کے بنی الغصیب میں اور ان کے بنی قلیل اور ان کے قواہل میں ہزیمت مرحمت کے ساتھ اچانک حملہ کرتے ہیں (۳۱) کامیابی سے ہتھیار ہوتے ہیں مجاہدین کا یاغی نقصان بھی نہیں ہوا اور نہایت شاندار کامیابی کے ساتھ مجمع دمام و مدینہ واپس آتے ہیں قیام اور واپسی کی مدت کے علاوہ ہم صرف چالیس روز تک ان کے دکان و غارتوں میں رہے اور یہاں سے قضاہ و متقلبہ ورجاعا (۳۲)۔

**ہم کے اثرات**

کچھ ہی دن پہلے بازنطینی سلطنت مسلمانوں پر شاندار فتح حاصل ہو چکی تھی اور اس وقت حبش اسامہ اس ہمہ گیر فتوحاتی قیصرِ مذم فتح کی خوشی میں اپنے نذر کو پورا کرنے کی غرض سے جس میں کوہو جھکا مسلمانان طاقت شکست خوردہ تھی روٹی فتح کے نشتر میں مست تھے، ایسے حالات میں حبیب اسامہ روانہ ہوئے تو قبائل عرب کو ہجرت ہوئی، تبعب سے گشت بدشان میں تھے کہ اب مسلمان اتنے طاقتور ہو چکے ہیں کہ اتنی بڑی طاقت کے عملداری میں حملہ

امروا القیس اور عمرو بن الحکم اسلام پر قائم تھے ہیں اور دودلیہ الکلبی اپنے قبیلہ کلب کے متبعین کے ہمراہ اور زمیل بن ظہیر العقیلی اپنے قبیلہ قین کے متبعین کے ساتھ اور معاویہ الاولیٰ سعد بن ہذیم کے متبعین کے ہمراہ مرتد ہوئے ہیں۔ (۲۹۱)

جنوب میں اسودوسی اور سیلاہ اور طبرہ اسدی مسلمانوں کے ہتھیار بغاوت کرتے ہیں تو شمال میں قضاہ کے بغاوت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی بغاوت باطنیوں کے اشارہ پر ہی، شمال و جنوب میں بازنطینی اور مسلمانوں کے بیک وقت شورش کرنے سے اس امر کی واضح نشاندہی ہوتی ہے کہ ان دو غلط فاقوں کے مابین کوئی خفیہ معاہدہ طے پا چکا ہے اور انہوں نے آپس میں ملے کر لیا ہے کہ ہر حکومت اپنے زیر اثر قبائل کو ریاست مدینہ کے خلاف حملہ کے لئے تیار کر کے اس اہم فوجی ریاست کو نیست و نابود کر دیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں طاقتوں کے توسیع پسندانہ عزائم کو پہلے سے پہچان چکے تھے اور آپؐ نے اس عظیم خطرہ کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ جنوبی خطرہ کے لئے وہاں کے مقیم مسلمانوں سے غلامانیت فرماتے ہیں اور شمالی خطرہ کے خلاف ایک عظیم فوج ترقیب دیکر بازنطینیوں کی شائش کی سرکوبی کے لئے روانہ فرماتے ہیں اس طرح اسلامی سرحدات کا دفاع اندرون ملک نہیں بلکہ دشمن کے اپنے علاقے میں گھس کر فرماتے ہیں تاکہ دشمن کو خوفزدہ کر کے اس کو مدینہ پر حملہ کی ہمت اور جرأت نہ ہو سکے، جس طرح ان دونوں طاقتوں نے بغاوت کا وقت آپؐ کی وفات کو مقرر کیا تھا کہ پھر آپؐ کی وفات کی خبر پر تمام قبائل عرب شمال و جنوب بالکل ایک شورش اور بغاوت کے مسلمانوں کو سوچنے کا موقع تھی نہ دین اسی طرح آپؐ نے بیک وقت شمال و جنوب میں فوجی اقدامات کر کے متوقع

بغاوت، شورش اور ابتداء کے سدباب اور جیلنے کے انتظامات فرمادیئے تھے لیکن اس کو صرف صدیقیت ہی جان سکتی تھی اور دیگر صحابہ کی توجہ

(۳۰) طبری، جلد ۲، ص ۲۱۳، القاہرہ۔

(۳۱) طبری، جلد ۲، ص ۲۲۲

(۳۲) طبری، جلد ۳، ص ۲۱۳، لیبک ۱۸۵۱۔ ابن عساکر جلد ۱ ص ۱۴۴۔

(۲۹۱) طبری، جلد ۲، ص ۲۲۲، القاہرہ۔

اسلامی سرحدات پر افواج متعین کرنا | اعیش اساتذہ کے چانگ اور  
بروقت حملہ اور کامیاب

دائیں سے ردیوں پر یہ اثر ڈالا کہ ہر قتلے بھائی کی تجویز پر رومی سرحدات کے حفاظت  
کے بھانے مسلمانوں کے خلاف مستقل فوجی دستوں کو متعین کیا اور قضاہ کے قبائل اپنے  
گھروں کو چھوڑ کر دوسرے میں منتقل ہو گئے اور دلوں پر دلیہ کے پاس جمع ہو گئے (۳۵)  
اور یہ فوجی دستہ مسلمانوں کے دوبارہ بار نظیوں پر حملہ کی مسلسل سلسلہ بقاء میں مقیم رہا۔

مسلمانوں کے دلوں میں نیا جوش پیدا ہونا | اس حملہ سے مسلمانوں کے  
دلوں سے ان عظیم طاقتوں

کا خوف دہرا اس باطل جانا رہا یہود و نصاریٰ کی سازش ناکام ہو گئی۔ دشمن کو اپنی  
سرحدات کی تحفظ کی فکر لاحق ہوئی، قبائل عرب سے وہ دہشت اور خوف دور ہوا جو ان  
عظیم طاقتوں کی کئی صدیوں کی غلامی کی وجہ سے ان پر طاری تھا۔ مسلمانوں میں ایک  
نئی روح پھونک دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد حالات کی  
خرابی کی وجہ سے جو ان پر مایوسی طاری ہو گئی تھی وہ ایک نئے دلولہ اور جوش میں  
بدل گئی۔ دشمن اپنے اپنے ملاقات کے خلاف انتظامات میں مصروف ہوا، دوسرے  
مسلمانوں کو اس اقدام کی کامیابی سے متدین، مانعین نہ رکھ سکے، جیسے دعویٰ نبوت اور  
قیصر و کسریٰ کے وظیفہ خوار سرداروں کی بغاوت کو فرو کرنے اور ان کے سرکوبی کے لئے  
نئے جوش و خروش سے تیار کاموقع ہاتھ آتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہؓ  
کی زبان سے ایک موقع پر یہ اختصار سے الفاظ نکلے ہیں: "والذی لا املہ الاہو  
لولا ابو بکر استخلف مابعد اللہ"۔ مدۃ الاثر یہی کہ قسم آئے ابو بکرؓ خلیفہ نہ بنائے  
جاتے تو اللہ کی عبادت ہرگز نہ کی جاتی (۳۶)

کی تیاریاں کر کے روانہ ہو چکے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ راستہ میں جس قبیلہ کے گزرتے اور وہ  
قبیلہ ارتداد کا ارادہ رکھتا تھا تو اس کو دہشت ہو جاتی اور آپس میں کہتے کہ اگر ان میں  
طاقت نہ ہوتی تو ایسے وقت میں دوسروں پر کبھی لشکر کشی نہ کرتے اس لئے ہم ان کو  
رمیوں سے لڑنے دیتے ہیں اگر وہاں شکست کھا جاتے ہیں تو خود بخود ختم ہو جائیں گے  
درندہ لگوں سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے طاقت اور ہوں خلاف عقل ہے (۳۷) یہ اندرونی  
اتر تھامیہ جو اس وقت محض میں تھے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے ملک کے بظاہر  
(شعب پادری) کو جمع کیا اور کہا ہذا الذی حذرکم فابینکم ان قبیلوہ منی  
قد صارت العرب ثانی من مسیریہ شہر فتعین علیکم ثم تخرج من ساعتہ  
دیکھو وہی لوگ ہیں جن سے تم کو خبردار کرتا تھا لیکن تم نہیں مانتے تھے ان لوگوں  
کی بہت اور جرات کو دیکھو کہ ایک عہد کی مسافت پر اگر تم پر چھاپے مانتے ہیں اور صبح  
و ساء اسی وقت واپس بھی چلے جاتے ہیں۔

دشمن کے منہ سے صدیقیت کا اعتراف | یہ صدیقیت کا عظیم گانہ  
ہے اس وقت کے خارج

اور عظیم طاقت کے سربراہ سے غیر اختیاراً اور غیر ارادی طور پر اعتراف کراتی ہے بدظنیں  
مسلحت میں تھک چکا ہے وہ عیوں کے تلب اسلام اور مسلمانوں کے رب اور دین سے  
خوفزدہ ہوتے ہیں۔ اس کا اثر مسلمانوں اور ہر دوس کے دیگر قبائل میں ان کے ایجنٹوں  
اور ذلیفہ خوار سرداروں پر ہونا بھی لازمی اثر ہے۔ انہوں نے مزیدیہ مسو کیا ہوگا  
کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی طاقت ہے کہ ان سے ایسی عظیم اور خارج طاقت (جو ابھی بھی مسلمانوں  
پر فتح حاصل کر چکی ہے) بھی مرعوب اور خوفزدہ اور اس قدر دہشت زدہ ہے کہ اب ان کو  
اپنی سرحدات کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کے سرحدات پر فوج کی تعینات کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(۳۱) تاریخ ابن عساکر جلد ۱، ص ۱۲۵۔

(۳۲) تاریخ ابن عساکر جلد ۱، ص ۱۲۳۔

(۳۵) طبری، جلد ۲، ص ۲۲۲۔ القاهرہ۔

(۳۶) تاریخ ابن عساکر جلد ۱، ص ۱۲۳۔

وفات سے قبل ہی پورے جزیرہ فاعرب میں مسلمانوں کو مارتیوں کے خلاف مقابلہ کیلئے تیار فرمادیا تھا۔

مثنیٰ بن عمارۃ الشیبانی چونکہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے کوئی بعید نہیں کہ آپ نے ان کو بھی سرحد ایران پر سرگرم عمل کر دیا ہو کیونکہ انہی ایام میں جبکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ داخل بغدادوں سے خبردار آتے مثنیٰ بن عمارۃ سرحد عراق پر ایرانیوں پر شرب خون مارتے رہے اور ایسا جو کہ سنگدہ اور اہم مرکز تھا تخت و تاراج کر کے جنگل میں چھپ جایا کرتا تھا (۳۹۱) اس طرح دونوں محاذ پر قیصر و کسری کے خلاف اسلامی لشکر موجود تھا۔ دشمن یہی سوچتا رہا کہ اگر گھروں سے نکلتے ہیں تو ابو بکرؓ ہمارے گھروں کو تاخت و تاراج کر دیں گے۔

### غزوہ موتہ کا انتقام

حضرت ابو بکرؓ نے روانگی کے وقت اسامہ کو تاکہ کبھی تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کے مطابق عمل کریں، جیسا کہ آپ نے فرمایا دیا ہی کرنا اور اس حکم کی تعمیل میں خدا برابر کو تائی نہ کرنا آپ نے اسامہؓ کو وصیت کی تھی ان یطی الخیل تعوم البقاء والد ارم من ارض فلسطین۔ فلسطین کی سرزمین میں بقاء اور دارم کے جو طوطے ہیں ان کو ایچے طرح پال کرنا (۳۹۲) دوسری روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں » و امر ان یطی من اخیل النیت من مشارف الشام الارض بالاردن « اردن کی سرزمین پوشاک کی سرحد میں سے آبل الزيت کے طوطے ہیں ہے اس کو پال کرنا (۳۹۱)۔

میش اسامہؓ میں ہزار مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھا۔ قبائل قضاعہ پر مدینہ کے شمال میں اچانک وارد ہوا۔ یہاں سے وادی القریٰ پہنچ کر آپ کے حکم کے

منہجی واٹ نکلتے ہیں کیونکہ غیر اسلام نے اس بات کو غصہ پس کر لیا تھا کہ جب تک شام کی طرف ہمیں روانہ نہیں کی جائیگی۔ عرب قبائل پر امن نہیں رہ سکتے ہیں ابو بکرؓ اس کی سیاسی اہمیت سے واقف تھے اسی وجہ سے بلوچ و شہرہ قبائل کو روکتے غزوات کے انھوں نے اسامہؓ کی قیادت ایک بڑا لشکر شام کو روانہ کیا (۳۹۲)۔

ولیم مور لکھتا ہے کہ ابو بکرؓ کا عمل اترہائی سیاسی دانشمندی پر مبنی تھا کیونکہ اس نے اسلام کے اندرونی ادبیرونی دشمنوں کے دل پر اسلام کی سیاسی طاقت و قوت کی دھماک بٹھادی (۳۹۸) حضرت ابو بکر صدیقؓ اس ہم کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں والذی نفسی بیدہ ولولت ان السباع تا کفنی بالمدينة لا لافذہ

هذا البعث ولا بد ان یدوب منه، کیف و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزل علیہ الوحی من السماء یقول افذوا حیث اصامہ جس کے ہاتھ میں یہی جان ہے اس ذات کی قسم اگر میں یقین کر لوں کہ مدینہ میں ورنہ مجھے کھا جائیں گے تب بھی مزہد اس ہم کو ہاری رہو گا۔ اور اس کو مفرور دروازہ پر پائدار کیے نہ کھو جائی کہوں چو کلپ بروی کمان سے نازل ہوتی تھی تو کہتے ہیں کہ بیش اسامہ کو روانہ کر دے یہ صدیقؓ کا ہی مقام اور شان ہے کہ وہی کے سفرات کچھ کہ بلاترود اس کی تصدیق کرتے ہیں اور بیت دلیل شک و شبہ کے بالکل قسریہ ہیں جس جلتے صدیق کا یقین کمال ہوتا ہے اور پورے عزم و استقلال سے نبی کے ہر قول و فعل اور عمل کی عمل تصدیق کرتا ہے اور دوسرے براہین اور دلائل سے اس کی حمایت واضح کرتا ہے۔ کیونکہ صدیقؓ نبی کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامات اس کا واضح مثبت ہیں آپ اپنے وفات کے بعد کے حالات سے پوری طرح سے باخبر تھے اور آپ قیصر و کسری کے سازشوں سے واقف تھے یہ لوگ آپ کے بعد مل کر کیا کچھ کرنے والے ہیں۔ اچھی طرح جانتے تھے، اس لئے آپ نے

(۳۹۱) خروج البدان ص ۲۹۵۔ القادری۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سرکاری خطوط، تحریر شیدہ قادری ص ۹۱

(۳۹۲) ابن عساکر جلد ۱، ص ۳۲۔ طبری، جلد ۳، ص ۲۱۳، القادری

(۳۹۳) طبری، جلد ۳، ص ۱۸۸۔ القادری۔

(۳۹۴) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۱۵۰، ص ۸۱۔

(۳۹۵) دی ولایت۔ میجر۔ ص ۴۲۔

پر معصوبہ کرادیا اور غوثین کے استقبال کے لئے مدینہ سے باہر موجود ہوتے ہیں۔  
حضرت اسماعیلؑ نے اس شان سے داخل ہوتے ہیں کہ اپنے باپ زید بن عاصمؓ کے گھوڑے پر  
سوار تھے اور ان کے آگے آگے حضرت بربرہ وہی پرچم اٹھاتے ہوئے تھے جو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم وفات سے چند روز قبل اسامہ کے پیرو کیچے تھے۔ اور جس کے متعلق  
روائی کے وقت فیافین کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا تھا کہ جس پرچم کو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ دے گا اس کو ہرگز نہ کھولو گے (۳۲) یہ حضرت  
ابوبکر صدیقؓ کی پہلی کامیابی تھی اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تھا اس لیے اس کے ساتھ  
سر انجام دیا۔ اور صدیقیت کے صیغہ قاطع سے اعلاء اسلام کے ہر سازش کو ناکام  
اور باطل کے ہر وار کو ناکارہ بنا دیا۔

### خليفة کی حیثیت سے جہاد کا اصل مفہوم اور اس کی اہمیت اور توضیح

صدیق اکبرؓ نے اپنے دور خلافت میں اپنے مصلے میں یہ ثابت کیا کہ دین اسلام  
دین فطرت ہے، اس کا مزاج صلح و سلامتی ہے۔ امن و سلامتی کا تصور اسلام میں ایک  
بنیادی تصور ہے جو اسلام کے مزاج سے گہری وابستگی رکھتا ہے۔ اسلام جمیع کائنات اور  
جی نوع انسانی کو ایک وحدت کی طرف بلا رہا ہے اور ایک وحدت ادبیک مرکز پر جمع ہونے  
کی دعوت دیتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی فتنہ پر داری سے منع کرتا ہے اور صلح و معاشرہ  
کے قیام کو انسان کے فلاح اور کامیابی کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن جب امن و  
سلامتی کے تمام راستے سدود ہو جاتے ہیں تو اسلام اپنے دفاع، حریت، دعوت اور  
آزادی ضمیر کے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ جس طرح افراد مص و  
طرح سے مغلوب ہو کر اپنی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اسی طرح جماعتوں اور قوموں  
میں بھی یہ اخلاقی مرض پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ لہذا جس طرح افراد کو قابو میں

مطابق تحقیقات کے لئے دو مہاسوس روانہ کر دیئے۔ یہ مہاسوس تحقیقات کے بعد  
ابن ابی تک جو وادی القری سے دودن کی مسافت پر پہنچے بیٹھے تھے کہ حضرت اسماعیلؑ  
من شکر کے پہنچ گئے اس نے حالات معلوم کر کے حملہ کر دے دیا اور ساتھی بنی مدین  
سے خطاب بھی فرمایا: حملہ کے لئے تیار ہو جاؤ، دشمن کو ہلکا کر دے تو اس کا بچنا نہ کرنا،  
آپس میں اتحاد قائم رکھنا، ہلکے آواز سے بولنا، اللہ کو اپنے دلوں میں یاد کرو اور لوگوں میں  
جب ایک بار نیام سے باہر نکل لو تو یہ جگہ تک تم اپنے دشمن کا جو تم پر ہتھیار اٹھائے  
ہوئے ہے سر قلم نہ کرو اور ان کو نواہل کو نیام میں مت رکھنا، اب حملہ شروع ہوتا ہے،  
دشمن مقاومت نہ کر سکا اور فتح کا اعلان کر دیا اس وقت حضرت اسماعیلؑ سبجانی  
اس گھوڑے پر سوار تھے جس پر ان کے والد حضرت زید بن عاصمؓ شہادت کے وقت  
غزوہ موتہ میں سوار تھے۔

### باپ کے قتل کا انتقام

غزوہ موتہ سے خالد بن ولید کی امارت میں مدینوں  
کے نئے سے نکل کر سب مسلمان مدینہ واپس ہوئے  
تھے اس وقت اہل مدینہ اس ظاہری شکست پر سخت براؤں فتنے پیش پرمی ڈالتے اور  
کہتے تھے یا فراتونہی میں اللہ کی جگہ کیا اللہ کے راستہ میں جھاک کر مٹے ہوئے ہو لیکن آپ  
نے فرمایا تمنا لیسوا بالفرار و لیکھم الکراون ان شاء اللہ تعالیٰ (۳۳) لیکن آج حضرت  
اسماعیلؑ کی لوگوں کی نشاندہی پر اس شخص کو پکڑ کر قتل کر اتے ہیں جس نے ان کے والد  
حضرت زید بن عاصمؓ کو شہید کیا تھا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش  
گوئی اور موتہ کا انتقام صدیقؓ کے عزم اور استقلال کے بدولت پیدا ہوتا ہے۔

اس پوری مہم میں ایک مسلمان کا بھی مافی نقصان نہیں  
ہوا، واپسی پر وادی القری پہنچ کر مہم کی کامیابی کی اطلاع  
مدینہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اطلاع ملنے

تعدی سے باز رکھنے کے لئے قصاص کے ذریعہ خون ریزی ناگزیر ہوتی ہے اسی طرح  
جھگڑوں اور قتلوں کی برہنہ ہوتی حوصلہ اور مدکاری کو روکنے کے لئے بھی جنگ  
ناگزیر ہوتی ہے۔ نوعیت کے اعتبار سے انفرادی اور اجتماعی قتلہ میں کوئی فرق نہیں مگر  
کیفیت کے اعتبار سے عظیم الشان فرق ہے۔ جماعتیں جب سرکشی پر آتی ہیں تو وہ  
کوئی ایک قتلہ برپا نہیں کرتیں ان میں طرح طرح کے شیطان ہم شامل ہو جاتے ہیں،  
اور اس ظالم طاقت میں کسی قسم کی شیطانی قوتیں اور عوامل بھر پور ہوتے ہیں اور ہزاروں قسم  
کے قتلے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ایسی حالت میں جنگ جائز نہیں بلکہ فرض ہو جاتی ہے۔  
ایسے وقت میں انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے کہ ان ظالموں کے خون سے  
زمین رنگین کر دی جائے اور مفسدون، قتلہ پردازوں کے شر و فساد سے اللہ کی مظلوم  
اور بے کس خلق کو نجات دلائی جائے جو شیطان کی امت بن کر اولاد آدم پر اخلاقی دھاریں  
اور مادی تباہی کی معیت میں نازل کرتے ہیں، یہ لوگ کسی قسم کی انسانی ہمدردی کے متقی  
نہیں ہوتے بلکہ انسان کے لمبا دے میں شیطان اور انسانیت کے بدترین دشمن ہوتے  
ہیں ان کے ساتھ حقیقی ہمدردی یہی ہے کہ ان کے شر کو صفحہ ہستی سے حرف غلطی  
طرح مٹا دیا جائے۔ وہ اپنے کرتوتوں سے اپنے حق میات کو خود کھو چکے ہوتے ہیں  
انھیں اور ان لوگوں کو جو ان کے شر کو باقی رکھنے کے لئے مدد معاون ہوتے ہیں ان کا  
دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق باقی نہیں رہتا، درحقیقت یہ جسم انسانیت کا ایسا عضو ہوتے  
ہیں جس میں نہ ہرٹا اور فاسد مادہ بھر گیا ہو اور جس کے باقی رکھنے سے تمام جسم کے ہلاک  
ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس لئے عقل و مصلحت اور دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ اس  
فاسد اور زہر بھرے عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ جہاد کے معنی کو یہاں مثال کے  
لئے جاتے ہیں مگر مفہوم کے اعتبار سے اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں اور  
اصطلاحی معنی کی بلندی، حتیٰ کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد  
قربانی اور یشارہ گار کرنا، اور ان تمام جہانی و ملی و ذاتی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے بندوں کو ملی ہیں۔ اللہ کی راہ میں صرف کرتا یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی، اپنے

۶۔ ز و اقا رب کی، اہل و عیال کی، خاندان و قوم کی جان تک قربان کر دینا، حتیٰ کہ  
خاندان اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا، ان کی تہذیبوں کو رانچا کرنا ان کے عملوں  
کو روکنا اور اگر اس کے لئے میدان جنگ میں لڑنا پڑے تو اس کے لئے پوری طرح تیار  
رہنا یہاں ہر قسم کا اسلام کا ایک بڑا رکن اور بہت بڑی عبادت ہے اور انسان کا بڑا جہاد  
اپنے ہوائے نفس سے انکار کر دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین جہاد یہ  
ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے اور اس کو جہاد کا ہر قرار دیا۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ سے جوابی بھی لڑائی کے میدان سے واپس  
ہوئے تھے فرمایا تمہارا آنا مبارک تم جہاد (مغزوہ) سے جہاد الکریم کی طرف آئے ہو  
بندے کا بڑا جہاد ہوا ہے نفس سے لڑنا ہے (۳۳) اور شاد باری تعالیٰ ہے وَ اَلَّذِیْنَ  
جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیْہُمْ سُبُلًا (۳۵) جنہوں نے ہمارے بارے میں جہاد کیا یعنی محنت  
اور تکلیف اٹھائی ہم مژدوران کو اپنا راستہ پتہ دکھائیں گے ”وَقَدْ جَاهَدْنَا نَسَاجِدًا  
لِنَفْسِیْہِ (۳۶) اور جو کوئی جہاد کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس کے لئے جہاد کرتا ہے ”وَجَاهِدُوا  
فِی اللّٰہِ حَتّٰی جَعَلُوْا حَتّٰیہُمْ دَعْمًا جَعَلَ لَکُمُ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مَّکَلًا اَیْنَہُمْ  
اَبْرَہِیْمَ (۳۷) اور محنت کر اللہ میں پوری محنت اس لئے تم کو برگزیدہ بنایا ہے اور تمہارے  
دین میں تم پر کوئی ٹکلی نہیں کی، تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ حتیٰ کی راہ میں عیش  
و آرام اہل و عیال اور جان و مال ہر چیز کو قربان کر دینا سب سے بڑا جہاد ہے۔ ایک دفعہ  
آپ نے فرمایا کہ جہاد ان کس کو کہتے ہیں؟ من کاہل کس کو کہا جائے سکین فرمایا نہیں بلکہ بیہولان  
وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس کو تباہ کرے۔ (۳۸)

(۳۳) کنز العمال، کتاب الجہاد جلد ۲، ص ۲۸۵، میداد پبلشرز

(۳۵) حکوت، آیت ۶۹، پ ۲۱۔

(۳۶) حکوت، آیت ۶، پ ۲۰۔

(۳۷) الحج، آیت ۷۸، پ ۱۷۔

بیتہ ندیہ مجھ سے

جہاد بالعالم اگر ایک انسان کے پاس عقل و معرفت کی اور علم و دانش کی روشنی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس سے دوسرے تہذیب دلوں کو فائدہ پہنچائے اس کو جہاد بالعالم یا جہاد بالقرآن کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے اذْعَلِي سَبِيلَ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَعْرِفَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادُ لَعَلَّكَ تَكُونُ مِنَ الْفَائِزِينَ (۲۹) لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف ہلکت اور دانائی کی باتوں کے ذریعہ بلاتیں اور ان سے منافع کرنا ہو تو وہ بھی اپنی اسوجہ کریں فَلَا تَطِيعُ الْكُفْرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِمَا جَعَلَا كُفْرًا ۝۱۰۱ کافروں کا کہنا نہ مانو اور مزید قرآن ان سے جہاد کرو بڑا جہاد۔

جہاد بالمال - انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت عطا کی ہے اس کو اللہ کی مرضیات میں خرچ کرے اور حق کو سر بلند کرنے کے لئے اپنی ہر ملکیت کو قربان اپنی ہر دولت کو نثار اور اپنے ہر سرمایہ کو وقف کرنے کو تیار رہے۔

جہاد بالنفس حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی سمائی تکلیف بے خطر اٹھائے یہاں تک کہ اپنی جان کو تیر اور نیز سے میں جہد مانے اور کوارے کٹ جانے کے لئے ہر وقت تیار آگاہ اور مستعد رہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ میں عام و خاص کی نسبت ہے ہر جہاد قتال میں بلکہ جہاد کے مختلف قسموں میں سے ایک قتال فی سبیل اللہ بھی ہے۔

لَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجَاهَدُوْا بِمَا هُوَ اَلِھُمْ وَاللّٰھُ فِیْ سَبِیْلِہِ  
اللّٰہُ (۵۱) بے شک وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

(۵۸) مسلم کتاب البر باب من ینکح نكته عند الغضب جلد ۱۶ ، ص ۱۶۱ ، القاہرہ

بخاری ، جلد ۲ ، ص ۹۰۳ - باب الخمر من الغضب ، بیروت۔

(۵۹) الفل ، آیت ۱۲۵ -

(۶۰) فرقان ، آیت ۵۲ -

(۶۱) انفال ، آیت ۷۲ -

اسی طرح ہر نیک کام اور ہر فرض کی ادائیں اپنی جان و مال اور دماغ کی قوت صرف کرنے کا نام بھی اسلام میں جہاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرہوں سے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے (۵۲) جس کے مال باپ ضعیف اور بقیہ حیات ہوں ان کی خدمت کرنا بھی جہاد قرار دیا (۵۳) ظالم حاکم کے سامنے حق کا اظہار کرنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ (۱) من اعظم الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جائس (۵۴) بے شک حق کا اظہار کرنا ہر سلطان کے سامنے بھی بڑا جہاد ہے۔

صدقہ کی ترغیب علم و دانش ، عقل و معرفت اور حسن تدبیر سے مرتدین انہیں زکوٰۃ اور کذاہین کے خلاف جہاد کیا۔ ان پر واضح کیا کہ اسلام ساری زمین میں عدل و انصاف قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور تمام انسانوں میں عمومی انصاف قائم کرنے آیا ہے اسن و سلاطی کو پروتے کا لانا اس کے مقاصد میں داخل ہے۔ اجتماعی عدل ، قانونی عدل اور سیاسی عدل قائم کرنے ، ظلم و بغاوت کو ختم کرنے کے لئے آیا ہے اور جو شخص انصاف کے تقاضے سے ہٹ جائے تو وہی کلمۃ اللہ کا مخالف ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کلمۃ اللہ کی سر بلندی اور اس کے دفاع کے لئے قتال کرے اور اس سے انحراف کرنے والوں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ کلمۃ اللہ کی سر بلندی کا فاضل بن جائے ، جب تک زبانی تلقین و تبلیغ شوریہ سے رجوعوں کو اخلاق و انسانیت کے حدود کا پابن بنانے میں کارگر ہو سکتی ہو ، ان کے خلاف تلوار استعمال کرنا ، ناچار اور حرام سے ہر گز اجابت کی شرارت و بد باطنی ان حدود سے گزرنے کی ہر کہ اسے وہ خط و تلقین سے راہ پر نہ لیا جاسکے اور اس کو دوسروں پر دست و رازی کرنے ان کے حقوق و نسب کرنے ان کی عزت و حرمت کو پال کرنے اور ان کے اخلاقی و روحانی اور مادی زندگی کو تباہ کرنے سے باز رکھنے کی

(۵۲) بخاری کتاب الجہاد ، باب جہاد النساء ، جلد ۱ ص ۳۰۲۔

(۵۳) ابو داؤد کتاب الجہاد ، باب اهل بیت و اولاء کارہان ، جلد ۲ ص ۱۰۱ - القاہرہ -

(۵۴) ترمذی ابواب الفتن ، جلد ۲ ، ص ۳۰ -

اور قومیت جدیدہ متحدہ کو صفحہ ہستی سے ناکارہ دی جائے۔ قیصر و کسری کے یہ غیہ مزاج تھے اور مدیقیت سے برہی حاصل کر کے پہلی فرصت میں کذا میں مرتدین اہل انجیل کو روک دے (تو دور حقیقت ان طاقتوں کے آلہ کار تھے) ہنگامہ آرائی کو پاش پاش کر کے قیصر و کسری کی غیر اسلامی حکومتوں پر ریاست مدینہ کے دفاع کے خاطر حملہ آور تھے ہیں اس طرح ان کے غیہ مزاج اور مادہ پرستی کو غیر موثر کرتے ہیں اور غلیظ کی حیثیت سے عملی طور سے یہ واضح فرماتے ہیں:-

- (۱) قیصر و کسری عداوت میں نہایت سخت اور لوگوں کے دلوں اسلام سے مانع ہیں۔
- (۲) علمائے ان دونوں عظیم طاقتوں کی پالیسی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ ہے۔
- (۳) ان قاطب اور جابر حکومتوں سے ان کے مظلوم عوام کو ہلکانی، روحانی دونوں اعتبار سے آزاد کرنا اور ان کو سادی حقوق دلانا تبلیغ اسلام کے لئے نہایت ضروری ہے۔
- (۴) اگر ان کے خلاف فاموشی اختیار کی گئی تو قیصر و کسری خود موخہ پاکر اس متحدہ قومیت کو نیست و نابود کر دیں گے۔

- (۵) عوام الناس کو ان قاطب شاہنشاہتوں کے غلامی سے نجات دلانا اور ان کے عقول کو ابھار کر پستی سے آزاد کرنا ایک اسلامی فریضہ ہے اور یہی جہاد کا مفہوم ہے۔
- حق کی شاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار کو اپنا کرنا، اور ان تمام جہانی دہائی و دہمائی قوتوں کو بوجہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مہمندان کو عطا کی ہیں اس کے راہ میں صرف کرنا یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی جان تک کو قربان کر دینا۔ اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کو فنا کرنا اور ان کی تعزیریں کو ختم کرنا ان کے حملوں کو روکنا تاکہ یہی نوع انسانی کے روح و بدن دونوں کو توہمت سے آزاد کر دیا جائے دوسروں کی غلامی سے چھٹکارا دلا کر رب و احد کی بندگی کے مواقع فراہم کئے جاسکیں یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی حروب میں قتال سے قبل یہ اعلان کیا جاتا تھا (۱) اسلام میں داخل ہو جاؤ، امن سے رہو گے (۲) یا عقد ذمہ قبول کرو، اس وقت تمہارے وہی حقوق ہو گئے جو ایک مسلمان کے ہوتے ہیں۔

کوئی صورت باقی نہ رہے تو ہرچیز خواہ انسانیت کا اولین فرض ہے کہ اس جماعت کے خلاف تلوار اٹھائے اور اس وقت تک آرام و چین نہ لے جب تک اللہ کی مخلوق کو اس کے کھوئے ہوئے حقوق نہ مل جائیں اور یہی نوع انسانی کو آزادی کے ساتھ اپنے رب و احد کی عبادت کے مواقع میسر نہ ہوں جائیں اور اس مقصد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے حاکم کو اپنے مسلک و اصول کی دعوت دی تھی اور اس کے نفع کے لئے رومی سلطنت سے تقاضا شروع ہوا تھا ہمیشہ اسلام کو آپ نے اس غرض تیار کے لئے تیار فرمایا تھا۔ صدیق اکبرؓ نے اپنے پہلے خط میں جہاد کی اہمیت ان الفاظ سے بیان کی۔ اے لوگو! جہاد کرو کیونکہ جو قوم جہاد ترک کر دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ اس حقیقت کا احساس صرف صدیق اکبرؓ کو تھا کہ قبل اسلام عرب متحد نہ تھے اور قبائلی زندگی میں وہ منہ رستے اور ان پر فاس و ردم کا تسلط تھا اور ان طاقتوں کو عرب سے کوئی خواہ نہیں تھا۔ قبائل عرب آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ لیکن جب اسلام آیا۔ کچھ مسلمان اور کچھ غیر مسلم ہوئے اور ان کے مابین نزاع شروع ہوا تو اس معاملہ پر یہیں فاس و ردم کا خیال تھا کہ عرب کی اندرونی تحریک ہے۔ یہود و نصاریٰ جو یہی قبائل عرب کے ساتھ مل کر ان کو ختم کر دیں گے اور قبائلی نزاع ختم کر دیتے رہے اور اس تحریک کے مبلد قناہونے اور اپنی موت آپ مرنے کی آس لگائے ہوئے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل عرب میں کامیابی حاصل کر لی، یمن، بحرین اور دیگر طاقتوں کے قاضی کو رد و زلمان ہو کر مدینہ کے اطاعت گزار بن گئے، رومیوں کے زیر نگرانی ملتے جلتے اسلامی ریاست سے مل گئے۔ اس طرح پورا جزیرہ مغرب متحد ہو گیا۔ اور اس آئندہ کی بنیاد دینی جدید تھا اور اس دین نے ایک عرب میں یہ جوش اور دلولہ پیدا کر دیا کہ شہید کی موت مر گیا اسلام کا دفاع کرے گا اس جذبہ اور دلولہ نے فاس و ردم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ دونوں طاقتوں کو یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ جزیرہ عرب متحد ہو کر ایک ایسی ریاست یہاں قائم ہو جائے گی جو ایک دین اور ایک بنیاد رکھتی ہے۔ لہذا یہ دونوں اس پر اتفاق کر چکی تھیں کہ اس دین جدید

## کیا یہ تمام جنگیں اقتصادی اور معاشی تھیں؟

وَأَقْبُوا فِئْتَهُ لَا تَقْبِضُوا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً - (۵۵) اور تم ایسے  
نقنہ یعنی دہال سے بچو کہ جو خاص اپنی لوگوں پر دانتیں نہ بگاڑو تم میں ان لوگوں کے  
مزگیب ہوتے ہیں۔

اس آیت میں نقنہ سے مراد انکسار فی المہادیہ (۵۹) جہاد فی سبیل اللہ  
میں سستی اور انکسار سے کام لینے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امر بالمعروف اور  
نہی عن المنکر مت چھوڑو (۵۵) ممدو اللہ خود قائم رہو اور دوسروں کو بھی مائل بناؤ ورنہ  
عذاب سبب رہے گئے گا (۵۸) اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،  
اولی الامر اور مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پابند بنایا کہ دنیا کے عوام کو ظلمی  
سے نجات دلائیں اور ان کے عقول کو ادھام پرستی سے آزاد کرائیں اور ان کے روج اور  
بدن دونوں کو ظاہری اور باطنی بنامت سے پاک کر لیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے حکم  
نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس کے معاشی کی عبادت نہ کی جائے ارشاد باری تعالیٰ  
ہے إِنَّ الْحَقَّ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَصِيمُ (۵۹) حکم خدا ہی کا  
ہے اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کر دینی سیدھا  
طریقہ ہے۔

لہذا ایسے حالات پیدا کرنا اسلامی مضیضہ ہے جس کے تحت بنی نوع انسانی کا

(۵۵) قرآن، انفال، آیت ۲۵۔

(۵۶) تفسیر ابن السعدی، تفسیر مائتہ آیت ۲۰ سورہ انفال - جلد ۱ ص ۵۳۳۔

(۵۷) المد المنورہ، آیت ۲۵ - انفال جلد ۱ ص ۵۴۱۔

(۵۸) تفسیر ابن کثیر، انفال آیت ۲۵۔

(۵۹) قرآن، یوسف آیت ۲۰۔

برہنہ آزادی ضمیر کے نعت سے بہرہ اندوز ہو اور آزادی کے ساتھ دین حق پر  
نور و فکر کا موقع نصیب ہو لیا تھا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْتُمْ لَا تَضُرُّهُمْ شَيْئًا إِذَا ضَلُّوا

(۶۰)

اسے ایمان والو! اپنی فکر و تعبیم پر براستہ چل رہے ہو، تو جو شخص گمراہ  
ہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ جب اس آیت کے غلامی معنی کے پیش نظر  
صحابہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بات کچھ سستی آنے لگی تو حضرت ابو بکر صدیق  
صحابہ کو متنبہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ آیت کے معنی کچھ اور سمجھتے ہو، حالانکہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید اور اس کے  
ترک پر وعید سننی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ کی بات دیکھے اور پھر اسے غیرت  
نہ آنے اور غصہ نہ آنے تو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو عذاب میں گھسیٹ لے۔

اسے لوگو! غصہ ہونے سے بچو، جھوٹ انسان کو ایمان سے ہٹا دیتا ہے۔ اس آیت کا  
اسل مقصد یہ ہے کہ تم لوگ اپنا ذمہ پورا کرو، اس کے بعد اگر ان کی گمراہی تمہیں کوئی  
نقصان نہیں پہنچا سکتی اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر فرض اور واجب  
قرار دیا (۶۱)۔ حضرت صدیق فرماتے ہیں ان فی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول  
ان الناس اذا رأوا منكروا فاعلم ان يتركوه يوشك ان يعذبهم الله بعقاب (۶۲) میں نے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جب لوگ کوئی منکر دیکھے اور انہوں نے اس کا انکار  
نہ کیا، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں گھسیٹ لے، لہذا ظلم کے خلاف  
آواز بلند کرنا اور جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا  
ظلم شرک کو کر دیتے ہیں إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (۶۳) بیشک شرک کتنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

(۶۰) قرآن، فائدہ، آیت ۱۰۵۔

(۶۱) ابن کثیر، مائتہ، آیت ۱۰۵۔

(۶۲) تفسیر مائتہ، مائتہ آیت ۱۰۵ - جلد ۳ ص ۶۸۱۔

(۶۳) قرآن، لقمان، آیت ۱۳۔

ان کے خلاف ہو جائیں گے اسکے باوجود اب کینا عجیب ماحول تھا کہ جنگ بدر میں انصار کو دھوکے سے لاکھڑا کیا اور نہ انصار جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ صدیق اکبرؓ خود ایک بہت بڑے تاجر اور سردار ان قریش میں سے تھے۔ کیا انھوں نے حصول دولت کے لئے ناداری اور مفلسی کو ترجیح دی۔ غلاموں کو آزاد کیا۔ اگرچہ سال کا پورے تاجو عینہ سے دور رہتا ہو مگر اس امت کے لئے دورے تھے جسے تشریف لائے اور منشاء کی امامت کے بعد گھر واپس ہوتے اس کے ساتھ خلافت کے اندر بیٹھ جاتے اور دنیا میں شب و روز مل کر کے کی وجہ سے اپنے کاروبار سے ہاتھ دھو بیٹھا، تو کیا اپنے اقتصادی خودکشی کے ذریعہ دوسرے قبائل عرب کو نامعزز اقتصاداً و ذرائع تلاش کرنے کی اجازت دے سکتے تھے؟ دنیا میں کوئی بھی بڑا تاجر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جنگ کے نتیجہ میں اسے لازمی فائدہ حاصل ہوگا بلکہ خود بھی ہوتا ہو سکتا ہے اس کی فوج تباہ ہو سکتی ہے۔ دراصل مورخین کی یہ مانتہ آرائی بعد کے واقعات کی روشنی میں ہے نیز مسلمانوں کی عدوی فکت اور مسلم کی باطنی قیصر کو کسی کی عدوی کثرت اور ان کے آلات حرب کی عمدگی کے باوجود تھے دور دراز ملکوں اور عظیم طاقتوں کے خلاف محاذ آرائی، یہ حالات مشرقین کے نزدیک فتح کا قبل از وقت ضمانت ہے تو اسے جھوٹا اور افراط پر دراز کوئی نہیں۔

دراصل مورخین ابوبکر صدیقؓ کے عظیم فتوحات کی حقیقت سمجھنے سے یا تو قاصر رہے یا اپنے قارئین کو اسلام کی حقانیت سے دور رکھنے کے لئے یہ سروباو جہالت کر کے بنی نوع انسانی کو اس نور ہدایت سے دور کھینچا جاتے ہیں اور خود کو جھوٹا اطمینان دلاتے ہیں لیکن تمام راویوں اور محققوں کی عرض و قیامت یہ تین امور تھے۔

(۱) اپنی ذات، عزت اور مال و اکبر و کی حفاظت اور اس کا دفاع کرنا کسی کو غلام بنانا، ملکوں کو فتح کرنا اور حصول دولت اور اقتدار ہرگز پیش نظر نہ تھا۔ کیونکہ اسلام جب کہ میں داخل ہوا۔ اس وقت غلام کا حصول اور جنگ سے کوئی سود کار نہ تھا۔ غزوہ حنین اور غزوات کے موقع پر آپؐ نے دیکھا کہ تمام لوگ مسلمانوں ہو گئے ہیں تو

صدق اکبرؓ جہاد کے اس مذکورہ مقصد سے ایچ طرح واقف تھے یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے اپنے پہلے خطبہ میں واضح الفاظ میں اعلان کیا۔ جہاد کو ترک نہ کرنا کیونکہ جو ہم جہاد پر دیتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل اور خوار کر دیتا ہے ان واضح تصریحات کے باوجود مشرکین خصوصاً صحابی کا یہ کہنا کہ دراصل اقتصادی اور معاشی ضرورت نے حضرت ابوبکرؓ کو مجبور کیا تھا کہ وہ عربوں کو قیصر کو کسی کے خلاف نہزاد کرنا شروع کر دیے یہ قابل عجب خود آپس میں رد کرکٹ مر جاتے (۱۶۲) حقانیت سے انحراف کے مترادف ہے انہوں نے اس طرف توجہ نہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال اور بادشاہت کی پیشکش کی گئی تھی لیکن آپؐ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا (۱۶۵) کی زندگی میں صحابہ نے جو اذیت و آلام برداشت کئے بشری کی طرف ہجرت کی، دین اسلام کی خاطر انصار نے جو قربانیاں دیں وہ مال و دولت کے لئے نہ تھیں۔ حضرت بلالؓ اور ابی بکرؓ کی تکالیف برداشت کرنا کسی طرح بھی حصول دولت کے لئے نہ تھا۔ انصار نے بوقت بیعت کبھی میں یہ جان لیا تھا کہ یہود کے ساتھ معاہدہ روابط کو توڑنا ہو گا اہل ذنوب نے یہ ذمہ داری بھی محسوس کر لی تھی۔ سرخ دیہا سے جنگ، اپنے مالوں کی بقا ہی، اپنے سرداروں کے حق کے غفلت کے باوجود کچھ ساتھ بیان باندھ رہے ہیں (۱۶۶) سعد بن جہاد کو قریش نے پکڑا اور ان کے ہاتھ لڑکوں سے باندھ دیئے انہیں مارنے اور مر کے بال پکڑ کر کھینچنے (۱۶۸) اور جرم کیا تھا صرف یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ انصار بھی طرف سے جانتے تھے کہ اس کے نتیجہ میں قریش سے جنگ ہوگی قبائل عرب

(۱۶۳) حرب در اسلام، نعلب کے حق، ترجمہ مبارزالذین رفت من ۵۹ قبل ہجرت النبیین ۱۹۵۱۔

تاریخ شام، نعلب کے حق ترجمہ غلام رسول جبر، ۲۲۴۔ لاہور شیخ غلام علی ندوی سنہ ۱۹۶۸ء۔

(۱۶۵) میرتب ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۹۵، القادری، مصطفیٰ البانی ۱۹۵۵ء

(۱۶۶) " " " " ۳۱۶، ۳۱۹، طبری لیدن ۱۲۲۱۔

(۱۶۷) " " " " ۳۲۹، القادری۔

اس کے لئے ضروری کہ باری نگاہ دینے اور ایمان توڑ کر کوشش کرنے کا نام جہاد ہے جو  
برادری الامریہ پر فرض اور واجب ہے۔ دین اسلام کو روکنے میں نہایت کام کرنے کے لئے  
ایسی چوٹی کا تلوار لگانا، اسے قائم کر کے دم لینا، یا اس کو شمشیر میں جان دے دینا  
مسلمان کا اولین فرض ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَعْلَمَ أَنَّكُمْ رُحَمَاءُ**  
**وَيَتَّقِ اللَّهُ الَّذِينَ هُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** (۵۰) اور ان کے ساتھ اس صریح امر کو کہ **لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْوَدَّاعِ** (۵۱) اور دین  
اللہ کا بھی ہونا ہے۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ اپنے پہلے خطبہ میں فرماتے ہیں ”میں سے  
کوئی اللہ کی راہ میں جہاد ترک نہ کرے کیونکہ جو قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ  
اسے ذلیل کر دیتا ہے“ (۵۱) دین سے علم کو مٹا دو مظلوم کے حق کی دفاع کے لئے جہاد  
جاری رکھو، غرض کہ نہ صرف اپنے آپ کو بچاؤ بلکہ مظلوم جو خود علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا  
اس سے بھی علم کو دودھ کر دے، امن و سلامتی کی خاطر ہر قسم کی تیاری و قوت جیسا کہ ”اور  
کمزوری کے باعث دست بردار نہ رہو“ (۵۲) جیسا کہ حدیث امامیہ کی  
مددگی کے وقت صحابہ نے مشورہ دیا تھا اور آپ نے اس کو سختی سے مسترد کیا ارشاد  
باری تعالیٰ ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (۵۲) پس دست نہ ڈرو اور دشمن  
کو کمزوری کے باعث صلح کی دعوت مت دو کیونکہ تم ہی غالب رہو گے۔

حضرت صدیقؓ کی تمام جنگیں فاتح، قومی لالچ اور مادی منافع کے بناء پر  
نظمیں اور نہ تو آزادیائی، استعمال، تجارتی منڈیوں کے خاطر تھیں، بلکہ آپ کے  
پیش نظر اولی الامر اور نیکو ہونے کی مشیت سے **وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (۵۲) اور  
یوں اللہ کی رضا سے (۵۳) تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا جو سب سے پہلے

(۵۰) قرآن، البقرہ، آیت ۱۹۳۔

(۵۱) طبری، جلد ۴، ص ۲۰۳۔ العاقرہ۔

(۵۲) القرآن، سورہ محمد، آیت ۲۵۔

(۵۳) ”سورہ التوبہ، آیت ۲۲۔

(۵۴) ”سورہ انفال، آیت ۲۹۔

ان کے اموال و خاتمہ واپس کر دیئے۔ جب تک فتح کی شہ پر کوئی فتح کرتا ہے تو خون کی  
ندیاں بہا رہا ہے۔ شریف و ذلیل اور ذلیل کو شریف بناتا ہے لیکن آپ نے ان پر اس  
اور خود وہ لوگوں کو آزادی اور استقلال ملنے بخشا اور انسانی خون کی حرمت کا اعلان  
فرمادیا بہتیت اور بریت کو کبھی پامال کیا اور انسان کو آزادی دی (۵۴)۔

مشرک مسلمانوں کے بہت ہی قریب تھا اور ایک وقت میں وہاں جاکر مسلمانوں  
نے امن بھی طلب کی مٹی لیکن مسلمانوں نے اس ملک کا کبھی بھی رخ نہیں کیا اور اس  
کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر صدیق اکبرؓ کا مقصد حصول اقتدار تھا تو مشرق فارس  
اور روم سے کمزور طاقت تھی، مسلمان جب کہ تسلط پر تامل نہیں کر سکتے ہیں بحر وسط  
پر قبضہ کر سکتے تھے، تو مشرق پر بھی حملہ آور ہونا مشکل امر نہ تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ  
مسلمانوں کی اور خصوصاً حضرت صدیق اکبرؓ کی لڑائیوں کی فوجیت کی تعلیم اور جن طاقتوں  
سے اسلام کو خطرہ لاحق ہوا ان سے دفاعی جنگ لڑی گئی۔

(۲) کمزور اور ضعیفوں کو جو دین اسلام میں داخل ہونا چاہتے تھے ان کو آزاد کرنا  
تھا کیونکہ بہت سے عرب اسلام میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن ان کو خوف تھا کہ ہمیں  
ہم پر بھی وہ سختی نہ کی جائیں جو قریش نے شہر میں مسلمان ہونے والوں پر کر چکے تھے۔ خود  
قیصر اپنے زیر فرمان ریاست کے ردی عامل فردہ بن عمرو الجناہی کو صرف مسلمان ہونے  
کے جرم میں سزا موت دی دے چکا تھا (۵۵)۔

(۳) حریت و دولت اور آزادی ضمیر کے ساتھ اس اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی نظام  
کا ذلالت و مصلحت اور دین میں ولایت و صلح و طہارت و صلح و طہارت و صلح و طہارت و صلح و طہارت  
سے اپنے کو رکنہ دینے جہاد کی عرض و وفایت اور اس کی اہمیت بیان کی اور اس امر کی  
وضاحت کی کہ انسان پر بغیر اللہ کی حکومت مٹا کر صرف اللہ کی حکایت قائم کی جائے اور

(۵۴) تاریخ ابن خلدون، جلد ۳، ص ۱۶۸۔ آبادی و فتنہ ۱۹۶۷ء۔

(۵۵) سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۵۹۱۔ العاقرہ۔

## الباب السادس

### مانعین زکوٰۃ، مرتدین اور کذابین

#### الزکوٰۃ

حضرت صدیقؓ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے پورا کیا اور اس راز کو صرف حضرت صدیقؓ ہی جانتے تھے۔ مستشرقین کی نظریں آراں آیات پر ہوتیں تو ہرگز حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ان جگہوں کے بابت ان کو غلط فہمی نہ ہوتی اور نہ ان حیرت انگیز کامیابیوں پر حیرت زدہ ہوتے کیونکہ یہ نظام اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نافذ کرنا تھا اور اس کے لئے عظیم طاقتوں کی نخواست اور زور کو پال کرنا اشد ضروری تھا ورنہ یہ نظام تاقیامت دنیا میں ناف نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہی حضرت صدیقؓ کے نرم راز کی کے باوجود اس سختی اور کمال عزم اور ہمت و استقلال کا راز تھا جس کو دیگر صحابہ بھی سمجھنے میں غلطی کر مارتے تھے اور بعد میں ان کو اپنی غلطی کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

الزکوٰۃ کے اصل معنی اس نوا (افزونی) کے ہیں جو برکت الہیہ سے ہو، اس کا تعلق دنیاوی چیزوں سے بھی ہے اور آخری امور کے ساتھ بھی چنانچہ (ذکا الزرع یرکوا) کھیتی کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے پر بلا لیا جاتا ہے اور آیت ایہا ازکی طعاما (۱) میں ازکی سے مراد ایسا کھانا ہے جو طلال اور خوش انجام ہو اور اسی سے الزکوٰۃ کا لفظ مشتق ہے یعنی وہ حصہ مال جو حق الہی کے طور پر نکال کر مستحقین کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ خیرات و برکات کے ذریعہ اس میں خوب ہوتا ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے تسمیہ میں ہر دو امور کا لحاظ لیا گیا ہو کیونکہ یہ دونوں خوبیاں زکوٰۃ میں موجود ہیں (۲) اس کے ساتھ قرآن میں صلوة کے ساتھ میں مقامات پر زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا ہے یعنی - وَاتِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (۳) اسلام اور قرآن میں صلوة کے ساتھ جو ذبیحہ سب سے اہم نظر آتا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ صدیقؓ کے لئے اس اہمیت کے پیش نظر مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا اور فرمایا لَوْ مَنَعَنِي عَقْلًا لَقَاتَلْتَهُمْ (۴) لیکن کیا اس زکوٰۃ سے مراد وہ چالیسواں حصہ ہے

(۱) قرآن، کہف، آیت ۱۹، پ ۱۵۔

(۲) مفرات القرآن، راجعنا إلیہما فی لفظ زکوٰۃ۔

(۳) قرآن، البقرہ، آیت ۴۳۔

(۴) فتوح البیان، ص ۱۱۲، القاهرہ۔

زکوٰۃ در حقیقت دوسم پر ہے فرض غلّ مال کی زکوٰۃ اور واجب مثلاً  
 الصدقۃ الفطر اور زکوٰۃ مال سے سونا چاندی، اموال تجارت، سوام، عثر یا صف مشرد  
 ہیں (۱) اس طرح خراج اور جزیرہ اور جس وغیرہ سب زکوٰۃ مال میں داخل ہو جاتے  
 ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء اور محدثین کتاب الزکوٰۃ کے زیر عنوان عثر، خراج،  
 معادن السوام، سونا، چاندی اور صدقۃ الفطر، اموال تجارت کو مختلف ابواب قائم  
 کر کے بیان کرتے ہیں اور ایک باب میں علی العاشر بھی قائم کرتے ہیں۔ امام شریعی  
 فرماتے ہیں کہ العاشر من یصبہ الإہام علی الطريق لیاخذ الصدقات من التجار  
 وتاجن التجار بمقلد من الصدقۃ (عاشرہ فیض کہلاتا ہے جسے امام تاجردوں سے صدقات  
 وصول کرنے کے لئے راستہ پر متعین کر لیتے ہیں اس کی وجہ سے راستہ بھی چھوڑ دینا  
 سے محفوظ ہو جاتا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ سے مراد پورا نظام حاصل ہے جو  
 مانعین زکوٰۃ کی وجہ سے سو فیصد متاخر ہوا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اصل پریشانی تھی۔  
 یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو اسلام کے اقار کے باوجود زکوٰۃ سے انکار کرتے ہیں تو کیا جو  
 لوگ شاپ تک مسلمان ہوئے یا کھل کر اسلام کی خلاف صفت اکرام ہوئے تھے کیا وہ لوگ  
 حاصل ادا کرنے کے پابند ہو سکتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کے مال کا انتظار  
 تھا لیکن وہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں پہنچا، جب ہجر من واسے علم بناوات اٹھا  
 چکے تھے تو یہاں تک کہ وہود و نصاریٰ اپنے آپ کو کس طرح خراج اور جزیرہ کے  
 پابند سمجھتے ہو گئے۔ در حقیقت یہ تمام شوش انھیں یہود و نصاریٰ اور مجوس ہی کی وجہ  
 سے تھی۔ ہجران بھی شوش کا مرکز تھا، اسوہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 مالوں کو یہاں سے نکال دیا تھا (۱) جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو ہجران اس صلح کی

جو احوال باطنہ یعنی سونے اور چاندی میں ادا کیا جاتا ہے یہ مراد ہرگز نہیں بلکہ یہاں  
 زکوٰۃ سے مراد پورا نظام زکوٰۃ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ حکم دیا  
 تھا کہ مسلمان سے مال کا پالیسیوں حصہ زکوٰۃ کی بجائے اور فنی سے بیسواں حصہ  
 اور عربی سے دسواں حصہ (۵) ذمہ اور عربی کے مال تجارت سے بیسواں اور دسواں حصہ  
 کیا وہ زکوٰۃ ہجاس کو آٹھ مصارف میں صرف کیا جاتا ہے؟ ذمی اور عربی مسلمان ہی  
 نہیں اور زکوٰۃ صرف مسلمان پر واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے  
 الحارث بن کذلل و یزید کو تحریر فرمایا و اقمۃ الصلوٰۃ و اقمۃ الزکوٰۃ من المغام خمس الیہ  
 و سهم النبی و صفیہ و ما لکب اللہ علی المؤمنین من الصدقة من العقار العشر (۱)  
 اس روایت میں غنیمت کو زکوٰۃ میں شمار فرمایا۔ قال ابوبکر بن العربی تطلق الزکوٰۃ علی  
 الصدقة الواجبة و المندوبۃ و المغنقۃ و العفو و الحق (۲) ابوبکرؓ یمن عربی فرماتے ہیں  
 کہ زکوٰۃ کا حصہ واجبہ اور مندوبہ اور عفوہ اور حقہ اور عفوہ اور حقہ پر اطلاق ہوتا ہے بیت مال  
 میں چار قسم کے اموال جمع ہوتے ہیں۔

- (۱) خالوہ اور ہاشم کی زکوٰۃ اور عثر اور وہ مال جو مسلمانوں کے اموال تجارت میں  
 سے عاشرہ کوڑے وقت وصول کرتے ہیں۔
- (۲) قائم و معادن اور زکوٰۃ کا حصہ۔
- (۳) خراج اور جزیرہ اور وہ مال میں پر بنو ہجران اور بنو تغلب نے صلح کیا تھا اور وہ  
 عاشرہ ایل و ذمہ اور مستان کے مال تجارت سے وصول کرتے ہیں۔
- (۴) ایسے شخص کا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو (۲۸)۔

- (۵) جابہ کتاب الزکوٰۃ باب من علی العاشر (۱) ص ۱۱۹، شرح المبسوط باب الزکوٰۃ، باب العشر،  
 جلد ۲ ص ۱۹۹۔
- (۶) فتوح البلدان ص ۸۵۔ الفاخر، مکتبہ البیہق المصریہ۔
- (۷) تیل الاوطارہ جلد ۴ ص ۱۲۲۔
- (۸) بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۶۸۔

- (۹) بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۲۔
- (۱۰) المبسوط شریعی، جلد ۲ ص ۱۶۹۔
- (۱۱) طبری، نفیس الیومنی، جلد ۲ ص ۳۲۔

تجدید کرتے ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی (۱۲) لہذا انہوں نے اس سے واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ شروع اسلام سے دو صدیوں میں استعمال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ بمعنی صدقات جس کے مصارف ایضا الصدقات میں بیان کر دیے گئے ہیں اور فقہاء اس کا ذکر کی تحریف و فی الشرح اعطاء مجزہ من النصاب فی الفقہ (۱۳) کے الفاظ سے بیان کرتے ہیں اور زکوٰۃ بمعنی نظام زکوٰۃ جو اسلامی ریاست کے لیے حاصل کو شامل ہے مثلاً صدقہ فنی، غنیمت وغیرہ تمام ذرائع آمدنی مراد ہیں لیکن عام طور پر زکوٰۃ بمعنی صدقات نے زیادہ شہرت حاصل کی اور نظام زکوٰۃ دوسرے ناموں سے شعاعاً ہوا مثلاً امر ابولویسف کی کتاب الخراج سے مراد نظام حاصل ہے۔ اصطلاحی خراج ہرگز مراد نہیں اس میں عشر، صدقات، غنیمت، فنی کا قطعاً ذکر نہ فرماتے۔ اسی طرح الماوردی نے نظام سلطانہ کے عنوان سے نظام زکوٰۃ کی تشریح کی اور اس طرح نظام زکوٰۃ جو صدقہ کے معنی کی اصل وجہ تھی لوگوں کی نظر سے اوہل ہوا، قرآن میں جب مصارف کا بیان ہوتا ہے تو انما الصدقات کا علم اور انما عظیم مقاماً اللہ اور رسولک علیہ السلام کے مختلف مزارع سے ذکر ہوتا ہے اور جب صلوة کے ساتھ اس کا ذکر ہوتا ہے تو زکوٰۃ کے نقطہ سے اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں اس سے صاف واضح ہے کہ قرآن میں زکوٰۃ سے مراد نظام زکوٰۃ ہے۔

## اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت قرآن کی روشنی میں

زکوٰۃ کے بغیر قائم نہیں رہ سکا ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَّذِينَ اِنْ مَكَّنَّہُمْ فِی الْاٰخِرِیْنَ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِاَلْعُرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (۱۵) پاریا بیت

(۱۲) فتوح البہار ص ۵۸، اہل البہار، مکتبۃ النہضۃ العربیہ۔

(۱۳) تیل الاوطار، جلد ۴، ص ۱۲۳

(۱۴) انفال آیت ۴۱ - ۹ - توبہ آیت ۶۰، العنبر ۶

(۱۵) الحج آیت ۳۱، پ ۱۷

زکوٰۃ اسلام کا دوسرا کلمہ ہے جو آپس میں انسانوں کے درمیان ہمدردی اور باہم ایک دوسرے کی امداد و معاونت کا نام ہے اور جس کا اہم قائمہ نظام جماعت کے قیام کے لئے مانی سرایہ فراہم کرنا ہے اس طرح نظام جماعت مستحکم بنیادوں پر استوار ہوگا جو فانی و غلوک عابد و معبود کو ملائے کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہم ترین ذریعہ نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا جائے گا لہذا آیت میں اقامت صلوة اور ایتاء الزکاۃ کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بیان فرمایا اقامت صلوة سے خود کا اصلاح اور ایتاء زکوٰۃ سے معاشرہ کا اصلاح مقصود و مطلوب ہے ایتاء زکاۃ کے بغیر صلح معاشرہ، ریاست و خلافت کا قیام ناممکن اور محال اور حاصل ہے۔ صلوة تزکیہ نفس اور زکوٰۃ تزکیہ مال کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام کی تنظیمی زندگی دو دنیاؤں پر قائم ہے۔

ایک دنیوی اور دوسری مادی، اسلام کا روحانی نظام صلواتاً جماعت سے (جو کسی مسجد

(۱۶) دیکھئے باب بحث اللہ کے بعد کے اخبارات - جگہ حریت خان وغیرہ۔

اسلام کبھی کسی زمانہ میں ایسی دو چیزوں سے خالی نہیں رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی مثل کے انبیاء کرام کا ذکر کرانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے **وَعَلَيْكُمْ صَلَواتُ اللہ** با ضرباً وخبثاً **اللہم فاعل الخیرات و اقام الصلوة و ایت الصلوة**۔ (۱۸۸) اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا صلہ کی پابندی اور ذکوۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا۔

بعینہ دی امور بیان کئے جوالدین ان مکنتہم میں بیان کئے تھے تمکین فی الحرمین کو ائمہ بدھوں سے بیان کیا۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کو فعل الخیرات سے باقی صلوة و ذکوۃ کے الفاظ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ یہاں بھی معاشرہ ریاست و خلافت کے لئے نظام ذکوۃ کو لازم قرار دیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے **وکان یأمرنا بالصلوة و الذکوۃ** (۱۹۱) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا۔

**فصلنا الذلین یعون و یؤتون الزکوۃ و لیسوا بکفار** (۱۹۲) تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور کھولنا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ذکوۃ دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے واضح اعلان فرمایا کہ اگر امت ذکوۃ کی پابندی کرے گی تب اس کے لئے میری رحمت کا قاعدہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاتی ہی اور ان سے صلوة و ذکوۃ کی پابندی کا وعدہ لیا جاتا رہا اور اپنی رحمت اور ارادے و وعدے و طرح و کار و قال **اللہ فی معکم لکن اقم الصلوة و ایت الصلوة** و الذکوۃ و ایت الذکوۃ و عز و جود و رحمہ و اقرضتم اللہ قرضاً حسناً لا یزول عنکم مست ایتکم و لا یخلف عنکم فی شئ من شئنا انہو (۱۹۳) اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ میں تمہارے

میں ادا ہوں قائم ہوتا ہے اور اسی نظام ذکوۃ سے قائم ہوتا ہے جو کسی بیت المال میں جمع ہو کر تقسیم ہو لہذا یہ دونوں باتیں اسلام میں ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں اور ان کی انفرادی حیثیت کے ساتھ ان کی اجتماعی حیثیت پر بھی اسلام نے خاص زور دیا جس طرح صلوة جماعت اور مسجد کے بغیر بھی انجام پاجاتی ہے لیکن اپنی ذمہ داری کے بعض مقاصد سے دور ہوجاتی ہے طے ذکوۃ بیت المال کی مجموع صورت کے بعد بھی لکھجاتی ہے مگر اس کی ذمہ داری بعض اہم مقاصد فوت ہوجاتے ہیں یہی سبب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں بعض قبیلوں نے یہ کہا کہ وہ ذکوۃ بیت المال میں داخل نہ کریں گے بلکہ بطور خود اس کو صرف کر کے تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کی اس تجویز کو رد کیا اور بزرگ بیت المال میں ذکوۃ داخل کرنے پر مجبور کیا اور اس طرح صدیقیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول کی سنت کی امت پیروی کر دئی کیونکہ بغیر ذکوۃ کے سرکاری اور کمری دفتر اور بیگزرنے کے مرکز قائم نہیں رہ سکتے صدیق کو نہ خوف تھا نہ حزن اور ملاہاں فکر تدبیر اور انتظام و غور خلافت کا حصہ ہے۔ بیسرا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **یٰٰ اَبی بکر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم** **فَلَمَّا جَاءَهُ عِدَّتُہِمْ وَاَخْلَفَ عَلَیْہِمْ وَاَلَامَہُمْ یَحْزَنُونَ** (۱۹۴) جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف بھکا دے اور شخص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عین ملتا ہے۔ چودہ دھار کا پاس بچ کر اور نہ ایسے لوگوں میں کوئی خوف ہے اور نہ ایسے لوگ ترن کرنے والے ہیں۔

انبیاء سابقین اور نظام ذکوۃ کے قیام کا حکم قرآن مجید کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ قديم زمانہ سے تمام انبیاء کرام کو صلوة اور ذکوۃ کا حکم لازمی طور پر دیا گیا ہے اور دین

(۱۸۸) الانبیاء، آیت ۳۴، ۳۵

(۱۹۱) مريم، آیت ۵۵، ۵۶

(۱۹۲) الاعراف، آیت ۱۵۹، ۱۶۰

(۱۹۳) المائدہ، آیت ۱۰۲، ۱۰۳

(۱۹۴) یٰٰ اَبی بکر، ص ۱۲۸

(۱۹۵) قرآن، البقرة، آیت ۱۱۲

پہلے جن آیات نظر پڑتی ہے اس میں صلوٰۃ کے بعد اتفاق کا ذکر ہے ارشاد  
 رِی تَعَالٰی ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ  
 شَارِعًا وَمَا يَشْفَعُ لَهُمْ (۲۴) یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں رہا بتانے والی  
 ہے اللہ سے دُرنے والوں کو۔ وہ اللہ سے دُرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ یقین لاتے  
 ہیں نیک کی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں صلوٰۃ کو اور پوچھ گچھ نہ کرنا کہ وہ اس میں سے  
 رخصت کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد ارشاد باری ہے اُولٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ  
 اُولٰٓئِكَ اَلْمُتَّقُونَ (۲۵) جو صلوٰۃ و زکوٰۃ کے پابند ہیں وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔  
 بن اسرائیل سے خطاب ہے اَمَّا الْفُلُوكَ وَالْوَالِدَاتُ وَالْزُكُوٰةُ وَالْمُؤَامَّاتُ فَالْمُؤَامَّاتُ (۲۶) اور تم  
 لوگ صلوٰۃ کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور عاجزی کرو۔ عاجزی کرنے والوں کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ صاف اعلان فرماتے ہیں کہ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی  
 کمال نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ کی پابندی اور زکوٰۃ ادا کرنا کمال ہے۔ قِيَسَ الْيَتَامٰى فَوَلٰوْا بِحُكْمِ  
 قِيَسِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْيَتٰمٰى مِنْ يٰٓاَتٰهُمُ الْوَالِدٰٓئِ وَاللِّمٰكَةُ وَالْكِتٰبُ وَالْيَتٰمٰى  
 وَالَّذِيْنَ عَلٰى حَبِيْبٍ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ وَالَّذِيْنَ يَتْلُوْهُ السَّيِّدُ وَالسَّيِّدَةُ وَالَّذِيْنَ يَتْلُوْهُ  
 وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآٰتٰى الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُ يَتَّبِعُهُمُ الْاِحْسٰٓءُ وَالْاِحْسٰٓءُ وَالْمُؤْمِنُ يَتَّبِعُهُمُ  
 وَجِيْهَ الْاٰثٰرِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (۲۷) کچھ سارا کمال اسی  
 میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو، لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر  
 یقین رکھے اور قیامت کے دن پرادر زشتوں پر اور کتب پر اور غیبوں پر اور مال دیتا  
 ہو اللہ کی محبت میں، رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور

پس ہوں اگر تم صلوٰۃ کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے  
 رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے  
 پر قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے ددر کر دنگا اور ضرور تم کو اپنے  
 باتوں میں داخل کر دنگا جن کے نیچے نہیں ماری ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی  
 و زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ حکم دیا۔ وَجَعَلْنٰی مَعَكُمْ اٰیٰتًا لِّتَذَكَّرُوْا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ  
 مَا دُمْتُمْ حَيًّا (۲۸) اور چھ کرکٹ دلا بلایا میں یہاں کہیں بھی ہوں، اور اس نے  
 مجھ کو صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ ہوں۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ  
 کو اس وقت دیا تھا جب وہاں کہ گودی میں تھے اور آیات یہ حکم باقی رہا۔ اس سے  
 یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ دونوں اللہ تعالیٰ کے دین کے ایسے ارکان ہیں  
 جو کبھی اور کسی زمانے میں سنا نہیں رہے اور سرہنی کے زمانہ میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے دو  
 بڑے ستونوں پر اللہ کا دین قائم ہوا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والی امت کو کبھی بھی ان دو چیزوں سے معاف نہیں  
 کیا گیا کیونکہ نظامِ اجتماعی صراطِ معاشرہ، ریاست و خلافت نظامِ زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ  
 لازم و ملزوم ہیں اور اس کو ریہ کر ہی کی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں  
 رسولِ شعلیٰ علیہ وسلم کے زواجِ مطہرات کو اپنے گھر میں رہنے کا حکم اور زکوٰۃ  
 زنا نہ پابیت کے دستور کے موافق پھرنے سے منع کرتا ہے وہاں ان کو صلوٰۃ و زکوٰۃ کی  
 پابندی کا بھی حکم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَقٰٓئِزْ فِیْ سُبُوْحِکَ وَالْاَحْرَجِ نَبِیِّ  
 الْجَاهِلِیَّةِ الْاُولٰٓئِ وَالَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْزَّكٰوةَ (۲۹) اور تم اپنے گھروں میں  
 قرآن سے رہو۔ اور قیامت کے دن نہ پابیت کے دستور کے موافق مت چھو دو کہ صلوٰۃ پابیت  
 رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا پناہ مانو، قرآن مجید میں سب

(۳۳) قرآن، البقرہ، آیت ۳۱۲۔

(۳۵) • • • • •

(۳۶) • • • • •

(۳۷) • • • • •

(۳۸) قرآن، البقرہ، آیت ۳۱۲۔

(۳۹) • • • • •

(۴۰) • • • • •

کا مکمل دیا گیا ہے لیکن جب وہ صلوٰۃ کے پابندی اور نزکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو وہ اہل ایمان کے بھائی ہیں اور ان سے قتل منع کر دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَإِنَّ تَابُوا وَآتَوْا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمُ (۲۴) سو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور صلوٰۃ قائم کرنے لگیں اور نزکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہوں یا دین کے فَإِنَّ تَابُوا وَآتَوْا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمُ (۲۴) پھر اگر توبہ کر لیں اور صلوٰۃ قائم کرنے لگیں اور نزکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ یعنی اگر تو شرک سے توبہ کرنا اور ایمان کے آثار کے بعد صلوٰۃ و نزکوٰۃ کی پابندی کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ان سے قتل بزرگوار نہ کرو۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْعَدْلِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ (۲۵) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق (دلی) ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں، نزکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کتنا مانتے ہیں، ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر ہے حکمت والا ہے۔

نزکوٰۃ نہ دینا مشرکوں اور کفار کا کام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَقِيلَ لِلْمُتَشَكِّكِينَ الَّذِينَ لَا يَدْرُونَ نَزْكَوٰةً وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ (۳۳) اور ایسے مشرکوں کے لئے بڑی توبہ ہے جو نزکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے مشرکی رہتے ہیں۔

اس طرح اہل ایمان، صلوٰۃ، نزکوٰۃ یہ تینوں چیزیں لری کر ایمانداروں کی جماعت بناتی ہیں۔ ایک تنظیم کو رعاشرہ وجود میں آتا ہے ریاست و مملکت کی بنیادیں استوار

سوال کرنے والوں کو اور گردن چڑانے والوں کو اہل صلوٰۃ کی پابندی رکھنا ہو اور نزکوٰۃ ادا کرتا ہو اور شخص اپنے جہدوں کو پورا کرنے والے ہو جب ہمہ گیر لیں اور وہ لوگ جبر کرنے والے ہوں تنگدستی میں اور نیکی میں اور قاتل میں یہ لوگ ہیں جو کچھ ہیں اور یہی لوگ ہیں جو سستی ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُحِبُّونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۲۸) تمہارے دوست (دلی) تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے صلوٰۃ کی پابندی رکھتے ہیں اور نزکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں شروع ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُؤَلَّيْكَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (۲۹) اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے۔ سو اللہ کا گروہ بلاشبہ غالب ہے۔

ان آیات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اہل ایمان، متقی اور اللہ تعالیٰ خوف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو صلوٰۃ قائم کرتے ہوں اور نزکوٰۃ دیتے ہوں اہل ایمان ایک مستقل تنظیم، ایک جماعت اور ایک پارٹی ہے اور ایماندار آدمی کا کام یہ ہے کہ سب سے الگ ہو کر اس تنظیم، گروہ اور پارٹی میں شامل ہو جائے اور جو مسلمان اس تنظیم اور معاشرہ سے ہارے کسی شخص خلوہ وہ اس کا باپ ہو، بھائی ہو، بیٹا ہو، ہمسایہ ہو، ہم وطن ہو یا کوئی بھی ہو اگر اپنا دوست، دلی بنائے گا اور اس سے محبت اور مدد کا تعلق پسند کرے گا تو ایسے شخص کو یہ امید نہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس سے مدد کا تعلق رکھنا پسند کرے گا اور اس کو غلبہ نہ دے گا۔ اہل ایمان کو صرف اسی وقت غلبہ حاصل ہو سکتا ہے جب وہ کہہ سکیں کہ اللہ اور رسول اور صرف ان اہل ایمان کو جو صلوٰۃ کے پابند اور نزکوٰۃ دیتے ہوں) اپنا دلی مددگار دوست اور ساتھی بنائیں مگر دوسری چیز سے قاتل

(۳۱) القرآن، التوبہ، آیت ۱۱، پ ۱۰۔

(۳۲) القرآن، التوبہ، آیت ۲۵، پ ۱۰۔

(۳۳) القرآن، التوبہ، آیت ۱۱، پ ۱۰۔

(۳۴) القرآن، حم السجد، آیت ۵، پ ۲۴۔

(۲۸) قرآن المآثمہ، آیت ۵۵، پ ۶۔

(۲۹) قرآن، المآثمہ، آیت ۵۶، پ ۶۔

ہوتی ہیں۔ وحدت امت وحدت خلافت اور وحدانی طرز حکومت معرض وجود میں آتا ہے۔ اور جو لوگ ان تینوں کے پابندیوں کو اس تنظیم اور صالح معاشرہ کے افراد اور اس جماعت میں داخل ہیں اور جو زکوٰۃ کے پابند نہیں ہیں وہ اس جماعت سے خارج ہیں۔

## سُنّتِ نبوی کی روشنی میں زکوٰۃ کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی نے اسلام کے احکام دریافت کئے تو آپ نے ہمیشہ صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ کے ادا کرنے کا حکم دیا۔ بخاری و مسلم اور دیگر کتبِ احادیث کے کتاب الایمان میں اس قسم کی متعدد روایات مذکور ہیں۔

جریر بن عبد اللہ بخلی سے مروی ہے کہ میں نے آپ کے پاس ہجرتین باتوں پر بیعت کی تھی۔ صلوٰۃ کی پابندی، زکوٰۃ دینا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا (۳۲) وفد عبد القیس نے جب آپ سے رشتہ میں اسلام کی تعلیمات دریافت کیں تو آپ نے ایمان و اقامت صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ کو بیان فرمایا (۳۵) اور جب معاذ بن جبل کو آپ نے اسلام کا داعی بنا کر رشتہ میں یمن روانہ فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے اہل یمن کو تو حید کی دعوت دینا جب وہ یہ جان لیں تو پھر ان کو دینِ راست میں صلوٰۃ و خیر کی دعوت دینا جب وہ یہ بھی جان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔ (۳۷)

زکوٰۃ کی فرضیت  
وَأَقِمْ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ وَمِمَّا تَرْضَوْنَ الْإِسْلَامَ مَنْ خَشِيَ  
عَنْدَهُ عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ جَمَاعَتُ الْمُؤْمِنِينَ بَصِيرَةٌ (۳۸)

اور صلوٰۃ کو پابندی سے قائم کرو اور زکوٰۃ دینے جاؤ اور تو حید کا کام بھی اپنی محلاتی کے واسطے جمع کرتے رہو گے۔ حق تعالیٰ کے پاس سمجھا لو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اس آیت میں اقامت صلوٰۃ اور ادا کرنے زکوٰۃ کا حکم ہے میرے فقرہ میں جامع بشارت ادا کرنے والوں کے لئے ہے اور پچھلے فقرہ میں وعدہ و وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے اعمال کوئی نہیں ہیں۔ وَأَقِمْ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا أَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ (۳۸) اور صلوٰۃ کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت لیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔

اس میں صلوٰۃ و زکوٰۃ اور اطاعت اور حکمِ بعیدہ امر دیا گیا ہے اس کے بعد تم پر اللہ تعالیٰ رحمت و برکت نازل فرمائے گا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ طِبَاتٍ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخَذْتُمْ مِّنَ الْأَرْضِ (۲۹) اے ایمان والو! فرج کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں اموال کی دو قسمیں کی ہیں۔ اموالِ مسکوبر مثلاً ملازمت، تجارت، صنعت و حرفت سے حاصل کیا ہوا مال و دوسرے پیداوار زمین طرہ پھل کی کھیتی باڑی سے حاصل کیا ہوا مال اور ان ہر دو قسموں کے اموال سے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن طیب کی شرط لگا کر حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہوا مال ہونا چاہیئے۔ اس طرح حرام اور منوعہ ذرائع سے حاصل کیا ہوا مال اس سے خارج کر دیا۔

احادیث میں فرضیت زکوٰۃ  
عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بنى الإسلام على خمس شهادة (۳۹)

(۳۹) قرآن، الزکوٰۃ، آیت ۵۹، پ ۱۸۔

(۴۰) قرآن، البقرہ، آیت ۲۱۷، پ ۲۸۔

(۴۱) بخاری، جلد ۱، ص ۱۰۱، کتاب الایمان، باب انما اوتوا من الصلوٰۃ۔

(۴۲) بخاری کتاب الزکوٰۃ، جلد ۱، ص ۱۸۸۔

(۴۵) بخاری کتاب الزکوٰۃ، جلد ۱، ص ۱۸۸۔

(۳۷) بخاری، کتاب الریح من الجہنم، جلد ۲، ص ۱۰۹۔

(۳۸) البقرہ، آیت ۱۱۰، پ ۱۰۔

اور عرض کیا، محمدؐ کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمائیے آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس امر کا اعتقاد کرے اور شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور صلوٰۃ قائم کرو اور زکوٰۃ کی پابندی کرو اور جو رمضان رکھو، بیت اللہ کا حج کرو اگر حج کرنا اور صوم رمضان رکھنا۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث معاذ الى اليمن فقال انك تاتي قوما اهل كتاب فاعلم ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فانهم اطاعوا ذلك فاعلمهم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوات في اليوم والليلة فانهم اطاعوا ذلك فاعلمهم ان قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من اغنيائهم فتدفع على فقرائهم فانهم اطاعوا ذلك فاعلمهم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوات في اليوم والليلة فاجاب (۴۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا، تم وہاں کے لوگوں کو اس امر کے اقرار پر رغبت دلانا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمدؐ اللہ کے رسول ہیں پس اگر وہ اس بات کو مان لیں تو انھیں بتا دینا کہ اللہ نے دن رات یمن میں اپنی پانچ صلوٰۃ فرض کی ہیں، پھر اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو انھیں بتا دینا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقیروں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

ان آیات و احادیث کی بنیاد پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انھیں زکوٰۃ سے قتال کیا اور تمام صحابہ نے تسلیم کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا واللہ لاقلل من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ (۴۳) واللہ ہی ان لوگوں سے ضرور قتال کرے گا جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں فرق کرے۔ صحابہؓ نے حضرت صدیقؓ کے اس قول پر اجماع کیا اور صحابہؓ کے بعد کج نمک علماء و فقہاء کا فضیلت زکوٰۃ پر اجماع رہا۔ بیان الصنائع میں ہے۔

(۴۲) بخاری شریف، جلد ۱، ص ۱۸۷۔ کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ۔

(۴۳) مشکوٰۃ، کتاب العشر والذکوٰۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کا قصر پانچ متونوں پر بنایا گیا ہے۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں صلوٰۃ قائم کرنا، زکوٰۃ کی پابندی کرنا، حج کرنا اور صوم رمضان رکھنا۔  
عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وقيام الصلوة واداء الزكاة فاذا فعلوا ذلك عصمتهم من دماءهم واموالهم لا يجزيهم الا الاسلام وحسبهم على الله؛ (۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور صلوٰۃ قائم کریں اور زکوٰۃ کی پابندی کریں پس جب یہ باتیں کرنے لگیں تو مجھ سے اپنے خون اور مال بچالیں گے موائے حق اسلام کے اور ان کا صاحب اللہ کے ہوتے ہیں۔

عن عمر بن الخطاب قال بينما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم اذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر لا يرى عليه أثر السفر ولا يعرف منا احدا حتى جلس الى النبي صلى الله عليه وسلم فسلمنا ثم سجد سجدتين ثم رفع يديه على فخذي وقال يا محمد اخبرني عن الاسلام قال الاسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله تقم الصلوة وتؤتي الزكاة وتحرم الزمضان وتبيع البيت ان استطعت اليه سبيلا قال صدقت (۴۲) کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک ایک شخص حاضر ہوا جس کے پہلے نہایت سفید تھے بال نہایت سیاہ اس پر سن کر کوئی اثر نہ تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو جانتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو مل کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے

(۴۱) بخاری شریف، جلد ۱، ص ۱۸۷۔ کتاب الایمان، باب قاتل تا اذا قاتلوا فاموالهم

(۴۲) مشکوٰۃ، کتاب الایمان، جلد ۱، ص ۱۸۷۔ مسلم کتاب الایمان، جلد ۱، ص ۱۵۷





تکلیل اور رفع حاجات ہو اور اس کے منصف مشہود پر لانے کے لئے صرف یہ ذہنیت کام  
کر رہی ہو کہ انفرادی اور اجتماعی اعتبارات کو پورا کیا جائے نہ کہ زیادہ سے زیادہ سے  
نفع کو پیش نظر رکھا جائے اس لئے جن کے پاس کسی نہ کسی طرح سے دولت جمع ہو جائے  
ان کے مال میں سے ایک حصہ کے اتفاق کو معاشرہ کے فلاح و بہبود کے لئے فاضل قرار دیا۔  
اور معاشی نظام میں اس کو اتنی اہمیت دی گئی کہ اس کو ارکان اسلام میں شامل کر دیا گیا۔  
مسئلہ کے بعد سے یہ زیادہ اسی کی تاکید کی گئی۔ یہ نظریہ پیش کیا کہ دولت مند کے پاس  
جو دولت جمع ہو جائے وہ اسلام کی نگاہ میں اس وقت تک نجس اور ناپاک ہے  
جب تک اس کا مالک اس میں سے ہر سال متعین مقدار میں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے  
ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمِمَّنْ آمَنُوا مِثْلَهُ خَيْرٌ لِّمَنْ يَخْرُجُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** (آپ اُن کے  
مالوں میں سے صدقے لئے جو کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کریں گے۔

زکوٰۃ کا ایک بڑا نامہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے جمع شدہ دولت کو تجارت کے  
ذریعہ گردش میں رکھیں گے تاکہ صدقات کی ادائیگی کو دیر سے ایک مدت کے بعد مال  
ختم نہ ہو جائے اور اس طرح بنگاری کی اس پریشانی کا بخود سبب مباد ہو جائے کہ اگر  
بیک میں جمع شدہ رقم بمسودہ ادا کیا جائے تو لوگ خزانہ میں رقم جمع نہیں کریں گے  
اور خزانہ خالی ہو جائے گا کہ کوئی شخص کو تجارت کر سکا ہو تو وہ خود تجارت کر کے  
سلاح حاصل کرے گا ورنہ اس کو معاشرت پر تجارت اور کاروباری اداروں کو دے کر  
جمع شدہ رقم کو گردش میں رکھنے پر مجبور ہوگا اور صنعت و تجارت کو فروغ ہوگا ملک  
دوم کے افراد خوش حال اور فارغ البال ہوں گے وَمِمَّنْ آمَنُوا مِثْلَهُ خَيْرٌ لِّمَنْ يَخْرُجُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (۶۹) والی  
آیت میں پیش کردہ اصول اور نظریہ کے تحت دولت میں امتنا ہوگا۔ کسی واقع  
نہ ہوگی۔

(۵۹) **وَمِمَّنْ آمَنُوا مِثْلَهُ خَيْرٌ لِّمَنْ يَخْرُجُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** آیت ۱۰۳۔

(۶۰) **وَمِمَّنْ آمَنُوا مِثْلَهُ خَيْرٌ لِّمَنْ يَخْرُجُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** آیت ۳۹۔ پ ۲۱۱۔

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے وعدہ فرماتے ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں  
میں اُن پر کوئی خیر نہ ہوگا اور نہ ان کا ہونا اور نہ وہ معصوم ہوں گے۔ زکوٰۃ ادا  
کر کے معص بھی نہ ہونگے جس طرح صوم کا معاملہ اللہ اور بندے کے درمیان بلا واسطہ  
ہے بعینہ زکوٰۃ کا معاملہ۔ اگر کوئی شخص چھپ کر کھائے (یعنی بنو عباس کے خلاف  
کیا کرتے تھے) تو سوائے اللہ کے کسی اور معلم نہیں ہو سکتا ظاہر ہے کہ اپنی عاقبت  
خراب کرنے کے مترادف ہے۔ بالکل اسی طرح اگر صاحب نصاب ہو کہ کوئی زکوٰۃ ادا  
کرے اور مال و خیر کو غنی کرے تو حکومت اموال باطن میں لاپارہے لیکن خوف الہی اور  
عذاب الہی اور ایم الدین کے پیش نظر فاضل کی ادائیگی اسلام کا کام طریقہ کار ہے وغیرہ  
زکوٰۃ کی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ کہتے کہ ہم صاحب نصاب نہیں لہذا زکوٰۃ کیونکہ دیں  
اس وقت خوف الہی کا سبق تازہ تازہ تھا بوجہ لوگ بھلا کیے ہیں۔

اب اگر آئینہ نسلیں زکوٰۃ مرکزی خزانہ میں جمع نہ کریں (اس وقت بھی خزانہ  
قریب میں پالیس مسلم آزاد مالک ہیں مگر ہمیں بھی غالباً زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں) یا اگر  
نہ کریں، علماء فقہاء اور اولی الامر اور اباب عمل و عقد کیا کریں؟ اس کا جواب صرف  
صدیقیت ہی دے سکتی ہے۔ زکوٰۃ قرآنی اور نبوی صاف کے مطابق معاشرہ پر پھیلے ہوئے  
دیکھو اس سے افراط زہمی رکھتے۔ اکل طلال کو مزید فروغ حاصل ہوتا ہے۔

جماعت کے جن افراد کو ان کی ضرورت سے زیادہ دولت سمیر گئی ہے وہ اس کو  
سمیر کرنے رکھیں بلکہ خرچ کریں تو دولت کی گردش میں معاشرے کے بقیہ افراد کو بھی  
حصہ نصیب ہوگا سلام اس شخص کے لئے بلند افلاق اور مرتب و تہیب کے نہایت  
موثر طریقوں سے فیاضی اور حقیقی امداد باہمی کا دلولہ میسر آئے گا۔ تاکہ لوگ انکار  
دولت کو بُرا سمجھیں اور اتفاق کی طرف راغب ہوں اور معاشی نظام اس شخص کے لئے فاضل  
نمایا جائے کہ اس کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ نفع نمایا جائے اور اس کو لین دین اور  
مسودہ کی اسیر میں نہ رکھا جائے اور ہل میں مزید کا شرف بازی اور فائدہ طبع کسی حد پر نہ آئے  
ختم نہ ہو سکے اس معاشی نظام کا فائدہ اور منشا نفع بازی نہ ہو بلکہ ضرورت زندگی کی

رکھنا ہو یہ صفت مصارف زکوٰۃ قلعہ سیاسی مقاصد کے لئے مفوض ہے۔

وَقِيَّ الرِّقَابَ، غلاموں کو آزادی دلوانے کی طرف ایک قدم ہے۔ غلامی انسان کے قدیم تمدن کی سب سے یوگھل رہنمائی اور یہ رہنمائی صرف اسلام نے کاٹ کر الگ کر دی چونکہ غلاموں کو آزاد کرنے کی پوری قیمت یا اس کی آزادی کا پورا زخمیہ ہر شخص برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے نبوی زکوٰۃ کی جتنی رقم سے اجتماعی طور پر اس قرض کو ادا کرنے کی صورت تجویز کی، اس طرح اسلام نے غلامی کی لعنت کو دنیا سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا اپنے معاشی اور اقتصادی نظام کا ایک جزو قرار دیا اور اپنے منشور میں صاف اعلان کیا کہ جب تک دنیا کے تمام غلام آزاد نہ ہو جائیں اور اس رقم کا تمام دنیا کی تمام قوموں سے خاتمہ نہ ہو جائے اس وقت تک مسلمانوں پر ایک عالمی رقم واجب ٹھہری۔

وَالْعَالِيَيْنَ، قرضداروں کا قرض چکانا بھی مسلمانوں پر اجتماعی طور سے واجب قرار دیا جیسے اس کے قرض دار کے گھر کا سامان قرق رکھا جائے اسلام نے قرض خواہ پر فرض قرار دیا کہ وہ اس قرض کو زکوٰۃ میں منسوب کرے اور قرضدار کو معاف کر دے اور اگر قرض خواہ اقتدا استطاعت نہ رکھتا ہو تو دیگر مسلمانوں کو اس کا پابند بنایا کہ وہ اس کے قرض کو ادا کر دے۔ قرضدار کے کوئی تیز دین رہی ہے تو قرض خواہ اس کی آسانی کو قرض کی رقم میں منسوب کرے تاکہ قرضدار کے قرض کا بوجھ اچھا ہو اور اس کا قرض بلد سے جلد بھریا جاسکے۔

وَقِيَّ سَبِيلِ اللَّهِ، ایک وسیع مفہوم ہے ہر قسم کے نیک کاموں کو شامل ہے جماعت کے وجود کے ساتھ جماعت کو مفروضات پیش آتی ہیں اور جماعت اور اس کے اصول کی مخالفت کے لئے مفروضات مجاہدہ کی صورت میں اس کے اخراجات کی کفالت، جماعت کی آمد و رفت اور سڑک و سرائی کی ترقی و تعمیر، جماعت کے کارکنوں کو معاشی دنیا، جماعت کی خاطر مالی نقصان اٹھانے والوں کی اعانت و اعاد، جماعت کے نہیں عالمی اور تعلیمی خدمات بخولانے والے اور نظم و نسق کے فرائض انجام دینے والے سرحدات کی۔

## انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف کو بھی بیان فرمایا

"إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهِمَا وَالْمَوْلَىٰ قَلْبِهِمْ وَرِيقَابَ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالسَّيْلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ عَالِمُ خَيْرَاتِهِ" صدقات تو صرف حق سے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متنب ہیں اور جن کی دھوکا نہ لے سب اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ میں اور تہادیس اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

یہ انھوں مصارف زکوٰۃ کی اور نیزہ و فلاح کی قسم اور صرف کو محیط ہے۔ فقراء و مساکین میں وہ تمام اہل حاجت و اعلیٰ جو اپنی روزی کرمانے کی کسبیت نہیں تھے یا اپنی کفالت و کوشش کے باوجود اپنی روزی کا سامان پیدا کرنے سے قاصر تھے اور قادر کرتے ہیں اور روٹی و مال ہیں جو اپنی روزی کرمانے کی قسمت نہیں پاسے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لِّلْفُقَرَاءِ الَّذِي أَحْصَوْا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْمُجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعَفُّفَهُمْ بِسْمِهِمْ لَا يَسْتَلُونَ النَّاسَ الْمَاعَاثَ وَالْمُسْتَقْرَارَ مِنْ حَيْثُ كَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۝۱۶۲ اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ کہیں ملک میں چلتے پھرتے کا امکان نہیں رکھتے۔ ناواقف ان کو تو گنگنیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لیٹ کر گھٹتے نہیں پھرتے اور جو مال خرچ کر دے بیشک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔

وَالْمَوْلَىٰ قَلْبِهِمْ، جن کی دھوکا نہ لے سب اور غلاموں کو اسلام کی طرف مائل کرنا جو ان سے اسلام کے لئے کوئی خدمت کی گئی ہو یا جن کے پردہ پیکرہ سے اسلام کو فوفا

مخالفت کرنے والے ملک کے اندرونی مخالفت و غیرہ ان تمام امور کو شامل ہے۔

والہن السبیل - مسافروں کی ذاتی مرد مسافروں کی دولت رسانی کے سامان کی تیار راستوں کی درستی ریوں اور مسافروں کی تعمیر و تامل ہے اس طرح اسلام نے تمام ملکوں کے طول و عرض میں یوں مسلمانوں کے قبضہ میں آئے سفرو سیاحت کی ہر افرائی کی، سرائوں، مسافروں، کمزوروں اور بھانڈوں کا وسیع سلسلہ قائم کیا، ایک غریب انسان اسپین کے کنارے سے چل کر ہندوستان کے ایک گاؤں تک آلاؤ اس کا سفر مفت پہنچاتا تھا۔

**نظام زکوٰۃ کی ضد سودی نظام ہے**

کیونکہ نظام زکوٰۃ کے توسط سے دولت گردش میں رہتی ہے لیکن سودی نظام سے ایک گروپ یا چند افراد کے خزانوں میں جمع ہوتی ہے باقی ملک اور افراد قوم منکون ہو جاتے ہیں غربت بڑھتی ہے افلاس میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **يَمْحَقُ اللَّهُ الْفَرِيضَةَ وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ** (۲۳) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقہ کو بڑھاتے ہیں۔

ایک سود خور اور دیگر شخصی دولت کے اضافہ کی عکس برتا ہے لیکن عوامی دولت کو برباد کر کے پوری قوم کو مفلس کر دیتا ہے اور انجام کار خود بھی اس کا سد کا شکار ہوتا ہے۔ ملک و قوم کو غلامی کی زنجیروں میں بکڑ دیتا ہے لیکن نظام زکوٰۃ سے قوم کے کمانے والے آزادی اور اعلیٰ طبقہ کی دولت کا استعمال نظام قائم ہوتا ہے ساری قوم خوشی اور برکت کی زندگی بسر کرتی ہے۔ سود خور اور دیگر تریس اور مفسد ہوتے ہیں اور کثیر مقدار میں ان کو قلیل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مدد دہ اور زکوٰۃ والے مستحق اور قانع ہوتے ہیں اور قلیل مقدار میں ان کو کثیر معلوم ہوتی ہے۔

استغنا اور قناعت کی فضا پیدا ہوتی ہے اور ہر شخص اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بن جاتا ہے حرص اور لامر نام کو بھی باقی نہیں رہتا۔ لیس الغنی من كثرة العین ولكن الغنی الغنی (الفقر - ۹) کثرت مال سے کوئی شخص غنی نہیں ہوتا بلکہ اصل غنی دل کی ہے نیازی کا نام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض افراد مریے سے ادا زکوٰۃ کے منکر تھے اور بعض کہتے تھے کہ زکوٰۃ نکالیں گے لیکن اس کو مدینہ نہیں بھیجیں گے اور بعض برین خیال زکوٰۃ کے ادا کرنے سے رک گئے کہ انھوں نے اسے ادا تو دے مگر کبھی بڑھ کر وہاں رہتے تھے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے۔ (۱۶۵) اس طرح آپ کے بعد عرب میں گروہ میں تقسیم ہو گئے (۱) مدینین نبوت کا ذریعہ اور اس کے پیروکار (۲) حرم اور مکہ کے غاصروں سے اسلام کے انکار کے اپنے آبائی دین کی طرف رجوع کر گئے اور (۳) ایک جماعت وہ تھی جو اسلام کی منکر تھی بلکہ وہ بوجہ زکوٰۃ اور ادا زکوٰۃ الی الاما کی منکر تھی اور رئیس قبیلہ ہونے کی حیثیت سے بطور خود اپنے قبیلہ میں زکوٰۃ تقسیم کر دی اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس مدینہ نہیں بھیجی۔ بنی ربیعہ والوں نے اپنے صدقات بھیجے تھے اور وہ ابوبکرؓ کے پاس بھیجنا چاہتے تھے لیکن ابوبکرؓ نے انھیں منع کیا اور اپنے قبیلہ میں تقسیم کر دی۔ صحابہ کا اختلاف انھیں مانع زکوٰۃ کے متعلق واقع ہوا لیکن میں حدیث سے صحابہ نے عدم قتال ثابت کیا ہے اسی حدیث سے حضرت ابوبکرؓ نے انھیں زکوٰۃ سے قتال کا جواب ثابت کیا (۱۶۶) یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگرچہ شورش کرنے والوں کے تین گروہ، تین مختلف وجوہات کی بنا پر بغاوت میں مصروف تھے لیکن

(۱۶۲) بخاری کتاب الرقاق، باب الغنی فی الفقر، جلد ۲، ص ۹۸۳، میرٹھ

(۱۶۳) طبری، جلد ۳، ص ۲۲۳، القاہرہ، تاریخ التمدین الاسلامی، جرجی زعلان، جلد ۱

ص ۹۸ - القاہرہ، دارالمدین

(۱۶۴) نیل الودار، جلد ۳، ص ۱۱۸

مال ان کا واحد تھا یعنی ریاست مدینہ کے اقتدار کے خلاف محدود تہدیتی اس لئے یہ تمام گروہ انجام کار جمیع نظر کرتے ہیں اور جب مانعین زکوٰۃ نے شکست کھائی تو طلحہ کے پاس یا کربج ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ مہاجر مالا کار کا کردار ادا کرتے ہیں اور مرکز عنان کو میدان جنگ میں اپنی مرضی کے مطابق آنے پر مجبور کرتے ہیں۔

### مانعین زکوٰۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منسلک ہیں تہذیب الوداع سے واپس ہوئے آپ بخار ہوئے گئے اور تمام جزیرہ مناسبت عرب میں آپ کی بیماری کی خبر مشہور ہو گئی تو یمن میں اسود بنی اسد میں میلہ کذاب نے علی نبوت بن کعباوت کردی اور آپ کے پاس حذیفہ بن اسد بن عقیلؓ کے بعد بنی اسد میں طلحہ اسدی مدعی نبوت کا ظہور ہوتا ہے لیکن آپ صحت یاب ہو چکے تھے۔ پھر آپ فرم میں دوبارہ بخار ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو گئی (۶۱)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ تہذیب ناک خبریں مدینہ پہنچی تو آپ شمال کی جانب سے حملوں کا سہراب کرنے کے لئے مدینوں پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے جنوب کے قفقوں کا مقابلہ آپ نے خطوط سے فرمایا اور شمال کی جانب پیش امام کو ترتیب دیا لیکن اسی دوران آپ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیت خلافت کے بعد آپ کی وفات کے دو روز بعد صبح کو اعلان فرمایا کہ پیش امام مدبر روانہ ہوگا اور اس پیش کے تمام افراد کو مقام حرج میں جمع ہو جائیگا جیسے اور اس کے بعد حدود تمام کی طرف پیش کو روانہ فرمایا (۶۸) آپ کی وفات کے بعد تمام عرب فریض اور تکلیف کے علاوہ اسلام کے خلاف کوشش ہو گئے ۱۱ قبائلی قبائل ہونگے، مطلقان اور بنو خزاعہ تو قبائلی مدینہ میں آباد تھے اس کا اقرار کرتے تھے کہ صلوة کی پابندی کریں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے جبکہ زکوٰۃ اسلام کی ابتدائی

ارکان میں شامل ہے۔ اس کی حالت بعینہ ایسی ہے جیسے مسلمانوں میں مال کا میضہ لیکن صدیق اکبرؓ نے پیش اسامی کی روایتی کے بعد صرف مدینہ کے دفاع پر اکتفا کیا اور جنوب کے قفقوں کا مقابلہ خطوط کے ذریعہ کرتے رہے اور جب مانعین زکوٰۃ نے مدینہ کوغالی پاکر حملہ کی ہرات کی توان کا منہ توڑ جواب دینے پر قانع ہوئے اور جب آپ نے پیش اسامی کی واپس پر رتو مدائی کے ستر دلی بعد موی صلی اللہ علیہ وسلم انشغلات کل کرنے تو ان مرتدین مانعین زکوٰۃ اور کذابین کو متحدہ القعد تصور فرمایا گیا وہ بڑے گروہ میں تقسیم کر کے گیارہ دستے آئی کے مقابلے پر روانہ فرمائے اور ان کے متفرق خیال ہوئے کا قطعی خیال نہ کیا۔ لہذا اس باب میں جہان مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کفایت کیا اپنا مستقل نقش ہو گا وہ علیحدہ بیان کریں گے۔ لیکن جہاں صدیق اکبرؓ ان کو متحدہ القعد تصور کر کے اجتماعی اقدامات فرماتے ہیں تو دوران پر مجبور مان کا ذکر ساتھ ساتھ ہوگا۔

### مانعین زکوٰۃ کے دلائل

ان کوئی کا استدلال یہ تھا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَصَلِّ عَلَيْهِمَ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّہُمْ** (۱) آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ کو پاک صاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے لاشعرب آپ کی دعا ان کے لئے موجب الطینان ہے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی صلوة صدقہ دینے والوں کے لئے باعث الطینان ہو۔ اس لفظ پر کسی کو زکوٰۃ نہیں دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین جبل کو یا مدروان فرماتے وقت فرمایا تھا کہ تم اہل کتاب ہیں سے جس قوم میں پہنچو پہلے اس سے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر دین ات میں پانچ وقت کی صلوة فرض کی ہے اور جب وہ یہ بات مان لے تو یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ

(۶۱) طبری، بلد، ص ۱۶۷، القاهرہ۔

(۶۸) طبری، بلد، ص ۲۱۱، القاهرہ

(۹۹) طبری، بلد، ص ۲۲۱، القاهرہ

(۷۰) البراء والہادیہ، جلد ۱، ص ۳۰۲۔

(۷۱) قرآن التوبہ آیت ۱۱: پ ۱۱۔ البراء والہادیہ، جلد ۱، ص ۳۱۱

لوگ زکوٰۃ میں اونٹ باندھنے کی کس بھی نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ان اعراب کا ایمان ابھی نہ آیا ہے۔ مکمل طور پر جب ایمان ان کے قلوب میں راسخ ہو جائے گا تو پھر یہ لوگ خود بخود زکوٰۃ دینا شروع کر دیں گے، ابن حزم ان لوگوں کے بابت لکھتے ہیں ”وظائف بقیت علی الاسلام ایضا الا انہم قالوا، فقیم الصلوٰۃ وشرائع الاسلام الا انہم لا یؤدی الزکوٰۃ الی ابی بکر ولا نعفی لاحد بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“۔ (۷۵) ایک جماعت اسلام پر قائم رہی لیکن انہوں نے کہا کہ ہم مولودہ اشراغ اسلام کی پابندی کریں گے مگر زکوٰۃ ادا نہیں کریں نہ ابوبکرؓ اور نہ کسی دوسرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زکوٰۃ دیں گے۔

حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کی تالیف قلوب کیجئے اور ان سے نرمی برتتے ہو تو وحشی قوم ہیں آپ نے فرمایا میں تم سے مدد کی امید کر رہا تھا لیکن تمہیں تو میری ہی تباہی کی نگر ہے۔ زمانہ جاہلیت میں تو تم بڑے مسعد تھے، اسلام میں تم سست کیوں بن گئے، کس ذریعہ سے میں ان کی تالیف قلوب کروں معاذ اللہ بتیں بناؤں یا مباد کروں، افسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے، وہی منہ ہو گئی، واللہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے ان سے جہاد کروں گا اگرچہ مجھے کوئی منع کرے (۷۶)۔ ”اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام نہ قد انقطع الوحی وندم الدین یقتضی وانی (۷۷) جاہلیت میں تم بڑے مسعد تھے اور اسلام میں سست پڑ گئے

نے مجھ پر سال بھر میں رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور جب وہ یہ بات بھی مان لے تو پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اہل استطاعت پر ہیبت اللہ کا بیج ختم کیا ہے اور جب وہ یہ بات بھی مان لے تو پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے انہماک پر صدمہ فرض کیا ہے جو تمہارے امراء سے کر تمہارے غریب کو دیا جائے گا اور جب حیات بھی مان لے تو پھر تم پر اس کی قیمتی جائیدادوں کی حفاظت اور اس کے مظلوموں کی داد دینی فرض ہے کیونکہ پھر اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی جاب اور پردہ نہیں ہے (۷۸) اس بنا پر یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم لوگ زکوٰۃ نکالیں گے تو اس کو مدینہ نہیں بھیجیں گے بلکہ خود اپنے قبیلہ کے غلاموں میں تقسیم کر دیں گے اور ان لوگوں نے اپنے وفود حرمہ لشکروں کے لئے بھیجنے شروع کر دیے اور تقریباً سب مدینہ والوں نے ان کو اپنے بہن بھائیوں کا انہوں نے پہلے مدینہ کے دوسرے ذمہ دار حضرت سہلؓ کو اور ان کو سہلؓ کے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے یہ شرط رکھی کہ مولودہ کی پابندی کریں گے جبراً زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ ان وفود کا تعلق بنی امیہ، غطفان، جہازن اور طے کے قبائل سے تھا۔ صحابہ تقریباً اس شرط کو ماننے پر تیار ہو گئے تھے لیکن صدیق اکبرؓ میں دوصلتیں کمال درجہ کی تھیں ایک صدق العزم اور دوسری رقت قلب، آپ نرم طبیعت کے ساتھ پختہ عزم کے مالک تھے اور مدینہ کی جنگی کا شوق جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفا میں اور عیش اسامہ کی روانگی کے وقت دیا تھا اس موقع پر بھی پختہ عزم اور کمال یقین کے ساتھ ان قبائل کے وفود کے شرط کو مسترد کرتے ہیں (۷۹)

صحابہ کرام اور حضرت ابوبکرؓ کی گفتگو  
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو حق پر راسخ کر دیا اور کہا کہ اگر یہ

(۷۲) خزانة البیان جلد ۸ ص ۱۰۹ کتاب الروایۃ الجلیہ، القابریہ۔

(۷۳) طبری جلد ۲، حصہ ۱، ص ۶۹۔

(۷۴) البدایہ والنہایہ، جلد ۲، ص ۳۱۱۔

(۷۵) الملل والنحل، ابن حزم، جلد ۴ ص ۷۹، ایضاً، مکتبۃ النبی۔

(۷۶) تاریخ الخلفاء، سیوطی، ص ۷۱۔

(۷۷) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، شاہ ولی اللہ ص ۸۱۔

جنگ و کی بندی ہو گئی ہے اور دین کامل ہو چکا ہے کیا دین میں نقص پیدا کیا جائے گا اور میں زندہ ہوں گا میری حیات میں دین اسلام کے کسی رکن یا فریضہ میں کمی یا نقصان پیدا کرنا ممکن نہیں ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو اس امر میں اپنے سے زیادہ سخت اور مستعد پایا (۸۸) امام نوکائی فرماتے ہیں، فافهم اهل البغی۔ یہ لوگ درحقیقت باطنی تھے اور ان کو مرتد صرف اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ مرتدین اور کفارین کی جماعتوں میں ہمارے گھس گھسنے تھے (۸۹) بعض متاخرین جو اہل علم سے بیعتل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جن لوگوں سے قتال کیا تھا وہ سب مرتد تھے، تسامح پر مبنی ہے کیونکہ یہ تاریخ کے بھی خلاف ہے اور عام ارباب علم و دقیقین کے بھی خلاف ہے۔ حضرت عمرؓ اور ابوبکر صدیقؓ نے اس معاملہ کے بھی خلاف ہے حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ آپ ان سے کسی طرح جنگ کر سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں حکم دیا گیا ہوں کہ میں لوگوں سے یہاں تک جنگ کروں کہ وہ لا اہل الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے لگیں اور جس نے یہ کلمہ پڑھا تو ان کا مال اور خون ہم پر منع ہو گیا۔ مگر ابوبکرؓ اور ان کے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا واللہ میں مولود اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والوں سے لڑنا۔ کیونکہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مگر ابوبکرؓ اور ان کے حق کے (۹۰) اس معاملہ کا تعلق مرتدین سے نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ابوبکرؓ میں حضرت ابوبکرؓ نے جواز ہدای کی دلیل میں ان کے مرتد ہونے کو نہیں بیان فرمایا بلکہ فان الزکوٰۃ حق المال۔ فرمایا (۹۱) لیکن بارئ علی کا انصاف ہے حقانی قَاتِلُوا وَاَقْمِرُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (۹۲) میں اگر یہ لوگ تو بہ کر لیں اور مولود

(۸۸) تاریخ الخلفاء مسبوکی ص ۱۴۹

(۸۹) نیل الاوطار، جلد ۴ ص ۱۰۹، القاموس۔

(۹۰) تاریخ الخلفاء مسبوکی ص ۴۴۔

(۹۱) کتاب العشر والزکوٰۃ، ص ۲۹۔

(۹۲) قرآن، التوبہ، آیت ۵، پ ۱۰۔

یہ قبائل اگر چہ ہمدت سے انکار کے ساتھ باقی ارکان اسلام کے اقرار کرنے والے تھے لیکن ان کی امداد علیہ کذاب (جو اسلام کی مخالفت ہی کا ٹھکانہ تھا) کر رہا تھا۔  
 درحقیقت انھیں زکوٰۃ تیجہ کے اعتبار سے مرتدین اور کذابین ہی کے منہ خوا تھے یہ لوگ ایک دن کے پردہ میں اسلام سے انکار کرنے والے تھے۔ صدیق اکبرؓ ان کی اس پال کو بھی طرح سمجھ گھٹے سے مجاہد کے پیش نظر ذمہ فقی مصلحت تھی ان کی نظر اتنی وسیع نہ تھی جتنی صدیق اکبرؓ کی تھی۔ ان کے انکار کے مضمرات سے انھیں طرح واقف تھے اور ان قبائل کی تیاری اور حملہ سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے ان قبائل کے ذوق کو بے نیل مرام واپس بلجھ دیا اور تمام اہل مدینہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں جمع ہوں اور تنبیہ فرمادی کہ ان کے ذوق دشمنی قلت تعداد و کثیر پیکے ہیں اپنے قبائل میں جا کر حالات بیان کریں گے اور دن یا رات کے کسی حصہ میں ہمدردی پر جملہ کریں گے ہم ان کے شرائط مسترد کر چکے ہیں۔ یہ لوگ مدینہ سے صرف ایک منزل پر ہیں لہذا ان کے مقابلے کے لئے تیار رہو (۸۸) اور مدینہ کے تمام ناگوں پر باقاعدہ نگرانی کے طوع پر علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کو متعین فرمایا۔ چنانچہ صرف تین راتیں گزری تھیں کہ مرتدین نے رات ہوئے ہی مدینہ پر حملہ کیا، صدیق اکبرؓ کو آگاہ کیا گیا اور نہایت جرات و استقلال سے ان لوگوں سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا اور خود ان لوگوں کے ساتھ جو مسجد میں پہلے سے جمع تھے اونٹوں پر سوار ہو کر مدافعت کے لئے روانہ ہوئے دشمن کا مقابلہ کیا اور ذی شمس کی ان کا تعاقب فرمایا۔ لوگ یہاں بطور ملک ایک جماعت چھوڑے ہوئے تھے ان کے ساتھ حملہ آور مل گئے ان لوگوں نے اپنی مدافعت میں مشکوں میں بواہر کر اور سیلوں سے باندھ کر اپنے پیروں سے ضرب لگائی اونٹوں کا دستہ اس حرکت سے بدک کر فرار ہوا اور مدینہ آکر ان اونٹوں نے دم لیا۔ دشمن اس جیلہ سے اگرچہ محفوظ ہو گیا اور ذی القعدہ میں اپنی جماعت کو اطلاع بھی دے دی کہ ہم نے

نے لئے ہیں، ہمیں واپس کر دیں گے اور بلا دل کرنے والی جنگ یہ ہے کہ انھیں انکے گھروں سے نکال دیا جائے گا (۸۹) صدیقؓ مزاج شناس نبوت تھے نبی کے بعد دینی کی حقیقت اور منشاء صدیقؓ ہی سمجھتے تھے اور مرتدین کی ہر بات کی حقیقت آپ کی دور رس نگاہیں تاثراتی تھیں اور اسی لئے آپ کا ہر فیصلہ وہ دین نتائج کا حامل ہوتا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "واللہ ایک چیز نبیؐ ایسی نہ تھی جس میں مرتدوں نے تکلیف کیا ہو اور میرے والد اس میں اسلام کے فوائد اور مصالح پر پوری طرح محفوظ نہ رکھتے ہوں" (۹۰)

## قبائل کا اجتماع

میش اسامہ کی روانگی للہ ریح الاول کے آخر میں کوئی تھی (۹۱) ان کے بعد ایک طرف قبائل کے ذوق مدینہ میں گھٹکوں معروف تھے۔ دوسری طرف خاص لوگوں کے علاوہ تمام قبائل غطفان، اسدہ اور طلیحہ اسدی مدنی نبوت کے ساتھ ہو گئے تھے اسدہ میں اور بنی خزاعہ امدان کے قریب کے غطفان طلیحہ کے جنوب میں جمع ہوئے تھے اپنے علاقوں کی سرحد پر اور تبلیہ بن سعد اور ان کے قریب والے قبائل مرہ اور میں رہہ کے مقام ابرق پر جمع ہوئے اور بنی کنانہ کے کچھ لوگ بھی ان سے آئے چونکہ یہاں سے باشندے اس قدر لوگوں کے بارے میں متحمل نہ ہو سکے اس لئے ان لوگوں نے اپنے آپ کو دو لہیوں میں تقسیم کر لیا ایک مقام ابرق اور دوسری ذی القعدہ بن گئی۔ اس طرح مدینہ کے غلاف ابرق اور ذی القعدہ دو مرکز قائم ہوئے طلیحہ مدنی نبوت نے جبال لیث، الدیل اور مدیج کو ذی القعدہ والوں کی مدد کے لئے بھیج دیا تاکہ ابو بکرؓ مرحوب ہو کر ان کے شرائط مانیں (۹۲)

مظالم کہے ہیں ان سے ان کا بدلہ لیا جائے گا اور جس قدر مسلمان شہید کئے گئے ان کا انتقام ان قبائل سے لیا جائے گا۔

(۲) مسلمانوں کی عزت قائم ہوئی اور مسلمان کا زہن سے خوفزدہ تھے اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے میدان میں نکل آئے اور اسلام سے وفاداری کا اعلان کیا اور زیادہ غلوں اور انتقامت سے اپنے اپنے قبائل میں جم گئے۔

(۳) دشمن کے قلوب میں رعب جم گیا اور ان میں خوف دہراس اور افزائری پیدا ہوئی اور یہ تبدیل اپنے کام سے انحراف کرنے لگا اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مدینہ پر کسی حملہ کرنے کی ان کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آزمندہ کے لئے میدان جنگ کا حق صرف حضرت صدیق اکبر کی مرضی سے ہونے لگا۔

(۴) مسلمانوں کے مالی قبائل کے سردار اور افراد کی صدقات لے کر مدینہ میں آمد شروع ہو گئی مہربان سے پہلے صفوان، زہقان اور مدی بن عامر اپنی جماعتوں کے ساتھ مسلمانوں کی حمایت کے لئے صدقات لے کر رات میں آئے اور صدیق اکبر کا دستار صحابہ کے دل میں اور مزید مستحکم ہوا اور غیر امتیازی طور سے کہنے لگے "طلح ما بشرت بالخیر" (۹۱) آپ تو ہمیشہ خوشخبری ہی دیا کرتے ہیں یہ انتہائی سخت وقت تھا مسلمانوں کے بہترین آزمودہ کار فارذ حبیش اسامہ بن جندبہ مدینہ میں نہایت قلیل مقدار مسلمانوں کی موجودگی ان کو نہایت کامیاب انداز سے دشمن کے علاؤ امتثال کر کے شکست دینا مصدقیت کی ایک ادنیٰ جھلک کی نشاندہی کرتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر کا ہر اقدام ان کی مصدقیت، مافوق الفطرت صلاحیت اور فیسی اہد ادا کا پتہ دیتی ہے، حبیش اسامہ کی روانگی، بانعین مکرہ کے شرائط کو مسترد کرنا اور ان کے رد عمل کا صحیح اندازہ لگا کر مقابلہ کی تیاری کرنا ان کی شجاعت سے شکست کھانا اور وقت ضائع کئے بغیر اسی رات میں دوبارہ تیاری کر کے دشمن کی

ابو بکرؓ کو شکست دے دی اور وہ خوشی میں ذی حسی بھی اُٹھنے ان کے حوصلے بڑھ گئے اور مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کا خواب دیکھنے لگے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر رات کے آخری حصہ میں مدینہ سے دشمن پر اس شان سے حملہ کیا کہ خود زیادہ تھے اور صبح کو دوبارہ ہونے سے قبل ہی دشمن کے سردار فیض مرقعہ پر چڑھ گئے تھے اور طلوع شمس سے قبل دشمن شکست کھا کر او و افراد اختیار کر چکا تھا۔ ذی القہر تنگ ان کا تعاقب کیا، نغان بن مرقعہ کو ان کے دستہ کے ساتھ ذی القہر میں متعین کر کے خود مدینہ واپس تشریف لے آئے (۸۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے سانچوں اور جہاد ای انصاری علیہ میں صدیق اکبرؓ کے کامیاب مقابلہ کی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ کامیابی نصیب فرمائی (۹۰)۔

**صدیق فیصلہ کے دور رس نتائج** (۱) محمد صدیقؓ میں اور بلاد اور بغاوت کے بعد یہ پہلی فتح تھی۔ صدیق اکبرؓ حضرت اسامہؓ کی واپسی کے متعلق تھے جو اس جنگ کے چند دن کے بعد واپس ہوئے اس لئے مرتبین کنز الدین اور سازشوں کے خلاف اقدامات نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن مدینہ کے قریب دیوار کے قبائل مسلمانوں کو کوزرہ سمجھ کر مدینہ کا قاصرہ کر کے حملہ آور ہوئے تاکہ اس کو زوری سے فائدہ اٹھایا جاسکے لیکن صدیق اکبرؓ کے بخت عزم اور یقین کامل کے سامنے ٹھہر نہ سکے، شکست کھا کر پاش پاش ہوئے۔ مدینہ کا قاصرہ ختم ہوا اور ان کے شر و فتنے مسلمان محفوظ ہوئے یہ لوگ شکست کھا کر اس قدر ذلیل ہوئے کہ جھلا کر قلم پر کرنا بدی اور انتقامی کاروائی شروع کی، بنی ذبیان اور حبش اور ان کے تقلید میں دیگر قبائل نے اپنے یہاں سے مسلمانوں پر اپنا حملہ کر کے ان کو شہید کیا۔ صدیق اکبرؓ نے ان مظالم کی اطلاع پاکر قسم کھائی کہ جن قبائل نے مسلمانوں پر

بزاخان کا ایک دفع حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا، آپ نے ان کو بلا دیا اور دلی جنگ یا رسوا کرنے والی صلح میں سے کوئی ایک بات قبول کرنا اختیار دیا، ورنہ نہ کہا تم بلا وطن کرنے والی جنگ کا مطلب تو سمجھ گئے مگر رسوا کرنے والی صلح کیا ہے؟ آپ نے کہا کہ ہم تم سے گولے پھینک لیں اور تمہارے اموال میں سے جو کچھ تمہارے ہاتھ آئے وہ غنیمت کے طور پر رکھ لیں گے اور جو کچھ تمہارے پاس سے تمہارے پاس جائے وہ تمہیں واپس کر دو اور تمہارے مقولین کی دیت ادا کرو اور یہ مانوں کہ تمہارے مقولین ایک ہی گناہ میں گئے۔ (۹۳)۔

کابل یقین اور پختہ عمر کے ساتھ آپؐ نے مسلمانوں کو شہید کا درجہ صحابہؓ سے تسلیم کر دیا اور مانعین زکوٰۃ سے کہا کہ تمہارے مقولین کی دیت بھی دینی ہوگی۔ اور تمہیں یہ عقیدہ بھی رکھنا ہے کہ جتنے آدمی تم سے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں وہ سب تمہیں ہیں اور تمہارے اموال ہمارے لئے مال غنیمت ہے چنانچہ جنگ کے بعد جو قبائل دوبارہ مسلمان ہوئے انھوں نے اپنے اموال اور امانی کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے اس کو تسلیم کر لیا اور ابرق اور اس تمام علاقے کو اس جنگ کی وجہ سے جو منکرین زکوٰۃ اور مسلمانوں میں ہوئی تھی زکوٰۃ کے جانوروں کی چراگاہ بنادیا اور ان چراگاہوں کو دوسروں کے لئے ممنوع قرار دیا۔ (۹۴)۔

یہ شان صدیقؐ ہے، اس سقیقت کو صرف حضرت ابو بکرؓ ہی سمجھے اور دیگر تمام نقیبہ صحابہؓ اس کے سمجھنے سے قاصر رہے اور انھوں نے اپنے اس غرور اور تعسیر کا بعد میں بیانگ دلی اقرار کیا اور باجسلی امت مانعین زکوٰۃ کا وہیبت قتل ہونا اگر ترک پر اصرار ہوتا تو ایک اجتماعی مسئلہ قرار پایا اور اس میں کسی کے لئے اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہتے دی۔

کامیابی کو خاک میں ملا دینا یہ وہ امور تھے جن میں حضرت صدیقؐ نے پختہ عمر یقین کامل، نہایت جہارت، استقلال، برات، دلیری، شجاعت اور استقامت کا ثبوت دیا اور ان میں اکثر مواقع پر صحابہؓ نے آپؐ سے اختلاف کیا لیکن صحابہؓ کو اپنے دلائل سے اپنی رائے کی کوشش کا حق انکار نہیں ملتا اور مزید بنایا اور صحابہؓ سے اصرار کر دیا چنانچہ ہر نقیبہ صحابیؓ نے اپنے رائے کی غلطی کا اقرار کیا اور یہ تسلیم کیا کہ صدیقؐ بھی رائے غلطی کرتے۔ اور ہم غلطی کرتے۔ اگر ہماری رائے پر عمل کیا جاتا تو اسلام کو تخریب ہوتا۔ صرف صدیقؐ نے اسلام کو تقویت بخشی اور ان اسلام کے رموز اور مصالح پر صدیقؐ ہی غی کے بعد زیادہ واقف تھے۔

خلافت کے بعد صرف ساتھ دن کے قلیل عرصہ میں نہایت کامیابی سے تمام صحابہؓ کے قلوب میں اپنی رائے کی عظمت قائم کی اور آئندہ کے لئے ہر قسم کی توقعات اور ہر مسئلہ کا حل صدیقؐ ہی کی ذات میں صحابہؓ کو نظر آنے لگا۔ مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنا نہایت نازک مسئلہ تھا لیکن صدیقؐ نے نہایت خوبی سے اس مسئلہ میں صحابہؓ کا اجماع منعقد کر دیا اور تمام صحابہؓ کو ان کے خلاف جہاد پر نہ صرف آمادہ کیا بلکہ ان سے یہ بھی اقرار کیا کہ مانعین زکوٰۃ کے تمام مقولین جنہم میں ہوں گے اور مسلمانوں کے تمام مقولین شہید ہوں گے اور دیت میں مانعین گئے (۹۵) اس طرح یہ بھی اقرار کر دیا کہ مانعین زکوٰۃ سے قتال مسلمانوں کے دو جماعتوں کے مابین قاذبہ جنگی نہیں بلکہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے حق کی جنگ ہے اور تا قیامت اس مسئلہ کو اہل صحابہؓ کے مابین لے کر دیا کہ نظام زکوٰۃ تا قیامت قائم رہیگا اور جو اس کو قاتل یا حمل کرے کہہ کر اٹھ کرے گا وہ نہ صرف دائرہ اسلئے خارج ہوگا بلکہ اس کے خلاف جہاد و قتال کرنا ہر مسلمان کا اس یقین کے ساتھ فرض ہے کہ اگر منکر نظام زکوٰۃ قتل ہوگا تو ہم بھی ہوگا اور اگر اس نظام کے نفاذ کیلئے جہد و جدہ کرنے والا قتل ہوگا تو وہ شہید کہلائے گا اور جنیت میں جائے گا۔

میں آپ سے وہی کہوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے عزمہ احمد کے موقع پر فرمایا تھا کہ آپ اپنی تلوار میان میں کیجئے اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر ہمیں درد مند نہ کیجئے (۹۸) لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا لا واللہ! لا اقل ولا یسکم بنفسی، اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا اور میں اپنے نفس کے ساتھ تمہاری عمر تواری قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ لٹکے کر ذی حسی اور ذی القصد روانہ ہوئے، مقام ابرق میں اہل زندہ پر حملہ کیا، عارث و عوف یہاں کے مردار تھے ان کو شکست دی۔ ثوبکر اور یحییٰ بن جوفہ زخمی ہو کر بھاگے۔ یزید بن ابی اسلمہ کو مغلوب کیا جن مسلمانوں کو انہوں نے شہید کیا تھا ان کا انتقام لے کر چند دن ابی بن قیس فرما کر مدینہ واپس ہوئے (۹۹) ابی بن قیس نے قریش قبائل سے جو یافین زکوٰۃ کے روپ میں آئے تھے اسلام قبول کرنے کے بجائے اسلام کی مصنوعی نقاب اپنے چہرے سے نوج کر چھینک دی اور ظلم کھلا بائی اور کافروں کی صفوں میں ہاکر مل گئے، ظلم اس وقت مقام زناخ میں مقیم تھا ان سے جاتے (۱۰۰) اس طرح ان عرب نے ایک نئی صورت اختیار کی اور وہ اشکال جو صحابہؓ کو پریشان کرتے ہوئے تھا کہ آپ کھد گئے کسی طرح جبار کس میں غم نہ ہوا، تفریق میں گئی۔ یافین زکوٰۃ مرتدین اور کذابین حول مقدمہ لئے ایک پیٹ قائم کر رہے ہوئے ان کے درمیان مکمل اتحاد پیدا ہو گیا لیکن صدیقیت یہاں بھی ان کو متحد نہیں ہونے دیتی اور خود ہی دوا رہی ذی القصد تشریف لاتے ہیں اس وقت تک امامہ اور ان کے ساتھی آرام کر چکے تھے اپنی فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم فراتے ہیں۔ یہ حقیقت حل کر سامنے آگئی ہے کہ یہ تمام شورش اور فتنہ انگریزی سامانی اور بازنطینی سازش کا نتیجہ ہے اور دنیا کی بڑی طاقتوں سے بالواسطہ برد آ رہی تھی جنہوں نے غفلت خزانوں

(۹۸) البدایہ والنہایہ، جلد ۹، ص ۳۱۵۔

(۹۹) طبری، جلد ۳، ص ۲۲۳۔ القاہرہ۔

(۱۰۰) ص ۲۲۵۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "فنی فریضۃ حکمتہ یکفر جملہما، ویعتد ما لہما لکذا فی محیط السرخسی۔"

(۹۵) زکوٰۃ فریضہ حکم ہے اس کا انکار کرنے والا کافر ہے اور اس کا منع کرنے والا قاتل کیا جائے گا امام شافعی فرماتے ہیں: "والواجب علی الوالی ان یومعوا رجل من المسلمین شیثانی مالہ ان یتجاهد علیہ؟" (۹۶) والی پر واجب ہے کہ اگر کوئی مسلمان اہل مال میں سے کچھ روک دے تو اس سے جہاد کرے۔

اس طرح اس باب میں فقہ کے اصول حضرت ابوبکرؓ کے مہجوں منت ہیں اور یہ اسلام پر حضرت ابوبکرؓ کا بہت بڑا اور عظیم احسان ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی صالح معاشرہ اور مملکت کی بقاء زکوٰۃ کے مرکزی نظام پر قائم ہے اور ان کے بغیر اسلام ایک غیر فعال اور غیر موثر دین رہ جاتا ہے۔

انہیں زکوٰۃ کی مصنوعی نقاب

مسلمانوں کو شکست کھانے کے بعد شہید کرنا شروع کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قسم کھائی تھی کہ ان کے ظالم کا بدلہ ان قبائل کو ضرور دیا جائے گا اسی اثنا میں حضرت اسامہؓ اپنے ہم کو کل کر کے جادی الاذنہ سراج میں اپنے جہم کی روانگی کے شروع بعد واپس ہوئے ہیں، آپ حضرت اسامہؓ کو مدینہ پر اپنا قائم مقام بھیجا کہ خود دوبارہ ذی القصد کی روانگی کا ارادہ کرتے ہیں تاکہ ان قبائل سے مغلوب مسلمانوں کا انتقام لیں، صحابہ کرامؓ نے اس موقع پر آپ کو منع کیا کہ آپ خود نہ جائیں اور کسی کو اس کام کے سلف امور فرمایا لیکن حضرت ابوبکرؓ تلوار نکالے مدینہ سے ذی القصد کی طرف روانہ ہوئے حضرت علیؓ آپ کی سواری کی باگ روک کر بگنے لگے یہاں جا رہے ہیں، اسے خلیفہ رسول اللہؐ

(۹۵) فتاویٰ عالمگیری، کتاب الزکوٰۃ جلد ۱، ص ۱۴۔

(۹۶) کتاب الشر و الزکوٰۃ ص ۱۵۔

تھے۔ لیکن ہر موقع پر ان کو شکست کھانی پڑی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو بھام موت قتل کر دیا گیا (۱۰۱) اور وہاں سے اہل شام اور قیصر کے ساتھ غبار ابلوا واسطہ مرکز آرائی شروع ہوئی ہے اس کے جواب میں جنگ موتہ پیش آیا (۱۰۲) پھر تبوک کا سفر وہ سلسلے میں پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شام میں رومیوں نے کینز قلعہ کر لیا ہے۔ ہرقل نے اپنے ساتھیوں کو ایک سال کی تنخواہ دے دی ہے اس کے ہزار قبیلہ فتح و جفا و حار و دشان کو بھی لایا گیا ہے۔ اور اپنے مقدمہ الحیض کو البقاء تک بیچ دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور قبائل عرب میں قاصد بھیج کر ملک طلب کی انصار و قبائل عرب کے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق روانہ ہوئے لیکن تبوک کے بغیر جنگ کے واپس ہوئے (۱۰۳) جنگ موتہ میں زمین غارتہ شہید ہوئے تھے اس کا بدلہ لینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عہدہ دم کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زید کو بلایا اور فرمایا اپنے باپ کے قاتل پر عباد اور کفار کو پھیل دو میں نے اس لشکر پر تعین والی بنا چاہی صبح سورے اہل اپنی پرحلہ کرو اور ان میں ہلنگ لگا دو اور اتنا تیز چلو کہ خبروں کے آگے ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ تعین کامیاب کر دے تو تم ان لوگوں میں بہت کم ٹھہرو، اپنے ہمراہ دھبوں کو لے لو، خجروں اور جاسوسوں کو اپنے آگے روانہ کر دو (۱۰۴) لیکن آپ کی حیات میں اسامہ بن زیدؓ روانہ نہ ہو سکے اور حضرت صدیقؓ نے اسے اسامہ بن زیدؓ کو اپنی جگہ پر روانہ کیا اور کامیاب واپس آئے اور اعراب پران کا یہ اثر ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد مسلمان کُرد رہتے تو ہرگز شام کی طرف اہل دم

سے دیاست مدینہ کے نظام حاصل کو مفلوج کر دیا تھا جو لوگ ظاہر اسلام کے مدعی تھے جب انھوں نے زکوٰۃ سے انکار کیا تو کیا جو حکم کھلا باغی مرتد اور مدعی نبوت یا ان کے پیروکار تھے وہ حضرت ابوبکرؓ کو وہ حاصل ادا کرتے ہو ان کے ذمہ واجب الادا تھے و صدیقؓ اگر نہ ہاتھ تھے کہ یہ صرف ایک دین کا انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ اسلام کے ہی سرے سے منکر ہیں۔ اور انہیں زکوٰۃ کا طریقہ کے ساتھ لینے کے بعد یہ عقیدت کھل کر سامنے آگئی کہ گوکہ ظہور اسلام کے وقت میں بحرین و جزیرہ میں کسری ایران کے گورنر مقرر تھے اور یہ گورنریاں اسلام اور دیاست مدینہ سے متعلق کر چکے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسری اپنی عملداری میں اس قسم کے انقلاب کی اجازت دے سکتا تھا؟ کیا اس کے متعین کردہ گورنر کے خوف و خطر علاقہ تکمیلش اسلام ہوں اور اس کی طرف سے کوئی ردعمل نہ ہو؟ کیا کسریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے احکامات نافذ کر کے بالکل مطمئن ہو کر بیٹھ گیا تھا؟ اور اس کے نتیجہ میں گورنر خود مسلمان ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی تعمیل شروع کر کے کیا ہے اس کسریؓ کی حکم عدولی کو مستحکم نہیں ہے؟ لیکن تاریخ کیوں خاموش ہے؟ کیا شمالی عرب میں عرب دوم پر حملہ آمد ہوں اور قیصر تماشائی بن کر بیٹھ سکتا ہے؟

یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مدینہ ہی میں جنگ بدر کے بعد مقابلہ شروع ہو کر لڑائیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور یہود کے تین قبائل میں سے ایک کو قتل اور دو کو غیر کی طرف ملک بدر کر دیا گیا تھا پھر سراسر میں اہل قیصر پر قبضہ کر لیا جاتا ہے اور تمام شامی ان کو غیر میں سکونت کی اجازت دی جاتی ہے یقیناً نہ کسری خاموش بیٹھ سکتا ہے اور نہ قیصر خاموش رہ سکتا تھا اور نہ یہود اور نصاریٰ تماشائی بن سکتے تھے۔ ان تمام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات مبارک میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر موقع پر انھوں نے سازشیں تیار کیں

(۱۰۱)	طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۲۸	بیروت
(۱۰۲)	" "	"
(۱۰۳)	" "	"
(۱۰۴)	" ص ۱۹۵	"
	" ص ۱۹۰	"



## حضرت صدیقِ دفاعی لائنِ نمبر سپر | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

حیات مبارکہ میں جو دفاعی قدم  
ہیش اسامہ بن زید کے ذریعہ اٹھایا تھا اسی نڈاز پر حضرت صدیقِ قریب (دفاعی قدم  
اٹھاتے ہیں اور نہ کس باقی فتنہ کو کچلنے کے لئے دوبارہ ذی القعدہ تشریف لاتے ہیں۔  
ذی القعدہ مدینہ سے ایک منزل کی مسافت پر بجانب نجد واقع ہے یہاں اپنی فوج کو گیارہ  
دستوں میں تقسیم کر کے گیا رہ نشان دے کہ ہر دستہ ایک امیر کی قیادت میں حیدر آباد  
مصب کو آگیا کہ جہاں جہاں سے گزریں وہاں کے طاقتور مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیں  
اور کچھ کو علاقوں کی حفاظت کے لئے متروک کر کے چھوڑ دیں۔

یہ قدم اس وقت اٹھایا جب اسامہ اور اس کی فوج نے اپنے سواہیوں کو آگام  
دے لیا اور تازہ دم ہو گئے اور صدقاتِ مدینہ میں اس قدم وصول ہوئے کہ مسلمانوں کی  
مزدورت سے بچ گئے چاروں اطراف ان گیارہ دستوں کو روانہ کر دیا۔

(۱) ایک نشانِ فکر مدینہ بن ابیہل کو دیا اور مدینہ کے مقابلے میں روانہ کر دیا۔

(۲) ایک نشانِ خالد بن ولیدؓ کے تفویض ہوا اور ظہیر کے مقابلے میں روانہ کیا  
اور جب یہاں سے فارغ ہو جائیں تو انک بن نویر سے لڑیں۔

(۳) ایک نشانِ حجاز میں ابی امیر کو ملا اور مدنی کذاب کی فوجوں کی طرف روانہ  
کر دیا نیز قیس بن مشکوح اور دوسرے اہل یمن کے مقابلے میں ہوا اہتمام سے ہر  
پیکار تھے اہماء کی مدد کریں اور ان سے فارغ ہو کر کندہ کے مقابلے کے لئے  
حضرت موت پہلے جائیں۔

(۴) ایک نشانِ خالد بن ولیدؓ کے سامنے کو دیا گیا جو اسی زمانہ میں یمن سے اپنی خدمات  
چھوڑ کر آئے تھے ان کو حقیقتیں تو شام کی سرحد پر پہنچا دیا۔

(۵) ایک نشانِ عمرو بن العاصؓ کو دیا اور قنصاعہ، ولیدہ اور عمارش کی جمعیتوں  
کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا۔

(۶) ایک نشانِ مزید بن غنم بن العنقانی کو دیا اور ان کو اہل دبا کے مقابلے  
پر بھیجا۔

(۷) ایک نشانِ عرف بن ہرثہ کو دیا اور ان کو مہرہ جانے کا حکم دیا اور ہایت  
کی کہ دونوں مہرہ میں ایک جامع ہو جائیں لیکن جو علاقہ ان کے پیردہ گئے  
گئے ہیں ان میں ایک دوسرے پر امیر ہوں گے۔

(۸) ایک نشانِ طریف بن حاجز کو دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ بنی سہیم اور ان کے  
ساتھ جو اہل دبا کے مقابلے پر جائیں۔

(۹) ایک نشانِ سوید بن مقرن کو دیا اور حکم دیا کہ وہ یمن کے علاقہ تہامہ میں  
ایک نشانِ طاء الخضری کو دے کہ ہجر میں جانے کا حکم دیا۔

(۱۰) ایک نشانِ حمزہ کو مکہ میں بنی ابیہل کے بھیجے روانہ کیا اور حکم دیا کہ یہاں سے  
خارج ہو کر قنصاعہ کے مقابلے پر جانا اور مدینہ سے جنگ کے موقع پر غریب اپنے  
رحماء کے آؤ اور امیر ہوں گے۔

یہ امر ذی القعدہ سے اپنی اپنی سمت روانہ ہو گئے اور ہر سردار کی فوج اس  
سے جالی (۱۱۲) اس طرح کذا میں اور مدینہ سے عام جنگ کے آغاز کے لئے اسلامی لشکر  
کو مدینہ کے مشرق شمال، مشرق اور جنوب کی طرف روانہ کیا، کذا میں اور مدینہ کے  
دس گروہ تھے ان کے مقابلے میں لشکر اسلام کو گیارہ دستوں میں منقسم فرماتے ہیں ان میں  
خالد بن ولیدؓ کو مدد و شام میں باز نسطیوں کے مقابلے میں روانہ فرمایا اور ہایت فرمادی  
کہ مہرات کی نگرانی کریں اور جنگ میں پہلے نہ کریں۔ ہیش اسامہ کے کامیاب حملہ اور  
داسپی کے بعد ہر قل نے سرحد اسلام پر فوج ڈال دی تھی۔ دوسری طرف ایران اپنی  
عملداری میں اسلام کو کچلنے کے لئے مرکز حمل تھے۔ جیسا کہ پہلے وضاحت کر دی  
گئی ہے۔ جریرہ عرب کو سرحد ایران اپنے عملداری میں شمار کرتا تھا۔ البتہ شمالی عرب

قبول کرنے کے بعد اس سے گراہی اور اندھے پن کی طرف نہیں لوٹے، میں سب لوگوں کے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ہم ان تمام چیزوں کا اقرار کرتے ہیں جو آپ کے لئے اور جو شخص اس کا شکر ہے ہم اس کی تکبیر کرتے ہیں اور اس سے جہاد کرتے ہیں۔ اے بعد! اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو اپنی طرف سے حق کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف بشیر و نذیر اور حق کا داعی اور چراغِ فروزاں بنا کر بھیجا تاکہ جو لوگ زندہ ہیں آپ ان کو ڈالیں اور کافروں پر اللہ کی جنت تمام کر دیں، اللہ نے جس کو توفیق دی اس نے یہ امر حق بخوش قبول کر لیا اور جس نے اس سے پشت پھیری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ بھی طوعاً یا کرہاً اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گیا اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دہائے اٹھایا۔ آپ اللہ کے امر کو ناذر کر چکے تھے اور آپ پر جو کچھ فرض تھا اس کو پورا کر چکے تھے، اللہ اس بات (و قات نبی) کو اپنی کتاب کے ذریعے محمد رسول اللہ اور تمام اہل اسلام کو صاف طور پر بیان کر چکا تھا اللہ نے فرمایا اِنَّكَ هِيتَ وَ اَخُوهُ هِيتُونَ، جسے شک آپ بھی مرنے والے ہیں اور دوسرے بھی مرنے والے ہیں اور اللہ نے فرمایا وَ مَا جَعَلْنَا لَكَ قَبْلَكَ الْخُلْدَ اَنْ تَكُنْ مِنَ الْخَالِدِينَ فَتَنْتَفِخُ مِنْ اَنْفِكَ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْتُمْ عَلَى اَعْقَابِكُمْ وَ هُمْ يَتَّقِلُونَ عَلَى قَبَائِلِهِ فَلَنْ يُغْنِيَ اللَّهُ شَيْئاً وَ سَيُعْزِي اللَّهُ الشَّكِيْرِيْنَ

پس جو شخص محمدؐ کو پورا کرنا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ مرنے والے ہیں جو شخص نہ لگا کر پوتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی کرنے والا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی،

ایک معاہدہ کے تحت ہر بڑی عظیم قوم کے ماتحت تھا شروع میں کسریٰ ایران نے ان طاقتوں سے اپنی فوج واپس بلالی تھی اور غزوہ موتہ میں رومیوں سے مسلمانوں کی براہ راست ٹکرائی ہوئی جو مسلمانوں کے لئے خلاف توقع فتح تھی ابو بکر صدیقؓ وقت اور سیاست کے تقاضے کے پیش نظر مدینہ میں کما نڈرا نجف کی حیثیت سے قیام پزیر ہوئے اور فوج کی نقل و حرکت کی نگرانی اور اس کے لئے احکامات و ہدایات جاری کرتے رہے۔

## اعلانِ عام

ایک اعلانِ عام فوج کے ہر دستہ کو الگ الگ دیا اور ہر ایک فرد کی رباہیوں اور دشمنوں کو جنگ سے پہلے اس کو تمام جنت کے طور پر پیش کیا جانے، جس کا اگر یہ لوگ تاب ہو جائیں اور اسلام کی اطاعت قبول کر لیں تو ان سے جنگ نہ کی جائے ورنہ پھر جنگ ہی فیصلہ کرے گی۔

حضرت صدیقؓ کی یہ تحریر نہایت اہم ہے جس سے آپ کی سیاسی بصیرت مزید دہشت پر روشنی پڑتی ہے۔ اسلام کی اصل روح اس میں سمودی ہے اور یہی صدیق کا کمال ہوتا ہے لوگوں کی تنگی پر مصارع پر ہوتیں ہیں لیکن صدیق کی تنگنا صرف دنیوی اور ظاہری نبوت پر مبنی ہوتی ہے۔ یہی وہ حق ہے حضرت صدیقؓ کے دور خلافت میں ایک بھی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کردہ اصولوں سے ہٹ کر نہیں کیا گیا۔ اور تمام استغاثی امور اپنی غلطی پر رہنے دیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم فرما چکے تھے اور آپ کے ایک عامل کو بھی نہیں ہٹایا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل بیت اور دوسرے کو کوئی حق نہیں پہنچا کہ اس کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابو بکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان تمام عام و خاص لوگوں کے نام جن کے پاس میری یہ تحریر پہنچے اور جو اسلام پر قائم ہوں یا جس سے رد گردان ہو گئے ہوں سلام ان پر جنھوں نے ہدایت کی پیر دی کی اور ایک مرتبہ اس کو

اس کو نہ غمخوئی آتی ہے اور نہ غم، وہ اپنے امر کی حفاظت کرنے والا ہے اپنے دشمنوں سے بول لینے والا ہے اور وہ اس کو اس دشمن کی سزا دے گا اور اس تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اس سے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس سے اپنا حصول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا اتباع کرو، اس کے دین کی کسی کو مضبوطی سے پکڑو، کیونکہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا وہ گمراہ ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ صاف نہیں کرتا وہ مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے جس شخص کی مدد اللہ نہیں کرتا وہ رسوا ہوتا ہے جس کو اللہ نے ہدایت دی وہ راہ راست پر آیا اور جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: **مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىٰ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ بَازِىءٌ** پھر اس کا دنیا میں کوئی فعل نہیں کیا جاتا ہے اور نہ اس کے برابر کی کوئی چیز۔

تم میں سے جو لوگ اسلام کا اقرار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد اپنے دین سے پھر گئے ہیں غم کو ان کی اطلاع پہنچی ہے۔ ان لوگوں نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ وہ اللہ کے متعلق غلط فہمی میں ہیں اس کے امر سے باہر ہیں اور انھوں نے شیطانی کام از پر لپیک کہا ہے۔

اب میں انصار و مجاہدین اور تابعین باہمان کے لشکر کا فلاں فلاں کو امیر بنانا تمہارے پاس بھیجتا ہوں میں نے ان کو مکہ فرمایا ہے کہ وہ اس وقت تک کسی سے قتال نہ کریں اور نہ قتل کریں۔ جب تک کہ اللہ کی طرف اس کو دعوت نہ دے دیں، اس دعوت کو جو شخص لپیک کہے گا، اقرار کرے گا، اپنی شرارت اور فتنہ انگیزی سے باز آجائے گا اور نیک عمل کرے گا یہ میرا فائدہ اس کو قبول کرے گا اور اس کی مدد کرے گا لیکن اس کے برخلاف جو شخص انکار کرے گا تو میں نے حکم دیا ہے کہ اس سے قتال کرنا جائز ہے جب یہ دشمن با حق تک جائیں تو ان کو لگ میں جیسا لائے، ان کو قتل کر کے ختم کر دے اور ان کی عورتوں اور اولاد کو گرفتار کرے اور اب سوائے اسلام کے ان سے کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ پس جو لوگ ان میرے نمائندوں کا اتباع کریں گے تو وہ ان کے

لئے بہتر ہوگا اور جو ان کی بدواہ نہیں کرے گا وہ اللہ کو ذرا عاجز نہیں کر سکتا میں نے اپنے نامہ رسول کو حکم دیا ہے کہ میری یہ تحریر تم لوگوں کے ہر شخص میں پڑھ کر سنائی جائے (۱۱۳)

**عہد نامہ** لشکر روانہ ہوا تو ان کے آگے آگے یہ نامہ پھیل رہے تھے جو اس تحریر کو لئے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق کا یہ اعلان تو مرتدین کے نام تھا جس سے قتال کرنے کے لئے یہ لشکر روانہ ہو رہا تھا اس کے علاوہ خاص امرائے فوج کے نام آپ نے عہد نامہ اللہ تحریر فرمایا تھا جس میں ان کے فرائض و واجبات بتائے گئے تھے اور جنگ کے سلسلہ میں ان کو خاص خاص احکام و ہدایات دیئے گئے تھے اس میں میری بات باطل صاف صاف کہی گئی تھی کہ ان مرتدین سے اسلام کے سوا کوئی دوسری چیز مقبول نہیں ہوگی اور خود مسلمانوں کے ساتھ نرمی و مہلطفیت کا برتاؤ کرنے کی تاکید تھی (۱۱۴)۔

**احکام جنگ** یہ فرمان ابوبکر علیہ السلام کی طرف سے فلاں شخص کے لئے لکھا گیا ہے جب انھوں نے اسے مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مرتدین سے لڑنے کے لئے روانہ کیا ہم نے امر کو بھی اس شرط پر منسوب کر دیا ہے کہ وہ دلی میں اور اطالیہ جہانگاہ کے لشکر کے معاملہ میں اللہ سے ڈرے ہیں گے اور مرتدین کے مقابلہ میں غلوں و نیت کے ساتھ پوری سعی کریں گے اور ان سے اللہ کے لئے لڑیں گے۔ مگر اس سے پہلے وہ ان کو اپنی اصلاح کا موقع دیں گے اور اسلام کی دعوت دیں گے تاکہ اگر وہ اسے قبول کریں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے گا اور اگر وہ انکار کریں تو تو ان پر پورس کر دی جائے یہاں تک کہ وہ پھر اسلام نہ آئیں تب ان کو ان کے حقوق اور فرائض بتائے جائیں جو ان پر واجب الادا ہو وہ وصول کیا جائے اور جس کے وہ مستحق ہوں وہ ان کو دیا جائے

اس مقابلے میں ان کو ہرگز جہالت نہ دی جائے اور جب تک یہ اعراض حاصل نہ ہو سکیں مسلمانوں کو جہاد سے واپس نہ بلایا جائے جو شخص اللہ عز و جل کی بات کو تسلیم کر کے اس کا اقرار کرے اس کے ایمان کو قبول کرے چنانچہ کے ساتھ دین پر قیام کے لئے اس کی مدد کی جائے ان لوگوں سے بھی جہاد کیا جائے جو حضرت اللہ کے پیام کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے انکار کرتے ہیں۔ البتہ وہ اگر ہماری دعوت کو قبول کر لیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ ان سے آخرت میں حساب لے گا اگر انھوں نے نفاق سے کام لیا ہوگا۔ البتہ جو طائفہ طور پر اللہ کی دعوت کو رد کرے اسے جہاں اور جس طرح سے ہو سکے ذلت سے محال کر دیا جائے اور اسلام لانے کے سوا کوئی دوسری شرط اس کی قبول نہ کی جائے جو اسلام کا اقرار کرے اسے مسلمان سمجھا جائے اور اسی طرح کا سلوک کیا جائے اور جو اسلام لانے سے انکار کرے اس سے جنگ کی جائے، اگر اللہ تعالیٰ دے تو مرتدین کو تلواریں اور آگ سے بڑی طرح ہلاک کر دیا جائے اور جو مال غنیمت و مہتاب ہوا اس میں سے پانچواں حصہ علیحدہ کر کے باقی کو شرکاء جہاد میں تقسیم کر دیا جائے اور پانچواں حصہ میں بھیج دیا جائے۔

امیر کو لازم ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کو صلہ بازی اور خاد سے روکے اور ان میں کسی غیر آدمی کو تلافی کیس کی صلاحیت کا پورا علم نہ ہو جائے شامل نہ ہونے لے کیونکہ بمبادوہ دشمن کا ہا سوس ہوا اور اس طرح بے خبری میں مسلمانوں پر کوئی حملہ ہو جائے سزا اور قیام میں مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے اختیار کرے ان کی خبر گیری کرتا رہے اور ایسا نہ کہ ایک جماعت کو دوسری جماعت سے پہلے دشمن کے مقابلہ میں لڑا دے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بڑا اور گفتار میں ہمیشہ خوش خلقی اور لطف لہجہ اختیار کرے (۱۱۵)۔

ان ہدایات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوراندیشی، بلند خیالی اور قابلیت

**ختم نبوت قرآن اور حدیث کی روشنی میں**  
 قرآن میں ان اللہ تعالیٰ انبیاء  
 اور صل کے نبوت کی خبریں  
 پہلے ان لئے والوں کے لئے سخت عذاب مقرر فرماتے ہیں۔ انبیاء اور رسول کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں اس طرح بہت سے رسل اور انبیاء نبوت فرماتے اور ہر نبی نے اپنے بعد والے نبی اور رسول کی بشارت سنائی ہے کہ وہ زمانہ آگیا جبکہ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول نے آخری نبی کی بشارت سنائی ہے کہ اس اسم مبارک احمد ہے (۱۱۶) چنانچہ پورا نبی انجیل مترجم عربی مطبوعہ لندن ۱۳۲۵ھ کے پودوں میں باب میں ہے کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارغیت تمہارے پاس نہ آدے، پس اگر میں جاؤں تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا، فارغیت احمد کا ترجمہ ہے اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کرتے ہیں۔ صلی علیہ السلام نے عربی میں ان احمد فرمایا تھا۔ جب یونانی میں ترجمہ ہوا تو یہی کلو طوس لکھ دیا جس کے معنی احمد کے ہیں۔ پھر جب یونانی سے عربی میں

ترجمہ ہوا تو اس کو فارق علیہ کر دیا گیا اور بعض عربی نسخوں میں اب تک باب اک الحمد للہ ہے (۱۱۷۱) اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلی وحی کی تصدیق اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دیتے ہیں لیکن قرآن مجید کو شروع سے آخر تک پڑھ لیا جائے تو اس میں کہیں کسی بعد میں آنے والے نبی کی بشارت نہیں ملے گی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں کوئی اشارہ بعد کے آنے والے نبی کی طرف نہیں صرف وحی سابقہ کی تصدیق یگانہ کیلئے ضروری قرار دیتے ہیں اور اپنی اتباع کا پابند فرماتے ہیں اور آپ کے بعد کسی وحی کے جاری رہنے کی کوئی نشاندہی نہیں فرماتے (۱۱۷۲)۔

اگر آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول درخواہ شرعی ہو یا غیر شرعی ظلی پہلو رکھتی مبعوث ہوتا تو ضروری تھا کہ قرآن اس کی صفات اظہار علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا، لیکن قرآن میں ایسا انداز قطعاً اختیار نہیں کیا گیا بلکہ یہ حکم ہوتا ہے کہ اس کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی ہے۔ جو اپنے سے قبل کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے (۱۱۷۳) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو تمام انسانیت کے لئے عام قرار دیتے ہیں۔ آپ نہ صرف عرب کے لئے بلکہ تمام عربی اہل فارس، روم، کالے گورے اور سرخ و سفید صوبہ کے لئے مبعوث ہوئے ہیں (۱۱۷۴) حدیث بخاری میں آخرین منہم کی تفسیر فاس سے کی گئی ہے اسی وجہ سے آپ نے مدینہ منورہ میں فاس اور روم اور دیگر سلاطین عالم کی طرف دعوت نامے ارسال فرمائے۔ حضرت قتادہ اور دوسرے بہت سے علما درج فرماتے ہیں کہ آخرین منہم سے بھی اور غیر عرب میں سے وہ لوگ جنہوں نے آپ کی تصدیق کی ہے مراد میں ایک دوسری روایت میں ہے کہ شیش مہری امت کے

مردوں اور عورتوں کے پشت در پشت ایسے لوگ ہوں گے جو بعثت میں پیغمبر حساب داخل ہوں گے اور آپ نے اسکی شہادت میں آخرین منہم پر کسی کے آخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو امت محمدیہ میں قیامت تک آنے والے ہیں (۱۱۷۱) لہذا آپ کا دائرہ نبوت و بعثت قیامت تک آنے والی تمام نسلوں پر محیط اور شامل ہے اور آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت اور گنجائش نہ رہی۔ اگر کسی نبی یا رسول کی گنجائش باقی رہتی تو آپ پر ضرور اس کی بشارت امت کو دیتے تاکہ امت اس سے انکار کرے گراہ نہ ہو جائے لیکن اس کے برعکس آپ فرماتے ہیں۔ افتقدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ (۱۱۷۲) میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتدار اگر اگریں اور رسول کی آمد کی گنجائش باقی ہو تو یہ حضرات ضرور اپنی نبوت اور رسالت کا اعلان فرماتے کیونکہ ان کے ناموں کی حدیث میں تصریح موجود ہے اور اس زمانے کے عام فضا کے تحت نبوت کا دعویٰ بھی کر سکتے تھے لیکن ان حضرات نے نہ صرف یہ اپنی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ انھوں نے نبیوں کے خلاف جہاد کیا اور ان کو قتل کیا یا نائب ہوئے پر مہمور کیا اس سے صاف واضح ہو چکا ہے کہ صحابہ کے وہم و خیال میں بھی کسی بعد میں آنے والے نبی کا تصور موجود نہ تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک امت کو پیش آنے والے تمام اہم معاملات کو ایک ایک کر کے نہایت وضاحت و صراحت کے ساتھ سمجھایا اور آمین دہ آنے والے فتنوں اور ان کے بڑے بڑے قائدوں کے پورے نشانے اور پتے تلا کر ان سے محفوظ رہنے کی تدبیروں کی تعلیم فرمائی۔ وہ جانوں کے آنے کی خبر اور ان کے شر سے محفوظ رہنے کی تدبیریں بیان کیں۔

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه سيكون لى لعنة كذا ابون  
لثنون كلهم يزعمون انه نبى وانا خاتم النبیین لانى بعدى - (۱۱۷۳)

(۱۱۷۱) تفسیر بیان القرآن، اشرف علی تھانوی العف آیت ۶۔

(۱۱۸) قرآن، آل عمران آیت ۳۱۔ النسا آیت ۱۳۶۔ البقرہ آیت ۲۸۵۔

(۱۱۹) البقرہ، آیت ۱۲۱۔

(۱۲۰) الحجہ، آیت ۲۔

(۱۲۱) ابن کثیر، ج۲ آیت ۶۔

(۱۲۲) ترجمہ، مناقب ابی بکر الصدیق، جلد ۲، ص ۲۰۶، دہلی الجہانیا۔

(۱۲۳) ابوداؤد، کتاب الفتن، جلد ۳، ص ۴۱۳، القاہرہ۔

کہ وہ قائم الانبیاء ہو گئے اور اس کا نام ناجی احمد ہوگا (۱۲۰) آیت میں محمد فرمایا اور پہلی کتابوں میں احمد کے نام سے آپ کو یاد فرمایا۔ دونوں ایک ہی مسمیٰ کے نام ہیں۔ جو کہ قائم الانبیاء ہو گئے۔ اب اپنے اہمام اور دینی کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو، آپ تمام افراد انبیاء کے وجود پر مبنی ہیں اور نبوت کا مستحکم اور مزین مصل بالکل مکمل ہو چکا ہے اور کسی غیر تشریف علی اور برزخی نبی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی انسان کو ذہنی اور فکری غلامی سے ہمیشہ کے لئے قرآن کے ذریعہ نجات مل چکی ہے علم نبوت کی مدد سے ہر شخص آزاد ہے اور یہ دین متین عرف نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ لوگ اس میں داخل ہو کر ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے جو بنی نوع انسانی کے پاس اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کے مبعوث ہونے میں اس کی اجماع ضروری ہے۔ اور دین و دنیا، معاش و معاد میں اس سے روش حاصل کرو۔ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَذَكَرَهُ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ** (۱۲۸) اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرک کیسے یہ نافرمان ہوں۔ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ**۔ دیکھیے باللہ شہید ۱: (۱۲۹) اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب فرماوے اور اللہ کو اپنی کے لئے کافی ہے۔

ان آیات میں دین اسلام کو تمام اولین و اعلیٰ تمام مذاہب پر غالب کرنے کا وعدہ فرمایا اور بشارت اور گواہی دیتے ہیں کہ یہ غلبہ ضرور متحقق ہوگا۔ اب یہ وعدہ جب ہی پورا ہوگا کہ دین اسلام کے بعد کوئی دوسرا دین نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نویں سے مری پہلے آپ نے فرمایا آئندہ میری امت میں کسی سخت جھوٹے پیدا ہو گئے ان میں سے ہر ایک اپنے متعلق گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب نبیوں کے آخر میں آیا ہوں میرے بعد کوئی ہی نہیں سیدہ کذاب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر فرمانے سے قبل بیشتر لوگوں میں بڑی بے یگانگیاں ہو رہی تھیں۔ ایک دین آپ نے غلبہ دیا اور مرد و ستاد کے بعد فرمایا جس شخص کے پاس سے تم زمانے کی کر رہے ہو۔ وہ ان میں جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا، جھگڑے، جھگڑے اور دھماکے سے پہلے آئیں گے (۱۲۳)۔

نبوت کا دعویٰ دودھ سے ہوا، ایک عجیب سازش اور دوسرے وہ سمجھتے تھے کہ نبوت تو یہی نوع بنش چیز ہے۔ متبعین نے بڑی بڑی فیتنوں کے لالچ میں ان کی تصدیق کی حالانکہ یہ قبول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی نے اسلام کے لئے تکلیف نہیں اٹائی اور آپ کے بعد میرے نہ ناکفہ نہ تکالیف برداشت نہ کتب میں ہر جا کہ عرب میں اسلام کا چراغ روشن ہوا اور ایک اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آئندہ چل کر لوگوں میں تنہا کیوں نہ تذبذب کریں گے (۱) اولاد کو ذکر کے ذریعہ ورثہ باقی بنی، حکومت (۲) صحت پر عمل کر کے زحمت کی تکذیب (۳) نبوت کا دعویٰ، امامت ہدایت بھی اس میں شامل ہے قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں میں

**قُرْآن کا اعلان ختم نبوت**  
**مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ دِينٍ مِّنْ دِينِ اللَّهِ وَأَخَاهُ**  
**الَّذِينَ دَخَلُوا فِيهِ يَتَّبِعُونَ مَا تَوَكَّلَ عَلَيْهِمْ** (۱۳۵)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے آپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم ہیں۔ قرآن میں ختم نبوت کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے تقریباً سو سے زائد آیات ہیں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے (۱۳۶) حضرت یعقوب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھی

(۱۲۳) مشکل الآثار، الطحاوی، جلد ۴، ص ۹۰۔

(۱۲۵) قرآن العرب، آیت ۴۰۔

(۱۲۶) ختم نبوت۔ مفتی محمد شفیع ص ۸۲۔

(۱۲۷) تھامس کیری، مسیوٹی، جلد ۱، ص ۲۵۔

(۱۲۸) قرآن التوبہ، آیت ۳۳، اصف آیت ۹۔

(۱۲۹) النع، آیت ۲۸۔

تبیہ یہ ہوتا ہے کہ ہر تہذیب اپنے لئے بنیادی اصول کے نئے پیمانے وضع کرتی ہے دوسری طرف دین کی استواریاں ایک خاص طرح کا تعین چاہتی ہیں اور ایمان و عمل کی جنگی اس بات پر موقوف ہے کہ جس شے کے ساتھ خود اہل مکہ کا عمل کر دی گئی وہ قیامت تک مل مال قائم ہے اس طرح دین و شریعت جس دور میں ابھرتی ہے اور ترقی کرتی ہے اور جس معاشرہ کی اصلاح و رہنمائی کی خاطر عقائد و رسوم کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ اس کی رعایت خاص طور سے کی جاتی ہے۔ تمام رسول اول سے قائم الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین مکہ کی بنیادی مقاصد و نبوت تین امور رہے ہیں۔ دو قال اللہ بیان طریق موصول الی اللہ اور بیان حال مدعوین بعد و حصولہم الی اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا اور وہ راستہ بیان کرنا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا جاسکے اور اس دعوت کے قبول کرنے والوں کے انجام کا بیان کہ اس دعوت پر عمل کرنے کے بعد ان کو کیا حاصل ہوگا یہ تین بیانیے ہر ملت میں ہر رسول کی زبان مبارک سے بیان کئے گئے ہیں اور بیان شافی وانی کے ذریعہ لوگوں نے اپنے رب یعنی اللہ تعالیٰ کو جہ صفات و افعال کے مفصل طور پر پہچانا۔ گو بارگہ جاد حق سبحانہ و تعالیٰ کو عینا مشاہدہ کرنے لگے (۱۳۱) لیکن ایک ہی آدم و حوا کی اولاد ہونے کے باوجود ہزاروں پھیلنے والی نسل انسانی قدیم زمانے میں ذرائع معیشت کی ضرورتوں سے جب پہلوں سے پھر مٹی اور شتر داروں سے دوسری دوسری ملکہ جاہلیستی تو پھر اپنے قدیم وطن سے تعلق رکھنے کی ضرورت یا موقع بہت ہی کم پیش آتا تھا لیکن تو ذرائع نقل و حرکت کی کمی کی تھی دوسرے ہر مقام اپنی ضرورتوں کے لئے جو زیادہ تر لباس و غذا پر مشتمل ہو تیں تو دکائی ہوتا ادا کج کی طرح ایسا نہ تھا کہ ہر کوئی اپنی کسی نہ کسی ضرورت کے لئے دوسروں کا محتاج نہ ہو کہیں غلہ نہ ہو کہیں لباس نہ ہو کہیں لوہا کوئلہ یا ایندھن نہ ہو کہیں کاغذ کا نوادہ نہ ہو اس کا نتیجہ تھا کہ قدیم انسان میں بین الاقوامی اور بین الممالک تعلقات ناہمید تھے۔

تمام ادیان و مل کے بعد تشریف لائے ہوں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: **يُنْفِذُ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَقِيلَ مِنَ الْآخِرِينَ (۱۳۱) اور يُنْفِذُ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَيُنْفِذُ مِنَ الْآخِرِينَ (۱۳۱)** دونوں آیات میں آخر میں سے مراد امت محمدیہ ہے جو ماضی ختم نبوت کا اعلان کرتی ہیں **أَلَمْ تَكُنْ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَتَسْبِغْهُمْ بِالْآخِرِينَ (۱۳۲)** اس آیت میں اولین سے مراد پہلے امتوں کے کفار اور آخرین سے اس امت کے کفار مراد ہیں اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آپ کی امت آخری امت ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا (۱۳۳) اور آپ اپنے زمانہ اور بعد میں آنے والے سب مسلمانوں کے لئے یکساں رسول ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اننا رسول من ادرك حيا ومن يولد بعدى (۱۳۴) آپ نے فرمایا کہ میں ان کا بھی رسول ہوں جو اب زندہ ہیں اور ان کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔

## ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت تاریخی اعتبار سے

ہر دین ایک خاص تاریخی ماحول میں ابھرتا ہے مخصوص اور متعین حالات کی روشنی میں ترقی کرتا ہے۔ اب اگر یہ تاریخی ماحول بدل جائے اور ان اقدار کی اہمیت میں فرق آجاتا ہے۔ جس کی روشنی میں اس نے تقویت کی منزل طے کی تھیں تو ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ ارکان اور بنیادی تصورات کی قدر و ثقلت از روئے حق کم پڑے گی۔ معاشرہ چونکہ بامداد نہیں ہوتا اور تہذیب و تمدن ہر دور میں نئے نئے روپ اختیار کرتا رہتا ہے اس کا لازمی

(۱۳۱) القرآن، الزلزال، آیت ۱۲-۱۳

(۱۳۲) " آیت ۳۹-۴۰

(۱۳۳) " المزلزلہ، آیت ۱۹-۲۰

(۱۳۴) تفسیر ابن کثیر، المزلزلہ، آیت ۱۹-۲۰

(۱۳۵) منزل العال، جلد ۱ ص ۱۰۱

بنیادی مقصد متحد ہونے کے باوجود دینی بقوی اور ملاتی ہوتے تھے۔ من الکوئی اور عالمگیر نہیں۔ اس طرح ہر دین ایک خاص تاریخی ماحول میں ابھرا۔ مخصوص وقتیں حالات کی روشنی میں ترقی کرتا اور ان کی تعلیم کسی برہمن، کسی فیرجی، اٹھل، کسی فیراب سے متعلق ہی نہ ہوتی تھی اور ہر نئی معاشرہ اور نظام اجتماعی کے اصلاح اور تربیت کے لئے اپنے زمانہ اور حالات کے مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک خاص شریعت لاتے رہے۔ معاشرہ چونکہ جاہد نہیں ہوتا اور اجتماع انسانی ایک ضروری اور ناگزیر ہے انسان کو بغیر اجتماع کے پارہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی صورت بخشی ہے جس کی حیات و بقا پر خدا کے متصور نہیں اور اس میں قدرت نے ایسی قدرت و ولایت فرمائی ہے۔ جس سے وہ اپنی غذا کی تلاش اور اس کے حصول کے اسباب ہیا کر سکے۔ لیکن تہا انسان اس سے قاصر و عاجز ہے کہ وہ خود اپنی غذائی ضروریات کو ہم پہنچائے اور اپنی حیات کو قائم رکھے اس لئے انسان اپنے ہم جنسوں کی کثیر تعداد کے براہ عمل کر رہے اور ان کی ادائیگی دوزی حاصل کرنے کا سامان ہیا کرنے اور ایک دوسرے کے تعاون و مدد کا محتاج ہے۔ اس لئے نوع انسانی کے لئے اجتماع لاہری ہے (۳۷) اور اس کے بغیر نہ اس کا وجود ممکن اور نہ اللہ تعالیٰ کی منشاء و مشیت آبادی۔ عالم اور خلافت انسانی کا ظہور ممکن ہے اس نظام اجتماعی کی اجتماعت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور رفتہ رفتہ اس کے حدود میں وصحت آتی رہی اور ایک نقطہ پر آکر یہ نظام اجتماعی مزید کمالات و مزین کا تقاضا کرنے لگا جو وسیع اقوام کے درمیان انصاف و امن کا فضاء بن جو مختلف اقوام کے درمیان ربط پیدا کر سکے لیکن یہ تعلقات اس وقت اور زیادہ اہمیت کے حامل ہوئے بیکہ پر قبیلہ اپنے عروج پر پہنچ کر طاقت ور بنا اور دوسرے قبیلہ کے مد مقابل کھڑا ہوا اس طرح ایک ملک دوسرے ملک اور ایک سلطنت دوسرے سلطنت کے مقابل آگئی۔

عہد ہوی کے آغاز پر جمہات پسند عرب تاہر ایک طرف حبش و مرشام کو تو

دوسری طرف چین و ایران و ہند کو کاروان لے جایا کرتے تھے۔ بڑے جہاز بنانا انسان سیکہ چکا تھا مشرق کا سامرا مال تجارت، مٹلے فاس اور زہر عرب کی عربی بندرگاہوں سے کمر پہنچ کر یورپ جاتا تھا اور یورپ سے مشرق کی طرف مکہ ہی سے گزرتا۔ کمر بیکہ کاری کا یہی بین الاقوامی مرکز بن چکا تھا (الف) اس طرح اب نظام اجتماعی نے دوسری شکل اختیار کی اور ایک بین الاقوامی اصول و احکامات کا تقاضا کرنے لگی تاکہ ان ملک و سلطنتوں کے مابین عدل و امن قائم ہو اور انسان انسان کا استعمال نہ کرنے پائے یہ حالات ایک ایسے بین الاقوامی ضابطہ حیات کا تقاضا کرتے گئے جو مکمل، ناقص اور ناقص نہ ہو، دائمی ہو و قدیم ہو تاکہ انسانی زندگی جو اقوام و ملک کے اختلاط سے مضطرب تھی اور فقر و فساد کی وجہ سے فنا کے دروازے پر کھڑی پریشان و سرگردان تھی سکون و اطمینان کا سانس لے اب جی کو بھی نقص امکان اور نقص بازمان ہونے کے بجائے ایسا ہونا ضروری تھا جو معتدل اور مستقل علم و سرور ملک ہوں یا گرم ملک، شہری باشندے ہوں یا غارت بدکش، گورے ہوں یا کالے، عربی بھلی یا عجمی، رومی یا ہندوستانی سب کو ایک مرکز پر دوبارہ جوڑنا اور سب کے لئے بنیادی دین لانا ممکن ہو تعلیم میں یکجہا اور اقل قلیل بنیادی فرائض و ارکان دین کا کام دے سکے اور سب کے لئے یکساں ہو دنیا کو اس ذہنی غلامی سے نجات دلار انسانی ذہن کی صحت مند بائیدگی کے لئے کھینچے و اسے نواح کو دور کر دیا جائے۔ اور انسان کو عقل، فکر، نظر، بصر، سمع، تقف، تدبیر، شعور، مزین و غیرہ سے خود کام لینے پر آمادہ کیا جائے تاکہ اب وقت قوانین یا ممکن ضابطہ حیات انسانیت کے اضطراب کا حل نہیں بن سکتا تھا نہ اس کے ذریعہ علم و قدس سے کچھ ممکن تھا۔ انسانیت کے اس کرب، بیخ و بکار پر رب العالمین کے رحمت ابدی موج زن ہوئی اور رحمت للعالمین کے ذریعہ اپنی دائمی رحمت اور مکمل ضابطہ حیات سے انسانیت کو نوازا قرآن نازل فرمایا جو خود دینی ہونے کے ساتھ اپنی ذات پر خود گواہ ہے۔



اسلام وحدت انسانی کو مہدائیاں قرار دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْلُقُكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ وَبَثَّ فِيهِمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَبِئْسَ مَا يَكُونُ لَكُمْ** (۱۲۹) اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو نفس واحد سے پیدا کیا اور اس نفس واحد سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْلُقُكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَنَسَاءٍ وَجَعَلَكُمْ مِنْهُ ذَوَّاءِلَ يَخْرُجُونَ“ (۱۵۰) اے لوگو! تم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف فائدان بنایا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سبیں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اس طرح اسلام انسان کی ہر نسل کو برابری کے ساتھ ہی پیدا دینا مقصد مذہبی قیمل پر رکھتا ہے۔

جنی آدم اعفائے یک دیگر اند کہ درآ فریش زیک جو ہر اند

چو عضوے بدرداورد درنگار دگر عضو را منہ قدسار (۱۵۱)

اس میں شک نہیں کہ اسلام سے بہت پہلے عیسائیت نے بھی انسانی مساوات کا سبق دیا لیکن یہ امر کہ نوع انسانی ایک جسم نالی ہے۔ عیسوی دینا کی سوجھ بوجھ نہ آیا۔ دورت انسانی کا ایک جز تصور موقوف تھا۔ مگر دینی مہدے کے کراب بھی مکی صورت حال کچھ ایسی ہے کہ یہ تصور پاپ کے دل و دماغ میں جاگزین نہیں ہو سکا۔ برعکس اس کے دینی قومیت کے نفوذ نے جس کا ساڈا زور نام نہاد قومی خاص پر ہے دینے انسانیت کا جو عنصر مغربی دنیا اور میں کام کر رہا تھا بدربد رہا ہے لیکن اس سے کسی قدر مختلف عالم اسلام کی تبلیغ یہاں وحدت انسانی کا خیال نہ تو محض کوئی فلسفیانہ تصور تھا نہ شاعرانہ خواب، اتحاد انسانی

آپ پر قائم ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد کسی نبی کی گنجائش نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انجمنوں نے مسلمانوں کو ایسا قانون عطا کیا ہے جو مہمیں انسان کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ایسی آزادی کا تہہ دکھا ہے کہ کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سرنا لازم نہ کیا جائے اور وہ انجائی اور ایسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی آپ کے بعد کسی ایسے اہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کو کٹر مسلم ہو۔ اس پر ہتاکہ دراصل اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بیعتیں مقرر کر رکھی تھیں ایک بیعت اسلام کے دوران کے ساتھ نفوس قحی جو بلائی رنگ میں ظاہر ہوئی اور دوسری کی شان کی منظر قحی اور دوسری بیعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہان نام احمد کے ساتھ وابستہ تھی۔ آخری زمانہ میں حضور در کائنات کے ایک خادم اور نائب کے ذریعہ مقرر تھی۔ یہی وہ بیعت ہے جسکی طرف قرآن مجید کی سورۃ جوعش ایت آخر میں مہم لہا یلحقوا بکم کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے (۱۲۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر فیروز روحانیت میں ایک نبی کے پیدا کرنے کی صلاحیت تھی۔ اگر آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی پیدا نہ ہو سکے تو آپ کی روحانیت نامکمل رہ جاتی۔ ان الفاظ میں درحقیقت یہ مدعی نبوت یہ اعلان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں آخری نبی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مجھ پر فخر ہو گئی اور ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے کوئی دوسرا نبی پیدا نہیں ہو سکا اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق قوت کو صرف ایک نبی کی پیدائش تک محدود کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار کرتا ہے لیکن خود پیغمبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قہم نبوت پر متصرف ہوتا ہوا ہے (۱۲۸) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قہم نبوت و تقیص کتاب ہے

(۱۲۷) علی علیہ السلام، مجلس فلام احمدیہ۔ گیارہواں سالانہ اجتماع، مونیٹر

۱۹۹۷ء، ص ۱۳۔

(۱۲۸) اقبال اور سیاست ص ۳۲۱۔

(۱۲۹) قرآن، النساء ایت ۱

(۱۵۰) قرآن المرات، ایت ۱۳۔

(۱۵۱) گلستان سعدی۔ باب اول، سیرت بادشاہان، حکایت ۱۔

مقرر ہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ تَعْلَمُ اَللّٰہِ حکم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے دین کو بہرہ و جوہ کامل فرمادیا۔ ذہنی اور فکری غلامی سے آزادی دی اور آپ کے بعد اس امت کو نہ کسی نے نبی کی ضرورت ہے اور نہ کسی نے دین کی یہ آیت امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت اور انعام ہے دین کو کامل فرمایا اب امت محمدیہ نہ اور کسی دین کی محتاج ہے اور نہ کسی نبی کی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام الانبیاء بنایا اور تمام بین و بشری ملف معوث فرمایا (۱۵۵)۔

دین الہی کبھی ناقص نہیں تھا، بلکہ ہمیشہ سے کامل تھا اور تمام شرائع الہیہ اپنے وقت کے لحاظ سے بالکل کافی اور مکمل تھیں مگر اللہ تعالیٰ پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ شریعت تو آج کامل ہے وہ کل کافی نہ رہے گی اور اس لئے وقت متوزنہ پر پہنچ کر اس کو منسوخ کر دیا جاتا تھا۔ لیکن آخر زمان بعثت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی شریعت کامل بھی جو ہر زمانہ کے اعتبار سے کامل ہے اور اس کے قیامت باقی رہنے کا حکم فرمایا۔ حاصل کلام یہ کہ پہلی شریعتیں بھی کامل تھیں مگر ایک وقت مخصوص ہر ایک کے لئے اور یہ شریعت قیامت تک کے لئے کافی اور کامل ہے۔ اور اسی معنی کی بناءً اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ تَعْلَمُ دین تکمیل فرمایا گیا (۱۵۶) یہ اہمیت اور اہم ہے اور اس کا زمانہ آخر زمان بعثت ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی معوث نہ کیا جائے گا۔ ہر دین الہی اور شریعت الہیہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے کامل تھے اور اس زمانہ کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بالکل کافی و کافی تھے البتہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ آئندہ کس زمانہ میں بوجہ انقلاب حالات یہ شریعت اور قانون آئندہ نسوں کے لئے کافی ہوگی اور اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین اور شریعت بھیجے جائے گی ہمدیکہ الہی یا بشری ان دادیں سماویہ کا کمال صرف اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے تھا اور یہ دین تین ہیں کو تمام الانبیاء علی اللہ علیہم السلام کے بعد معوث ہوئے قیامت تک کے لئے ہدایت دہرہری کا حقیقہ ہے

کے لئے کسی خاص نفسیاتی اساس کی مجتوبہ ہی کا مریاب ہو سکتی ہے جب اس حقیقت کا ادراک ہو جائے کہ نوع انسانی ایک حیت ہے اور اس کی زندگی اصلاً روحانی ہے ۱۵۲ اسلام کا ظہور استقامتی عقل کا ظہور ہے اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہارا پر زندگی بسر نہیں کر سکتا اس کے شعور ذات کی تکمیل ہوگی تو پہلی کہ وہ اپنے مسائل سے کام لینا سیکھے۔ پہلی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوا کی تسلیم نہیں کیا یا موردی یا دشنامت کو جائز نہیں رکھا، یا بار بار عقل و تجربہ پر زور دیا یا عالم فطرت اور تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لئے کہ ان سب کے اندر ہی نکتہ مضمر ہے کہ انسان اپنے مسائل سے کام لے اس کے قولے فکر و عمل بیدار ہوں اور وہ اپنے حالات و احوال کا آپ جواب دہ ٹھہرے۔ کیونکہ یہ سب تصور قیامت ہی کے مختلف پہلو ہیں (۱۵۳) اس لئے اگر ہم عقیدہ قسم بخت کو مان لیا تو گویا یہ عقیدہ بھی ان یا کہ اس کسی شخص کو اس دعوے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ مافوق الفطرت مرتبہ سے ہے لہذا ہمیں اس کی حالت لازم آتی ہے۔ قیامت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے جس سے اس قسم کے دعووں کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور انسان کے باطنی واردات اور اقوال کی دنیا میں بھی علم کے نئے نئے رستے کھل جاتے ہیں کہ ہم ان کا مطالعہ عقل و فکر اور تعلیمات نبوت کی روشنی میں کریں اور عقل و فکر سے کام لیتے ہوئے اس پر آزادی کے ساتھ تعقید کریں۔ اس طرح عقیدہ قسم بخت نے ذہن اور فکری غلامی سے انسانیت کو آزاد کیا۔ انسان کے اندرونی تجربات میں علم کی نئی راہیں کھول دیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لالہ فطرت کی تمام قوتوں سے الوہیت کا لباس اتارتا ہے اور انسان کے بیرونی تجربات میں تہذیبی شاہدہ کی روح پیدا کرتا ہے (۱۵۴)

(۱۵۲) تشکیل جدید الہیات، پشانیہ، ص ۲۲۳۔

(۱۵۳) " " " " اقبال، پنجواں خطبہ، ص ۱۹۳۔ ۱۹۴۔

(۱۵۴) اقبال اور سیاست فی ص ۳۱۹۔

(۱۵۵) ابن کثیر سورہ مائدہ ۲۰، آیت ۲۔

(۱۵۶) تفسیر کبیر قرطبی الرازی، سورہ مائدہ، آیت ۲۔

”وَأَسْأَلُكَ لِلنَّاسِ رَحْمَةً“ اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف  
غیر بنکر بھیجا ہے۔ ”إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشَرٌّ لِلْعَالَمِينَ“ (۱۶۲) یہ قرآن دنیا جہاں والوں کے  
لئے بس ایک نصیحت ہے۔ ”تَبَرُّكَ الَّذِي تُكَلِّمُ الْعُقَرَاءَ عَلَى عُقْدِهِ وَيُكَلِّمُ الْمُنْتَفِينَ  
نَدْفِيرًا“ (۱۶۳) بڑی مالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کیا کہ کتاب اپنے بندہ خاص پر  
نزل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ ان آیات سے واضح  
ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت تمام انسانوں کے لئے ہے اور آپ ان کی طرف مکی  
بنکر بھیجے گئے ہیں۔ خواہ وہ کلمے ہوں یا کورسے، سرخ ہوں یا سفید، جی ہوں یا ناخن  
حرلی ہوں یا غبی، مشرقی ہوں یا غربی، خواہ آپ کے زمانہ نبیات میں موجود ہوں  
یا قیامت تک پیدا ہوں اور آپ کے بعد اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں، خواہ  
وہ تشریفی ہوں یا برہنہ و نبی اور نہ کوئی اب مبعوث ہوگا آپ کا ارشاد ہے ”اَنَا رَسُولُ  
مِنَ الدُّنْيَا وَمِنْ دُونِهَا“ (۱۶۴) میں ان لوگوں کے لئے بھی رسول ہوں  
جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے ہی جو میرے بعد پیدا ہوں گے آپ  
کی نبیعت عامہ ہے۔

”وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَذَا الْقُرْآنَ لِأَنَّكَ رَكِبَ وَمَنْ بَلَغَ“ - (۱۶۵) اور میرے  
پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے تم کو اور  
جس جس کو یہ قرآن پہنچے سب کو ڈراؤں۔ اس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی  
شریعت موجود اور حاضر لوگوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ قیامت تک جن لوگوں تک

اس کا کمال غیر موت اور ہمیشہ کے لئے ہے جس طرح پہلے انبیاء خاص خاص مدت اور خاص  
خاص لوگوں کے لئے مبعوث ہوئے تھے ان کی نبیعت نہ بقدر زمانہ کے عام تھی اور نہ اعتبار  
انسانوں کے طبقات کے عام اور سب پر محیط تھی۔ اسی طرح ان کی شریعتیں بھی ہمیشہ کے  
لئے نہ تھیں لیکن اس سے نہ انبیاء کی توہین ہوتی ہے اور نہ پہلے ایمان و شراعت کا  
ناقص ہونا لازم آتا ہے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تمام نبی و انس کی طرف  
قیامت تک کے لئے مبعوث ہوئے اسی طرح آپ کا دین بھی قیامت تک کے لئے کافی  
اور کامل ہوا۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبیعت عام ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اَتِيْتُكُمْ بِحَقِّ الَّذِي فِيْكُمْ مِّنْكَ التَّحْفِيزِ  
وَالْاَوْحٰی (۱۵۸) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول  
ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین پر ہے۔ وَمَا اَسْأَلُكُمْ اِلَّا الْاَكْفَانِ فَيَكْفِيْكُمْ بِمَا لَكُمْ  
(۱۵۸) اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے غیر بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری سننے والے  
اور ڈرانے والے۔ جمیع اور کائنات سے یہ بیان کرنا مطلوب ہے کہ آپ دنیا کے تمام موجودہ  
فسلوں اور آئندہ فسلوں سب کے لئے رسول ہیں اور اب آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا  
آپ کا ارشاد ہے ”بعثت الی الناس كافة“ (۱۵۹) میں تمام بنی نوع انسان کی طرف  
مبعوث کیا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَمَا اَسْأَلُكُمْ اِلَّا الْاَكْفَانِ فَيَكْفِيْكُمْ“ (۱۶۰)  
آپ تمام عالم والوں کے لئے رحمت ہیں اور آپ کی نبوت و رسالت تمام انسانوں کے لئے عام ہے

(۱۶۱) قرآن، النساء، آیت ۵۹۔

(۱۶۲) قرآن، الاحزاب، آیت ۱۵۸۔

(۱۶۳) سجاد، آیت ۷۸۔

(۱۶۴) الزمر، آیت ۱۔

(۱۶۵) کنز العمال، جلد ۱، ص ۱۰۱۔ ملاؤ الدین علی السنی۔

(۱۶۶) قرآن، الانعام، آیت ۱۹، پ ۷۔

(۱۶۷) قرآن، الاحزاب، آیت ۱۵۸۔

(۱۶۸) سجاد، آیت ۷۸۔

(۱۶۹) خاصہ بکری، جلال الدین سیوطی، حصہ ۱، ص ۱۳۔

(۱۷۰) قرآن، انبیاء، آیت ۱۰۷، پ ۱۷۔

ایک راہ تجویز کریں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔

اس آیت کے تحت کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء اور رسولوں پر بلا فرق ایمان نہ لائے اور اسی وجہ سے انبیاء سابقین ہمیشہ اپنے بعد کئے والے نبی کی اطاعت کا حکم دیتے تھے۔ اب اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوتا تو افراتفری ہو یا فتنہ تشریفی، برہمروی ہو یا غلی اس کی اطاعت تمام امت کے لئے ضروری ہوتی امت کی نجات اس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع پر منحصر ہوتی اور آپ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی نہ ہوتا۔ جبکہ آیات سابقہ آپ پر ایمان لانے کو نجات کے لئے کافی قرار دیتے ہیں لہذا جو شخص بھی آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی دنیا میں تجویز کرے گا وہ آپ کی توہین اور قرآن کی آیات کی تکذیب کرنے والا ہوگا اور وہ آپ کو کفر کے داعیین کے بجائے عالم دالوں کے لئے باعث زحمت قرار دیتا ہے اس طرح مدعی کاذب خود نافرمان بنتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَنْ يُضَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا يَنْبَغِي لَهُ الْفَعْدَىٰ (۱۶۸) واضح ہدایت کے بعد جو رسول کی نافرمانی کرے گا مومنین کی راہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ اختیار کرے ایسے شخص کو جہنم داخل کیا جائے گا۔ کیونکہ رسولوں کو پیغمبر اسی لئے جانا ہے کہ لوگ اس کا اتباع کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ سبیل مومنین کی اتباع کا حکم دیتا ہے اور اس سے پہلے پر سخت ترین وعید فرماتے ہیں لہذا اب آپ کے بعد نہ نبی کی ضرورت باقی نہیں اور نہ مبعوث ہو سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کا عہد و میثاق اپنے رسولوں اور انبیاء سے لیتے ہیں کہ اگر ان کی حیات میں محمد رسول اللہ مبعوث ہو گئے تو ان انبیاء اور رسولوں پر آپ کی تصدیق فرض ہے اور ایمان لانے کے باوجود بھی ان کی امتوں پر واجب ہے کہ وہ بھی آپ پر ایمان لائیں، اسی بنا پر آخر زمان میں حضرت عیسیٰ آپ کی شریعت پر آئیں گے اگرچہ حضرت عیسیٰ اپنے حال پر نبی اور رسول ہوں گے (۱۷۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن پہنچے ان سب کے لئے جہت ہے اور آپ کی دعوت تمام اقوام عالم کے لئے ہے اور آپ میں الاتواری اور بین المللی نبی اور رسول ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ كَانُوا كُفْرًا (۱۶۹) جو شخص دوسرے فرقوں میں سے قرآن کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے۔ اس آیت میں احزاب مراد تمام اقوام عالم ہیں اور آپ کی دعوت بین الاتواری اور بین المللی ہے اور اس انکار کرنے والوں اور ملل کو کئے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہاں سخت نرا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ فَذْكُرُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْتَصِمُونَ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَامِثُوا خِصَمَ الْكُلِّ (۱۷۰) اے لوگو! تمہارے پاس ہے رسول پس بات لے کر تمہارے رب کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں مگر تم ایمان لے آؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اس سے مراد تمام اقوام ہیں اور ہوم بعثت سے فتنہ جو تب کا بھی جوت ہوا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ آپ تمام عالم دالوں کے لئے رحمت ہیں اور آپ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے اب اگر کوئی دوسری آپ کے بعد مبعوث ہوگا تو اس قاعدہ کے مطابق کہ ہر نبی ایمان اور اس کی اطاعت کو نافرمانی سے انکار کرنے والے کافر ہوتے ہیں۔ مسئلے اگر آپ کی امت اس نبی کی اطاعت سے انکار کر دیں گے تو جو برا انکار کے کافروں کے اس طرح آپ کی امت کے لئے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی پیروی کرنا نجات کے لئے کافی نہ ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُنَازِلُونَ اللَّهَ وَرُسُلَهُ وَيَقُولُونَ زُنُومٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ وَرُسُلًا ۚ إِنَّ تَشْتَدُّ وَآيَاتِنَ ذَلِكُمْ سَيَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَكْثَرُونَ حَقًّا (۱۶۸) جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ادب و ادب سے نہیں کرتے اللہ ان کے رسولوں کے خلاف فرقہ برپا کرے گا اور بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں۔ اور یہاں چاہتے ہیں کہ میں بین

(۱۶۹) قرآن، ہود، آیت ۱۷۰، پ ۴

(۱۷۰) النساء، آیت ۱۷۰، پ ۶

(۱۶۸) ۱۵۰-۱۵۱، پ ۱

(۱۶۹) قرآن، النساء، آیت ۱۱۵-۱۱۶، پ ۵

(۱۷۰) خاصہ کبریٰ، جلال الدین سیوطی، جلد ۱ ص ۱۶-۱۷

سے قبل کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ عہد و پیمان لیا ہو (۱۷۱)۔

## عہد میثاق

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ رَسُولٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَمِمَّا فَوَّضْتُ إِلَيْكُمْ رَسُولٌ مَقْصُودٌ لِمَا مَعَكُمْ تَقُومُونَ بِهِ ۚ وَلَكِنْ تَصْغُرُ لَهُ ۚ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا أَخَذَ اللَّهُ عَلَيَّ ذَلِكُمْ أَنْصُرِي قَالُوا أَفَرَأَيْتُمْ مَا فَخَّرَ اللَّهُ وَأَمَّا مَعَكُمْ ۖ وَلَهُنَّ الشُّهُودُ ۚ (۱۷۲) اس آیت میں اس عہد و میثاق کا تذکرہ ہے جو اللہ تعالیٰ تمام انبیاء و رسل طیبہ السلام سے ازل میں قائم الانبیاء و الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لے چکے ہیں اس میں خطاب اگرچہ انبیاء و رسل سے ہے لیکن اس میں ان کی امتیں بھی شامل ہیں کیونکہ جب نبی کو حکم دیا گیا ہے اور اس سے عہد و پیمان لیا گیا ہے تو ان کی امت بدربجہ اولیٰ اس قرار و بیان میں داخل ہوگی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی ادراج پیدا کیے ان سے اپنے رب ہونے کا عہد و اقرار لیا اسی طرح تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ میں سے کسی کی حیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر تشریف لے آئیں تو آپ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انبیاء میں سے جس کسی کو مبعوث فرمایا تو یہ عہد ان سے ضرور لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں (۱۷۳)۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بہت سے رسول آئے مگر کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں وہ آخری نبی ہوں جس کا عہد ازل میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور نبیوں سے لے چکا ہے بلکہ ہر رسول نے اپنے بعد دوسرے رسول کے آنے کی بشارت سنائی حتیٰ کہ وہ زمانہ آگیا جبکہ حضرت عیسیٰ نے اپنے بعد اس

آخری نبی کی بشارت دی کہ میرے بعد وہ آخری نبی مبعوث ہوں گے۔ عالم متفق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہر اعلان کیا کہ میں ہی وہ آخری نبی ہوں اور عالم کا زمانہ بھی آخر ہے اور ہاتھ کے دوا انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح قریب قریب ہیں (۱۷۴)۔ عالم اپنے عروج کو پہنچ چکا ہے قمر نبوت میں ایک ہی اینٹ کی کسر باقی تھی وہ میری آمد سے پوری ہو گئی۔ دونوں تہذیبوں مکمل ہو گئیں (۱۷۵) اب صلاح و تقویٰ دیکھنے کا زمانہ آیا ہے۔ وَفَنُفِطِرُ التَّوْحِيدَ فَخَذَّ الْأَعَاغَ ۚ وَ مَنْ تَوَفَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظْنَا ۚ (۱۷۶) رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور جو شخص روبرو کرے گا اس کی نگرانی آپ نہیں۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالضَّالِّينَ ۚ وَالشُّهَدَاءُ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ (۱۷۷) اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ نبیوں، صديقين، شہداء اور صالحين کے ساتھ ہوگا اور یہ حضرات بڑے اچھے رفیق ہیں۔ وَفَنُفِطِرُ عَدْلًا سَلَامًا وَدِينًا ۚ فَلَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ مِنَ الْآخِرَةِ مِنَ الْخَيْرِ ۚ (۱۷۸) قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کی نجات اور دخول جنت کے لئے صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت کرنا کافی ہے۔ اب نہ کوئی نبی مبعوث ہوگا اور نہ کسی سے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو قبول کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تمام عالم میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کے لئے ہے۔

(۱۷۲) بخاری، کتاب التفسیر سورہ النازعات، جلد ۲، ص ۳۵، کتاب لقائے جلد ۳، ص ۹۱۳۔

(۱۷۳) بخاری، جلد ۱، ص ۵۱، کتاب الناقب، باب فاقم العینین میرٹھ۔

(۱۷۴) النساء، آیت ۸۰۔

(۱۷۵) قرآن النساء، آیت ۶۹۔

(۱۷۸) آل عمران، آیت ۸۵۔

(۱۷۱) خدائیں بکری، جلال الدین سیوطی، جلد ۱، ص ۲۳۔

(۱۷۲) قرآن، آل عمران، آیت ۸۱، پ ۳۔

(۱۷۳) ابن کثیر، تفسیر مجید، جلد ۱، آل عمران، آیت ۸۱۔

## بغث عامہ اور ختم نبوت کا ربط

بغث عامہ اور ختم نبوت کا ربط  
عام نہ ہوتی اور نبوت ختم ہو جاتی تو آسمان والی نسلوں بلا رسول اور نبی کے وہ جاتیں اور بجائے نعمت کے ایک زحمت ہوتی اور اگر آپ ایسے دوسرے مبعوث ہوتے کہ جس میں آپ کی تعلیمات کا تحفظ نہ ہوتا اور آپ کی تعلیمات میں دھن آنے والی نسلوں تک نہ پہنچ پاتی اور وہ بے خبر وہ جاتے تو یہ بھی بجائے نعمت کے زحمت ہوتی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تکلیف حلالا بھٹانے نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تاریخی دور کے ایسے سنگم میں مبعوث فرمایا جس کے سرے قدیم و جدید دونوں سے ملے ہوئے تھے۔ اور جو آپ کی بدولت عروج کو پہنچنے والا تھا۔ فن تاریخ میں تقد اور واقعات کو رکھنے کا اصول بھی قرآن نے دیا ہے کہ آپ کی بغث سے قبل ہی مشرق و مغرب کے درمیان ایک بیل کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ تمام کاروباریں دین تجارت قریض کے توسط سے ہوتا تھا۔ اہل عرب کے نہایت قریبی تعلقات مشرق و مغرب کے ساتھ وابستہ تھے (۱۷۹) لہذا جب نبوت کا ختم ہونا مقرر ہوا تو آپ کی بغث کا دامن قیامت تک تمام انسانوں پر پھیلا دیا گیا اور اس کے تحفظ کا انتظام اس طرح فرمایا کہ آپ کو قرآن کا فتنہ تاریخی دور میں مبعوث فرمایا اور آپ کی تعلیمات اور دینی مکتبہ کے ذریعہ اللہ کے دلائل کے لحاظ سے (۱۸۰) فرما کر قیامت تک کو رہنے سے محفوظ فرمایا تاکہ رہتی دنیا تک تمام انسان اس کا مل و اکل رسالت اور دین کے زیر سایہ آجائیں اور کسی دوسرے نبی اور رسول کے محتاج نہ رہیں اس اتحاد دین کی بدولت دینی مصیبت کی بنیاد پر گردوب کہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ یہ آپ کی رحمت للعالمین کی دوسری مثال ہوئی۔ اگر آپ کی بغث عامہ ہوتی اور نبوت ختم نہ ہوتی اور آئندہ اگر کوئی کامل رسول مبعوث ہوتا اور آپ کے بجائے اس کی اتباع لازم ہوتی

(۱۷۹) عربیہ بے قور عند ص ۱۸۲۔

(۱۸۰) قرآن المجزأ ص ۱۲۔

تو آپ کا نقیب بنایت ہوتا۔ دینی مصیبت کی بنیاد پر اتحاد ختم ہوتا، دنیا میں ظلم و ساد کا پرچا ہوتا اگر کوئی ناقص رسول آتا تو کامل کے ہوتے ہوئے ناقص کے واسطے میں آجائے رحمت کے زحمت میں جانا (العیاذ باللہ) جس طرح مسلمانوں میں پاکستان میں انقلابیت کی بنیاد پر ایک طوفان مکرا ہوا تھا اور اس کے اثرات اب بھی باقی ہیں۔ یہ فیاد دینی مصیبت کی بنیاد پر وقوع پذیر ہوا تھا۔

عبدیق کہنے کے اندر اس کے خلاف جہاد کے مسلمانوں کو دینی مصیبت کی بنیاد پر ظلم و ساد سے محفوظ کیا اور اتحاد اسلامی کی وہ روح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں پیدا کر چکے تھے اس کو دوبارہ زندہ کیا لہذا بغث عامہ کے بعد ختم نبوت کا ہونا بھی ضروری اور لازم ہو گیا اس کے ساتھ آپ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو محفوظ کرنے کے مسلمانوں میں سیرت مجاری کا فن معرض وجود میں آیا۔ عز و ات، سرا یا کی تفصیل قلم بند کرنے کے لئے علم مغازی کی ابتدا ہوئی۔ ایران اور یونان میں کلاسیک کے دینیہ تاریخ کو محفوظ کرنے کا رواج مقرر ہوا لیکن سند کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ دونوں قوسوں کے یہاں تاریخ محسوس متناقض بود مستند واقعات سے عبارت نہ تھی۔ بلکہ دنیا والا خرافات اور ہر قسم کی خیال آرائی اور گھٹ و افراط پر مشتمل کین قرآن سے تاریخی تنقید کا ایک بنیاد پیش کیا اور بادری تعالیٰ ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَحَقَّقُوا** (۱۸۱) اسے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لا دے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ حدیث نے مزید اس کی تشریح کی۔ **لَنْ هَذَا الْعِلْمُ دِينٌ** فانظروا عن من تاخذون دیکھو۔ یہ علم دین ہے تو دیکھو جس شخص سے علم دین حاصل کرتے ہو اس طرح فاسق بھی جوئے کی بات سے اعتبار ہے اور قول کے لائق نہیں (۱۸۲) بطور ایک

(۱۸۱) قرآن المجزأ، آیت ۶۔

(۱۸۲) مسلم باب فی ان الاسناد من الذین علیہ ص ۸۴ باب وجوب الروایۃ

من الثقات، جلد ۱ ص ۹۱۔

علم کے تاریخ کا دار مدار ایسے پر ہے کہ اس کا مواد جن واقعات سے تیار کیا گیا ہے ان کی صحت کا یقین ہوا اور اس کا انحصار اس امر پر ہے کہ ان کے راوی کون ہیں۔ لہذا تاریخی تنقید کا اولین اصول یہ ہوا کہ ہم ان کی میرٹ اور کردار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکیں۔ بغیر اس کے یہ یقین نہیں کہ راوی نے جس امر کی شہادت دی ہے کیا تھا یا غلط، اس طرح فیضی نے اس اصول کا اطلاق سب سے پہلے راویانِ حدیث پر کیا اور رفتہ رفتہ تاریخی تنقید کے قوانین مرتب ہوئے گئے۔ قرآن کا بار بار حقائق پر زور دینا اور اس امر کی ضرورت اور احساس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انشاء صحت کے ساتھ متعین ہوں صحابہؓ اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کی یہ آرزو کہ ان کی آئینہ نسلوں کو ان کتاب فیض کے دوامی ترچے میں جائیں (۱۸۳) اس طرح اصلاح اور اس میں فن تاریخ نگاری کی تمام ضروری شرائط کو ملحوظ رکھا گیا۔ ابنِ کثیر، ابنِ شام، طبری، مسعودی، ابن کثیر وغیرہ ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں اور انھوں نے صدیوں پہلے اس فقہانہ روش کو اپنایا جسے آج بعض مغربی محققین اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اسلام میں دین و شریعت کے فاضل حضرت سند کے طریقہ کو سب سے پہلے حدیث کے لئے استعمال کیا گیا اور اس کا بھی دلی معیار و رکھنا ہو شریعت میں قابلِ اعتماد ہو، اس معیار کو بڑھنے کا ر لائے کے لئے کئی اور علم (جن میں تاریخ اور اہم اربابِ خاص طور پر قابل ذکر ہیں) وجود میں آئے اور اس میزان کے ذریعہ وہ علم حدیث کے یہاں علم اصول حدیث کے ہم سے موسوم ہے، واقعات و روایات کی صحت و عدم و صدق و کذب پر کاغذ قادیان کے اور فن تاریخ نگاری کو معراجِ کمال تک پہنچایا (۱۸۴)۔

یہ سب علوم بخت اور خاقانیت کے مختلف پہلو ہیں اس امتیازی اصول اور مقصود نہیں ہے جس حقیقت و تدقیق کی ضمانت دی کسی اور قوم یا کسی اور دور کی تاریخ

میں ممکن نہیں۔ گویا آپ کی بعثت انسانیت کے تاریخی دور کے لئے ایک مدفنِ مہل ہے مسلمانوں نے آغازِ اسلام ہی سے آپ کے اقوال، افعال اور تقریر کو اپنے امتیازی اصول اور مقصود بنی پر منضبط اور مرتب کرنے کا اہتمام کیا اور جب تاریخ کے نام سے کتب کی ابتدا ہوئی تو اس میں بھی مقتصد مین نے قبر مع سند (جو کتب حدیث کی امتیازی شان تھی) ملحوظ رکھا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ طریقہ اتنا مقبول ہوا اور یورپ میں ایسے مورخ پیدا ہوئے جنھوں نے یورپ کے ازمنہ وسطی کو جاہلت اور تاریکی کا دور بتایا۔ ان نوژنوں نے تاریخ کو داستان گوئی سے الگ رکھا۔ اور کھنے والوں میں ایک تنقیدی روح پیدا کی (۱۸۵)

اور ابھی اس تنقیدی روح کو تحقیق و تدقیق کا نام دیا جاتا ہے اور جامعات میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور کام کرنے والوں کو درجہ نصیب پر فائز کیا جاتا ہے۔ یہ صرف محمد رسول اللہ خاتم النبیین والمرسلین کی بعثت کا کرشمہ ہے جس طرح آپ کا دین اکمل ہے آپ کا دور بھی اکمل قرار پایا۔ آپ سے قبل دیگر انبیاء و مرسلین کے دور کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔ ان کا دین کریم کے نذر ہوا اور ان کی تعلیمات صحیح شکل و صورت میں دنیا کے سامنے موجود نہیں لیکن قرآن آپ کا من و عن ای طرح لوگوں کے سامنے موجود ہے جس طرح آپ کی وفات سلسلہ میں موجود تھا اور ایک زیرِ بار کا نہ اٹھنا ہوا اور نہ کسی ہوسکی یہ تمام تحفظات عموم بعثت اور فتنہ نبوت کی ہر گز اہمیت کے تقاضے ہیں اسلام کا حقیقی صرف تاریخی مجبوریوں ہی سے نہیں بلکہ حال اور مستقبل کے تقاضوں سے بھی ہے۔ اسلام اگر تیرے احمی کے ایک متعین دور میں آیا ہے تاہم اپنے مزاج و ترتیب اور خواص کے اعتبار سے اس کی وسعتیں اور پسینیاں انسانی تہذیب و تمدن کی تمام رنگ و تازہ کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ صدیقیت کی دور میں نکلا ہیں اس دانش و تحقیق سے بخوبی واقف تھیں جب مدین نبوت کا ذریعہ نبوی اور فرائی سازشوں سے اسلام کے خاقانیت کے

أَنْ يُقَاتِلُوا وَصَلُّوا أَوْ نَقُطِعْ أَيْدِيَهُمْ وَأَنُفِقُوا مِنْ جُلَائِهِمْ أَوْ يُنْفِقُوا  
مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لِمَنْ خَزَنَ فِي الذِّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْأَرْضِ عَذَابٌ عَظِيمٌ  
إِلَّا الَّذِينَ قَاتَلُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْرَأُ وَعَالِمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُجِزِمُ (۱۸۴)

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں شاد مچھلاتے ہیں ان کی  
ہی منزلہ کے قتل کے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں غلاف جانب سے کاٹ  
دیے جائیں یا زہن پر سے نکال دیے جائیں یہ ان کے لئے دنیا میں موت رسول ہے اور ان  
کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔ ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم ان کو گرفتار کرو، تو بہ کر لیں  
تو جان لو کہ بیگ اللہ تعالیٰ بخش دیں گے ہر بانی فرمائیں گے۔

آیت میں چار سزائیں تجویز کی گئیں۔ قتل، سولی، غلاف جانب سے ہاتھ پاؤں  
کاٹنا اور جلاوطن کرنا۔ ان میں اس کے ہر کو ایک دیکھتے ہوئے کوئی ایک مزادی جاسکتی ہے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبلہ مکہ کے کچھ لوگ مسجد کے سامنے میں جا کرتے  
تھے ان کو مدینہ کی ہوا ناموافق آئی اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو  
دودھ منگوا کیجئے۔ آپ نے فرمایا دو جگہاں سے لائیں البتہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اونٹوں پر چلے جاؤ یہ لوگ صدقات کے اونٹوں پر چلے گئے اور دودھ اور مینا  
پینے لگے۔ یہاں تک کہ تندرست اور تومسند ہو گئے، چرواہے کو قتل کیا اور اڑھائی ہک  
کرے گئے۔ آپ کے پاس شکایت پہنچی آپ نے ان کے پیچھے تلاش کرنے والوں کو روانہ  
کیا اور دن چڑھنے سے قبل ہی ان کو پکڑ لائے۔ آپ نے سلاٹیاں گرم کرنے کا حکم دیا پانچ  
کٹوائے اداں کو داغوا نہیں پھر مدینہ کی قیصر زمین میں ڈال دیئے گئے، پانی نہ گتے تھے  
لیکن کسی نے ان کو پانی نہیں پلایا یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔ ابو قتلاب بیان کرتے  
ہیں کہ ان لوگوں نے پوری کی اور قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے لڑے تھے (۱۸۵)

اس تصور کے خلاف صف آراء ہوئے۔ صدیقیت نے ان کی صفوں میں گھس کر ان پر  
ایسا وار کیا جس سے علوم بخت اور تصور قانیت کا مسئلہ تاقیامت الثانیہ پالسا  
عیان ہوا کہ جب کسی بھی نے تصور قانیت اور علوم بخت پر کسی قسم کی رہنمائی کی  
کوشش کی مسلمان ان رہنمائی کے خلاف صدیقیت کی شیر بران کے کر میدان  
جہاد میں نکلے اور ان کو صف ہستی سے مٹا دیا۔ پاکستان میں مابین ۱۹۷۹ء کو قومی  
اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے تحت (۱۸۹) مرزائیت اور قادیانیت کو اقلیت قرار دینا  
صدیقیت ہی کے فیصلے کی ایک کڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی بھی یہی مشیت تھی کہ حضرت  
صدیق عظمیٰ دلدیں ایسے مسائل اٹھیں تاکہ صدیقیت کے ذریعہ اس کو پیشہ کے لئے  
عمل کروایا جائے۔ صدیقیت نے اس کو عمل کیا اور قادیانیت مسلمانوں اور امت پر احسان  
عظیم فرمائے در اس امت کا شیرازہ سلاج میں ہی بکھر چکا تھا۔ دینی اور قادیانی عصبیت  
سراٹھنے لگی تھی اور اشائیت مختلف تصبات میں بٹ چکی تھی۔ صدیقیت نے آئندہ  
کے الجھنوں کو عمل کیا، تاریخ و ابدیت، ماضی، حال، مستقبل کے درمیان ایسا توازن  
قائم کیا جو دوسو سال لمبے اور طویل ترین فاصلے کے باوجود آج بھی قلب و ذوق  
کے قریب تر فلسفوس ہوتا ہے۔ الثانیہ کو ایک وحدت قرار دے کر دینی و کفر و کفر  
سے اللہ تعالیٰ کے اہل فیصلہ کے مطابق آرا اور کیا اور آج بھی عموم بخت اور قانیت  
کا عقیدہ اسلام کا بانی و ممتاز از حد شدہ مسئلہ ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم اپنے حیات طیبہ میں صحابہ کے سامنے پیش فرماتے تھے۔

اسلام میں مسئلہ ارتداد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

”إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

(۱۸۹) اعلان رٹرو پاکستان، ۸ ستمبر ۱۹۷۹ء۔ اخبارات ۸ ستمبر ۱۹۷۹ء۔

(ڈان جگ، حریت و جہد)۔

(۱۸۵) الزکون، المامہ آیت ۳۳-۳۴، ۳۳-۳۴

(۱۸۸) محمد عبدالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وَيَقْتُلُوا قُلُوبَ الَّذِينَ آمَنُوا بِمَنَافِعِهِمْ وَأَنَا الْكَافِرُ الْكَافِرِينَ (۱۹۲) مگر جو لوگ توہ پر کفر کریں اور اصلاح کریں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر توہ پر ہونا مانا ہوں اور میری بکثرت عادت ہے توہ پر قبول کر لینا اور ہر بانی (مناہکین) ان لوگوں کی توہ پر قبول نہ کرنا توہ پر عدم ایمانی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بَعْدَ اٰمَانِهِمْ ثُمَّ اَنذَرْنَا اَنَّهُمْ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ هُمْ الصَّاكِرُونَ (۱۹۳) بیشک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر رخصتے سے کفر کریں ان کی توہ پر مکرر قبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ گمراہ ہیں اور کفر کی وجہ سے ان سے فدیہ بھی قبول نہ ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُغْفَلَ عَنْ اَحَدِهِمْ مِنَ الدِّينِ شَيْءٌ اُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ وَمَا تَدْرِيْنَ هُمْ فِيْهِ اِلَّا يَخْتَفُتْ عَلَيْهِمُ الْعَذَابُ وَلَا يَخَفُوْنَ (۱۹۵) جو لوگ اسلام نہ لائیں اور اسی حالت میں غیر اسلام پر مر جائیں ایسے لوگوں پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ بیشک ہمیشہ کے لئے کفری حالت میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا ہوئے پائے گا اور نہ ان کو لعنت دی جائے گی اور تم لوگوں کو اہل کتاب یعنی یوں و نصاریٰ کی اطاعت کے مرتبہ نہ ہونا چاہیئے اِنَّ تَحِيَّوْا فَرِيقًا مِنَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنَا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كُفْرًا (۱۹۶)

(۱۹۲) قرآن، البقرہ، آیت ۱۹۰ پ ۲۔

(۱۹۳) آکمران، آیت ۹۰ پ ۳۔

۵۹۳ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۱ پ ۳۔

(۱۹۵) البقرہ، آیت ۱۶۱-۱۶۲ پ ۳۔

(۱۹۶) آکمران، آیت ۱۰۰ پ ۲۔

اس طرح یہ سزا کی وجہ بیان کر دی کہ ان کو اتنی سخت سزا کیوں دی گئی کسی واقعہ کے دوسرے طریق میں فائدہ داکے الفاظ آئے ہیں یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم نہ دانستے اور نہ ان کو پالی پلایا۔ ان کی آنکھوں کو پھیرا تاکہ ان کو نہ بہہ بہہ کر مہاشیں۔ مقصد ان کو تکلیف اور اذیت دے کر قتل کرنا تھا تاکہ آئندہ کسی کو ان جرائم کے ارتکاب کی جرأت نہ ہو کہ اور مرتد ہو کر اللہ اور رسول کی مخالفت اور دشمنی نہ کر سکے۔

كَفَيْتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ اَللّٰهُ فَمَا كُفِّرُوا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاَللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (۱۸۹) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے، ایمان لانے کے بعد اور اپنے اس اقرار کے بعد کہ رسول سچ ہیں اور اس کے بعد کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے دھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے۔ اُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ اَنْ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خَلِدُوْا فِيْهَا لَا يَجْعَلُ لَكُمْ فُجْرًا وَّلَا يَغْنِيْ عَنْكُمْ فُجْرُهُمْ (۱۹۰) ایسے لوگوں کی تو سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوگی ہے اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی، وہ ہمیشہ عیشہ کو اسی میں رہیں گے ان پر عذاب ہلکا بھی نہ ہوئے پائے گا اور نہ ان کو بہت دی جائے گی، البتہ جو اللہ اور اسے نائب ہو جائیں۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاصْلَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۹۱) مگر ان جو لوگ توہ پر کفر کریں اس کے بعد دوسرے گنہگاروں پر

موسیٰ اللہ تعالیٰ بخش دینے والا رحمت کرنے والا ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا

(۱۸۹) قرآن، آل عمران، آیت ۸۹ پ ۳۔

(۱۹۰) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۸ پ ۳۔

(۱۹۱) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۹ پ ۳۔



اسلام سے بغاوت اور کفر کی وجہ سے مرتد کی یہ سزا مقرر کی گئی ہے اسلام کی  
کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ اسلام کو مردود اختیار کرے بلکہ لَّا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (۳۰۸)  
دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ کے ذریعہ بنی نوع انسانی کو مکمل آزادی دیتے اور اس  
کو اس کا حق دیتے کہ اپنی مرضی اور عقل سے جو دین اختیار کرنا چاہے اس کو اختیار کر سکتا ہے  
اس کے ساتھ اسلام یہ بھی اعلان کرتا ہے۔ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۳۰۸) بلاشبہ  
دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اللہ تعالیٰ اس کی گواہی دیتا ہے کہ جس  
دین کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں اول سے آخر تک تمام انبیاء  
کا دین ہے (۲۰۹) اور اس دین کے علاوہ اور کوئی دین نہیں ہے اور نہ کسی سے اللہ تعالیٰ  
کسی دوسرے دین کو قبول کرے گا۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۲۱۰) اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس  
سے قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا اس طرح یہ واضح کر دیا گیا کہ  
دین ایک ہے اللہ تعالیٰ ہی ایک ہے اور تمام انبیاء و رسل کا مقصد بھی ایک ہے حضرت آدم  
سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء ایک مارت بنائے ہیں گئے ہوتے تھے ابتدائی  
دور کے انبیاء نے بنیادیں استوار کیں (۲۱۱) اور بعد کے انبیاء نے اصل عمارت کھڑی کی، قرآن  
کا حکم عالم انسانیت کیلئے ہے اسلئے تمام انبیاء پر ایمان لاکر وحدت انبیاء کا قیام کر لیا جائے نہ ان  
ان کتابوں پر جو ان پر نازل ہوئے ہیں ایمان لاکر وحدت مقصد کا اعلان کیا جائے اور اس کے

(۲۰۹) قرآن، البقرہ آیت ۲۵۶، ۳ پ

(۲۰۸) آل عمران آیت ۷۹، ۳ پ

(۲۰۹) مدارج السالکین، جلد ۳ ص ۴۵۵

(۲۰۹) قرآن، آل عمران، آیت ۸۵، ۳ پ

(۲۱۱) بخاری، باب تمام النبیین، جلد ۱ ص ۱۰۵

اس غرض سے کہ اگر تباہی پادین تو کم کو تھامے دین سے پیسہ دیں اور جو شخص تم میں  
سے اپنے دین سے پیسہ چاہے پھر کاز ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال  
دنیا اور آخرت میں سب غارت ہو جائے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں یہ لوگ  
دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

مرتد کا نکاح حرام ہو جاتا ہے، مسلمای کا وارث نہیں بن سکتا اور حالت اسلام  
میں صلوٰۃ و زکوٰۃ صوم پوچھ ادا کیا تھا۔ سب کا حکم ہو جاتا ہے اور مرنے کے بعد اس  
کی صلوٰۃ جنازہ بھی نہیں ادا کی جائے گی۔ مسلمانوں کے مقابر میں دفن نہ ہوگا اور آخرت  
میں اعمال صالحہ اور عبادات کا ثواب بھی نہیں ملے گا اور ابدال آبادی کے لئے دوزخی قرار  
پائے گا (۲۰۳) اگر وہ اپنے اعتقاد کو قائم رہے گا تو مسلمانوں کے قبضہ میں اگر گرفتار ہو جائے  
اور مارا دوسے تو یہ نہ کرے کہ وہ ایسا مرتد قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت علیؓ کے پاس کچھ زمانہ ملائے گئے آپ نے اُن کو بلا دیا اور حضرت ابن  
عباس کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا کہ اگر میں جوتا نہ پہناؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے منع فرمایا۔ لا تخذبوا بعدذاب اللہ اسکے عذاب سے لوگوں کو عذاب مت دو البتہ  
میں ان کو قتل کر ڈالتا ہوں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان میں بدل جہنہ فاقتلوہ  
جس نے اپنے ایمان بدل ڈالا تو اس کو قتل کر ڈالو (۲۰۵) اور حضرت معاذ بن جبلؓ نہیں میں  
ابو موسیٰ شہریؓ کے پاس پہنچے تو ابو موسیٰ نے ان کے لئے گدھا لپکایا اور کہا کہ سواری سے  
اترو، ایمانک ان کے پیسے ایک شخص کی شکایت کسی چھٹی حسین معاوضہ کیا ہے؟  
کہا کہ یہودی تھا۔ اسلام نے آیا پھر یہودی ہو گیا اور پھر ابو موسیٰ نے کہا کہ چھوٹیکین حضرت معاذ  
نے کہا کہ نہیں بیٹھو تھا تب تک اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے موافق قتل نہیں کیا جاتا  
تین ہر کہا کہ آخر ابو موسیٰ نے حکم دیا اور وہ قتل کیا گیا (۲۰۶)۔

(۲۰۳) بیان القرآن، البقرہ آیت ۲۱۷، ۲ پ

(۲۰۵) بخاری، جلد ۲ ص ۱۰۲۳، بیہوشی میں

(۲۰۶)

بعد یہ تعلیم دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں اور وہ عمارت مکمل ہوگئی، تمام انسانوں کے درمیان ایمان، انصاف، فطرت انسانی کے کیا یہ تعلیم کی بنیاد پر ہم آہنگی پیدا کی اور پورے عالم انسانیت کو ایک پونٹ قرار دیا اور جس طرح پروردگار عالم کی اولاد بیت عام ہے اور اس کی ربوبیت سے کوئی ایک چیز بھی بے جا نہیں اور نہ کسی چیز سے سہارا لینے کی حاجت اور ضرورت ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و تفہیمات سب کے لئے اور سب کے فائدے کے لئے ہیں اور کوئی شے بھی آپ کی رحمت عام سے خود کو مستغنی ثابت نہیں کر سکتی آپ رب العالمین کی طرف سے رحمت للعالمین ہیں اب نہ کوئی غیر آپ کی نبوت میں شریک اور نہ کسی غیر سے نبوت میں سہارا لینے کی حاجت و ضرورت، آپ کی تعلیمات عام اور مکمل ہیں اور آپ کو کامل و مکمل بنا کر بھیجا، انسانیت کو فکری آزادی عطا کی، کائنات میں انسان کی حیثیت صرف حیاتیاتی عنصر ہی کی نہیں بلکہ اس سے سوا اور اس سے زیادہ یہ ایک بڑی حقیقت کی حیثیت ایسی حقیقت جس کی جڑیں اگر ایک طرف زمین میں گڑی ہیں تو دوسری طرف اس کے امکانات ارتقاء کی شاخیں آسمان کی پائیزہ اور قدس فضا کو چھو رہی ہیں۔ اس کے اطلاقیات کی سیر میں ایک ایسے انسان سے پیدا ہیں جس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی رابطہ نہیں جس کے پیش نظریہ ہو کہ انسان آزادی سے کھلنے پینے اور جنسی جذبوں کی تسکین پا رہے اور کچھ سے موت کے خوف میں جا سوئے بلکہ بنی نوع انسانی کو ایسے تہذیب و تمدن سے روشناس کر لیا کہ وہ اللہ کا نائب ہے اللہ کا خلیفہ ہے اور اس تہذیب اور نظام اخلاق سے فکری طور پر آزاد و بلند و برتر ہے جو مراسر جو انیت کی بنیاد پر استوار ہو اور جو زندگی کا نصب العین یہ نظر آتا ہو کہ انسان اس دنیائے فانی میں جس قدر ہو سکے نفع و فائدہ سے لیتا و دامن طلب کرے۔

مَا خَلَقَكُمْ فِي الْقَبْرِ مِنْ خَرَجٍ (۲۱۲) دین کے متعلق ارادہ الہی یہ نہیں کہ وہ انسان کو تکلیف اور دشواری ہی رکھے بلکہ ارادہ یہ ہے کہ دیکھیں تَرَبُّوا بِحَبْرٍ

وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ الْقَالَ مِمَّا تَكْفُرُ (۲۱۳) ارادہ الہی یہ ہے کہ انسانوں کو پاک و عارف بنائے اور ان پر اتمام نعمت بھی فرمائے۔ اس کا ذہن توہمات اور بت پرستی کے تمام پردوں کو پاک کر دے اور منطقی طریق فکر اختیار کرے اور اس روشنی کو اپنے کئی کائنات قلم و قاعدہ کے مابین میں ذمیل ہوئی ہے اور اس میں ملل و اسباب کی ہم آہنگی اور استواری ہے اس میں ایک قانون کا پلن ہے ایک ہی فطرت کی کاروائی ہے اس کا کائنات معاشرہ اور اس کی تمدنوں، آدروں میں ہوا یک طرح کی دولی اور انیت یا غیریت ہے وہ دور ہو جائے، اور اپنے گرد پیش اور حالات و ظروف کو اپنا فالن سمجھے کہ بجائے پناہ و پست کیجے، یہ کائنات نہ صرف یہ کہ معاندانہ انداز و اسلوب سے ہی ہے بلکہ اس کے وجود کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ اس سے تعاون کر کے اس پر قابو پا کر اس سے فائدہ حاصل کرے۔ وَتَحْمِلُكُمْ ثِقَلِيَّ الشَّعْرِ وَمَا فِي الْفَرْجِ جَمِيعًا وَتَقَرُّ (۲۱۴) اور میں چیزیں آسمانوں میں ہیں اور میں چیزیں زمین میں ہیں اس میں کوئی اپنی طرف سے سمجھنا یا سمجھنا لَمْ يَلِكْ وَالْجَبَّارُ وَالشَّعْسُ وَالْعَمْرُ وَالْعَوْمُ مَسْحَرَاتُ بَاهِرِم (۲۱۵) اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر بنایا اور تمہارے اس کے حکم سے مسخر ہیں۔ کارا زاس پر عیاں ہو اور یہ یقین کر لے کہ ہماری جدوجہد میں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور اگر وسائل و ذرائع اختیار کرنے میں معجز ہوئے تو کامیابی قطعی طور پر قدم ہوئے گی۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَمْرًا فَخَيْرٌ (۲۱۶) قَبِيْلَهُ تَعَالَى فَخَيْرٌ

نہیں کہ تَعَالَى مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُصْبِرِينَ (۲۱۷) واقعی تو

[۲۱۳] قرآن، المائدہ، آیت ۹، ۱۰

[۲۱۴] الحاشیہ، آیت ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵

[۲۱۵] النمل، آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴

[۲۱۶] التوبہ، آیت ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲

[۲۱۷] الیوسف، آیت ۹۰

دخو اذ الفلاح باہلیت میں تم بہت تیز تھے اور اسلام میں سمت ہو گئے ہو بیشک کئی  
مقطع ہو چکی ہے اور میں مکمل ہو چکا ہے یا میرے زندہ رہتے ہوئے اسلام میں کئی  
آجائے گی۔ (۲۱۸)

مدینہ ہی کی ذمہ داری تھی وہی جانتے تھے کہ اولی الامر کی یہ بھی ذمہ  
داری ہے کہ لوگوں کو فرائض اسلام کا پابند کریں اور ان کو مجبور کریں کہ فرائض اسلام  
پر عمل پیرا ہوں۔ انتقال دہی کے بعد اب دین میں زیادتی یا نقصان نہیں آ سکتا۔  
دین مکمل ہو چکا ہے اور اولی الامر اگر دین کے امور میں کسی یا زنی اختیار کرے یہ  
اسلام کے ساتھ خیانت ہے۔ مدینہ مزین شہنشاہ نبوت ہوئے ہیں ان کی نظر صرف  
دہی پر ہوتی ہے اور وہی مدینہ کا کمال ہے دوسرے لوگ مصالح و مفاد دیکھتے ہیں لیکن مدینہ  
جی سے براہ راست علوم افروز کرنا ہے اس لئے مدینہ کو دیکھتا ہے اس کو دوسرے نہیں  
دیکھ پاتے۔ مدینہ کے فیصلے نہایت صحیح اور برکت ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت  
ؐ نے اپنی جلالت شان کے باوجود ذی اور تالیف الناس کا مشورہ دیتے ہیں اور حضرت مدینہ  
شان کے باوجود نہایت سخت رویہ اختیار کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ بن مسعود فرماتے ہیں  
قال ازل دعوہ کو ابتدا ہم تمام صحابہؓ ناپسند کرتے تھے لیکن انجام کار ہم نے حضرت ابوہریرہؓ  
کو اپنے فیصلہ میں صحیح اور درست پایا اور ہم ان کی تعریف پر مجبور ہوئے (۲۱۹)

عرب میں جو ارتداد و بغاوت کا طوفان یک بیک امڑا تھا اس کی ہمیری و  
قیادت پانچ اشخاص (چار مرد اور ایک عورت) کر رہے تھے ان کے علاوہ مہینہ ہر مہینہ  
الفراری، مالک بن نویرہ و دیگرہ قسم کے لوگ انھیں سے کسی نہ کسی کے اخوان و  
انصار تھے ان پانچوں امودھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آ رہا تھا جو آپ  
کے حیات میں کسی جھوٹے نبی کا پہلا قتل تھا اس قتل کے متعلق آپ نے فرمایا قد لہ

شخص بچتا ہے اور مبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے کام کرنے والوں کا اجر عالج نہیں کرتا  
اس طرح اسلام انسان میں ایک جوش، ولولہ پیدا کرتا ہے۔ ایک رب العالمین کا بندہ  
ہو کر جہان کے دیگر طاقتوں سے آزاد ہوتا ہے اس کا کھردرنا برقا لہذا سائنسی اور علمی  
اسلوب اختیار کر لیتا ہے اب اگر یہ انسان دو خداؤں اور طاقتوں اور خدیش کے  
اختیارات دیا اس سے زیادہ طاقتوں میں انھما پیغمبر سے انکار کرنے کے بعد یہ  
تو بات اور کفری غلامی میں مبتلا ہو، خون، نسل، زبان، رنگ یا تاریخ جزا فیہ کی اس  
تفریقات کو پھر تسلیم کر لیتا ہے جو معاشرہ کو اعلیٰ و ادنیٰ کے درجہوں میں بانٹ دیتا ہے۔  
بیک اللہ تعالیٰ ایک ہے کائنات ایک ہے اور اس میں کار فرما طبیحوال بھی وحدت و یکساں  
ہے ہوئے ہیں۔ ایسا شخص پورے بنی نوع انسانی کا قاتل اور معاشرہ کے لئے نہر بلا بل  
ہے اس کا باقی رکھا انسانیت کے ساتھ دغا کرنا، لوگوں کو گمراہی اور ذہنی زکری غلامی  
میں از سر نو مبتلا کرنا ہے۔ تو کام بنی نوع انسانی کا خدا ہے اور ایسے شخص کو معاشرہ  
کا دشمن قرار دے کر اس کے شر سے بنی نوع انسانیت کو محفوظ رکھنے کے لئے اس  
کی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ معاشرہ میں جو مرامات اور تحفظات اسے حاصل  
تھے واپس لے لیتا ہے اس کا نکاح ختم کر دیتا ہے، مسلمان کا وارث بننے کی  
صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اسلام کی حالت میں صلوة، صوم، زکوٰۃ، حج جو کچھ ادا  
کیا تھا سب کچھ کا عدم قرار دیتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی صلوة نماز بھی ادا  
کرنا ممنوع قرار دیتا ہے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں دین نہیں کیا جائے گا اور آخرت  
میں اعمال صالحہ اور عبادات کا ثواب نہیں ملے گا اور ابد الابد تک اللہ تعالیٰ کے  
عقاب مستوجب ہوگا۔

ابو بکر صدیقؓ کی ذمہ داری، ان کی تدبیر اور فتح

ارتداد عرب کے وقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ اسے خلیفہ رسول اللہ لوگوں کی  
تالیف کریں اور اسی سے نرمی برتیں اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اجاب فی الجاہلیہ



اور شریعیل بن حسنہ کی سرکردگی میں پورا فوج روانہ فرماتے ہیں جس طرح جنگ عظیم دوم میں مشرق وسطیٰ پر جرمن کے خلاف روس اور مغربی سرحد پر امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ مختلف طاقتوں پر لڑ رہے تھے نیز یہ طریقہ جو سرحد پر ساسانی اور شمال مشرق میں بازنطینی مختلف طاقتوں پر اسلامی ریاست سے بیک وقت ہر طرف سے تھے اس طرح مسلمانوں اور رومیوں کا ملکی اتحاد دساتے آتا ہے اور یہ بات پابہ ثبوت جنگ پہنچ جاتی ہے کہ حروب ارتداد میں یہ دونوں طاقتیں براہ راست لڑتیں۔  
 خالد بن ولیدؓ کو عراق میں تیزی سے کامیابی ہوئی تھی اس کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور صرف دفاعی جنگ پر اکتفا کرتے ہیں اور خالد بن ولیدؓ کو مجبوراً کربلا کے چ کے بعد شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

شعی بن حازمؒ غزالیؒ میں حیرہ کا انتقام سنبھالتے ہیں (۱۲۵) اور خالد بن ولیدؓ مختلف مقامات پر فتوحات حاصل کرتے ہوئے شام میں دیج الکافرہ کلبہ میں اسلامی لشکر سے ہارے (۱۲۶) لیکن اللہ تعالیٰ نے رومی اور ساسانی سازش اور ان کے عملی اتحاد کو ناکام بنایا۔ مقام اجنادین پر ۱۷ ارجمندالاول کلبہ کو مقابلہ ہوا ہرقل کا نائب مارگاریا پھر ہرقل خود مسلمانوں سے لڑنے آیا اور دو قصہ پر مقابلہ ہوا اسی آثناء حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی اطلاع اور ابوسعیدہ کی امارت کا حکم پہنچا (۱۲۷) سواد کا نصف حصہ ابوبکرؓ کے قتل اور چکا تھا (۱۲۸) اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پورے عزم و استقلال کا ثبوت دیا اور وہ آگے بڑھ کر عرب میں اٹھ گئی۔

اور وہاں کے دوسری اقدام کی تالیف طلب کرتے ہو (۱۲۸) دشمن کی منظم افواج کو اپنے پیچھے چھوڑ کر ان کے ممالک میں نہ گھسنا۔ اہل فارس کا ایک لشکر العین میں دوسرا انبار میں تیسرا فرائض میں تھا پورے ایک سال حضرت خالد بن ولیدؓ یہاں مقیم رہے اسی آثناء میں خالد بن سعیدؓ سے رومیوں کی جبریں شروع ہو گئیں۔ شمالی سرحد ہمیشہ اسامہؓ کے کامیاب واپسی کے بعد پرسکون تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے سرکوبی کے وقت شمالی سرحد پر قیام کے مقابلہ خالد بن سعیدؓ کو املا دی کہ سرحد پر متعین فرمایا تھا۔ اس وقت سے برابر یہاں مقیم رہے لیکن اب رومیوں سے براہ راست جہز میں شروع ہوئی (۱۲۹) اور فاطمہؓ کے خلاف اسلامی فوجیں کھڑی ایران کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ جنگ ضریؓ پر جو ذیقعدہ ۱۳۰ کا واقعہ ہے) رومیوں اور فاطمہوں کا مسلمانوں کے خلاف ملکی اتحاد ہوتا ہے (۱۳۱) اور رومی اپنے زیر اثر عربوں سے شام کی جنگ کے لئے فوجیں طلب کرتے ہیں۔ بہرہ، کلبہ، سلج، تنوخ، خم، بنام اور عثمان کے قبائل مقام ٹمٹ میں مسلمانوں کے خلاف جمع ہوتے ہیں ۱۳۲ ایک رومی پادری باہان سے مقابلہ جوتا ہے ان کو شکست ہوتی ہے لیکن خالد بن سعیدؓ کو کلبہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی توجہ عراق کے بجائے شام کی طرف ہوتی ہے لوگوں کو شام کی جنگ کے لئے ابھارتے ہیں لیکن اس کے لئے آپ نے سخت مشقت برداشت کی (۱۳۳) اور کربلا کے چ سے واپسی کے بعد فوجیں بحیرہ کا انتقام فرماتے ہیں عمرو بن العاصؓ یزید بن ابی سفیانؓ ابوسعیدہ بن الجراحؓ

(۱۳۳) طبری، جلد ۴ ص ۲۸ القاہرہ۔

(۱۳۵) " " " ۳۲ " "

(۱۳۶) " " " ۳۲ " "

(۱۳۷) " " " ۳۶ " "

(۱۳۸) " " " ۴۲ " "

(۱۳۸) طبری، جلد ۴ ص ۱ القاہرہ

(۱۳۹) " " " ۱۹ " "

(۱۴۰) " " " ۲۸ " "

(۱۴۱) " " " ۲۶ " "

(۱۴۲) " " " ۲۹ " "

(۱۴۳) " " " ۲۹ " "

دین اسلام کے خلاف بغاوت اور سرکشی ہے اور تحفظ دینے والا واجب القتل ہے (۳۷) نظام زکوٰۃ کا حکم واجب القتل ہے اور حکومت نظام زکوٰۃ کے قیام کی پابند ہے اور اس کو ناقابل عمل سمجھنے والا مستحق مزار اور قتل ہے۔

اس باب میں فقہ کے اصول اور فقہ کے مہجوں سنت ہیں تو ان و حدیث میں اشارات و نکات سے نبوت کا ذکر کے گہنی نش پید اکرا مرا عا کفر ہے کیونکہ اگر ان امور میں کوئی بغاوت یا فتنہ ہو تو صحابہ سے زیادہ سنت کا علم امت میں کسی کو نہ تھا۔ وہ یقیناً حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنے اور ان ہیوں کے خلاف تھا، پرا اجماع نہ فرماتے اور نہ ان میں کو قتل کرتے، یہی صدیق کے قوت عزیمت کا کارنامہ ہے۔ نظام فوجی کو حمل کے ساتھ ترتیب دینے کا نتیجہ اور مردان عییش کے ساتھ مکیاتیب و مرسلت کی مرعت، صدیق رضی اللہ عنہ ایمان کا درجہ ظاہر ہے۔ انبیاء کے مشابہ اور تمام انسانیت سے افضل اس صورت میں روحانی بعیرت (ولایت) سیاس و ملی بعیرت (بادشاہت اور ولایت) اور معاملہ فہمی (زکوٰۃ مرتدین، گناہین، بیض اسامہ وغیرہ) ان سرستہ رازوں سے واقفیت جن میں ملت، خلافت اور اسلام کی بقا معمر ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ بہترین اذکار کہتا ہے اگر ایمان کامل ہے، اعمال صالح ہیں مرد مومن ہے اور پھر صدیق بھی ہے تو یہ سب کرشمے جو اس نے دو سال تین ماہ دس دن میں دکھائے (۳۸) اس کے مانیں باقیہ کا قیام ہیں۔ کوئی ہے صدیق ہو کہ کھنڈ والا! ان امور کو دیکھ کر انسان بے اختیار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تعریف پر مجبور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہوتی تو مسلمانوں کی یہ تاریخ جو ہم دیکھ رہے ہیں ہرگز نہ ہوتی۔ یہی صدیقیت ہے یہی نشیب و انبیاء اور خلافت اللہ ہے لیکن خلافت رسول اللہ کے تابع۔

اس کو صرف پھر ماہ (یعنی جمادی الثانی) آخر میں آپ نے حرب ارتداد کے خلاف باقاعدہ فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کر کے اقدامات شروع کئے تھے اور ذی الحجہ سلسلہ جنگ میں بچا دی اور مجرم سلسلہ میں اصل دشمن کمری لران کے خلاف مہم پر متقی بن مائز کی امداد کے لئے خالد بن ولید کو روانہ فرمایا (۳۹) قتل انسانی ایران اور شمشدد ہے کہ آپ جلد کیسے اس ملک پر قابو پایا گیا بلکہ پڑوس میں دو عظیم طاقتوں کی ریشہ دوانی بدستور ہو چکی اور ان کے ریشہ دوانیوں سے مجبور ہو کر صدیق رضی اللہ عنہ عراق عرب اور شام عرب پر حملہ کا فیصلہ فرمایا تھا اور وفات کے وقت نصف سواد فتح ہو چکا تھا یہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ شام و فلسطین کے بڑے بڑے شہر فتح ہو چکے تھے۔

دشمنی تماموں میں اور نہ صرف فتنہ ارتداد، مانعین زکوٰۃ اور گناہین کی شورش کو فرو کیا بلکہ پورے جزیرہ عرب میں امن و امان بحال کر کے اصل دشمن اسلام کے بالمقابل تحوش اسلام کو لا کھڑا کر کے وہ خطرہ جو ان دونوں عظیم طاقتوں نے مدینہ کے لئے پیدا کیا تھا۔ خود ان کے دوازے پر دستک دینے لگا تھا اور انہی کار دونوں عظیم طاقتیں تباہ و برباد ہوئیں کمری ایران اور قیصر روم کا نام دشمن مٹ گیا اور اللہ کا وعدہ فی ظہور علی الدین مکمل پورا ہوا۔ صدیق نے پوری امت کو مانعین زکوٰۃ، مرتدین اور گناہین کے خلاف متحد کیا اور اس امر پر اجماع منعقد فرمایا کہ اسلام میں مرتد کو سزا قتل ہے (۴۰) آپ کے بعد کسی نبی یا رسول کے مبعوث ہونے کی کوئی گنجائش نہیں خواہ تشریفی ہو یا غیر تشریفی، غلطی ہو یا برائی نبوت و رسالت، مجموعہ تمام گنجائش ہے (۴۱) وحی منقطع ہو چکی ہے اب آپ کے بعد کوئی ایسی وحی نازل نہ ہوگی جس کے انکار سے کوئی شخص کا فر کہلائے بلکہ وہی محمدی کا انکار کرنے والا کا فر یا آپ کے بعد دوسری وحی کے زور کا فقیہہ کہنے والا کا فر اور واجب القتل ہے۔ اگر امت ایسے افراد کو قتل نہیں کرتی، حکومت ان کو تحفظ مہیا کرتی ہے تو یہ

## الباب السابع

## مسئلہ وراثت

الاضاعی کو اہل ذکر کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا اس وقت ان کا سردار یوشع بن نون تھا، اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعویٰ آراضی دینے پر صلح کی اس وجہ سے آدھا ذکر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالعہ ہوا آپ یہاں کی آمدنی مسافروں پر خرچ فرماتے تھے (۳) اب حضرت فاطمہؓ اور عباسؓ ان اراضی کا مطالبہ کرتے ہیں بدلیات میں یہ مطالبہ تین طرح پیش کیا گیا ہے (۱) وراثت (۲) ہبہ اور علیہ کا دعویٰ (۳) اولیت کا دعویٰ۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ  
وَمَا أَهْلُ الْقُرَىٰ ذَلِيلُهُ وَ

## صديق اکبر کا استدلال اور جواب

لِلرَّسُولِ اِنْ قَوْلُكَ لِلْمَلِكِ رَدٌّ فَتَمِّمْ (۴) ان آیات میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تو اہل قرآن کے لئے ہاتھ کٹنے اس میں ہمارے اور انصار کا حق ہے اور ان کا بھی حق ہے تو ان (ہمارے) انصاف کے بعد آئے یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے مسلمان ہوئے والوں کے حق میں دعا گو ہیں کہ اسے بدر و گار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنوں کے طرف سے کس طرح کا کینہ نہ رکھنے دے اس میں ہر مومن شامل ہے جو ہماری دعا گو ہو تو حق تعالیٰ نے متذکرہ صمد آیات میں حضرت عباسؓ ہمارے انصار اور ان کے پیچھے کیے قیامت تک آنے والوں کی مدد و توصیف فرمائی ہے اس طرح مال غنیمت (یعنی وہ مال ادا اراضی جو دشمن سے لے کر حاصل کی ہوا اور نبیؐ و صلح کے ذریعہ دشمن سے حاصل کی ہو) میں تمام مسلمانوں کا حصہ ہے (۵) حضرت عباسؓ نے بھی حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو ہبہ تمام صحابہ کے سامنے ان آیات (وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ) کو تلاوت فرما کر یہ استدلال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ تھا اس میں ایک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے ایک اہم اور نازک مسئلہ وراثت کا تھا۔ حضرت فاطمہؓ، حضرت عباسؓ اور نیز ازواج مطہرات کی طرف سے ترکہ کا مسئلہ پیش ہوا حضرت فاطمہؓ اور عباسؓ کہتے ہیں اور غیر و ذکر کی اراضی میں آپ کا جو حصہ تھا اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات، حضرت عثمانؓ کی وصالت سے میراث کا مطالبہ پیش کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات یا بیٹی یا بچا کا یہ بھنا کہ ترکہ میں ان کا حق ہے کوئی ہزار قیاس میں طالعہ کرنا کافی تھا تو انھوں نے کیا کیا بدلیات پیش کر دیں ہے کہ یہ مسئلہ اب تک حل نہیں ہوا، تعجب خیز ضرور ہے۔ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین اموال مخصوص تھے۔ اموال بونفیعہ، غیر ذکر اموال بونفیعہ آپ کی ضرورت کے لئے تھے، ذکر کی آمدنی آپ مسافروں پر خرچ کرتے تھے اور غیر کے آپ نے تین حصے فرمادیے تھے۔ دو حصے اپنے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے تھے اور ایک حصہ اپنے دل کے نقد اور اپنی ذات کے لئے باقی رکھا اور اس حصہ سے بھی جو کچھ بچا ہوتا اس کو آپ نفاذ ہمارے میں تقسیم فرمادیتے تھے (۱) غیر کو آپ نے ۳۶ حصوں میں تقسیم فرمادیا تھا۔ نصف یعنی ۱۸ حصے آپ نے اپنی ضروریات اور ہمارے کے لئے مخصوص فرمادیے تھے اور نصف (یعنی ۱۸ حصوں کو مزید ہر ایک حصہ کو سو سو حصوں میں تقسیم فرمایا) ہمارے میں تقسیم فرمادیتے تھے (۲) غیر کے بعد آپ نے فیصلہ بن سہود

(۱) توح البیان، ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۹۰، ۳۰۰، انساب الاشراف، جلد ۱، ص ۵۱۹۔

(۲) ۲۹۔ میراث ابن ہشام جلد ۲، ص ۳۶۹۔

(۳) توح البیان، جلد ۳۔ میراث ابن ہشام جلد ۲، ص ۲۵۳۔

(۴) ترائن، الخضر، آیت ۱۰۔

(۵) سیاست الہیہ، ابن عیینہ، ص ۵۸ (اردو ترجمہ)

## دعویٰ دراشت حضرت فاطمہؑ

فدک میں اپنی دراشت کا مطالبہ کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب میں کہا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول لا نور ما ورثنا صدقة انما ياكل ال محمد من هذا المال وال الله اذاع رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ الا صنفته۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا جو کہ چھڑ جائے جسے وہ صدقہ (یعنی مسلمانوں کے لئے وقف) ہوگا اور اس محمدؐ اس مال میں سے کھائیں گے واللہ ہر وہ امر میں انجام دوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت فاطمہؑ نے ناراض ہو کر حضرت ابوبکرؓ کو چھڑ دیا اور وفات تک تکلم نہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں جب حضرت فاطمہؑ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ نے ان کو رات کے وقت دفن کیا اور حضرت ابوبکرؓ کو اجازت نہ دی اور خود ہی صلوٰۃ جنازہ پڑھا اور حضرت علیؑ نے لوگوں کی بے رخی محسوس کی کیونکہ حضرت فاطمہؑ کی حیات میں لوگوں کے نظر میں ایک مقام رکھتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت کی درخواست کی اور بیعت کی خواہش کا اظہار کیا کیونکہ ان ایام انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پیغام پہنچا کہ آپ مجھ سے تنہائی میں علیؑ کوئی آپ کے ساتھ نہ ہوگا کیونکہ حضرت عمرؓ کی سستی کی وجہ سے وہ حضرت عمرؓ کو ناپسند کرتے تھے حضرت عمرؓ نے کہا واللہ آپ ان کے ساتھ نہ ہوں گے نہ جاؤں گے لیکن ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ میرے ساتھ کیا کر لیں گے، واللہ میں مزد جاؤں گا۔ حضرت ابوبکرؓ گئے، حضرت علیؑ نے کہا کہ میں آپ کی فضیلت کا اعتراف ہے۔ اور جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کا میں اس قدر اقرار کرتے ہوں کہ اس خبر پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے حدیث میں نہیں کرتے لیکن آپ لوگوں سے ہم پر زیادتی کی ہے ہم یہ نیا کر رہے تھے کہ اس امر خلافت میں قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہمارا بھی حصہ تھا یہی گفتگو ہوئی رہی کہ حضرت ابوبکرؓ رو دینے اور کہا والذی نفسی بیدہ لعزابتہ رسول اللہ

## دعویٰ وارثت

مسلمان بھی ایسا نہیں تھا، جس کا حق نہ ہو، نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیر و فک کی آفتاب سے مسلمانوں کے لئے اصل گھولے وغیرہ بھی خریدتے تھے اور اپنا اور اپنے متعلقین کا مال بھر کا خرچ پورا کرنے کے بعد قومی اور ملکی صلہیں بھی خرچ کرتے تھے۔ فیجعل میجعل مال اللہ کا یہی مطلب ہے۔ (۹۱)

دراشت کے بارے میں حضرت فاطمہؑ اور حضرت عباسؓ اور ازواج مطہرات کے متعلق روایات ملتی ہیں۔ جہاں تک ازواج مطہرات کا تعلق ہے ان کے سامنے جب حقیقت حال واضح ہوئی تو فوراً ہی دستبردار ہو گئیں اور اس کے بعد کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس میں انہوں نے اپنی منگی کا اظہار کیا ہو۔

ازواج مطہرات نے خیر و فک میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا اپنی میراثوں کا مطالبہ کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجا تو حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر اٹھ کر کہا، کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ ہماری کوئی میراث نہیں ہے اور یہ کہ ہم نے جو کچھ چھڑا ہے صدقہ ہے اور رملت کے بعد اس کا ہے جو والی امر ہو یہ تمہیں کس سب خانہ کوش ہو گئیں (۱) اس طرح میراث ازواج مطہرات کا دعویٰ ختم ہوا لہذا وہ صدیق اکبرؓ سے رجوع کرنے کا بھی کوئی واقعہ احادیث میں نہیں آیا ایک ہی حضرت فاطمہؑ اور حضرت عباسؓ اور جد میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ کے متعلق مختلف روایات میں مختلف انداز اختیار کیا گیا ہے۔

(۹۱) بخاری، باب الخمس، ۵۱۵، ۴۳۶۔ اور آد کتاب الوارث باب صفایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۲، ۱۶۶۔ توح البدر، ص ۲۰۔

(۹۲) توح البدر، ص ۲۲۔

جو کچھ نام چھوڑ جاتے ہیں مدتہ ہوتا ہے اس پر حضرت فاطمہؓ ناراض ہوئیں یہاں تک کہ وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہؓ چھ ماہ تک بقید حیات رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کا مطالبہ کرتی رہیں تو آپ کو مدنیہ خیرہ و ذک سے ملا تھا تکین صدیق اکبرؓ انکار کرتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں کسی اس کا کم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے نہیں کر سکتا اور اس پر عمل کرتا ہوں گا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں آپ کے کسی کام کو ترک کر دوں تو کہیں یہ راہ نہ ہو جائوں مگر مدنیہ سے جو مال رسول اللہ کو ملا تھا حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو دے دیا۔ مگر یہ سب حضرت علیؓ نے لیا اور خیرہ و ذک سے جو مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہوا تھا وہ دے دے اور فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مدقبہ ہے جس سے آپ وہ حقوق ادا فرماتے جو دنیا و فناء آپ کو پیش آتے تھے اس لئے وہ خلیفہ ہی کے گمراہی میں رہے گا۔ راوی کہتا ہے کہ آج تک وہ خلیفہ ہی کی گمراہی میں رہا ہے (۹)۔

اس روایت میں کچھ اضافہ ہے۔

(۱۱) حضرت فاطمہؓ برابر وفات تک مطالبہ کرتی رہیں اور حضرت ابوبکرؓ برابر منع فرماتے رہے۔

(۱۲) حضرت عمرؓ نے مدنیہ کا مال (جو خیرہ) حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے قولیت میں دے دیا لیکن علیؓ نے پھر سے مال پر قبضہ کیا۔

(۱۳) خیرہ و ذک کو حضرت عمرؓ نے بھی خلیفہ کے گمراہی میں رکھا اور راوی کے زبان تک بڑا طریقہ ہی کے گمراہی میں رہا۔

ان روایات کے ساتھ مزید اضافہ طبرانی کی گئی ہے تاکہ مطالبہ میراث کو مزید تقویت دی جائے اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے مابین مکمل نزاع کا ثبوت ہو سکے اس لئے یہ ترکان سے مدد لی گئی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ

صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی، واما الذی شیخینکم فی هذا الاحوال فانی لم ازل فیما عن الخیر ولم یترک امامیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انحصار ذاتی کی قسم میں ہے کہ اللہ میں میری جان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار بچہ کو اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ اپنے رشتہ داروں کے حلقہ صلہ رحمی کھل ادا ہو کر ان اموال کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا تو میں کچھ کہتا ہوں کہ میں نے امر حق سے ذرا بھی کوتاہی نہیں کی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنے والا نہیں میں نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کرتے دیکھا ہے وہی میں بھی کر رہا ہوں (۸)۔

یہ وہ روایت ہے جس کی بنیاد پر مطالبہ میراث اب تک زندہ چلا آ رہا ہے اس روایت میں متعدد امور زیر غور ہیں:

(۱) حضرت فاطمہؓ کا مطالبہ میراث بابت خیرہ و ذک

(۲) حضرت ابوبکرؓ کا مطالبہ کو مسترد کرنا

(۳) حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا اور تاحیات تکلم نہ کرنا اور حضرت علیؓ کا بخیر اطلاع خلیفہ کے ان کو دفن کرنا۔

(۴) بعد وفات حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کا مسالحت پر آمادہ ہو کر جمعیت کی درخواست کرنا۔

(۵) حضرت ابوبکرؓ کا مطالبہ میراث پر معذرت کا انکار کرنا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے صدیق اکبرؓ سے میراث مانگی اس

تمام مان میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد چھوڑ چکے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم معاشرہ نبیاء و مورث نہیں بنائے جاتے

(۸) بخاری کتاب الفرائض باب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ورثاء لارثائہ

طبر ۲ ص ۹۹۵۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے میراث کے معاملہ میں ترک کسی ایسی امت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس سے میرے پدر بزرگوار کو شش کروا ہے یا میں اور میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لبت پر نہیں۔

(۲) وَذُرِّيَّتُكَ سَلِيمَانٌ (۱۶) حضرت داود اپنے باپ کے وارث ہوئے۔

(۳) يَرْثُكَ ذِيكَ مِنْ اِلٰى يَعْقُوبُ (۱۷) حضرت ذریانے اللہ سے اپنے وارث کی استدعا کی جو میری میراث پائے اور آل یعقوب کا ورثہ بھی ملے۔

(۴) يُوْصِيْكُمْ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِهِ الْكَوْثَرُ لِلَّذِيْ مِثْلُ حَظِّ الْاُنثٰى (۱۸) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔

اس طرح حضرت فاطمہؑ اور حضرت ابوبکرؓ کا طویل مباشرہ اور کمال ہوتا رہا۔ بخاری میں ہے، فہجرت فاطمہ فلم تکلمہ حتی ملتا ابن سعد کے الفاظ میں حتی توفیت ہے۔ حضرت فاطمہؑ اگر پہلی آئیں اور وفات تک تکلم نہ فرمایا (۱۳)۔

قرآن سے استدلال کرنا اور حضرت فاطمہؑ سے اس گفتگو کو منسوب کرنا حضرت فاطمہؑ کے موثران کے خلاف ہے۔ نبوت کی گو میں ہل کر علم نبوت سے ناواقفیت کا ایک ایسا الزام حضرت فاطمہؑ پر لگایا جا رہا ہے جس سے حضرت فاطمہؑ ہر طرح سے بری ہیں۔ حضرت فاطمہؑ اور حماد اگر قرآن کا مطلق ادراک نہ کر سکیں تو کون ادراک کرے گا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ورثہ سلیمان سے مراد ملک نبوت ہے کیونکہ حضرت داود کی سو کے قریب اولاد تھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ وراثت سے ان سب کو قہراً کر کے صرف حضرت سلیمان کو وارث بنایا اور اس توریث کی خود قرآن نے تصریح کر دی ہے

(۱۰) النمل آیت ۱۶، پ ۱۹۔

(۱۱) النمل آیت ۱۶، پ ۱۹۔

(۱۲) النساء آیت ۱۱، پ ۴۔

(۱۳) طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص ۳۱۵۔ بخاری جلد ۲، ص ۹۹۶۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَطْلِقَ الطَّاهِرِ وَأَوْثِقْنَا مِنْ حُلِيِّ شَيْءٍ (۱۴) اور انھوں نے کہا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیز میں دی گئی ہیں اور حضرت ذریاب بھی جی تھے آپ کے سامنے دنیا کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

خود بخاری تھے اس کی آمدنی پر گذر اوقات فرماتے تھے اور مال میں کرنے والوں میں سے نہیں تھے کہ ان کو مال کے وارث کی تلاش ہوگی لکہ اللہ تعالیٰ سے استدعا کیجئے ہیں کہ ایک صالح اولاد دی جائے تاکہ وہ نبوت میں آل یعقوب اور ان کا وارث ہو اور بنی اسرائیل کے اصرار کی نگرانی کر سکے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت میں النبی لا ذرئہ لہ جس سے ہوا کا انبیاء کو شامل ہے۔ بخن معاصر الانبیاء لا ذرئہ ہم معاصر انبیاء مورث نہیں ملتے جاتے (۱۵)۔

حضرت صدیقؓ سے روایت سن کر حضرت فاطمہؑ نہ صرف غامض بلکہ اپنے مطالبہ سے دستبردار ہوئی ہیں۔ حضرت عائشہؓ اس دستبرداری کو بیان فرماتی ہیں، فہجرت فلم تکلمہ حتی ملتا حضرت فاطمہؑ اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے مطالبہ میراث کے بابت انتحال تک ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لاتی ہیں حالانکہ حضرت فاطمہؑ جو اہل بقیہ حیات رہیں اگر ان کی کو کچھ ناگہانی ہو تو اس طویل عرصہ میں اس کا اعادہ کر سکتی تھیں لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت درحقیقت حضرت فاطمہؑ کی صفائی کے لئے تھی مگر مد کے لوگوں نے اس کا یہ مطلب لیا کہ حضرت فاطمہؑ اگر پہلی آئیں ہیں اور وفات تک حضرت ابوبکرؓ سے تکلم نہ فرمایا اور اس کے ساتھ ایک طویل مباشرہ اور کمال رہی یا انھوں باقہ تیار کر کے روایات کا جزو لاینفک بنایا، تاکہ امت مسلمہ حقیقت حال پر خود نہ کر سکے اور غلط فہمیں میں مبتلا رہے اس روایت کا یہ مطلب حضرت عائشہؓ فرمادیں شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اس مقام پر پہنچ کر بخاری شریف کے دوس

(۱۴) النمل آیت ۱۶، پ ۱۹۔

(۱۵) البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، جلد ۵، ص ۲۹۰۔

نہیں کر سکتا ہے۔ جاگیر رسول کی بیٹی جب حضرت ابوبکرؓ حضرت فاطمہؓ کی پیام ملاقات میں ان کے یہاں تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے آپ کو گھر کے اندر بلایا لنگو ہوئی اور صاف الفاظ میں اپنے رشتا کا حضرت ابوبکرؓ کے سامنے اقرار کر دیا اور کہا کہ میں آپ کے فیصلہ پر ہرگز ناراض اور کبیدہ خاطر نہیں ہوں (۱۸)۔

یہی شان صدیقیہ ہے اور آئندہ نسلوں کے لئے صدیق کا عظیم کارنامہ ہے۔ از دو اج طلعت اور حضرت فاطمہؓ مٹیں ہوئے حضرت ابوبکرؓ کو بڑی کے طور پر اموال مطلوبہ ان کے والد بھی کر سکتے تھے مگر کیوں کرتے، موروثی حکومت میں تو نواز ایک ہی خاندان میں منتقل ہوتا رہتا ہے مگر اسلامی نظام میں پیش رو خلیفہ کے دروازہ کو عائشہؓ کی تعلیم و طرح اس کی اجازت دے سکتا ہے۔ اسلام آیا ہی تھا ان اہمال سابقہ کو مٹانے کے لئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی اور صدر ریاست کے خواجہات ریاست مہمانوں اور اپنی ذات داد لاکھ مزدوریات بھی بھری کرتے تھے لیکن یہ اموال آپ کی ذاتی ملکیت میں نہ تھے اور جو آپ کا حصہ تھے وہ اس شخص کی تحویل میں چلا گیا جو نبی کے قائم مقام اور عائشہؓ تھے (۱۹)۔

**عطیہ اور مہبہ کا دعویٰ جاگیر** یہ بحث نا ممکن رہ جاتی ہے اگر ہم یہاں ان روایات کا ذکر نہ کریں جن میں حضرت فاطمہؓ کا دعویٰ توریت ہمیں یکہ بطور علیہ اور جاگیر کے مندرجہ ہے۔

حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے کہا خدا کے دو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے مخصوص فرمایا تھا اور شہادت میں حضرت علیؓ کو پیش کیا۔ دوسرا گواہ تھا تو ام ایمن کو پیش کیا حضرت ابوبکرؓ نے کہا اسے جنت رسول اللہ آپ جاتی ہیں کہ شہادت بغیر اس کے جائز نہیں ہوتی کہ دھرم ہوں یا ایک مرد اور دو گوتیں ہیں جن کو حضرت فاطمہؓ

(۱۸) البدایہ والنہایہ جلد ۵، ص ۳۹۱۔

(۱۹) مسند احمد بن حنبل، جلد ۱، ص ۳۴

میں بیان فرمایا تھا جو اتفاق سے مجھے محفوظ رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر میری فکر مجھے یاد دلایا۔

لہذا میراث کے مطالبہ پر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرت ابوبکرؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے آگاہ کرتے ہیں تو ان کے لئے دوی راستے تھے یا تو وہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر دیتیں یا آپ کے قول پر تسلیم خم کر دیتیں لیکن کس روایت میں یہ مذکور نہیں کہ انھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بیان کردہ حدیث کی صحت سے انکار کیا ہو کیا حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کی ان الفاظ میں تصدیق فرماتی ہیں۔ فانت وماعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم (۲۰)۔

تو یہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مسئلہ اس کو آپ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں کیا حدیث کی موجودگی میں حضرت فاطمہؓ اپنے مطالبہ پر اصرار کر سکتی تھیں؟ جب ان کی شان سے اصرار کرنا زیب نہیں دیتا تو کیا ان کے لئے صدیق اکبرؓ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت و اردو پر جان نثار کرنے والے علیؓ جیسی سب سے ناراض ہو کر تکلم بن کر ناگاہی، لیکن بلا شک یہ کہ حضرت فاطمہؓ کو ان الفاظ میں ہاتھ دھن کر دینا اور ان سے تبرکات و بکری اس روایت کے راوی صرف حضرت ابوبکرؓ نہیں ہیں بلکہ ازواج و بھارت حضرت علیؓ حضرت عباسؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عمر فاروقؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، بنی عبید اللہؓ

ذہیر بن العوامؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابوسریحہؓ اور حضرت عائشہؓ سب حدیث کی صحت کے شاہد عدل ہیں (۲۱)۔ اس بنا پر حضرت فاطمہؓ کا حدیث کی عدم صحت کا تصور کرنا بھی نا ممکن تھا اور صحت کے اقرار کے ساتھ تکبر و قاطری روایت حضرت فاطمہؓ کی طرف منسوب کرنا ان کی عظمت شان کے خلاف اور مرجح تو ہیں، فاطمہؓ کے مشرا دے۔

صاف اور مرجح اثر خدا جوئی سننے کے بعد ایک ادائی و دیر کا مسلمان بھی اپنے مطالبہ پر اصرار

(۱۹) البدایہ والنہایہ جلد ۵، ص ۲۸۹۔

(۲۰) دیلمی وغیرہ جلد ۱، ص ۲۸۷۔

والسب علی گنیمت، دوسری روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا  
ذکر تجھے دو بیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے دے دیا تھا۔ ثبوت مانگتا تو میں  
اور رباح کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے پیش کیا دونوں نے  
شہادتیں دیں مگر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کسی معاملہ میں یہ ثبوت کافی نہیں ہو سکتا ایک  
مرد اور دو مردوں کی شہادت پہنچا ہے۔ (۲۰)

حضرت ابوبکرؓ نے گواہوں کے مطالبہ پر یہ اعتراض کیا کہ حضرت باربر نے  
مال بھجوں کے وقت دعویٰ کیا کہ تجھے آپ نے آزاد دینے کا وعدہ فرمایا تھا (۲۱) تو یہاں  
دعویٰ کی تصدیق میں دو گواہ طلب نہیں کرتے لیکن فاطمہؑ سے دو گواہ طلب کرتے ہیں۔  
جن کے متعلق تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ بیعت بول سکتی ہیں اس لئے بغیر گواہ کے  
حضرت فاطمہؑ کا مطالبہ تسلیم کر لینا چاہیے مگر یہاں ایک روایت ہے کہ خلاف موجود ہے  
عمر بن محمد العزیز نے بنی امیہ کو بیعت کر کے کہا، ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا  
آپ اس کی آمدنی خورد و نوش کے اخراجات اور قسٹ یعنی حاشم کی ضروریات اور  
الحاکم کی بیواؤں کی شادیوں پر خرچ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے اپنے نام اس کو ہیہ کرانا  
چاہا مگر آپ نے انکار فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں وہی عمل  
راجو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور ان کے بعد حضرت عباسی  
پر عامل رہے آپ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو بھی اسی حالت پر قائم کرتا ہوں  
میں حالت پر کر رہے تھا (۲۲) اس روایت نے باوجود ذکر کی حقیقت واضح کر دی کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی باوجود ذکر اپنی حیات میں حضرت فاطمہؑ کو بطور

(۲۰) فتوح البلدان، ص ۷۵۔

(۲۱) بخاری، الجہاد، باب ما اقطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجہدین

جلد ۸، ص ۴۴۸۔

(۲۲) فتوح البلدان، ص ۳۴۔

جاگیر دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح حضرت باربر کے واقعہ سے استدلال کرنا خود  
جو دروغ ہو جاتا ہے حاصل یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن و حدیث کی روشنی  
میں حضرت فاطمہؑ کو مطمئن فرما دیا تھا اور وہ مطمئن بھی ہو چکی تھی مگر حضرت ابوبکرؓ کو اس  
کا شدید احساس تھا کہ اگر کوشہ رسولؐ نے مجھ سے ایک درخواست کی اور میں اس  
کے ماننے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک غلط فہمی جو حضرت ابوبکرؓ کے سینہ میں ہو چکی تھی  
اور مرض الوفا میں حضرت فاطمہؑ سے اس فحش کا اظہار بھی کیا (۲۳) اور حضرت ابوبکرؓ  
کی اور یہی معذرت حضرت علیؑ سے بھی وفات فاطمہؑ کے بعد کی تھی (۲۴)۔

## عجی اثرات

ساتویں صدی عیسوی کے نصف میں جو فتوحات مسلمانوں کو حاصل  
ہوئیں انھوں نے زردشتی مذہب اور سامانی سلطنت کا خاتمہ  
کر دیا تھا اور ایران کو صرف خلافت کا ایک صوبہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔ اس سے انھیں بڑی  
تکلیف پہنچی جسے وہ گوارہ نہ کر سکے۔ جو کچھ لوگ ان میں سے ملتے جلتے ہو گئے  
اولاد فاطمہؑ کی محبت اور حضرت علیؑ پر قلم و ستم ڈھکنے کی حاجت کا اظہار کر کے حضرت  
علیؑ سے ہمدردی کرنے والوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا (۲۵) اسے اعلان دین اسلام بظاہر  
دائرہ اسلام و ایمان میں داخل ہونے مگر باطن کا نازک کا فر ہے۔ اسلام کے مدعی صرف مسلمانوں  
کے عقائد بگاڑنے کے لئے ہوتے تھے تاکہ اسلام کا پایادہ اڑھ کر پھٹے اور صادق الیقین مسلمانوں  
کی تکفیر اور لینے انکار بظاہر عام اور سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں جاگزیں کر دیں یہ  
لوگ اسلام کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے مگر اپنی اسلام کے خلاف دلنشہ و دانیوں میں  
معروف رہتے، انھوں نے ان علمی، تفکراتی میراث ذخیرہ کو اپنا صحابہ کے دیران بحث  
و تمجید میں کسی چیز نہ سمجھے اور صحابہؓ ان کو کھلی کھپتے تھے، جو امدی۔ خلافت اور

(۲۳) البیہاق و النہایہ، ابن کثیر، جلد ۵، ص ۲۸۹۔

(۲۴) جلد ۵، ص ۲۸۹۔

(۲۵) الملل والنحل، ابن حزم، جلد ۸، ص ۸۔ حیدرآباد۔

کچھ بڑھ گیا اور سلطنت کے اعلیٰ ترین محکمے اور اعلیٰ ذمہ داری ان کے سپرد ہونے لگی اور اس قول میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تادمہ اور دنیا کا انتقام درپائے زاب کے کنارے لیا گیا۔ بنو امیہ کا زوال گویا خاص عربی و در اسلام کا فائدہ تھا (۳۰) کے بعد انھوں نے سامانی ذہنیت کے مطابق ایسے واقعات لکھے جو کسی کے ذہن و خیال میں بھی نہ تھے۔ ۳۲۰ء میں ابی سحانہ جو رشتہ دارانی شروع کی تھی بنو امیہ کے دور کے انتقام کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچی ۳۲۰ء میں ابی بویہ عراق میں سب سے زیادہ طاقت حاصل کر کے ۳۲۰ء میں بغداد پر قبضہ کیا اور ملیح کی تثبیت ایک قیدی کی ہوگئی۔ اعرائے ابیہ ان سے معزز قیدیوں کا برتاؤ کرتے تھے جو فقر آئنا مشرقی کے شیعہ تھے جو علما کو محض فاضل خیال کرتے تھے۔ اس زمانہ میں شیوخ فلسفے مری تھے (۳۱) اور موضوع روایات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

انہیں وجوہات کی بنا پر ابن کثیر کہتے ہیں "ولعلہ روی بعضی ما فیہ بعضی الروایۃ وفہم من فیہ تشیع فیعلہذا اللہ" (۳۲) روایات میراث میں شاید بعض راویوں نے جیسے سماس کو بھی بعضی روایت کر دیا اور یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ ان راویوں میں بعض روایہ شامل ہیں جن میں تشیع تھا اور ان راویوں اثرات غالب تھے جو کہ حضرت فاطمہ عیسیٰ متقی اور پرہیزگار تھیں کہیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف غیر قانونی اجتماع نہیں کر سکتی تھیں ان روایات کا ایک کردار پہلو بیعت کا ذکر ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کے وفات کے بعد بیعت کی، جبکہ حضرت فاطمہؑ اور حضرت جابرؓ، حضرت ابوبکرؓ سے میراث کا مطالبہ کسی وقت کر سکتے ہیں جب مسلمان بالاتفاق بیعت کر کے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ منتخب

وراثت کا مسئلہ دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی یہ لوگ کفر کی پشت پناہی کرنے والے تھے، ان کو حضرت فاطمہؑ اور اولاد فاطمہؑ اور علیؑ سے کوئی محبت نہ تھی بلکہ اس طرح وہ عقائد میں بگاڑ پیدا کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا چاہتے تھے۔ پس دھڑلے بندی کا انتہائی اظہار مہملان پہلو مسلم کی تقریروں میں ہوا جو بویہ سے مسلمان ہوا تھا جس نے حضرت علیؑ کے حق خلافت کی خدا کی ہونے کے بارے میں لکھا ہے میں دعویٰ کیا تھا اور ۳۵۰ء میں حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو اب سحانہ نے اعلان کر دیا کہ وہ صرف خلیفہ ہی نہیں ہیں بلکہ شیخ کریم سے ایک فدائی روح ان میں منتقل ہوئی ہے۔

اور جب مسئلہ میں ان کی شہادت ہوئی تو اب سحانہ نے کہا کہ ان کی روح بہشت میں چلی گئی ہے مگر وقت مقررہ پر یہ روح پھر زمین پر آئے گی (۳۶) وغیرہ انکار نامہ اور باطل مختلف بلاد و معاصر میں گھوم کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا رہا۔ حضرت عثمان پر لوگوں کے حملہ کرنے کا بانی بھی ہی تھا (۷۰)۔ المنصور کے زمانہ ۱۱۵۵ء سے ایرانیوں نے خلیفہ حاصل کرنا شروع کیا اور مخالف عرب اسلام، ایک جماعت قائم ہوگئی جو شعوبہ کے نام سے موسوم تھی جو یہ کہتے تھے کہ عرب ہجرت سے وحشی اور کورد و جبکی نسل ہیں ان کا ادراک انہوں، شامیوں یا قبیلوں کا کوئی متعلق ہی نہیں ہے۔ اس جماعت نے ان باطلوں پر بہت سی کتابیں لکھ دلائل اور ان عربوں اسلام کے خلاف عام نفرت کو آزادی کے ساتھ ظاہر کیا (۲۸) اور عباسیوں کے برسر اقتدار کرنے کے ساتھ ہی اسلامی جماعت کی علی رہبری ایرانیوں کے ہاتھ منتقل ہوگئی، (۲۹) ایرانیوں کی حشمت اور ان کا جبریت

(۲۶) فلسفہ اسلام، ادبی، باب ۳، ص ۲۵۔

(۲۷) طبری، تاریخ، قسم ۱، ۲۹۲، ص ۱۳۵۔

الملل و النحل، ابن حزم، جلد ۲، ص ۱۸۳، ۱۹۹۔

(۲۸) فلسفہ اسلام، باب ۳، ص ۸۱۔

(۲۹) ۸۳۔

(۳۰) تاریخ ادبیات، ایران، ص ۲۵۹ (برائے)

(۳۱) فلسفہ اسلام، ص ۱۲۵۔

(۳۲) البدایہ و النہایہ، جلد ۲، ص ۲۸۹۔

کر لیتے تھے۔ اس قسم کا مطالبہ کوئی معنی نہیں رکھتا (۳۲) لہذا واضح ہو کہ حضرت فاطمہ صدیقہ فیصلہ کو بخوشی و رغبت تسلیم کر لیں تھیں۔ نہ کہ بکراہت اور نہ ناراضی تھیں اور حکم بند کرنا تو بہت بڑی بات ہے ان روایات کا تضاد خود ان کے ابطال کی دلائل ہے۔

## تولیت کی حقیقت

جہاں تک روایت کا معاملہ تھا وہ طے ہو چکا تھا، حضرت فاطمہ کو یقین و اطمینان تھا کہ میرا بیٹا بزرگ صلب وقت میں ہو گا یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لئے ہیں۔ اس لئے حضرت فاطمہ حضرت علی کو ان الاصلی کی نگران بنانا چاہتی تھیں جو خیر بزرگ میں تھیں لیکن حضرت ابو بکر نے اس کی بھی اجازت نہ دی کہ چونکہ حضرت ابو بکر کی یہ رائے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرنا ان پر فرض ہے

اور اسی کے جواب میں فرماتے ہیں ”وانی والله لا ادع امراکان یصنعہ فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الاصنعۃ)“ (۳۴) اور یہ شک میں واللہ اس کام کو جو آپ کرتے تھے نہیں چھوڑوں گا اور آپ کے عمل کے مطابق کام کروں گا

”ولکنی اعمل من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل، والفق علی من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتق“ (۳۵) لیکن میں ان سب کی سرپرستی کروں گا جن کی سرپرستی آپ کیا کرتے تھے اور ان سب پر نزع کروں گا جن پر آپ نزع کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے بعد جب یہ معارف حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔  
ہما صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانتا الحقوۃ الی تصروہ و خواشہ

والعہما الی من ولی العہد قال و ہما علی ذلک العہد (۳۶) خیر بزرگ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ تھے اور آپ کے ذمہ متوفی تھے ان کے لئے اور آپ کی مہربانوں کے لئے تھے اور ان کا معاملہ اس شخص کے ذمہ ہے جو علیؓ کو اور یہ دونوں آج تک اسی حالت میں اور حیثیت میں ہے، البتہ اہل بیت کی دینی کے خاطر اراضی مدینہ کی نگرانی حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو دے دی اور اس بات کا عہد کیا کہ وہ اس کی آمدن ان تمام مصارف کے لئے عملی رکھیں گے جن میں رسول اللہؐ اس کو صرف کیا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں جب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ میں ٹکڑا ہوا اور حضرت عمرؓ سے حضرت عباسؓ نے اپنا حق تولیت الگ کرنے کا مطالبہ کیا تو سختی سے انکار کیا۔

محمد بن جابر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس موجود تھا، آپ کے حجاب سے کہا کہ حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ، زبیر بن العوامؓ، سعد بن ابی وقاصؓ آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی ان کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ آنے اور حضرت عباسؓ نے کہا اے امیر المؤمنین اقصی بینی بین ہذا میرے اور ان کے مابین آپ فیصلہ کر دیں، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا میں آپ کو اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یرثکم ما ترککم صدقۃ، اور اس سے آپ کی ذات راہ حق، حاضرین نے کہا بیشک آپ نے فرمایا ہے۔ اب حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کیا تم دونوں بھی یہ جانتے ہو اور اس کا آثار کرتے ہو تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں نے شفق ہو کر کہا کہ بیشک آپ کا بیٹا زمان ہے۔ اب حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ آپ لوگوں سے ہیں اس کی حقیقت بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس فقی کو صرف آپ کے لئے خاص فرمایا تھا اور آپ کے علاوہ

(۳۲) البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۸۷

(۳۳) ” ” ” ”

(۳۵) مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۱۰

نکوانی حضرت علیؑ کی اولاد کو مقتول ہو گئی ۱۲۵ھ میں حضرت علیؑ نے اپنے عمل سے اسلام کے اس نظریہ کو تقویت دی کہ مال صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، صدر ریاست یا بادشاہ اس کا والی تو ہو سکتا ہے لیکن مالک نہیں بن سکتا، ایک صدر ریاست اور حاکم کے مال میں تمام رعایا کا حق ہوتا۔ اس طرح بنی نوع انسانی کو اس مٹری اور فتنی ظلمی سے نجات دی کہ بادشاہ ہر شے کا مالک نہ رہے عوام اور املاک دونوں اس کی ملکیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو چکے تھے اس کو صرف آپ نے اپنی ذات اور اپنی صلی اولاد کے لئے بھی مخصوص نہیں فرمایا تھا بلکہ اس پر سب کا حق تھا۔ آپ کا ارشاد ہے "انا ادلی بالمؤمنین من انفسهم فمن مات وعليه دين ولہ بیک وفانا فلینا قضاءه ومن ترک ما لانا فلورثته" (۲۸) میرے اور تمام مسلمانوں کا حق آنا ہے کہ خود ان پر لکھا آنا حق نہیں ہے اس لئے جو مسلمان قرض نہ رہا ہے اور کا فی ترک نہ چھوڑے تو اس قرض کو ادا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور جو شخص کے مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کے لئے ہوگا اس اعلان کی حقیقت سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ سمجھ سکے۔ خلق اللہ، اللہ کی امانت ہے اس امانت کے بابت قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سوال کریں گے، حاکم، صدر ریاست، بادشاہ خلق اللہ کے مالک نہیں اور اس کی ذات کی ملکیت ہے، الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ اللہ کا گاہ ہو یا ذات میں کا ہر شخص مجردا ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

کسی اور نبی کو نہیں دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ماخذ اللہ علی رسولہ الی قولہ تعالیٰ قد تو یہ آپ کا خالص تھا، اور اللہ آپ نے تمہارے علاوہ اس مال کو جمع کیا تھا اور نہ تم پر اپنی ذات کو ترجیح دی تھی، بیشک تم سب کو حکایا اور تم سب پر اس کو تقسیم کیا، اس کے بعد اس میں سے یہ مال باقی رہ گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پورے مال سے اپنے الی کا پورے مال کا نصف لے لیا کرتے تھے اور باقیہ کو اللہ تعالیٰ کا مال قرار دیتے تھے اور آپ نے اپنی بیات میں اس پر عمل فرمایا، میں آپ کو لوگوں کو تم دیتا ہوں آپ لوگ اس کو اپنے پیچھے رکھو گے کہ ان کا حق ہے حضرت علیؑ نے حضرت عباسؓ سے کہا آپ لوگ بھی یہی جانتے ہیں، دونوں نے کہا ہاں، پھر آپ وفات پا گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے نائب رسول کی حیثیت سے اس مال کو اپنے قبضہ میں رکھا، اور وہ تصرف کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے وفات کے بعد پورے دو سال تک میں نے اس کو اپنے قبضہ میں رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے مطابق تصرف کیا پھر آپ دونوں آئے اور اس پر متفق تھے اور میں نے آپ دونوں کو اس کا والی بنایا۔ اب آپ دونوں آکر آپ مجھ سے اپنا حصہ حضرت علیؑ سے الگ کر لینے کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ آئے تھے اور مجھ سے اپنی بیوی کے حصہ کا مطالبہ کیا اگر تمہاری مرضی ہو، تو میں آپ دونوں کو اسی طرح سے دیتے دیتا ہوں اور اگر اس کے علاوہ فیصلہ چاہتے ہو تو اللہ قیامت تک اس فیصلہ کے علاوہ دوسرا فیصلہ نہ کرے گا۔

فلن عجزت فافاد لعلہ الی، خانی کہنیکما ہا، اگر تم دونوں اس سے عاجز آچکے ہو تو مجھے واپس کر دو، تمہاری طرف سے میں اس کا انتظام کر دینا اور شریک نگران کی شرط پیران دونوں کو یہ واضح دے دی اور دونوں حضرت عثمانؓ کے دور خلافت تک اسی طرح شریک نگران رہے لیکن بعد میں حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ کے سامنے اس کو حضرت علیؑ سے لئے چھوڑ دیا اور حضرت علیؑ پورے مال کے نگران بن گئے اور حضرت علیؑ کے بعد یہ

(۴۱) الہدایۃ والنبی، جلد ۵ ص ۲۸۸، ۲۸۹۔

بخاری کتاب الفرائض باب قول النبی، لا یرث الذکر انکرنا صدقہ، جلد ۲ ص ۹۹۱۔

(۲۸) من بحکم الامام ابوہریرہ، جلد ۲ ص ۹۹۴۔

(الف) بخاری کتاب الجمعہ جلد ۱ ص ۱۲۲۔

ہو اس پر پیداوار کا مشرقی دھواں اور اگر وہ ایسی زمین ہو جو ڈول سے سیراب کی جاتی ہو تو نسیف مشرقی میواں حصہ (۱/۴) ہے (۴۱۵)۔

(۵) خراج: جو بلاد پر اسلام کا غلبہ ہو یا وہ خود حکومت اسلامی کے دھواں عہد میں داخل ہوں ان کی اراضی سے عشر کے بجائے جو محصول اور مال گزاری مقرر کیا جاتا ہے اُس کو خراج کہتے ہیں؛

(۶) جزئیہ: حکومت اسلامی کے مسلمان رعایا کی آمدنی پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ لیکن غیر مسلم رعایا پر زکوٰۃ کے بجائے ان کی آمدنی پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے اُس کو جزئیہ کہتے ہیں۔ اسلامی حکومت کے غیر مسلم رعایا کی گردنوں پر جزئیہ اور ان کی اراضی پر بقدر برداشت خراج مقرر کیا جائے گا (۴۱۶)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو تحریر فرمایا کہ جس نے ہماری صلوة کی یا بندی کی اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا، وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی نعمت میں ہے اور میں نے اس سے انکار کیا اس پر جزئیہ ہے (۴۱۷) معاذ بن جبل کو تحریر فرمایا کہ یونین یا ریش یا بچہ یا پانی سے سیراب ہوا ان پر عشر ہے اور جو بلاد ڈول سے سیراب ہوا ان پر نصف عشر ہے اور ہر شخص بالغ و غیر مسلم ہوا ایک دینار یا اس کے بدلے اسی قیمت کا معاف ہے اور یہ کہ کسی یہودی کو اس کے دین سے برگشتہ نہ کیا جائے (۴۱۸)۔

(۷) حضرات: زمانہ جنگ قطعاتی مفاد عام اور عوام کی سب روٹنگاری دودھ کرنے کے لئے زکوٰۃ دھمقات کے علاوہ بومالی امداد انبیاء اور اہل شدت

(۴۲۱) فتوح البلدان، ص ۸۵۔

(۴۲۲) " ص ۹۰۔

(۴۲۳) " ص ۸۲۔

(۴۲۴) " ص ۸۵۔

عطایا، جاگیر میں اور اراضی کی تقسیم میں حضرت ابو بکر طریقہ کار

عطایا اور جاگیروں اور اراضی کی تقسیم کی تشریح سے قبل اسلام کے معاشی نظام اور اس کے سرکاری خزانہ (دیت المال) کے مدات آمدنی کی تشریح ضروری ہے تاکہ آئندہ کے لئے کوئی الجھن پیش نہ آ سکے۔

(۱) غنائم: جنگ میں ہوا مال پیش اسلام کے قبضہ میں آنے کے پانچ حصے کئے جائیں چار حصہ فوج میں اور ایک حصہ مفاد عام کے لئے رکھ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ذبیحہ اور کانوں سے نکلے ہوئے سونے چاندی وغیرہ سے نفع حاصل کرنے سے قبل ان میں سے پانچواں حصہ نکال کر بیت المال میں مفاد عام کے لئے داخل کرنا ضروری قرار دیا (۴۲۵)۔

(۲) فسخی: مسلمانوں کے لشکر سے اگر کفار مغلوب و سرخوب ہو کر بغیر جنگ کئے مال چھوڑ کر جاگیں یا جنگ کے بعد ان کی زمینوں کو متفرقہ محصول پر ان ہی کے قبضہ میں رہنے دیا جائے یا ان پر خراج یا جزئیہ مقرر کیا جائے یا وہ مال جو ماضی جنگی والا اہل ذمہ کے اموال تجارت سے وصول کئے یا وہ مال بوابی حرب سے جب وہ بلاد اسلام میں تجارت کے لئے داخل ہوں حاصل کیا جائے تو ان سب صورتوں میں حاصل شدہ مال کو فسخی کہلایا جاتا ہے اور اس کو مفاد عام فوجی جو انوں کے عملیات (بیتی و ظائف) اور ان کے اولاد کے اخراجات کے لئے بیت المال میں داخل کیا جائے گا (۴۲۶)۔

(۳) صفی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال قیمت سے تقسیم سے قبل جو مال اپنے لئے خاص فرماتے تھے (۴۲۷)۔

(۴) عشر: مسلمانوں کی زرعی اراضی جو آب رواں یا آب بارانی سے سیراب

(۴۲۸) کتاب الخراج، ص ۲۲۔ مال الخیر ص ۲۲۔

(۴۲۹) کتاب الاموال، الخیر ص ۱۶۔

(۴۳۰) " ص ۱۸۔

اوقات میں فوجیوں کو ملتی تھیں۔ یہ عطیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں  
خیر محمد دوتے (۵۱)۔

الحطاء؛ جو تقریباً رزق کے ہم معنی ہے لیکن فقہاء نے دونوں میں یہ فرق بیان  
کیا، الرزق مایعینج من بیت المال یعنی شلّا کی شہر رزق جو بیت المال سے ایک  
سیا ہی کے لئے ہر ماہ ادا کیا جاتا ہے، الحطاء مایعینج لہ فی کل سنۃ مرۃ اور بیت  
عطا جو بیت المال سے ایک سیا ہی کے لئے سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ادا کیا جاتے  
اور ملوائی بیان کرتے ہیں کہ عطا وہ ہے کہ جو ہر سال یا ہر ماہ ادا کی جاتے اور رزق وہ ہے  
جو کہ روزانہ دی جاتے اور شرح تدوری میں بیان کرتے ہیں کہ عطا اس کو کہتے ہیں جو  
لڑنے والے کو دی جاتے اور رزق مسلمانوں کے ان فقراء کو دی جاتی ہے جو جنگ کے  
لاقی نہ ہوں۔ نیز عطا کی یہ تعریف بھی بیان کی گئی ہے کہ انسان کے سال بھر کے غریبات  
کے لئے جو رقم دی جائے اور اگر بقدر حاجت کسی کے لئے مقرر کیا جائے تو اس کو رزق کہتے  
ہیں اور ظہیر یہ میں یہ بھی ہے لڑنے والے کو کہتے ہیں جو رزق مقرر کی جاتے اس کو ظہیر اور ان  
کے عطاہ لوگوں کے لئے جو کچھ مقرر کیا جائے، شلّا مسلمانوں کے فقراء کے لئے جو کچھ مقرر کیا  
جائے اس کو رزق کہتے ہیں (۵۲)۔

الوظیفہ جمع وظائف عمل میں، روزیہ، سخا، راتب وغیرہ کو کہتے ہیں (۵۳)  
من کل شیء مایقدر لہ فی کل یوم من رزق او طعام او طلع او شراب جمعاً  
الوظائف (۵۴) وظیفہ بوزن قسم رزق یا طعام یا پارہ یا شرب وغیرہ کے ہو بطور یومیہ  
مقرر کیا جائے تو اس کو وظیفہ کہتے ہیں اور اس کی جمع وظائف ہے۔

ہر حکومت کی جانب سے حاکم کے ہاتھ میں اس کا نام مزارع ہے (۴۹)۔  
(۸) ارض المملکتہ یا ارض الحوزہ یعنی اللوارث ہو کر بیت المال کی جانب  
منتقل ہو جائے یا لشکر کی فوج ہو کر وقف السلیسین بن کر اہل بیت مقرر ہو دے یا  
جائے اس سے وصول شدہ حاصل کا نام کراء الارض ہے جو عتیف سالانہ اہل بیت کا حق  
کے لئے دیتا ہے۔ ان ارضی سے نہ فخر یا جاتا ہے اور نہ خراج بلکہ اہل بیت پر کاشت کے  
لئے دے دی جاتی ہے (۵۰)۔

(۹) وقف؛ جو اشیاء منقولہ یا غیر منقولہ کو ذات ملکیت سے نکال کر فی سبیل اللہ  
دی جائیں وہ وقف کہلاتی ہے۔ اوقات کی تمام اصلین مفاد حاکم کے تحت بیت المال  
کا حق تصور ہوتی ہے (۵۱)۔

(۱۰) صدقہ؛ مسلمانوں کے اموال سونا یا چاندی، ادب، کھانے، بکری، ناز اور  
پہل کی نیکو کو صدقات کہتے ہیں (۵۲)۔

(۱۱) اموال فاضلہ؛ ان آمدنیوں کے عطاہ جو بھی متفرق آمدنیوں بیت المال  
کی ملک قرار دی جائیں ان سب کو اموال فاضلہ کہا جائے شلّا کوئی مسلمان یا غیر مسلم  
انتقال کر جائے اور وہ لوارث ہو اس کا مال بیت المال کا حق ہے (۵۳)۔

## عطایا اور وظائف

فوجی عطیات سے ان کے وظائف یا سخا ہیں مراد ہیں جو مال کے اندر مقررہ

(۴۹) اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۱۳۳۔

(۵۰) فتاویٰ، باب العشر والخروج والجزیہ، جلد ۳ ص ۲۷۹۔

(۵۱) اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۱۲۵۔

(۵۲) کتاب اموال، ص ۱۶۔

(۵۳) اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۱۲۵۔ بدائع الصنائع جلد ۲ ص ۶۸۔

(۵۱) تاریخ تمدن اسلام، ج ۱، بیروت، مکتبۃ المدین، جلد ۱ ص ۲۱۳۔

(۵۲) کشف اصطلاحات الفنون، جلد ۲ ص ۱۰۷۹۔

(۵۳) النجم الاکرم، جلد ۵، حرف الوقیفہ۔

(۵۴) لسان العرب، جلد ۱۱، ص ۲۷۴۔ فہرست الاولاد حرف الفاء۔

آپ نے اس قیمت کو جو اللہ نے مشرکوں سے مسلمانوں کو دلوانا تھا مساوی تقسیم فرمایا۔ بدر کے بعد تو تین قبا کے عز دے میں سب سے پہلا خمس نکالا گیا۔ یہ پہلا خمس جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا اس میں آپ نے اپنا عام صحت بحیثیت شریک جہاد ہونے کے لیا اور اس کے ساتھ خمس بھی لیا، باقی چار حصے شہداء میں تقسیم کئے (۵۷) اور اموال فنی میں سب سے پہلا مال جو فنی سے حاصل ہوا۔ آپ نے اس کی تقسیم میں مصلحت کا خیال رکھا کیونکہ ان اراضی میں آپ کو مکمل اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں آپ کو صرف کریں لیکن آپ نے یہاں بھی انصار سے اجازت حاصل کی آپ نے فرمایا کہ تمہارے یہاں مجاہدین ناوار ہیں اگر تمہاری مرضی ہو تو یہ مال اور تمہارے اموال سب تم دونوں میں تقسیم کر دوں اور اگر چاہیں تو تم اپنے اموال اپنے ہی پاس رہنے دو اور فی کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ انصار نے عرض کیا یہ مال تو ان ہی میں تقسیم فرما دیجئے اور ہمارے اموال میں کتنا آپ چاہیں ان کو عطا فرمادیجئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ہر حصہ خاصہ صلاۃ اللہ علیہما وعلیٰ آلهما وعلیٰ اولیٰہما وعلیٰ کل مؤمنین

آپ نے گھوڑے کا بھی ایک حصہ مقرر فرمایا۔ مزید بدین خفا مک کی تقسیم اس طرح فرمائی، گھوڑے کو سوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ (۵۹) اراضی مفتوحہ میں تقسیم علی السواد کو ٹھکانا رکھا پانچ اراضی غیر کو آپ نے شہداء غیر میں مساوی تقسیم فرمایا اور خود اپنی ذات کے لئے بھی ایک ہی قطعہ اراضی مخصوص فرمایا (۶۰) فتح کے پر آپ نے لوگوں کو عام معافی دی (۶۱) اور ان کے اموال میں کوئی تصرف

اسلامی نقطہ نظر سے مسلمان پر فوجی خدمات، مالی اور مالیاتی عائد ہیں اور حکومت ان سے مختلف شعبوں کی خدمت لیتی ہے اور ان کی اور ان کے اہل خيال کی براہ راست کفالت کرتی ہے اور جو افراد ان خدمات کے قابل نہیں مثلاً مریض، معذور یا معاشی وسائل سے قطعاً محروم مثلاً یتیم، یتیم، یتیم، فقراء اور مسکین ان کا بار کفالت بھی حکومت کے کاندھوں پر ہے تاکہ صالحہ معاشی نظام کا مقصد حیرت نوت نہ ہونے پائے۔ حکومت کی یہی کفالت اور معاشی ذمہ داری عطا یا اور مخالف کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مالی کی بجات ہو گئی، اور اعداد و شمار کے جبر مرتب ہو گئے تو حکومت کے کارکنوں، گورنروں، قاضیوں کے مشابہ مقرر کر دیئے گئے اور مال و خزانے جمع کرنے کی ممانعت کر دی گئی، مسلمانوں پر کاشتکاری و زمینداری شروع کر دی گئی اس لئے کہ ان کی اور ان کے اہل و عیال کے روزیہ بیت المال سے مقرر کر دیئے گئے تھے بلکہ ان کے غلاموں اور آزاد شدہ غلاموں کے بھی، اس سے مقصد یہ تھا کہ تمام قوم عسکری بن جائے اور اس طرح وہ کوچ کے لئے بہت چالاک رہے کہ ان کے سفر کے سلسلے نہ زمینداری یا فتح کے نہ کاشتکاری اور یہ کہ وہ بے محنت کی زندگی اور عیش و عشرت میں نہ پڑ جائے (۵۵)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا یا میں مساوات کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ البتہ بعض اوقات اپنے اختیار سے بعض کو نفل انداز کر کے دوسروں کو ان کی نسبت اور اعتبار وغیرہ کے لحاظ سے زیادہ عطا فرماتے اور کبھی نایف قلوب اور دیگر مصالح کی بناء پر بعض کو بعض پر ترجیح بھی دیتے تھے۔ آپ کے دور میں پہلا مال قیمت بدین ملا فقسم هنالك النفل الذي افاض الله على المسلمين من المشركين على السواء (۵۲)

(۵۵) اسلام کا اقتصادی نظام، رفیع الزرق، ص ۱۳۹، ماؤز میں کتاب التول ابو عبدہ کتاب التول ابو عبدہ

(۵۶) میرت ابن مشام جلد ۱ ص ۱۱۲۲ (۱۱۲۲) القارہ ص ۱۸۔ تبصرہ طبری ص ۱۸۰  
آیت ۱، تاریخ طبری، جلد ۱ ص ۲۸۶۔ القارہ۔

(۵۷) تاریخ طبری، جلد ۲ ص ۲۹۸ القارہ

(۵۸) الخراج ۱-۲ ص ۲۸۵-۲۸۶ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۳۹ (القارہ)

(۵۹) کتاب الخراج ص ۱۸

(۶۰) تاریخ طبری، جلد ۲ ص ۳۴۰ (۳۴۰) القارہ

(۶۱) بخاری، جلد ۵ ص ۹۵-۹۶

نہیں فرمایا البتہ مکانوں کے بیچے اور کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔

عبد اللہ بن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ منافع لاتباع رباعہا الا حاجرہ یوتھا ۱۶۲۱ کہ پراڈ کی جگہ ہے یہاں کے مکان نہ بیچے جا سکتے ہیں اور نہ ہی کرایہ پر دینے جا سکتے ہیں۔ میں آنحضرت مکہ تکا منہ اہل الدہا (۱۶۲۲) جس نے مکہ کی زمین کا کرایہ لکھا یا اس نے گویا سوو لکھا یا اور حضرت عوف بن ابی ہریرہ کو حجاز کے آگے دروازے بند کرنے سے منع فرمایا تھا (۱۶۲۳)۔ ہوازن کے ساتھ تفرق کر کے بعد مقابلہ ہوا۔ طائف کے قیام کے بعد حبیب آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے مقام حجاز میں ہوازن کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وفد نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کی داپسی کی استدعا کی اور آپ نے ان کے بچے اور عورتوں کو داپس فرمادیا۔ اور زانیف قلوب کے لئے باقی اموال میں سے قبائل کے عائد اور اشرف کو بڑی بڑی عطائیں عطا فرمائیں (۱۶۲۵) اس موقع پر صحابہ میں انصار کو کچھ شہید پیدا ہوا لیکن آپ نے جلد ہی اس کو رفع فرمایا کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ دوسرے لوگ اونٹ اور کھڑیاں لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھرے جاؤ (۱۶۲۶) اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا اور ادا بھی کی تقسیم میں ہر ایک کی امتیاج اور ضرورت کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اراضی مفتوحہ میں تین طرح کے اقدامات فرمائے:

(۱۶۲) احکام القرآن، ج ۱، جلد ۲، ص ۲۸۲۔

(۱۶۳) ہادیہ، مجلہ مہینہ، جلد ۳، ص ۸۱۔

(۱۶۴) احکام القرآن، ج ۱، ص ۲۸۲۔

(۱۶۵) بخاری، جلد ۲، ص ۴۲۲۔ کتاب الجہاد، صیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۳۸۹۔

۲۹۲۔

(۱۶۶) بخاری، باب خرہ الطائف، جلد ۲، ص ۹۳۱۔

(۱) اراضی مفتوحہ سے قابضین کو بلدا وطن کے خود آپ نے قبضہ فرمایا۔

اور پھر صحابہ میں امتیاج اور ضرورت کے پیش نظر تقسیم فرمایا مثلاً اموال بنی نضیر کو آپ نے جابر بن اوس میں تقسیم فرمایا (۱۶۴)

(۲) اراضی مفتوحہ قابضین کے قبضہ میں چھوڑی لیکن مالکانہ حقوق ان کے باقی نہ رکھے بلکہ ان سے خراج وصول کیا مثلاً یحییٰ بن مسعود۔

(۳) اراضی مفتوحہ قابضین کے قبضہ میں باقی رکھا اور ان کے مالکانہ حقوق سے بھی کوئی تعرض نہ کیا مثلاً اراضی مکہ لیکن ان کے مالکانہ حقوق پر کچھ شرط و قیود عائد فرمادیئے۔

ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیریں بھی دیں۔ اور ان کے ذریعہ بعض لوگوں کو آپ نے اسلام پر قائم رہنے سے انوس کیا مزید یا جعینہ کے کچھ لوگوں کو آپ نے ایک زمین بطور جاگیر عطا کی عمران لوگوں نے اسے آباد کیا پھر کچھ دوسرے لوگوں نے اسے آباد کیا اب جعینہ یا مزینہ دالے عربین عطا کیے پاس ان لوگوں کے خلاف مقدمہ لے کر آئے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر یہ زمین میری یا ابوبکرؓ کی دی ہوئی ہو تو میں اسے واپس لے لیتا اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی جاگیر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا جس کے پاس کوئی زمین ہو وہ اسے تین سال چھوڑے رکھے اور آباد نہ کرے پھر اسے کچھ دوسرے لوگ آباد کر لیں تو یہ لوگ اس کے زیادہ مقدار ہوں گے (۱۶۸) بنو نضیر کی الماک میں سے ایک زمین جس میں کھجور کے درخت بھی تھے زبیرؓ کو بطور جاگیر عطا فرمائی۔ سفیان بن عیینہ نے عرب بن الدنا سے روایت کی ہے کہ جب بنی مصلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشر لائے تو آپ نے ابوبکرؓ کو جاگیر عطا کی اور حضرت

(۱۶۷) صیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۱۹۲۔

(۱۶۸) کتاب الخراج، ص ۹۱۔

” ” (۱۶۹)

کو بھی جاگیر عطا کی (۶۹)۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو انھیں اس قسم کی قسمیں جن کا کوئی مالک یا طلب گار نہ ہو اور کوئی دعویٰ نہ کیا جاسکے ان کو بطور جاگیر لوگوں کو عطا فرمایا اس کی کوئی حد نہ تھی۔ بلال بن الحارث المزنی کو مقام قبلہ میں (جو عینست یا چچ لاہ کے فاصلہ پر ہے) (۷۰) سمندر اور بہاڑی کے مابین سارا علاقہ بطور جاگیر عطا فرمایا پھر جب عمر بن الخطاب کا زمانہ آیا تو انھوں نے ان سے کہا کہ اس سارے علاقہ کو نہ کاشت لانا تھا جسے بس سے باہر ہے پہلے آپ اس پر راضی ہو گئے کہ کافوں کے علاقہ باقی علاقہ کو انھیں بطور جاگیر دے دیں۔ کافوں کو آپ نے شمشیر سے شمشیر کر دیا (۷۱)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جہانوں کو بیحد صلح سے معاہدہ کیا تھا جس کے مطابق پڑنا سے تین سو بالغ مردوں میں ہر ایک سے ایک ایک دینار کے سالانہ تین سو کی رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس قسم کے معاہدے اذرح اور حقا کے ساتھ بھی کئے گئے (۷۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عطا کیا، جاگیروں اور اراضی کی تقسیم میں آپ کا طریقہ کار اختیار فرمایا آپ کے دور خلافت میں سب سے پہلا مال گرجیوں سے آیا اور ہر شخص کو جس آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ آپ کے ہاشمین کی حیثیت سے ان سب کو عطا فرمایا۔

بابر بن محمد اللہ آئے اور کہا کہ آپ نے فرمایا تھا اگر مجھ کو مال آیا تو میں تمہیں اس قدر دینا کر مجھ کو مال آتا اور آپ نے رست فرمائی جب مجھ کو مال آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ وعدہ ہوا یا آپ پر کسی کا فرض ہو تو وہ میرے پاس آئے پانچ بھائی بابر بن محمد اللہ حضرت ابوبکرؓ

کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے مجھ سے ایسا ایسا فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بابر بن محمد اللہ کو دس سو درہم دے دیے۔ جب انھوں نے گنا تو پانچ سو درہم بچے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اتنے ہی اور لے لو (۷۳) اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے پہلے سال غنیمت تقسیم کی تو آزاد اور غلام سب کو دس دس درہم دیئے اور دوسرے سال غنیمت تقسیم کی تو میں میں دس درہم تقسیم کیے۔ فقہ مہامین الناس بالسویۃ علی الصغیر والکبیر والحر والمملوک والذکر والانثی (۷۴) لوگوں میں مساوی طور پر بھونٹے برے، آزاد، غلام، مرد و عورت میں تقسیم کر دیا اس پر لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اس مال کی تقسیم میں لوگوں کو مساوی رکھا، حالانکہ ان لوگوں میں بعض وہ لوگ ہیں جنہیں دوسروں پر شرف حاصل ہے وہ دعوت اسلام پر لبیک کہنے میں بہت رکھتے ہیں اور قدیم الاسلام میں بہتر بنانا کہ آپ اصحاب فضل و جہت اور شرفی کرنے والے افراد کو دوسروں سے زیادہ دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ تم نے جو اہمیت اور فضل کا ذکر کیا ہے تو میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہی دے گا، وھذا معاش فالامۃ فنیہ خیر من الاخرۃ مگر یہ تقسیم مال معاملات دنیا میں سے ہے اور اس میں ترجیح و امتیاز کے بجائے مساوات بہتر ہے (۷۵) حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ کے نزدیک وہ جو جریں کرنے والے دھوکوں کی طرف صلوات ادا کرنے والے اور جو لوگ اسے خوف سے فوج کے مال مسلمان ہوا دونوں برابر ہیں ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا وہاں دیکر ان کے اعمال اللہ کے واسطے ہیں وہی ان کا اجر ہے گا، دنیا سوار کے لئے والا بلال فرمے (۷۶) عرض حضرت ابوبکرؓ عطا کو نام غنیمت تقسیم کرنے کے لئے غلام،

(۶۹) بخاری، کتاب الجہاد، باب ما قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من البحرین

جلد ۱ ص ۴۴۸۔

(۷۰) طبقات ابن سعد، جلد ۳ ص ۱۹۳۔ کتاب الخراج ص ۳۰۔

(۷۱) کتاب الخراج، ابویوسف ص ۴۲۔ ابویوسف القاضی، المکتبۃ السلفیہ ص ۱۳۵۲۔

(۷۲) احکام السلطانیہ، ص ۱۰۱۔ ابوالحسن علی بن محمد الدردی، القابریہ، مطبوعہ علی بن ابی

(۶۹) کتاب الخراج، ص ۶۱۔

(۷۰) ابودردیاب اشعار الارضین، جلد ۲ ص ۱۵۴۔

(۷۱) کتاب الخراج، ص ۹۲۔ ابویوسف۔

(۷۲) فتوح البلدان، ص ۶۱۔





فَاعْطَا اِيَّاهُ کہ اگر ارض جزیرہ یا ارض بزمہ کا یا ان اس طرف نہیں پتا تو اس کو بطور جاگیر کے عطا کر دو (۹۳) اور ابو یوسف فرماتے ہیں میرے قبائل میں غیر ملوکہ اور غیر آباد اراضی کو بیکار چھوڑے رکھنے کے بجائے امام کو پتا بنے کہ انھیں بطور جاگیر مختلف افراد کو دے دے اس طرح ہمارے علاقے زیادہ آباد اور خوش حال ہو جائیں گے اور فلاح میں بھی امتنا ہوگا (۹۴)۔

(ج) اراضی بیت المال: جو کسی شخص خاص کی ملکیت نہ ہو اور نہ مفاد عامہ میں مشغول ہو مگر آباد اور قابل زراعت و اتقار ہو ان میں وہ اراضی داخل ہیں جو بوقت فتح کسی کی ملکیت نہ ہو۔ لاوارث کی اراضی جو بیت المال میں داخل کی گئی ہو۔ اراضی مملکت، اراضی خوز یا اراضی سلطانہ جو خمس سے حاصل کی گئی ہو اور وہ اراضی جو امام نے فتح کے وقت پوری اراضی ملوکہ کو بیت المال کے قبضہ میں لے لی ہو اور عیالین میں تقسیم نہ کی گئی ہو اراضی ملوکہ میں سے خاص خاص زمینوں کو بیت المال کے لئے فقیرانہ کی ہو جیسے حضرت عائشہؓ نے اراضی عراق میں دس قسم کی اراضی کو خاص کر کے عطا فرمایا اور ان کے متعلقین کی اراضی یا جو زمین چھوڑ کر جاگیر کیا گیا ہو یا جنگ میں قتل ہو گیا یہ تمام اراضی "ارضی بیت المال" کہلاتی ہیں۔ ان کے متعلق امام کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے بطور انعام جاگیر میں عطا کرے اور یہ شرط لگا دے کہ ان کی آمدنی کا ایک حصہ جیسے امام مناسب سمجھے بیت المال کو ادا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسی جاگیریں عطا کیں جن میں ادان کے ذریعہ لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے سے فائدہ کیا (۹۵) امام کو ان جاگیروں کے عطا کرتے وقت یہ بھی اختیار ہے کہ:

ترید ہے۔ عقیدہ بن زید نے کہا اس کے مالکوں سے حضرت عمرؓ نے جاگیریں دیاں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس زمین کے مالک تو یہ لوگ ہیں (۹۶) اس طرح اراضی مفت و موقوفہ بیت المال کی ملکیت قرار دی اگر یہ کاشت کاروں کو تا بعضا حقوق حاصل تھے لیکن یہ لوگ اسے فروخت نہیں کر سکتے تھے۔

## ارضی غیر ملوکہ یا اراضی مباحہ

دوسری قسم اراضی کی یہ ہے کہ جن کا کوئی خاص شخص مالک نہیں۔ (الف) آبادی کے قریب بستی والوں کے عام اور مشترک ضروریات مثلاً گلی، کوچے، مڑکیں، قبرستان، عید گاہ، چراگاہ وغیرہ ان پر کسی وقت بھی کسی شخص کے جانہ حقوق با اثر نہیں اسی طرح نمک وغیرہ کے کان اور مٹی کے تیل وغیرہ کے پتے بھی کسی کسی شخص کی مخصوص ملک یا جاگیر نہیں بن سکتے بلکہ روانہ عامہ کے لئے حکومت کی نگرانی میں ان کا انتظام کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بنی حمال المازنی کی دولت پر انکو ایک قطعہ زمین عطا فرمایا لیکن لوگوں نے کہا کہ آپ نے نمک کی کان عطا کر دی ہے تو آپ نے اس کو واپس لے لیا۔ (۹۷)۔

(ب) اراضی موات: جو بالفعل ناقابل زراعت ہے مگر حکومت سے اجازت لے کر اس کو قابل اتقار بنایا جاسکتا ہے مثلاً غیر آباد جنگلات، بیکار بڑی بوٹی زمین خلیفہ اور امام ان اراضی سے جاگیریں عطا کر سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو عراق کو ایک فرمان بھیجا فان لکن ارض الجزیرۃ ولا ارض جزیری لیھا ما جزیریۃ

(۹۱) کتاب الاموال، ابو سعید، ۹، ۱۸۳، ص ۷۴۔

(۹۲) " ۷، ۱۸۵، ص ۲۷۵۔

الاحکام السلطانیۃ والولايات الدیۃ، ص ۱۹۷، باب ۱۷، المادۃ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب المتوفی ۲۵۰، العاقرۃ، مصنف ابی الباقی ۷۱۹۲۰۔

(۹۳) کتاب الاموال، ابو سعید، ۹، ۱۸۵، ص ۲۷۷۔

(۹۴) کتاب الخراج، ابو یوسف، ۷۱۔

وہ خراج اور عثمان اراغی سے حاصل کر کے منافع کا خاص حصہ لے کر اپنی آمدنی بیت المال میں داخل کرے۔ ان دونوں صورتوں یعنی ۵، ۶ میں شخص مذکور کا مصارف خراج میں سے ہونا ضروری ہے (۹۸)

## ابتدائی ایام خلافت میں حضرت عمرؓ کا طریقہ کار

چونکہ وظائف اور عطایا کے تقسیم میں حضرت ابوبکرؓ کا طریقہ کار یکجا اور متعارف فاروقی دس سالہ دور خلافت میں حضرت عمرؓ کا طریقہ کار حضرت ابوبکرؓ سے مختلف رہا۔ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت سے چار روز قبل حضرت عمرؓ نے یہ اعلان کیا تھا کہ ابوبکرؓ کا طریقہ کار تقسیم دولت میں بہتر تھا اور آئندہ سال اگر زندہ رہا تو میں اسی کی طرف رجوع کر دوں گا لہذا ہمارے لئے ضروری ہو گیا کہ دونوں ادوار کے وظائف و عطایا، جاگیر کی تقسیم کا تجزیہ کیا جائے اور مصدقیت کے طریقہ کار کو فاروقی طریقہ کار سے عمرؓ کے الفاظ میں دیکھا جائے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جب فتوحات کو دمست ہو تو آپ نے دو اہم اقدامات کئے۔

(۱) اراغی وغیرہ کو غامین میں تقسیم کرنے سے انکار کیا اور آپ کا یہ اقدام جو مرام و توفیق الہی کا فیضان تھا بالکل درست ثابت ہوا کیونکہ اس میں سارے مسلمانوں کی ضرورتیں تھیں۔ آپ نے ان اراغی کا خراج وصول کر کے سارے مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کی پورے قائم کی وہ اسلامی معاشرہ کے مفاد عامہ کی غامین تھی۔ اگر یہ اراغی غنیمت دینے اور روزیئے جاری کرنے کے لئے سارے انسانوں پر وقف نہ قرار دی جاتیں تو نہ صرف ان کی حفاظت کا بندوبست ہو سکتا تھا نہ تو یہی اہم طاقت و ہر ممکن تقسیم کے بہا و جاری

(۱) مالکانہ حقوق کے ساتھ جاگیر دی جائے اور یہ اراغی اس شخص کے وارثوں میں منتقل ہو جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے

جس نے ارض موات کو قابل زراعت بنایا وہ اسی کی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنز عطایا اسی قسم کی تھیں۔

(۲) مالکانہ حقوق کے بغیر جاگیر دی جائے اور اس کے منافع کا اختیار سلاطین بعد سلاطین کو اور اس کے وارثوں کو دیا جائے۔ جیسے تیس دہائی مسلمان ہوئے آپ سے درخواست کی کہ مجھے میرا گاؤں بیت اللحم جو ابھی تک مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آیا بطور جاگیر عطا فرمائیں۔ آپ نے ان کو ایک فرمان تحریر فرمایا اور جب عمرؓ کے دور خلافت میں بیت اللحم فتح ہوا تو حضرت عمرؓ سے اس کو طلب کیا حضرت عمرؓ نے اس شرط پر اس کو عطایا کی کہ لیس لکھن تیار اس کو فروخت نہیں کر سکتے ہیں (۹۹)۔

(۳) جاگیر اس کی ملک بھی نہیں اور نہ وہ سلاطین بعد سلاطین اس کی اولاد میں منتقل ہو بلکہ صرف منافع اور آمدنی حاصل کرنے کا اختیار دے دیا اور اس کے انتقال کے بعد وہ اراغی واپس ہو جائے گی۔

(۴) غیر معین مدت تک منافع اور آمدنی کے حصول کا اختیار دے دیا جائے اور جب ضرورت ہوگی اراغی مذکورہ واپس کر دی جائے گی۔

(۵) اراغی عمرؓ خراج کے غیر ضروری منافع حاصل کرنے کا اختیار دیا جائے، عمرؓ خراج بیت المال کے بجائے شخص معین کو دی جائے اس صورت میں شخص مذکورہ قابضین کو نوبہ دخل کر سکتا ہے اور نہ اراغی کسی کو اجارہ پر دے سکتا ہے۔

(۶) اراغی ملک کے آمدنی کا ایک معین مقدار کسی خاص شخص کے لئے معین کر دی کہ



نے ارادہ اجنادہ، قلعہ داروں کو کھٹاکہ مرزا دہم دردمیہ سے۔ جن کو تم نے آزاد کر دیا ہو اگر وہ اسلام لائیں تو ان کے لئے موالی کے برابر عطایا مقرر کریں اور ان کے دی حقوق ہوں گے جو موالی کے ہیں اور انقض بھی دی ہوں گے جو موالی پر ہیں اور اگر کسی قبیلہ میں داخل ہونا چاہیں تو انھیں مت روکنا اور عطایا ہماری رکھنا (۱۱۱)۔

### حضرت عمرؓ کا حضرت صدیقؓ کی رائے کی طرف رجوع

جہاں تک مال غنیمت اور مال فنی کا تعلق ہے حضرت عمرؓ ان میں مساوات ہی پر کار فرماتے (۱۱۲) لیکن جب فاسد اور شام و فلسطین فتح ہوئے تو آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جمع کر کے فرمایا میری رائے ہے کہ لوگوں کے عطیے سال بہ سال ادا کیا کروں اور دوران سال آنے والے مال کو جمع کرنا چھوڑ دوں کیونکہ اس طرح زیادہ برکت ہوگی۔ لوگوں نے کہا آپؐ نے جو رائے قائم کی ہے اسی پر عمل کیجئے کیونکہ انشاء اللہ آپؐ کو توفیقِ ربی حاصل رہے گی اور آپؐ نے ایک دیوان مرتب فرمایا (۱۱۳) یہاں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دیوان مرتب کرنے اور وظائف کو سال میں ایک مرتبہ ادا کرنے کی اصل وجہ قلتِ مٹی لوگوں کے اعتبار زیادہ اور مال کم ہونے کے باعث آپؐ نے مراتب کا خیال رکھا تا کہ ان میں جن کے فدا ت زیادہ ہیں ان کی ضروریات کچھ حد تک پوری ہوں اور اب ان کو کچھ آرام بھی ملنا چاہیے کیونکہ ایک مدت سے مصائب برداشت کر رہے ہیں اور جو اسلام میں مل داخل ہوئے ہیں ان کو کچھ فدا ت انجام دینا چاہیے تاکہ ان کی آزمائش ہو سکے اور اسلام میں پختہ کا رہونے کا ثبوت مل سکے۔

کیا کچھ پیدا ہوتے ہی وظیفہ مقرر کر دیا جائے گا اور مرتے دم تک ہماری رہے گا اس لئے اپنے بچوں کے دودھ پھرانے میں جلدی نہ کرو (۱۰۷)۔

ایسا کچھ جو گذرگاہ پر پایا جاتا اور آپؐ کے پاس لایا جاتا اور اس کا وارث معلوم نہ ہوتا تو اس کے لئے

حضرت عمرؓ مودہم مقرر کرتے اس کے خوراک اور دوسرے مصارف کے لئے اگر مال کی ضرورت ہوتی تعین فرماتے اور جس کے ذمہ اس کچھ کی کفالت ہوتی وہ ہر ماہ اس کا مشاہرہ اکر لے جاتا اور حسن سلوک کی وجہ سے فرائض اور بیت المال سے اس کی شیر خواری اور کفالت کے اخراجات عطا فرماتے (۱۰۸)۔

### عربوں اور ان کے موالیوں کے درمیان مساوات

ایک دفعہ ایک عامل کے پاس ایک جماعت آئی اس نے عربوں کو عطایا سکین موالی کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو عامل کو کھٹاکہ کسی شخص کے لئے اپنے سلمان بھائی کو غیر سمجھنا نہایت غیر مناسب ہے اور تم نے ان کے درمیان مساوات کیوں نہ برقی (۱۰۹)۔

دیہات والوں کے لئے عطایا دیہات کے رہنے والوں کے لئے بھی عطایا کا حکم دیا اور موالی کے جمال کو کھٹاکہ اہل العوالی کے نام لکھ کر روانہ کریں اور ان سب کے لئے وظیفہ مقرر فرمایا (۱۱۰) اس طرح حضرت عمرؓ

(۱۰۷) کتاب الاموال، پیرا ۵۸۱، ص ۲۳۷۔ احکام السلطانیہ، احمدی، ص ۲۰۶۔

باب ۱۸۔

(۱۰۸) الطبقات الکبریٰ ابن سعد، جلد ۳ ص ۲۹۸۔ بیروت ادارہ بیروت، ۱۹۵۷۔

(۱۰۹) کتاب الاموال، پیرا ۵۷۲-۵۷۳-۲۳۶۔

(۱۱۰) احکام السلطانیہ، احمدی، ص ۲۰۲۔ باب ۱۸۔

(۱۱۱) کتاب الاموال، پیرا ۵۷۰ ص ۲۳۵۔ توحید البلدان، ص ۲۵۸۔

(۱۱۲) کتاب الخراج، ص ۲۳۰۔ اسلام کے معاشی طریقے، جلد ۲، ص ۲۵۳۔

محمد یوسف الدین، محمد بابا دکن، مطبع ابراہیم، ۱۹۵۰۔

(۱۱۳) کتاب الخراج، ص ۲۳۷۔

ہاں لوگوں کے اعمال اور ان کے اعمال پر ہادی وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے وہی اس کا اجر دے گا اور ہمیں کوئی تعزیر نہیں کرنی چاہیے (۱۱۸)۔

صحابہ میں سب سے پہلے مال کی حقیقت صدیقؐ نے بھی صحابہ اور صحابہؓ کو عرض کی کہ ابراہیمؑ کا باوجود بچہ مزم، کامل یقین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی طرف امت کی رہبری کی اور خود بھی اس پر عمل پیرا رہے۔ حضرت عروہؓ پر یہ حقیقت وفات سے چار روز قبل منکشف ہوئی جس پر عمل پیرا ہونے کا موقع نہ مل سکا اور بعد میں پوری امت مال و دولت کے ایسے بھورے میں پھنس گئی کہ آج بھی اس سے نجات ملنے کی توقع کرنا عبث نظر آتا ہے۔ مگر صدیقیت نے اس حقیقتِ حال کی نشاندہی بہت پہلے فرمادی تھی اور خود مل پیرا ہو کر اس کا قابل عمل ہونا ثابت اور واضح بھی کر دیا تھا۔

لیکن جب آپؐ نے دیکھا کہ مال بہت زیادہ ہو گیا ہے تو فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال میں شب زندہ رہا تو دیوان میں آنے والوں کو شہر کے لوگوں میں شامل کر دوں گا اور تمام افراد کو وظائف پر برٹنے لگیں گے (۱۱۹) اور اہل عراق کی یہ عورتوں کی حالت ایسی سدھار دوں کہ میرے بعد وہ بھی کسی کی محتاج نہ ہوں لیکن بدقسمتی سے پوچھے ہی دن آپؐ شہید کر دیئے گئے (۱۲۰)۔

دولت یا ذرائع آمدنی کی تقسیم بالکل مساوی نہ ممکن نہیں اور نہ ہی قرآن اور سنت اور صدیقیت اس پر ولایت کرتی ہے بلکہ اسلام، مصلحت اور عادلانہ نظام تقسیم دولت کی طرف رہبری کرتا ہے تاکہ معاشرہ میں عادلانہ اور مصلحتانہ نظام قائم ہو چنانچہ حضرت عمرؓ نے صدیقیت کے اس مساویانہ تقسیم دولت کی طرف رجوع فرمائے گا ارادہ فرمایا۔ اور صدیقؐ سے ملنے کی صحت کا اثر کیا۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا اس پر عمل ہے اور حضرت عثمانؓ کی حضرت عمرؓ کی وظائف میں عدم مساوات والی رائے پر تھے۔ ابوحنیفہؒ اور فقہائے عراق نے اسی کو اختیار کیا (۱۲۱) اور جب سبقت فی الاسلام والی وجہ بعد میں مرد زمانہ سے ختم ہوئی تو بعد کے لوگوں نے شجاعت، بہادری اور حسن عمل کے لحاظ سے وظائف کے تعین میں کمی بیشی کے اصول کو اپنایا (۱۲۲)۔

صدقہ کبیرؓ اس عادلانہ مساویانہ تقسیم دولت پر معتزین کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے، وائے اللہ! خدا را بدینا در بلاغ لڑکب دنیا سوار کے لئے دار بلاغ ہے سب ایک منزل کے مسافر ہیں سب کو یکساں اور نصفانہ آرام و آسائش ملنا چاہیے۔ ضرورت تقریباً سب کی یکساں ہیں لہذا اس کو نصفانہ اور یکساں طور پر دور بھی کر دینا چاہیے۔

(۱۱۸) کتاب الاموال، ج ۱، ص ۶۹۱، ۶۹۲۔ کتاب الخراج، ص ۶۶۔

(۱۱۹) بحار منی فضائل عثمان، جلد ۱، ص ۵۳۳۔

(۱۲۰) احکام السلطانیہ، ماوردی، ص ۲۰۱، باب ۱۸۔

(۱۲۱) ص ۲۳۱۔

## باب الثامن

### صدقیت کا جائزہ (یعنی کردار اور کارنامے)

اور

### انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ

حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے چار احوال ہیں (۱) قبل از اسلام (۲) کی زندگی، (۳) فتنی زندگی (۴) بحیثیت خلیفہ (۵) خود کوئی حصوں میں تقسیم ہے (الف) اندرون، (ب) بیرون (اندرون کی خود کوئی شقیں ہیں، سفید بنی ساعدہ، طلحہ، جعہ، القرآن، معرف و منکر اور اندرون مسائل) یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کارناموں کا مختصر جائزہ ہے جس کی تفصیل مقالہ میں تفصیلاً بیان کر دی گئی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ذات گرامی میں تقریباً انہیں حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ نبی قبل بعثت ایک غیر متنازع شخصیت اور خاص و عام میں باوقار شخصیت کے مالک ہوتے ہیں ان کا کردار بے داغ ہوتا ہے اور اس مشتبہ امر سے اس کی حفاظت کی جاتی ہے جو آئندہ پل کر ان کی ماذب شخصیت میں کسی قسم کی ذہنی گٹے کا سبب بن سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں قبل بعثت ایسی کے لقب سے مشہور تھے۔ لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس رکھی جاتی تھیں، خاص و عام کو آپ پر بے پناہ اعتماد تھا۔

صدق اکبرؓ اپنی قوم میں مقبول اور محبوب تھے نرم مزاج اور تشریں میں سب سے زیادہ ذی نسب تھے اور ان کی انساب اور ان کی برائی بھلائی سے سب سے زیادہ واقف تھے با افلاک تھے ان کے من صحبت کی وجہ سے مرجع خاص و عام تھے اور ان تے

محبت کرتے تھے (۱)۔ قبل از اسلام ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے اور آپ کے ساتھ گہرا ربط اور تعلقات قائم تھے (۲) یہ کیا تھا؟ حضرت صدیقؓ کو قبل از اسلام ہی تربیب دی جاری تھی کہ کھڑے ہو کر رسول اللہ کی حیثیت سے ان کو نبی کا جانشین بنانا تھا ثواب زمانہ باہت ہی سے ترک کر چکے تھے، صلہ رحمی کرنے والے، ناوایہ سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے، جہان نوازی کرنے والے مصائب میں صرف حق کی ہی مدد کرنے والے تھے (۳)۔

### کلی زندگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی ہے صدیق اکبرؓ اس کی تصدیق کی طرف مبادرت کرتے ہیں۔ نبی اور صدیق میں ایسا اتحاد ہے جسے کسی خود صدیق ہی پر وحی نازل ہو رہی ہے اس کا دل از خود اس کی تصدیق کرتا ہے جس طرح متفلسف کی طرف لوہے کے ذرات چھپتے چلے جاتے ہیں۔ صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چھپتے چلے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان امور میں جن کے لئے آپ مبعوث ہوئے ہیں پورا تعاون کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے مقاصد اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں بیان فرماتے ہیں، ”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (۴) وہی جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی سے ایک نبی بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی سکھاتے ہیں اور رسول کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

(۱) مقالہ، باب ۳، ص ۱۲-۱۳-۱۴

(۲) ”۸۵“

(۳) ”۹۲“

(۴) قرآن، المجد آیت ۲، پ ۲۸

”اللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ“ (۱) اس موقع کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

جہاں جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ قوت مائل اور مائدہ دونوں میں نبی اور رسول کو دیگر افراد میں ممتاز فرماتا ہے اور ان کو یہ دونوں قوتیں دیکر افراد انسان سے تفریق بنا کر عطا فرماتا ہے اس امتیاز و تفریق کو وہی عالم غیب سے ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور امور غیبیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کو بصورت ثانیہ دیکھتے ہیں اور الودیہ الصالحہ من ستۃ وادعین جزء من النبوة (۲) اور دینے والی حقوۃ کا جیسا لیواں بزد ہے) میں کسی قوت مائل کی طرف اشارہ ہے۔ قوت عالم میں بھی اللہ تعالیٰ نبی اور رسول کی مدد و اعانت فرماتا ہے۔ اسی قوت کے سبب وہ معاشی سے اہتمام اور آداب، طاعت، عبادت، تدبیر منزل و سیاست مدن میں اعانت کرتے ہیں، خلق، شجاعت، سخاوت، کفالت، عدالت، شرافت، مصالح قوم اور استقامت ان کو حاصل ہوتی ہے۔ ان اللہی الصالح والسمت الصالح والاقتصاد جزء من خمسۃ وعشرین جزء من النبوة (۳) میں سمت مصالح کو نبوت کے پچیس اجزائے سے ایک جز قرار دیا۔ نبیوں اور رسل کے مبعوث کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عرض اور مشائخ کی انجام دہی ہے۔

”والرسل من اولہم الی خاتمہم صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین ارسلوا بالذی اعز اللہ وبیان الطريق الموصل الیہ، بیان حال المدعوین بعد وصولہم الیہ“ (۴) تمام رسول اور نبی اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلائے، اس راستہ کے بیان کرنے میں پہل کر رہی نوع انسان اللہ تک پہنچنے کے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بعد ان کے انجام کو بیان کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔

بذریعہ بعثت اللہ تعالیٰ لوگوں کو میرے قریب اور قریب سے ان کو مدد کرتا ہے۔ انبیاء اور رسل کے دین کو غالب اور ان کی دلیلوں اور حقوں کو ظاہر و باہر فرماتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے عام مذہب دنیا میں کفر و شرک پھیل چکا تھا۔ قَدْ اَفْعَسَ اَفْیَ الْاَلْبَا وَ اَلْبَحْرِ بِمَا اَسْعٰتِ اَیْدِی الْاَشَاسِ (۵) کھل اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل رہا تھا، لوگ مشرک بن کر پڑے، طاعت و عبادت کو فراموش کر چکے تھے اور دھواں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ سب سے پہلے شرک کا ابطال کیا، حقیقتات و تبدیلیات کو حق کیا اور آپ کی ذات بابرکت سے لوگوں کے نفوس پر دین حق کی شعاعیں پڑنے لگیں۔ انھوں نے تقابیت کو سمجھا اور آپ کی نعمت و اعانت پر کسرت ہوئے، کفر و اسلام میں امتیاز نہ رہا اور دین حق میں داخل ہوئے عرب کے لوگ اور خصوصاً خزیش آپ کے درپے ایذا ہوئے آپ نے اپنی قوت فدا داد سے ان کا مقابلہ کر لیا اور راہ استقامت پر گامزن ہوئے۔ صدیق اکبر نے اعانت و مدد کوئی و تبقیہ نہ چھوڑا، اس کے بعد آپ نے ہجرت کی، جہاد پر مامور ہوئے اور امیہ الہی سے وہ مساعی جلیل فرمائے جو مقدمہ شریعت میں اس سے زیادہ گہن نہ تھا۔ تمام صحابہؓ اور خصوصاً حق اکبر آپ کے عزم و ارادہ کے ساتھ ساتھ رہے اور ہر حرکت و جنبش پر انھوں نے اپنی مایں بچھا دیں، مگر ہر بیت و شکست کھا گئے، جاہلیت مٹ گئی کفر و شرک، ظلم و ستم پامال ہوا اور بس علم سے لوگ آشنا تھے وہ علم ان کے مابین شائع ہوا۔

”وَادْعُوا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَاءُ قَالِفٌ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاصْحَحْ مِنْعَیْہِمْ اِخْرَا وَ کُنْتُ عَلٰی شَفَا حَضْرَہٗ مِّنَ السَّارِ فَانْقَضَ کَرَمَہِمْ“ (۶) اور تم پر جو اللہ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم اللہ تعالیٰ کے انعام سے پس میں مجاہد بنائی ہو گئے اور تم لوگ

(۵) قرآن، الانعام، آیت ۱۲۴۔

(۶) بخاری کتاب التعمیر باب الودای العالیہ جلد ۲ ص ۱۰۳۔

(۷) ابوداؤد کتاب الادب، باب فی الوتر، جلد ۲، ص ۵۲۸۔

(۸) مدارج السالکین، ابن قیم الجوزیہ جلد ۲، ص ۳۴۸، الحاوی۔

(۹) قرآن، الروم، آیت ۴۱، ص ۲۱۔

(۱۰) آل عمران، آیت ۱۱۳۔

ذات اور جان کا تھا۔ اپنے آپ کو صدیق عیلا کہتے تھے۔ ایک ذات رسول آپ کے سامنے تھی۔ اپنی حال و مال سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر توڑ کرنا ضعیف ملاؤں کو خرید کر صرف اسلام کے خاطر ان کو آزاد کرنا اللہ تعالیٰ کا وہ مال رکھیں جنہ سے بے خبری سے صدیق کی مدح فرمانا یہ صدیقیت کے تشبیہ انبیاء کے ادنیٰ ترین شاہین ہیں جو پورے دے کو اس مقالہ کے مختلف ابواب میں نظر آئیں گے۔

صدیق اکبرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سنتے ہی اہل غرض اور مقصد پر مقننہ ہو جاتے ہیں اور وحی کی کنہ و حقیقت پالیتے اور ایسا مذہم ہوتا کہ گویا اس امر کو براہ راست بلا واسطہ وحی کے ذریعہ حاصل کر رہے ہیں۔ ذوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جِئْتُكُمْ بِحَقِّ كَذِبٍ وَقَالَ ابْدِئْكَ صِدْقًا** (۱) اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا تم سب کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں تو سب نے میری تکذیب کی اور ابو بکرؓ نے کہا (صدقت)۔

بخت کے بعد تیرہ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں تبلیغ دین کی پر امود رہے دس سال مدینہ میں تبلیغ دین متین تدبیر منزل، سیاست مدین میں مصروف رہے قیام مکہ کے دوران طرح طرح کی تکلیف اور اذیت برداشت کرتے رہے۔ صدیق ہی تمام لوگوں سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و مدد کرتے رہے اور آپ کی برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **لَا تَسْبِغُوهُ مِنْكُمْ مَنْ أَتَىٰ مِنْ قَبْلِ النَّبِيِّ الْفَتْحَ وَقَالُوا** (۲) عرض حضرت صدیقؓ بنے جس ایمان کا مظاہرہ کیا اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل و قول کی تصدیق اور آپ کی مدد کی قریض میں اپنی یزیدین خراب کی عیضت ابو بکرؓ کی جرات ایمانی اور تشبیہ انبیاء کے لئے بنی ثبوت اور دافع حلاوتیں ہیں اور صرف حضرت صدیقؓ کا ہی مقام تقاضیعت ایمانی

دور رخ کے گلوبے کے کنارے پر تھے موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہائی بھائی۔ **وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَعَتْ صَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَفْتَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَكَذَلِكَ اللَّهُ آتِي بَنِيهِمْ** (۱) اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کیا اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔

لوگوں سے تعدد و مصدر رنج و کینہ جاتا رہا اور درات دین علم قرآن علم ایمان یعنی ارکان فتنہ نو محمد صلوة، ذکوة، حج، صوم، علم شراف، تدبیر منزل، سیاست مدین، آداب معیشت، علم اتفاق و فیروہ کی تدریج میں مشغول ہوئے اور یہ علم ہر دمر و غیر و کینہ تک پہنچے اور سب نے فائدہ اٹھایا۔

صدیق اکبرؓ نے ان امور میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی وہ انہر من الشمس ہے۔ باب الثالث میں حضرت ابو بکرؓ کا کردار و صفات کے ساتھ سامنے آچکا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کا آپ کی تصدیق کرنا، ایمان کا اظہار کرنا، اشاعت اسلام کے لئے کوشاں ہونا، تبلیغ کی وجہ سے اہل صحابہ کا اسلام قبول کرنا، بیت اللہ میں علی الاطلاق اسلام کا پہلا خطبہ پڑھنا اور اس پر کفر کا آپ کو اذیت پہنچانا یہ سب صدیقیت کے کارنامے ہیں واقعہ امر یہ کہ انکار کا آپ کا مذاق اڑانا کمزور و ضعیف الاعتقاد لوگوں کا اسلام کی حقانیت میں تردد اور شک کرنا لیکن صدیقؓ جسے ایک جملہ سے اصل حقیقت کا ظاہر ہونا، میں تو اس سے بھی بڑی چیز کی تصدیق کرتا ہوں یعنی دار و دین میں آپ پہلی کھانوں سے آئے ہیں جب اس کی تصدیق میں نہ کر دی۔ تو وہ اللہ آپ کو آسمانوں پر لے جاتا ہے اور آپ جانتے ہیں، لوگوں کا تردد و دور ہونا کفر کا بات پیچیدہ ہوئی اور اللہ کا کلمہ اونچا ہوا یہ سب تشبیہ انہر من الشمس ہیں۔ صلوة کے لئے سب سے پہلے اپنے مکان میں ایک جگہ متعین فرماتا، ہجرت میں ساتھ رہتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملائے تھیں ان اللہ معنا۔ فرماتا کہ صدیقؓ کو اپنی ذات کا خوف اور ڈر نہ تھا بلکہ عز و دلال آپ کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امر میں آپ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔  
یوم بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابان میں بحیثیت مالاربعش قیام پذیر تھے  
اور آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
صحابان کے نیچے ہار کا رب العزت میں دعا مانگواری کی۔ جب نضرہ میں بیت  
دروغی تو صدیق اکبرؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ بس کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی ضرورت  
مدد کرے گا اور صحت سے آپ کے دل کو ٹھنڈا کرے گا اور چہرہ کو روشن کرے گا۔ (الف)  
آپ فوراً مقبلہ ہوئے ہیں اور یہ سمجھ جاتے ہیں کہ صدیقؓ یہ کلام کہاں سے کر رہے ہیں  
دعا ختم کرتے ہیں، امور حرب میں مصروف ہوئے ہیں، فیصلہ کے حق میں فدیہ کا فیصلہ  
صدیقؓ کے مشورہ پہلے ہوتا ہے۔ قیامت تک بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ نے اسلین  
فرمایا اور یہی اللہ تعالیٰ کا منشاء تھا۔

غزوہ امد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزمت کو ہمت اور مستقل مزاجی  
سے نہایت شاندار فتح سے بدل دیا۔ اس جنگ سے پہلے جوئے حالات نے حضرت صدیقؓ  
کو اس بہترین تربیت کی اس کے تجربہ کا پورا پورا دعایا گری و فیکر کا ٹھکانا لیکر دستِ انقلاب و مایاورد  
جب آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا ہے اور  
اس بندے نے آخرت کو پسند فرمایا ہے تو صدیقؓ بدینے۔ اسی طرح آپ کی وفات پر غم  
دیا اور وفات کی تصدیق فرمائی آیات سے کی، یہ قوت عقیدہ میں تشبہ بائیماء کی عمدتائیں  
ہیں اور صدقیت کی ادنیٰ شک ہے (ب)۔

## صدقیت حقیقت حلیفہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہر ماہِ رانہ لیا ہے  
جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

میں نبی کے بعد صدیقؓ میں سے زیادہ عزت دار تھے، حق کے اظہار میں نہایت نڈر  
اور لائحہٴ قیام۔ ۷۔ لَوْحَةُ لَدُنْہِ کے مصداق تھے۔ جب ابن الدفندہ کی امان اور پناہ واپس کرنے پر مجبور  
کریا چلا تو اسی ایمانی برات نے آپ کو ابن الدفندہ کی امان اور پناہ واپس کرنے پر مجبور  
کیا اور صرف اللہ تعالیٰ کے جو ارض انبیاء، پسند فرمایا۔ فارس اور روم کی جنگ میں فارس کی  
کامیابی پر قریش کے خوش ہونے تو یہ بھی صدیقیت کے لئے گوارہ نہ تھا اور صدقیت یہ  
پیکار کھینچنے لگی کہ نہیں غلبہ مسلمانوں کو ہی حاصل ہوگا اور دونوں طاقتیں تباہ و برباد ہوگی  
اور صرف اسلام کے خاطر مشرکوں سے مالی شرط لگاتے ہیں اور تو صدیقؓ نے کہا دی ہوا (۱۱۳)

## مدنی زندگی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں مستقل طور پر قیام  
پذیر ہوئے اب صدیقؓ کا خاص حقیقت کے مال ہوتے ہیں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تدبیر منزل اور سیاست مدن اور فن حرب سے آشنا فرماتے  
ہیں ان کی تربیت فرماتے ہیں، ہر سیاسی اور جنگی فیصلہ میں آپ کے مشورہ کو ایک نمایاں  
مقام حاصل تھا اور جو بسے صدیقؓ دیتے اس سے انکار اللہ تعالیٰ آسمانوں پر بھی پسند  
نہیں فرماتے تھے۔ (۱۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ میں چار صلیتیں ایسی دی تھیں جو آپ کے  
ملاوہ کسی میں نہ تھیں:

(۱) حضرت ابوبکرؓ کو صدیقؓ کہا گیا۔ دوسرے کسی کا نام صدیق نہیں ہوا۔

(۲) حضرت ابوبکرؓ کا صاحبِ فاریں۔

(۳) ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق رہے۔

(۴) اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امتِ صلوة کو حکم فرما کر خود  
بھی حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا کی اور باقی تمام صحابہؓ بھی مقتدی ہوئے۔

(الف) میرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۶۱۵۔

(ب) حقیقہ کے لئے دیکھئے باب ۳، ۱۳۱-۱۳۵۔

(۱۱۳) تفصیل کے لئے دیکھئے باب ۳، ص ۱۰۹-۱۱۹۔

(۱۵) تفصیل کے لئے دیکھئے باب ۳، ص ۱۲۸-۱۳۰۔

جب صلح حدیبیہ پر حضرت عمرؓ برفروغ ہوئے تو یہ صرف صدیق اکبرؓ ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عرض و مقصد جان کر حضرت عمرؓ سے کہتے ہیں، اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ یہی جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح جیسی سے تعمیر فرمایا اور حضرت فاروقؓ اس حقیقت پر بہت بعد میں اسکا ہوا ہے اور نبول حضرت عمرؓ کے اس گستاخی اور بے ادبی کے کفارہ کے طور پر تجھے بہت سے عمل کرنے پڑے یہ ہے حضرت ابوبکرؓ کا ذاتی کردار، کارنامے اور شعبہ انبیاء و فتح کا اور ضرورہ جو آپ کے ساتھ ہے اور یہی آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا چھنڈا آپ کے پاس تھا اور فتح کے امام تھے اور آپ کے حیات میں سلسلہ میں لوگوں کو صدیقؓ ہی پہنچ کر لیا اور آپ کے بعد زمین پر غلبہ اللہ مقرر ہوئے اور مسلمانوں نے آپ کو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب دیا (۱۷) قرآن میں اَمْرُكُمْ شَوْءٌ بَيْنَكُمْ کے دسے مشورہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشورہ کی پابندی فرماتے تھے مگر صدیقؓ نے ہمیشہ اسامہ کے موقعہ پر حضرت عمرؓ کے مطالبات و رد کر کے یہ وضاحت فرمادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ حکم بدرجہ دہی کے ہے اور دہی کی موجودگی میں مشورہ کی پابندی کرنا دہی کی نافرمانی کرنا ہے۔ مشورہ کی پابندی ان امور میں ضروری ہے جو دہی کے خلاف نہ ہو اور دہی کی صراحت موجود نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی موجودگی میں اسامہؓ کی امانت ختم کرنا یا ہمیشہ اسامہؓ کو روانہ نہ کرنا اس پر مشورہ میں اجماع بھی ہوا ہے تب بھی اس مشورہ پر عمل کرنا نافرمانی ہے۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں خلیفہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریوں میں فرق بیان کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے آپ پر دہی نازل ہوتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دہی کے پابند تھے اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق و فعل اور تقریر کا پابند ہو گا۔

تشبہ تمام باقی ہے (الف) انصار نے غزوہ منین کے موقع پر تقسیم غنائم پر اعتراض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خوبی سے ایسا عمل فرمایا کہ انصار کو دیرے سقیمہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع ہوا۔ خلیفہ کے لئے صلاح و مشورہ شروع کیا، صدیق اکبرؓ نے امر خلافت کو نہایت حسن و خوبی سے طے فرمایا اور انصار نے اس طرح اپنی غلطی کا اقرار کیا جس طرح تقسیم غنائم کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرکے گئے۔ غزوہ منین کے بعد یہ دو فرقہ تھیں جن میں مسلمانوں میں انصار اور دیگر انصار کی بنیاد پر افتراق کا فتنہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی تعریف فرمائی صدیقؓ نے بھی سقیمہ میں تعریف کی، ان کے حقوق کا رسول اللہ اور صدیقؓ دونوں کو دونوں مواقع پر اقرار و اعتراف ہے ان کے اعتراض کا جواب رسول اللہ اور صدیقؓ دونوں نے دیا لیکن انکی غلطی کی بھی ایسی نشاندہی فرمائی کہ انصار بیک زبان اس کا اعتراف کرتے ہیں مگر دوسے بیحد کبریاں نے کمرہ و کواپس ہونے مگر انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کو کسے کہہ دینے آئے اور آج تک مسلمانوں کے قلبی محبت کا تعلق مدینہ ہی سے قائم ہے۔

حضرت صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک زیر دست انقلاب کو نہ صرف دیا بلکہ تمام مشرکین اور باغیوں کو اپنا معاون بنا کر ان کی مدد سے ایران اور روم کے خلیفہ غزائم کو خاک میں ملا دیئے اور شکست پر شکست دی۔ عرض غزوات میں سے کوئی غزوہ صدیقؓ اکبرؓ نے نہیں جھوڑا اور یوم اہد میں اس وقت ثابت قدم رہے جب دوسرے لوگ شکست کھائے (۱۸) قوت عقلمندی میں آپ تمام صحابہؓ سے ممتاز تھے اور دہی کی منشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے آپ ہی بیان کرتے تھے

(الف) یہی تشبہ مورخین کے نزدیک ناقابل توہیہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ کے دور میں کوئی نیا یا تبدیلیاں نہ تھی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامات ہی کو جاری رکھا۔



ہائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر انعام فرمائے گا اور مدین کے مقتولین جہنم میں جائیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا تو اس کے خلاف مسلمانوں کو صرف بستی ہو کر ہار دینا چاہیے اور جب تک کہ ان میں اور ان کے پیروکاروں کو قتل یا تائب نہ کیا جائے مسلمانوں کو آرام سے بیٹھنا لازم ہے۔ کلام اللہ کو ترجیح کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سب سے بڑا اور بہت بڑا نشان کا زمانہ ہے اسی سے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ بہت نصیب ہوئی عراق و شام کی فتوحات حاصل کر کے عظیم الشان اسلامی سلطنت کی بنیادوں کو استوار کیا۔ انسان کو تہذیب و تمدن سے آگاہی نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ لفظہ علی الدین کلمہ صدیق کے ہاتھوں پورا ہوا، سلطنت اسلامی میں آہستہ آہستہ اضمحلال پیدا ہوتا گیا اور بوقت دشواری حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر بنی امیہ تک نصیب ہوئی تھی بنی عباس کے زمانہ میں وہ مفقود ہوئی، اسلامی سلطنت پر آہستہ آہستہ زوال آتا گیا حتیٰ کہ اسلامی سلطنت کا نام بھی لوگوں کے دلوں سے محو ہونا شروع ہو گیا۔ لیکن کتاب اللہ زمانہ زول سے آج تک زندہ موجود ہے اور جب تک دنیا میں ایک بھی انسان کا وجود باقی ہے، کتاب اللہ زندہ اور برقرار رہے گا اور صدیقؓ کی ذاتی کھار اور کارناموں کی یاد دلانے کے لیے تشبہ و بیما کی ایک جگہ ہے جس کو اس مقالے کے مختلف ابواب میں واضح طور سے بیان کیا گیا ہے۔

### حضرت ابوبکرؓ بحیثیت خلیفہ اللہ

الخلافۃ: دوسرے کا نائب بننا، خواہ وہ نیا بت اس کی غیر عاجزی سے ہو، یا موت کے سبب ہو، یا اس کے فخر کے سبب ہو، یا محض نائب کو شرف بخشنے کی غرض سے ہو۔ اس آخری معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو زمین میں خلافت بخش ہے **هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خُلَافَاءَ فِي الْأَرْضِ** (۲۴) اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں

(۲۴) قُرْآن، الانعام ۱۶۵ آیت ۸

اپنا نائب بنایا۔ **وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خُلَافَاءَ فِي الْأَرْضِ** (۲۴) وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں جہنوں کا نائب بنایا۔ الخلافۃ کا دوسرا تفسیر ہے اور خلفاء کا تفسیر۔ قرآن میں ہے **يَذَرُكُمْ وَاتَّخَذَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ** (۲۴) لے دو گا تم کو زمین پر اوصیاء بنایا ہے۔ **وَجَعَلَكُمْ خُلَافَاءَ** (۲۴) اور انھیں زمین پر خلیفہ بنایا (۲۵) اسلامی نقطہ نگاہ سے کائنات اور اس میں باقی جانے والی شیاؤں کی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ منظم اور باعتبار سلطنت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مخصوص مقاصد کے تحت تخلیق کیا ہے **وَمَا بَرَأَ خَلْقَ** ہے **الْعَمَلُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** (۲۶) تمام تر محمد اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ **هَلْ مِنْ خَلْقٍ عَدُوٍّ لِلَّهِ يُدْرِكُ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ** (۲۶) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قاطع ہے جو تم کو زمین اور آسمان سے رزق پہنچا ہو؟ **وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ** (۲۸) اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ **يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ** (۱۹) وہ رات کو روز میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کامیاب رکھا ہے اس کائنات کو وہی اللہ کی دی ہوئی حکمت کے تحت اپنے اپنے کاموں کو کر رہے ہیں۔ اسی طرح انسان کی بھی تخلیق مخصوص مقاصد کے تحت کی اور اسے تمام چیزوں سے

(۲۳) قُرْآن، قاطر، آیت ۲۹

(۲۴) " " " آیت ۲۴

(۲۵) " " " آیت ۲۴

(۲۶) مفرات الزکریٰ، الم راقب انہما فی حرف خ ۲۷

(۲۷) قُرْآن، قاطر آیت ۲۱ پ ۲۲

(۲۸) " " " آیت ۲۳ پ ۲۲

(۲۹) " " " آیت ۱۱

(۲۹) " " " آیت ۱۳



علیہ وسلم کے بعد دوسرے عقیفہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ہاشمیں  
ہیں۔ اہمیا میں ابن حجر لکھتے ہیں ”واستقر خلیفۃ فی الارض بعدہ ولقبہ  
المسلمین خلیفۃ رسول اللہ (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۃ الارض  
بنائے گئے اور مسلمانوں نے عقیفہ رسول اللہ کا لقب دیا۔

”عن عبد اللہ بن جعفر قال ولینا ابو بکر فکان خلیفۃ اللہ“ (۳۸)

عبد اللہ بن جعفرؓ سے مرض ہے کہ ابو بکرؓ پر ہر دلی ہے تو آپ عقیفہ اللہ میں سب سے بہتر  
اواہے تھے۔ اور ابو بکرؓ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مجھے دکھا کہ  
میں ابو بکرؓ کے آگے چل رہا ہوں تو آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! کیا تم ایسی ذات کے آگے  
چل رہے ہو جو تم سے دنیا اور آخرت میں افضل ہے بیوں اور رسول کے بعد ابو بکرؓ سے افضل  
تمہیں پر نہ سورج نہ غلور کیا ہے اور نہ زویا کیا ہے (۳۸) صدیق افضل الحق بعد النبیین  
بالتعمیق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاشمیں اور عقیفہ اللہ تھے حضرت شاہ ولی اللہ  
نے خلافت کی تقسیم خلافت خاصہ اور عام کی طرف فرمائی ہے اور اس طرح خلفاء اربعہ  
کی خلافت کو خاصہ قرار دیا اور بعد کے آنے والوں کی خلافت کو خلافت عامہ سے موسوم  
کیا ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ کے ارادہ النفاذ کو غور سے دیکھنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ  
خلافت خاصہ اور خلافت عامہ میں کوئی ظاہری اور داخوری فرق نہیں ہے اور جو فرائض ایک عقیفہ  
کی حیثیت سے خلافت عامہ میں ہوتے ہیں وہی فرائض خلافت عامہ میں بھی ایک عقیفہ  
کے ہوتے ہیں لہذا ہماری ناقص رائے میں اولاً ان کی تقسیم مبہم ہے۔ دوم یہ کہ  
ان کی خلافت خاصہ کے طریقے کا ابو بکرؓ سے خلافت العید کے طریقہ کار پر کس طرح  
استدلال ہو سکتا ہے۔

(۳۸) اصاح۔ جلد ۴، ص ۳۴۱۔

(۳۹) المستدرک، حاکم جلد ۳، ص ۴۹۔

(۳۸) ریاض الفعزہ، جلد ۱ ص ۱۶۱۔

آقا کے مشہور کلام میں یہاں خود عمل پیرا ہوا اور دوسروں کو بھی عمل پیرا کرنے کی  
کوشش اور بعد چہرہ کردہ ادر اللہ تعالیٰ کا اقتدار اعلیٰ دنیا میں قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ  
کی فطرت کی تمجید کرے، زمین پر عدل و انصاف قائم کرے اپنے بر قول و فعل سے اللہ  
تعالیٰ کی نیابت کا حق ادا کرے اور یہ نائب اپنے قول و فعل کا خود ذمہ دار ہو گا اور اپنے  
عہدہ نیابت کا غلط استعمال کر کے جن بڑائیوں کو جنم دے گا ان کی س کو سزا بھی پہنچتی ہوگی  
اور اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور نافرمانیوں کا کفار سے ہر صفت میں ادا کرنا ہو گا۔ اس طرح  
اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب بن کر اس پر بے شمار ذمہ داریاں عائد فرمائی ہیں۔

حضرت دادو کو عقیفہ ذرا کر کے وضاحت ہو چکی ہے کہ ایسے نبی اور رسول بھی  
ہوں گے جن کو اختلاف فی الارض اصل نہ ہو گا اور جب رسول بحیثیت عقیفہ اللہ رسال  
کریں گے تو دائمی اور حتمی وعدہ کی شکل میں دوسرا عقیفہ اللہ ان کے فرائض کے انجام دہی  
کے لئے آئے گا جس طرح درت سلیمان اور دادو ذرا وضاحت کر دی کہ دادو کے بعد اللہ تعالیٰ  
نے سلیمان کو عقیفہ بنایا۔ کہ سے ہجرت۔ قیام عزیز، دستور مدینہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اصل  
کھل اور جامع اسلام رسولے مسلمان کے نافذ ہیں، ہو سکتا اس لئے معاشرہ اور ریاست  
کا قیام مرکز حکومت، طاقت کے بغیر معروف کا حکم اور شکر کی بنی نہیں صلوة  
کا نظام، زکوٰۃ کا نظام اور ان کا قیام معنی زندگی میں ہے جہاد بیت المال وغیرہ  
نبی بحیثیت عقیفہ اللہ کے ایسے خلافت نبوت اور رسالت کا عہدہ بھی ہو بعد  
اختلاف، تنگیں فی الارض تاکہ عقیفہ علی اللہ رکھ دے اور پورا ہوا اس امت کا  
دائم حق ہے اور یہ وہ عمومی حق ہے جو امت دین کے لئے بالفعل بحیثیت نیابت  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم بند رہے اور ذیل عرض خود میں آئی ہو، ان امور میں علوم وغیرہ  
کا ایجاد امکان اسلام کا قیام، ہما اور ہما کے متعلق چیزوں کا جاری کرنا جیسے شکر و  
کا ترتیب دینا، سپاہیوں کی تنخواہ دینا اور ان پر مال نیست کو تقسیم کرنا۔ قصداً محدود کا  
نفاذ، مظالم کا دور کرنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا داخل ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو  
ان امور میں عقیفہ اللہ کہنا اظہار من الشمس ہے اور اس امت میں صدیق اکبرؓ رسول اللہ صلی اللہ

دعا کے حقوق سے متعلق ہیں۔ دلیان ریاست کو حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کر اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کر تو عدل سے تصفیہ کیا کر ورنہ شک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتا ہے وہ بات اچھی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ سکتے ہیں توبہ دیکھتے ہیں اور دعا کو حکم دیتے ہیں کہ لے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو، اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی، پھر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کیا کر و اگر تم اللہ پر اور رسول پر ایمان رکھتے ہو اور دلوالہ کو حکم دیا کر جب لوگوں کی نزاع کا فیصلہ کر دو عدل و انصاف کا واسطہ سے نہ چھوڑو اور دعا کو حکم دیا کر فرائض رکھنے کے حکم کی تعمیل کر دیجو۔ اس کے کردہ محصیت خداوندی کا کئی کئی کریں کیونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں (۴۱) اس آیت کی مکمل تفسیر حضرت صدیق کا وہ خطبہ ہے جو آپ نے غزینہ کی جنگ سے قوم سے خطاب فرمایا، صدر ریاست، وزیر اعظم یا بادشاہ برسر اقتدار سے وقت قوم سے خطاب کرتے ہیں تو سیاسی، سماجی، فوجی، اقتصادی لاؤ عمل قوم کے سامنے پیش کرتا ہے اور یہ بنیادی تقریر اور خطاب ہوتا ہے۔ جس میں وہ اپنا آئندہ کا دستور العمل بیان کرتا ہے اور وہ فاکٹر قوم کے سامنے رکھتا ہے جس پر اس کو آئندہ عمل کرنا ہوتا ہے اور قوم کو اس پر پہنچے اور اس کے سامنے پر مجبور کرتا ہے اور اس سے انحراف فعداری اور انسانی سمجھا جاتا ہے۔ جہاں دور و زمانہ دینی میں پورپ کے تائید اور اصلاحی ادا دیا کر ذہنی یک بیویں مدی کے اس مہذب اور ترقی یافتہ دور میں دھوڑے سے کوئی ایسا سربازہ ملکیت صدر اور وزیر اعظم نہیں لے گا جس نے اپنے بنیادی اور آئندہ کا لائحہ عمل پیش کرتے وقت خود کو مختلف شعبوں میں بکرا دیا ہو اور آئندہ آنے والے دور حکومت میں اپنا کھیل عام محاسب کرنے کی قوم کو نہ صرف ترغیب دے بلکہ حکم دیا ہو اور کسی اعلیٰ منصب العین کے خاطر اور کسی اعلیٰ ترین سنت کی رکشی میں اپنا آئینہ کا دستور العمل

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مختلف صدیوں میں مختلف مفکرین نے خلافت کے مختلف نظریات پیش کئے اور یہ سلسلہ مادری سے شروع ہو کر غالباً شاہ ولی اللہ تک جاری رہا مگر زیر نظر مقالہ میں ابوبکرؓ کو بحیثیت خلیفہ اللہ زیر بحث لاتے وقت ان مفکرین سے صرف اس لئے صرف نظر کیا گیا کہ صدیق کے آثار ان مفکرین کے لئے کونسا دھتے تھے ان مفکرین کا کوئی نظریہ صدیق کے لئے سند نہیں بن سکتا بلکہ صدیق کے آثار اور بعد کے خلفاء کے طریقہ کار کی روشنی میں مفکرین نے اپنے افکار مرتب کئے ہیں۔ مثالی اللہ فاضل دعامہ کی بحث میں اچھ گئے ہیں لیکن تحریر شدہ مواد کا تجزیہ کیا جائے تو دونوں میں کوئی تفریق نظر نہیں آتی لہذا اللہ تعالیٰ کا ادرحق وعدہ استخلاف فی الارض اور تمکین کو ان قیودات سے آزاد ہی رکھنا بہتر معلوم ہوتا ہے اصلاحی تعلیمات ذہن میں رکھنے کے لئے نہیں بلکہ اعلیٰ عمل طور پر رائج کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے خدیو بیان فرماتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْعَدْلِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (۴۲) تم لوگ اچھی جماعت ہو کر وہ جماعت لوگوں کے لئے نیکار کی گئی ہے کہ تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور برائی باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا حُكِمَ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ يَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا عَلِيمًا﴾ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۴۳) یہ دونوں آیات دلیان ریاست اور

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ إِنَّمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَكِنَّ الَّذِينَ ذِينَ هُمْ أُولَئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ لِيَوْمَئِذٍ حِسَابٌ وَكَلِمَةً لَّيُفْهَمْنَ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا“ (۴۸) ایمان و عمل صالح کی بنا پر خلافت اور تمکین الٰہی کا وعدہ فرمایا اور بعد میں حکم دیا کہ خلافت و تمکین کے حصول کے بعد میری ہی جادہ کرنا میرے ساتھ کسی نہ شریک نہ بناؤ اور اس صورت میں جو مزاد دی جائے گی اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ مفہوم یہ ہے کہ جس کے بغیر اللہ کی عبادت یا ترک عبادت پر خلافت اور تمکین الٰہی نہ ہو چھین لی جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ”أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ حَبِيبٍ يُحِبُّونَهُ أَذِلَّةَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ يُبَاهِدُونَ سَبِيلَ اللَّهِ وَيُخَافُونَ لَوْمَةً لَّعِينَةً“ (۴۹) ارتداد اور شرک یا ترک عبادت کی صورت میں اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا فرمادیں گے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہوں گے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے جو زمین پر ہم بانی اور کافروں پر تیز ہوں گے، کافروں سے جہاد کریں گے اور کسی طاقت کرنے والے کی طاقت کا اندیشہ ہی نہ کریں گے، ان آیات کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں خلیفہ اللہ اور جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور علامات مذکور ہیں۔ (۴۹) اور یہ تمام صفات جیسا کہ بیان ہو چکا ہے حدیث اکبر میں بدرجہا موجود ہیں اور آپ کے دور خلافت میں ایک ایک کر کے پوری ہوئیں اور صحابہ نے اس کا آثار ہی کیا۔ حضرت حدیث اکبر جہاں زم نزاج تھے وہاں آپ نے مرتبین مانعین زکوٰۃ اور کذاہین کے باب میں جو سختی دکھائی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور آیت

بیش کیا ہو۔ یہ صرف حدیث ہی ہو سکتا تھا اور صرف حدیث کا ہی اہل کا نام نہ ہے۔ حدیث اکبر اپنے پہلے خلب میں صاف اعلان فرماتے ہیں میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ کے احکام کی اطاعت کروں اور جب اللہ اور رسول کی احکام کی خلاف ورزی کروں تو میری اطاعت فرض نہیں (۴۲) اور اگر کسی بات میں قوم اور ماکم میں جھگڑا ہو جائے تو پھر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں حکم بناؤ (۴۳) ولایت و حکمرانی کا لازمی مقصد خلق اللہ کے دین کی اصلاح کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے ”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ“ (۴۴) اللہ تعالیٰ امت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا مقاصد بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتے ہیں اور اس کا تذکرہ کرتے ہیں لہذا جو حکم لوگوں کے دین و دنیا کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے وہ اپنے اہل زمانہ میں سب سے افضل ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب امام مادل ہے (۴۵) اسی طرح ان علامتوں اور صفات کی وضاحت و مراحط بیان فرمادی ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب اور پسندیدہ ہیں، ”ثَلَاثَةٌ الَّذِينَ إِن مَنَّكَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ“ (۴۶) یہ لوگ ایسے ہیں اگر ہم کو دنیا میں حکومت دے دی تو یہ لوگ صلوة کا نظام قائم کریں اور نظام زکوٰۃ بروسے کارلائیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بڑے کاموں سے منع کریں۔

(۴۲) خبر کے الفاظ، دیکھئے باب ۴

(۴۳) سیاست الیوم، ابن تیمیہ، ص ۱۲۰۔

(۴۴) قرآن، آل عمران آیت ۱۰۴۔

(۴۵) سیاست الیوم، ابن تیمیہ، ص ۳۸۔

(۴۶) قرآن، الحج، آیت ۴۱۔

(۴۷) قرآن، النور، آیت ۵۵۔

(۴۸) المائدہ، آیت ۵۴۔

(۴۹) دیکھئے تفصیل کے لئے باب ۲۰۴۔

کے گراہی کے سبب بنے، مگر صدیقؓ نے ان عقول کو روکنے کے پہلے ہی سے پیش منبری  
 فرمادی تھی اور اس طرح متنبہ فرمادیا تھا کہ میں اور دیگر خلفاء اللہ کے مقررہ حدود میں ہوتے  
 ہوئے مسلمانوں کی قیادت اور امور سلطنت کی انجام دہی کے معاملات میں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں اور خود میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بتلائے ہوئے راستہ کا پابند ہوں۔ ان اصول و مضامین کا پابند ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے ہمارے درمیان چھوڑ چکے ہیں۔ مجھ پر نہ دہی آئی ہے اور نہ ہی میں ہوں نہ آپ  
 کے بعد کوئی دہی نازل ہوگی اور نہ آپ کے بعد کوئی نئی اور سوال ہے، وہی خدا پر عمل ہے  
 دین مکمل ہو چکا ہے اور جس طرح زمانہ ماضی میں ہزاروں بادشاہوں اور حکام نے اپنے  
 اولویت کا دعویٰ کیا تھا خود ان کے حکم رعایا کا یہ دعویٰ کہ وہ سرزمین پر ہم ہیں، مستحکم  
 ہیں اور فدائی کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو مضابط و قوا کا نام سے بالاتر رکھا اور میں ان کے  
 دے دینا میں فکر و غم نہ کرتا رہتا اور کسی کو دم زدنی کی مجال نہ تھی۔

صدیقؓ کے بڑے ان تمام عقول کا پہلے سے سدباب کیا، ایہا الناس قد ولت  
 علیکم ولست بمجریم“ (۵۱) میں اگرچہ تمہارا ولی ہو چکا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں۔ ان  
 مختصر الفاظ میں خلیفہ اللہ کی حیثیت، ایمان فراموشی کو ختم کرنے کی نئی نئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 سے بننے کی اجازت نہیں نہ وہ اس طرح سے اور نہ وہ کہ سنت کی پابندی سے آزاد اسلام آزادی خود کا سب سے بڑا  
 علم و دار ہے اسلام کامل مساوات کا اعلان کرتا ہے اس کے نزدیک خداوندی دعاہت کوئی  
 حیثیت نہیں رکھتی تم ہی ضعیف اس وقت تک قوی ہے جب تک اس کا حق اس نے  
 دلویا جائے اور قوی اس وقت تک کہ فرد ہے جب تک اس سے کمزور کا حق  
 واپس نہیں لیا جاتا اسلام میں اصل مشیت، بندوں کے اعمال کو حاصل ہے۔ کالے کو بے  
 عربی اور عجمی، آقا اور غلام میں کسی قسم کی تفریق نہیں کیے کا روادار نہیں، لہذا یہی خلیفہ رسول  
 ہوں اور میں اس سے راضی ہوں میں ان مضابط و قوا کا پابند ہوں جو قرآن نے

میں اذللہ اور اعزہ کے الفاظ سے یہی نوبی بیان کی ہے کہ مسلمانوں کے لئے نرم اور  
 مرتد میں پرہیزگاری تیز ہوں گے قرآن کے ان مرتبہ تعہدات کے باوجود کہ ان میں  
 کے پیر و کاروں سے رواداری برتنے کی تلقین کرنا اللہ تعالیٰ کی عذاب کو دعوت  
 دینا ہے۔ مگر یہ صرف صدیق اکبرؓ ہی تھے جنہوں نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کیا کہ  
 متقی اور نرمی کے مواقع علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اور اس وقت تک کہ کامیاب صحیح طور پر نہیں  
 ہو سکتا جب تک متقی کے مواقع پر سختی اور نرمی کے مواقع پر نرمی سے کام نہ لیا جائے بصورت  
 دیگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہوگا اور ان مصلحت میں مسلمانوں کو فدا کر کے  
 لاَ تَخَافُوْنَ لِقَاءَ رَبِّکُمْ کو پیدا کر کے اپنے دین کے امور ان سے انجام دیں گے حضرت ابوبکر  
 کی عظیم الشان کامیابی اور ان کی بے پناہ قوت کا مرتبہ اور اصل مسبب یہی تھا کہ وہ ان  
 دونوں مصلحتوں کو برتنے کے صحیح مواقع جانتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ان جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور خلیفہ  
 تھے وہاں اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے خلیفہ اللہ اور  
 اس امت کے پہلے خلیفہ نہ تھے۔ لیکن جب صدیق اکبرؓ کو خلیفہ اللہ کہہ کر پکارا گیا تو فوراً  
 اسے ٹوک دیتے ہیں۔ فقال انا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولنا رض بہ  
 ولنا رض بہ وانا رض بہ (۵۰) فرماتے ہیں میں خلیفہ رسول اللہ ہوں اور میں اس  
 کے ساتھ راضی ہوں میں رتبہ، مطلب کیا تھا روایت کے الفاظ خود نشانہ ہی کر رہے ہیں۔  
 کہ آپ کو کیا خواہ تھا، عرض آپ کی یہ تھی کہ کہیں آئندہ میل کر خلیفہ اپنی مستقل حیثیت  
 قرار دے کر اپنے آپ کو قرآن و سنت سے بالاتر نہ سمجھ بیٹھے، صدیقؓ کا خیال صحیح تھا،  
 آئندہ جو فتنے کمرے ہوئے انہوں نے اپنی حیثیت، اپنی بڑھادی کو خلیفہ کو اولویت  
 کے مرتبہ تک پہنچا دیا مثلاً ابن سبا اور ان کے بعد کے فتنہ پرور اندلس نے خلیفہ سے متعلق  
 مختلف اقسام کے دعوے پیش کر کے قرآن اور سنت سے خلیفہ کو بالاتر سمجھنے اور لوگوں

بیان کئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا میات اس پر عمل پیرا رہے یہ ایک حقیقت ہے کہ میں تم پر حاکم بنا دیا گیا ہوں گو تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں نیکی کی راہ پر چلوں تو میری زبان پر داری کرو ورنہ مجھے درست کردو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرتے رہو لیکن میں اگر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت زنی نہیں اس طرح وہ اشکاف الفاظ میں نبوت اور خلافت میں فرق ظاہر کیا تو دعا کو اپنے بعد آنے والوں کو قرآن و سنت کا پابند کیا اور قیامت تک اس امت میں جتنے خلفاء اللہ آئیں گے ان کے مقتدا اور پیروا ٹھہرے، صدیق کامل طور پر نبی کی اپنے ہر عمل سے تائید اور تصدیق کرتے رہے۔ اور نبوت کی اس طرح حفاظت کرتا رہے کہ اس پر ذرہ برابر بھی آچے نہ آنے پائے نبی کا کامل متبع بنوایا صدیق کے دست پر علم بر دلالت کرتا ہے جس طرح نبی کا علم کامل اور مکمل ہوتا ہے اور وحی کے علاوہ اور دین میں کسی کا قیام نہیں ہوتا اسی طرح صدیق بھی امور دین میں نبی کے بعد کامل اور مکمل علم کا حامل ہوتا ہے۔

**وسعت علم** کسی صحابی کا علم صرف دو وجہ سے معلوم ہو سکتا ہے ایک ان کی روایت و قضاوی کی کثرت، دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت انھیں مائل بنانا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غیر عالم کو مال نہیں بنا سکتے تھے اس لئے اس کا مال ہونا ہی اس کے علم کی بڑی دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے مرض الوفا میں حضرت ابوبکر کو دیگر بیل القدر صحابہ کی موجودگی میں اپنا خلیفہ فی السلوۃ بناتے ہیں اور خود ان کی اقتداء بھی کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ ابی مسعودؓ عیسیٰؓ ابی بن کعبؓ وغیرہم کی موجودگی میں حضرت ابوبکرؓ کو ترجیح دیتے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صلوۃ کے احکام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اس طرح آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو مال صدقات بھی بنایا۔ صلوۃ کے بعد رکوع بھی انکا اسلام میں سے ایک رکن ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مال حج امیر لشکر بھی بنایا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ان امور کے بھی بڑے عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر و حضر میں ابوبکرؓ کو ساتھ رکھا۔ آپ کے احکام و قضاوی کا اس سے زیادہ مشاہدہ کرتے رہے جتنا دوسرے صحابہ مشاہدہ کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے بعد صرف ڈھائی سال بقید حیات رہے۔ نیز آپ نے مدینہ بھی نہیں چھوڑا، آپ کے ارد گرد ایسے لوگوں کا جمیع تھا جنھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے صحابہ روایت کے محتاج بھی نہ تھے لیکن اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ جسے علیؓ مویالیس مستند مدعیین مروی ہیں جبکہ حضرت علیؓ سے پانچ سو سچاسی (۵۸۶) مستند مدعیین مروی ہیں۔ ان میں تو پانچ سو سچاسی صحیح ہیں جبکہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس بقید حیات رہے۔ لوگوں کی کثرت ان سے ملاقات ہوتی ایمان صحابہ کے گز جانے کے بعد جو حضرت علیؓ کیسے چھپا لوگوں کو اس کی بہت ضرورت تھی اور اطراف عالم سے لوگ بکثرت ان کے پاس حدیث سننے آتے صغین، کوفہ اور مدینہ میں ماہانہ سال قیام رہا حضرت ابوبکرؓ کے موت و حیات کے تناسب سے آپ کو سب سے زیادہ علم دیا گیا تھا (۵۲)۔

### طریقہ استنباط

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ان کوئی معاملہ پیش ہوتا تو سب سے پہلے کتاب اللہ میں کوثر فرماتے اگر اس میں اس کا حل مل جاتا تو اس کے تحت فیصلہ فرماتے اگر کتاب اللہ میں اس کا حل نہ پاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات میں کوثر فرماتے اگر آپ کے معاملات میں مکمل ملتا تو اس کے مطابق جواب دے کر فیصلہ فرماتے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور حدیث میں اس کا مل نہ پاتے تو بکتے اور مسلمانوں سے اس کا حل دریافت فرماتے اور پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے اس معاملہ میں کوئی روایت اور حدیث محفوظ کی ہو تو بیان کریں اور کوئی صحابی حدیث بیان فرمادیتے تو حضرت ابوبکرؓ اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے کہ ہم میں

ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو محفوظ رکھنے ہوئے ہیں (۵۳)۔

## میراث جہدہ

جہدہ کی میراث کے بابت آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں اور نہ سنت رسول میں اس کا جواب پایا ہوا اس وقت واپس ہو جاؤ تاکہ میں کوئی شخص معلوم کر کے تمہیں بتا دوں گا آپ نے صحابیؓ سے دریافت فرمایا تو سفیر بن شعبہؓ نے کہا کہ آپ نے جہدہ کو کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اس پر حضرت ابو بکرؓ نے شہادت طلب فرمائی اس حدیث میں تمہا ہوا کوئی دوسرا بھی موجود ہے محمد بن مسلمہ اللہ تعالیٰ سے فیض بخشے کی تصدیق کی تو ابو بکر صدیقؓ نے اس حدیث کے مطابق جہدہ کو چھ حصہ عطا فرمایا۔ (۵۴) یہاں سے فن حدیث اور بعد میں فن تاریخ میں نقد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اس طرح حضرت ابو بکرؓ نے اپنے عمل سے اس اصول کی بنیاد ڈالی کہ جب کوئی حدیث یا خبر بیان کی جائے تو اس پر گواہ اور شہادۃ طلب کرو اگر اصول شہادۃ کے تحت اس کو صحیح اور درست پاؤ تو قبول کرنا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے اور یہ حضرت ابو بکرؓ کا یہی نوع انسانی پر رہبت بڑا احسان ہے اس کے بعد یہی لایوب والوں کو بوش آیا اور انہوں نے فن تاریخ میں تحقیق و تنقید شروع کی اور تاریخ کو اس شان و شوہر سے متاثر کیا ہے۔

## جمع حدیث

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک سو پچاس احادیث جمع کیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شب کرکوں پر کرکوں میں بدل رہے تھے جب صبح ہوئی تو مجھے یہ خبر پہنچی کہ میرے احادیث کا مجموعہ آج آئی تو آپ نے آگ لگو کر اسے جلا ڈالا میں نے کہا آپ کو کیا ہو گیا آپ نے فرمایا کہ مجھے رات یہ فتنہ پیدا ہوا کہ میرا لیے مال میں اتھال ہو جائے کہ مجھ کو میرے پاس ہوا اور اس مجموعہ میں کوئی ایسی حدیث خدا خواستہ ہو جو میں نے کسی ایسے شخص کو جس پر

مجھے اعتماد ہو لیکن وہ حدیث ایسی نہ ہو جیسی اس نے روایت کی ہے اور اس اعتماد کی بنا پر میں مجرم بن جاؤں (۵۵) اس اراق سے یہ اصول بیان فرمایا کہ جب تک کسی امر کو خود نہ دیکھ لو یا خود نہ سُن لو اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ جس کو آپ نقد سمجھتے ہو وہ نقد نہ ہو یا وہ بات کی حقیقت نہ سمجھے یا ہوا اور اپنے طرف سے اپنے الفاظ میں بیان کر کے غلط ترجمانی کی ہو اور عموماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میں دہشت ہی امتیاض کی ضرورت ہے۔

## حضرت ابو بکر صدیقؓ کا کتب خانہ

حضرت ابو بکرؓ کے ذاتی کتب میں حدیث کا یہ مجموعہ تھا اور دوسرا مجموعہ قرآن کا تھا جو آپ نے واقعہ یمانہ کے بعد حضرت عمرؓ کے امر پر زید بن ثابتؓ کے ذریعہ جمع فرمایا تھا اور وفات تک یہ قرآن آپ کے پاس رہا اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس پھر حضرت حفصہؓ کے پاس رہا (۵۶)۔

## حضرت ابو بکر صدیقؓ صاحب الرائے تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ حکم دیا ہے کہ میں ابو بکرؓ سے شہرہ کیا کروں اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ صاحب الرائے اور مائل کامل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر معاملات میں حضرت صدیقؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں یہاں تک آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آسمانوں پر یہ گوارا نہیں کہ ابو بکر صدیقؓ زمین پر غلطی کریں (۵۷) یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد نہایت مستقل مزاجی سے تمام حالات کا مقابلہ فرمایا اور جو رائے آپ نے ان حالات کے متعلق

(۵۵) ریاض الفترہ، جلد ۱ ص ۲۴۲۔

(۵۶) تدوین حدیث، مسافر اصمن گیلانی ص ۲۸۸۔

(۵۷) تاریخ الخلفاء، مسعودی، ص ۴۰۔

۱۵۳۱ ریاض الفترہ، جلد ۱ ص ۲۴۱۔

(۵۴) ۴



## کتابیات

الاکوسی، محمد شکر

بورج العربی منہ احوال العرب، القاہرہ، مطابع دارالکتاب، ۱۳۳۲ھ

ابن اثیر

الکامل ترجمہ رشید احمد ارشد کراچی، دائرہ المعارف، ۱۹۹۷ء۔

ابن اثیر، ابوالحسن علی بن ابی اکرم (۷۳۰)

الکامل فی التاریخ، مصر، ادارہ المباحثہ، ۱۳۳۹ھ۔

ابن البیہقی

فارس نامہ۔ لندن، مطبعہ دارالفنون، کتبچہ، ۱۹۲۱ء۔

ابن تیمیہ

سیاست البلیہ، ترجمہ رفیق دلاوری۔ لاہور، ادارہ فروغ اردو (ش۔ن)۔

ابن الجوزی، عبدالرحمن

تلیقہ نجوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والیر۔ دہلی، میدبقی پریس، (ش۔ن)۔

ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی

کتاب صفۃ الصفوة۔ حیدرآباد دکن، دائرہ المعارف، ۱۳۵۵ھ

ابن الجوزی، القزحی، ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد ۵۰۸-۵۹۷ھ

زادالمسیر فی علم التفسیر دمشق، المکتبہ الاسلامیہ للطباعة والنشر، ۱۹۹۷ء۔

ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمن

النظم فی التاریخ الملوك والامم۔ حیدرآباد دکن، دائرہ المعارف، ۱۳۵۵ھ

طبقات ابن سعد میں اس مقام پر حضرت علیؓ اور طلحہؓ کے اعتراف کو ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن طلحہؓ اور علیؓ کی یہ مجال کہ یہ طرز گفتگو اختیار کریں جو اس مقام پر بیان کی گئی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علیؓ اور طلحہؓ سے منسوب یہ گفتگو قطعاً غلط ہے بلکہ جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام انتخاب چاہتے ہیں تو از خود کہا کہ وہ حضرت علیؓ ہی ہوں گے اس سے صاف نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ نہ اس عز من سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور نہ ہی انھوں نے کوئی اجازت کیا بلکہ بوقت مشورہ حضرت علیؓ نے رائے دی اور بیعت کی، فاقرباذلک جمیعاً وایضاً بہ وبایعنا ثم دعا ابوبکر عمر خلیفائنا فواصلہ بما اوصاہ بہ۔ تمام نے متفقہ طور سے اقرار کیا اور اپنی خوشی کا اظہار کیا اور سب نے متفقہ طور سے بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو تنہائی میں بلایا اور ان کو جو وصیت کرتی تھیں کی (۹۵) اور ۲۲ جگہ ایسی لکھی ۱۳۵۸ء کو وفات پائی۔ وفات کے بعد تھوڑے سال کے تھے، عام قبل کے تین سال بعد ولادت ہوئی، مدت خلافت دو سال تین ماہ دس دن (۹۶)۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

(۹۵) طبقات ابن سعد، جلد ۳، ص ۲۰۸۔

(۹۶) طبری، جلد ۴، ص ۳۷۰، القاہرہ ۰

ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد العقطائي ٤٤٣-٨٥٢ هـ -

الاصابة في تمييز الصحابة - القاهرة، مطبعه السعاده، ١٣٢٨ هـ

ابن حجر

الاصابة في تمييز الصحابة - القاهرة، مكتبة التجاريه الكبرى، ٤١٩٣٩ هـ -

ابن حجر، العقطائي، شهاب الدين أبو الفضل (٤٤٣-٨٥٢ هـ)

فتح الباري بشرح النجاشي، القاهرة، مصطفى البابي الحلبي (١٩٥٩ هـ) -

ابن حجر العقطائي (٨٥٢ هـ)

لسان الميزان - حيدرآباد دكن، دائرة المعارف، ١٣٢٩ هـ -

ابن حجر العقطائي

تجويد التهذيب - حيدرآباد دكن، دائرة المعارف، ١٣٣٥ هـ

ابن حزم، أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم (٣٨٣-١٠١٢ هـ)

الحمل، القاهرة، ادارة المطابع المشرقية، ١٣٢٤ هـ -

ابن حزم

الملل والنحل ترجمه عبدالله عادى - حيدرآباد دكن، دارالطبع مطابع عثمانيه (١٩٢٥ هـ)

ابن حزم الاندلسي، ابو محمد علي -

الفصل في الملل والاوهام والنحل - بغداد، مكتبة الفقيه -

ابن حزم، ابو محمد علي بن احمد (٣٨٣-١٠١٢ هـ)

توابع السيرة، القاهرة، دائرة المعارف -

ابن حنبل، احمد

مسند احمد بن حنبل - القاهرة، المطبعه الميمنية، ١٣١٤ هـ -

ابن خردادبه

مسالك المالك - ليدن، بريل، ١٨٨٩ هـ -

ابن خلدون

تاريخ ابن خلدون ترجمه احمد حسين الراى، كراچي، نفيس اكاديمي، ١٩٩٦ هـ

ابن خلدون

تاريخ ابن خلدون ترجمه احمد حسين - الرباط، يوناني دوغلا پريس، ١٣٣٧ هـ

ابن خلدون

مقدمه ابن خلدون ترجمه كراچي، نو محمد كازخا تجارت كتب (ت) -

ابن خلدون

مقدمه ابن خلدون ترجمه رائف زكاني، كراچي، نفيس اكاديمي، ١٩٥٥ هـ -

ابن خلدون، عبدالرحمن (٨٠٨)

كتاب البروديان المبتدأ والخبر - بولاق، مطبعه حاره، ١٣٨٧ هـ، ٤ مجلد -

ابن رشد القرطبي، محمد بن احمد بن محمد (٥٢٠-٥٩٥ هـ) -

بداية المجتهد، القاهرة، مصطفى البابي الحلبي، ١٣٤٠ هـ -

ابن سعد كاتب الواقدي محمد (١٩٨-٢٣٠ هـ)

طبقات كبير، ترجمه عبدالله عادى - حيدرآباد دكن، دارالطبع مطابع عثمانيه (١٩٢٧ هـ)

ابن سعد، محمد (١٩٨-٢٣٠ هـ)

الطبقات الكبرى - بيروت، دار بيروت، ١٩٥٤ هـ -

ابن سيد الناس - (٩١١-٤٢٧ هـ)

عيون الاثر في فتن المغازي والتمثيل في السيرة، القاهرة، مكتبة القدسي، ١٣٥٦ هـ -

ابن الطلق محمد بن علي بن طباطبا

الغزى في الاطاب السلطانيه - القاهرة، دار احيا وكتيب العربية، (ت) -

ابن عابدين، محمد ابن -

رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الابصار - القاهرة، مصطفى البابي الحلبي، (ت) -

ابن عبد البر ابو عمر يوسف بن عبد الله (٣٩٨-٤٦٣ هـ)

الاستيعاب في اسماء الاصحاب على عاشر الاصحاب في تمييز الصحابه - القاهرة

مكتبة التجاريه الكبرى، ١٩٢٩ هـ -

- ابن عبد البر، أبو عمرو يوسف بن محمد الله (٣٦٨ - ٤٦٣)  
كتاب الاستيعاب في معرفة الأصحاب - يمدد آباد دكن دائرة المعارف
- ١٣٦٩هـ -  
ابن عبد رب، أبو عمر أحمد بن محمد بن عبد رب -  
العقد الفريد - القاهرة، مكتبة التاليف والترجمة والنشر، ١٩٣٠ع -
- ابن الجري  
تاريخ مختصر الدول - بيروت، المطبع الكاثوليكية للآباء اليسوعيين، ١٨٩٠هـ  
ابن عسك، أبو القاسم علي بن الحسين بن جيت الله (٥٤١)  
تاريخ دمشق، صلاح الدين النجدي، ترتيب دمشق، مطبوعات المجمع العلمي
- ١٩٥٢ع -  
ابن عسك، أبو القاسم علي بن حسن  
التاريخ الكبير - دمشق، روضة الشام، ١٣٢٩هـ -  
ابن العاد، أبو الفلاح عبد الحفي، المتوفى ٤٩٩هـ  
شذرات الذهب في أخبار من ذهب - القاهرة، مكتبة الفتى، ١٣٥٠هـ ٨  
ابن قتيبة، أبو عبد الله بن مسلم (٢٤٩)  
الأمم والسياسة - القاهرة، مصطفى الباني الحلبي، ١٩٣٤ع - ٢٠  
ابن قتيبة - أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الديلموري -  
يكون الأخبار - أحمد ذكي الحداد، ترتيب، القاهرة، وزارة الثقافة، ١٩٦٣م ٥  
ابن قتيبة، أبو محمد عبد الله بن مسلم (٢٤٩)  
المعارف - ثروت فكاهية، ترتيب، القاهرة، مطبع دار الكتاب، ١٩٦٠هـ -
- ابن قيم الجوزية، أبو عبد الله محمد  
نادر المعاد في هدى نيرة العباد - القاهرة، مصطفى الباني الحلبي، ١٩٥٠ع -
- ابن قيم الجوزية، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر (٦٩١ - ٧٥١)  
مدارج السالكين - القاهرة، مطبع الستة المحمدية، ١٩٥٦ع -
- ابن كثير، عماد الدين أبو الفداء إسماعيل بن عمر القرشي المتوفى ٧٤٤هـ -  
البدایة والنهایة في التاريخ - القاهرة، مطبع كرستان العلوية، ١٣٣٨هـ  
ابن كثير القرشي الدمشقي، إسماعيل - المتوفى ٧٤٤هـ -  
تفسير القرآن العظيم (٢٠٠) - المكتبة الملكية، ١٩٣٨ع -
- ابن كثير  
تفسير ابن كثير مترجم - كراچی، نور محمد كافاز تجارت، (٢٠٠) (ت ن)  
ابن ماجه القزويني محمد بن يزيد -  
سنن العسفي - القاهرة، المطبع التازية، (٢٠٠) (ت ن)  
ابن منظور الاقزقي - جمال الدين محمد بن كرم، المتوفى ٧٤٤هـ  
لسان العرب - بولاق، المطبع الميرية، ١٣٢٤هـ -
- ابن هشام  
سيرت ابن هشام، ترجمة عبد الحليم صديق، غلام رسول مهر - لاهور -  
شيخ غلام علي، ١٩٦٢ع -
- ابن هشام  
السيرة النبوية بتحقيق مصطفى السقا إسماعيل الابياري - القاهرة، مصطفى الباني الحلبي، ١٩٥٥ع -
- ابن الهيثم، محمد بن عبد الواحد - المتوفى ٣٩١هـ -  
شرح فتح القدير على الهداية شرح بداية المبتدى - القاهرة، مصطفى محمد  
أبو حيان الاندلسي - المتوفى ٣٥٥هـ -  
الجزء الميظ - الرياض، النصر الحديثة -
- الوادد، سليمان بن الأشعث بن إسحاق (٢٠٢ - ٢٥٥)  
منن الوداد، القاهرة، مصطفى الباني الحلبي، ١٩٥٥ع -
- الزهره  
اسلامی مذاہب - ترجمہ غلام احمد حری، لائی پور ملک برادرزینہ، ١٩٦٤ع -

ابو السعود

تفسیرانی السعود بمباحث تفسیر رازی - استنبول، دارالطباعة العامة -

ابو عبید القاسم بن سلام (۲۲۴)

کتاب الاموال - القاهرة، المكتبة التجارية الكبرى، ۱۳۵۴ھ -

ابوالفضل، عماد الدین اسماعیل (۷۳۲)

کتاب المختصر فی اخبار البشر - القاهرة، المطبعة الحسينية المصرية ۱۳۳۵ھ -

ابوالفرح عبد الرحمن بن محمد

التقویم تاریخ الملوك والامم - حیدرآباد، داره المعارف ۱۳۵۴ھ، ج ۶،

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم

اسلام کا نظام حاصل ترجمہ کتاب الخراج - محمد نجابت اللہ صدیقی مترجم -

کراچی، مکتبہ چراغ ادب، ۱۳۹۶ھ -

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم

کتاب الخراج - القاهرة، المطبعة السلفية، ۱۳۵۲ھ -

احمد امین

فر الاسلام - القاهرة، المطبعة النهضة المصرية، ۱۳۵۹ھ -

احمد سرمدی

کتابات امام ربانی مجدد الف ثانی - کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ھ -

احمد شاہ بخاری

تحقیق فذک - سرگودھا، شعبہ نشر و اشاعت مدرسو دار الہدی پوٹریہ، ۱۹۵۵ھ -

اشرف علی تھانوی

تفسیر بیان القرآن - لاہور، تاج کمپنی -

الاصمہانی، احمد بن عبد اللہ التوفی ۲۳۳ھ -

ملیۃ الاولیاء - القاهرة، مکتبہ الناجی ۱۳۲۲ھ -

الاصمہانی، حمزہ بن الحسن

تاریخ ملک الارض - مکتبہ، مطبعہ منظر العجائب، ۱۸۶۷ھ -

اصطخری، ابوالحسن بن ابراہیم -

مسالك المالك، لیڈن، ای، جے بریل ۱۹۲۷ھ -

اقبال، محمد اقبال (ڈاکٹر)

تفکیر عبیدہ الہیات اسلامیہ ترجمہ نذیر نازی - لاہور، بزم اقبال ۱۹۵۸ھ -

اکبر خان، محمد -

جہاد صدیقی اکبر - لاہور، فیروز منیر ۱۹۵۸ھ -

آورد شاہ کشمیری

خاتم النبیین - کراچی، ادارہ مجلس علمی، ۱۳۷۸ھ -

اولیری، ڈی لیس - فلسفہ اسلام - ترجمہ احسان احمد حیدر آباد، دارالطبع عثمانیہ ۱۹۳۶ھ -

یونانی علوم اور عربیہ ترجمہ محمد عین خان - کراچی، کریم منیر پبلشرز ۱۹۶۸ھ -

بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (۱۹۴ - ۲۵۶)

صحیح البخاری - میرٹھ، المطبعة الباشمی، ۱۳۲۸ھ -

بدیع عالم، محمد

ترجمان السنہ - دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۸ھ -

برادوں، ایڈورڈ، مگ -

تاریخ ادبیات ایران بعد عبید (اردو ترجمہ) دہلی، انجمن ترقی اردو

ہند ۱۹۳۹ھ -

البغدادی، صفی الدین عبد المؤمن (۷۶۹)

مراصد الاطلاع علی اسماء الاکثمة والبقاع - قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ ۱۳۷۷ھ -

البحوی، ابو عبد اللہ الحسین

معالم التنزیل - بیروت، ۱۲۸۲ھ -

- بلاذری، احمد بن یحیی -  
 انساب الاشراف تحقیق محمد حمید اللہ، القاہرہ، دارالمعارف ۱۹۵۹ء  
 البلاذری، احمد بن یحیی  
 فتوح البلدان القاہرہ، مطبعہ الموسوعات ۱۳۱۹ھ -  
 بلاذری، احمد بن یحیی  
 فتوح البلدان تصحیح صلاح الدین الخجدی، القاہرہ، مکتبہ النہضۃ العربیہ ۱۹۵۶ء  
 البیضاوی ناظر الدین محمد بن عبد اللہ بن عمر - ۶۹۱ھ -  
 اذواء الترتیل و اسرار التاویل - مصر، مصطفی البابی -  
 البیہقی احمد بن الحسین (۴۵۸)  
 السنن الکبری - حیدرآباد، دائرۃ المعارف عثمانیہ ۱۳۳۵ھ -  
 التبریزی، ابو عبد اللہ محمد بن محمد اللہ  
 التلخیص فی شرح مشکاۃ المصابیح ترجمہ محمد ادریس - دمشق، مطبعۃ الامتدال  
 ترمذی، ابو یحیی محمد بن یحیی  
 جامع الترمذی - دہلی، مطبعہ نجفی ۱۳۳۲ھ -  
 ترمذی، ابو یحیی محمد یحیی  
 شمائل ترمذی - دہلی، مطبعہ نجفی ۱۳۳۱ھ -  
 الثعالبی - ابو یوسف  
 تاریخ خرد الیر المعروف بکتاب غرر اخبار ملوک الفرس و میرزم - طہران  
 مکتبہ الاسدی ۱۹۳۳ء -  
 ثعالبی عبد الرحمن بن محمد (۸۷۵)  
 کتاب الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن - الجزائر، احمد بن زکی ۱۹۵۵ء، ج ۴  
 ثناء اللہ محمد  
 تفسیر منہری - دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۶۱ء -

جرجی زیدیان

تاریخ تمدن الاسلامی - القاہرہ، دارالہلال (ت ن)

جرجی زیدیان

تاریخ تمدن اسلام ترجمہ محمد علیم انصاری - کراچی، شیخ نعمت علی ۱۹۶۴ء -

الجزیری، عبد الرحمن

الفقہ علی المذہب الاربعہ - القاہرہ، المکتبۃ التجاریہ الکبری (ت ن)

الجعص، ابوبکر احمد بن علی الرازی

الحکام القرآن - دار الخلفاء، مطبعۃ الاوقاف الاسلامیہ ۱۳۲۵ھ -

جعفی رئیس احمد

اقبال اور سیاست علی - کراچی، اقبال اکیڈمی (ت ن)

جوادی

تاریخ العرب قبل الاسلام - بغداد، المجمع العلمی العراقی، ۱۹۵۲ء -

جویریہ، ڈینیئل سی ڈینیٹ

جزیرہ اور اسلام - ترجمہ غلام رسول مہر، لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۶۲ء -

جوہری، طحطاوی ابو یوسف ۱۲۸۷ھ

الجوامع فی تفسیر القرآن - مصر، مصطفی البابی الحلبي، ۱۳۵۵ھ، ج ۲۶ -

الکام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ التوفیقی ۴۰۵ھ

المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث - حیدرآباد دکن - دائرۃ المعارف النظامیہ

۱۳۳۷ھ -

حتی، کے فلیپ

تاریخ خاتم ترجمہ غلام رسول مہر، لاہور، شیخ غلام علی، ۱۹۶۸ء -

حتی، کے فلیپ

تاریخ ملت عربی - ترجمہ کاشمش، کراچی، انجمن ترقی اردو

حقى مكنے فليپ

عرب اور اسلام - ترجمہ رفعت مبارز الدين، دہلی، ندوۃ المصنفين ۱۹۵۱ء

حقى، بکے - قلب

عربوں کا عروج و زوال - ترجمہ عبدالسلام - لاہور قومی کتب خانہ ۱۹۵۰ء

حسن ابراہیم حسن

تاریخ الاسلام السياسى والدينى والثقافى والاجتماعى - مکتبہ النہضہ

۱۹۵۳ء - ج ۳ - ج

حسن ابراہیم حسن

زعماء الاسلام - قاہرہ، مطبعہ النموذجية ۱۹۵۳ء

حسن الاغطی محمد

البعیم الاظم - کراچی، مکتبہ اعظمیہ

حفظ الرحمن سیوا مدی

قصص القرآن - کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۶۲ء

حفظ الرحمن سیوا مدی

اسلام کا اقتصادى نظام، ندوۃ المصنفين، ۱۹۵۹ء

الحقانی، عبدالحق

تفسیر فتح النہال المشہورہ تفسیر حقانی لاہور شیخ غلام علی (ت)

حمزہ بن الحسن الاسفہانی

تاریخ لوک الارض، مکتبہ، مطبع مظهر العجايب، ۱۸۶۶ء -

حمیدانہ

مول اکرم کی سیاسی زندگی - کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۶۱ء -

حمیدانہ

مہمد نوی کے میدان جنگ - حمید آباد دکن، انتظامی پریس، ۱۹۳۵ء -

حمید اللہ محمد -

مجموعہ الوثائق السياسیہ - القاہرہ، لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر ۱۹۳۱ء

الحان، علی بن محمد بن ابراہیم

تقدیر الحان، مفسرہ مطبعہ مصطفیٰ محمد (ت)،

الحضری بک

اقام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء - قاہرہ، المکتبۃ التجاریہ الکبری، ۱۹۵۵ء -

الحضری، محمد

تاریخ الام الاسلامیہ - قاہرہ، مطبعہ المعارف (ت)،

الحضری بک، محمد

خامزات تاریخ الاسلامیہ الدولہ العباسیہ - القاہرہ، مطبعہ الاستغاثہ ۱۹۳۲ء

خطاب، محمود شیت

آں حضرت بیثیت سپہ سالار، جعفری رئیس احمد مترجم - لاہور شیخ غلام علی

۱۹۶۹ء -

الحلیب، حمید الحمید

رسالت خاتم النبیین - محمد عادل مترجم، کراچی، وصیہ الدین، ۲۰ ج -

خلیفہ بن خیاط (۲۴۰)

تاریخ خلیفہ بن خیاط - الخف، مطبعہ الآداب، ۱۹۶۶ء -

نوکشیہ احمد فاروق

حضرت ابوبکر صدیق کے سرکاری خطوط - دہلی، ندوۃ المصنفين، ۱۹۶۰ء

داوہ معارف اسلامیہ

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، ۶۹-۶۹۴۱۹۶۳

دطلان، احمد بن زین

الفتوحات الاسلامیہ بعد منی الفتوحات النبویہ - القاہرہ، نويسہ العلمی، ۱۹۶۸ء

رشيد بن زهير - (قرن خامس)  
كتاب ذخائر القف - الكويت، التراث العربي، ١٩٥٩ع.

رشيد رضا، محمد  
تفسير المنار - القاهرة، مطبع المنار.

رضا محمد  
الوكيع صديق - مصر، حبي الباني، ١٩٣٥ع.

الزرقاني، محمد  
شرح الزرقاني على موطأ الإمام مالك - القاهرة، المكتبة التوجيهية الكبرى، ١٩٥٩ع.

الزرقاني، محمود بن عمر (٥٢٨)  
الكشاف، القاهرة، مطبع الاستقامة، ١٩٣١ع.

سباعي، مصطفى  
حديث رسول كاتشيري - تمام ترجمة غلام احمد حري لايبور، ملك، برادوز

١٩٤١ع  
سفاوي، شمس الدين  
الاعلان بالتوجيه لمن ذم القاريه ترجمة محمد يوسف لايبور كزى اردو بور

الفرعي، شمس الدين  
المبسوط - القاهرة، مطبع السعادة، ١٣٢٢ع.

سعدى، شيخ صالح الدين  
مكتبات - دلي، سب نكس كتاب كمر، ١٩٠٠ع.

سيد احمد اكبر آبادي  
صديق اكبر - دلي، ندوة الصنفين، ١٩٩١ع.

سلطان منصور پوري، قاضي محمد سليمان  
دعته للعالمين - لايبور، شيخ غلام علي.

دروزة، محمد عزه  
التفسير الحديث (السور مرتبة حسب النزول) القاهرة، دار احيا الكتب العربية، ١٩٦٧ع.

الديبوري، ابو حنيفه محمد بن داود  
الانبار الطوال - ترجمه مرزا محمد منوره لايبور، مركزى اردو بور، ١٩٦٧ع.

الذهبي، شمس الدين  
تجريد اسماء الصحابه - حيدرآباد، دائرة المعارف، ١٣١٥ع.

الذهبي، ابو عبد الله شمس الدين  
تذكرة الحفاظ - حيدرآباد دكن، دائرة المعارف، ١٣٤٥ع.

الذهبي، شمس الدين ابو عبد الله  
الجز في تخرين زهير - الكويت، دائرة المطبوعات والنشر، ١٩٩١ع.

الذهبي، ابو عبد الله  
يزان الاعتدال في تعداد الرجال، مصر، محمد اسماعيل، ١٣٢٥ع، ٣ ج.

داني، عبد الله  
تاريخ كامل ايران - طهران، چاپخانه اقبال، ١٣٢٤ع، ١ ش.

داني، فخر الدين محمد بن ضياء الدين عمر  
مفاتيح الغيب المشتهر بالتفسير الكبير - استانبول، دار الطباعة العامرة

الراغب الاصمغاني، ابو القاسم الحسين بن محمد (٥٠٢)  
الذريعة الى النكاح الشريف - النجف الاشرف، منشورات مطبع المجيد، ١٩٦٦ع.

راغب اصمغاني  
مفردات القرآن - ترجمه محمد بن حمده الفلاح، لايبور، المكتبة القاسية، ١٩٦٣ع.

الراغب الاصمغاني، الحسين بن محمد (٥٠٢)  
المفردات في غريب القرآن - القاهرة، مصطفى الباني، ١٩٩١ع.

رحماني، عبد الصمد  
كتاب العشر الزكوة - بجلوري (چينه) مكتبة امارت شرعية، ١٣٦٢ع.

سلیمان ندوی  
تاریخ ارض القرآن - اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۳۲۲ھ۔

سلیمان ندوی  
تاریخ ارض القرآن - اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۳۴۳ھ۔

سلیمان ندوی  
سیرۃ النبی - اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۳۴۱ھ۔

سین، آرتھر کرملٹون  
ایران بعد ساسانیان - ترجمہ محمد اقبال - دہلی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۱ء۔

سیوطی، جلال الدین (۹۱۱)  
الاتقان فی علوم القرآن، القاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبي، ۱۹۵۱ء۔

سیوطی، جلال الدین  
تاریخ الخلفاء، ترجمہ شبیر احمد انصاری - کراچی، کتب خانہ اشرفیہ، (ز ن)

السیوطی جلال الدین عبدالرحمن  
الجامع الصغیر فی احادیث البیہر والنذیر - لاہور، المکتبۃ الاسلامیہ، ۱۳۹۴ھ۔

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن  
خصائص کبریٰ ترجمہ غلام معین الدین نعیمی - کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۶۹ء۔

السیوطی، جلال الدین  
الدر المنثور فی تفسیر بالمأثور - القاہرہ، مطبعہ مبینہ، ۱۳۱۳ھ۔

الشافعی، محمد بن ادیس  
الام - القاہرہ، مکتبۃ التعلیمات الازہریہ، ۱۹۶۱ء۔

شکری فیصل  
ترکۃ النجۃ الاسلامی فی القرن الاول - القاہرہ، دار الکتاب العربی، ۱۹۵۶ء۔

شبلہ، احمد  
التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ - القاہرہ، مکتبۃ النهضة العربیہ، ۱۹۵۹ء۔

شبلہ، احمد  
المبتجع الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ - القاہرہ، مکتبۃ النهضة العربیہ، ۱۹۶۴ء۔

الشوکانی، محمد بن علی بن محمد الشافعی  
فتح القدیر، القاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبي، ۱۳۳۹ھ۔

الشوکانی محمد بن علی بن محمد  
نیل الاطوار شرح منہجی الاخبار - القاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبي، ۱۹۶۱ء۔

الشیرستانی - ابو اللیث محمد بن عبد اللہ  
الملل والنحل - مصر، مصطفیٰ البابی الحلبي، ۱۹۶۱ء۔

شیخ زادہ  
عاشیہ شیخ زادہ مل تفسیر القاضی بیضاوی - استانبول، المطبعۃ الثانیہ

ط حسین حضرت ابو بکر صدیق اودھڑت عرفان حق عربی سے اردو ترجمہ شاہ عطا  
کراچی نفیس ایکڈمی، ۱۹۶۲ء۔ ۲۷ ص۔

ط حسین  
الشیخان، مصر، دار المعارف، ۱۳۶۶ھ۔

ط حسین  
مرآۃ الاسلام - مصر، دار المعارف، ۱۹۵۹ء۔

طبار، راجب  
تاریخ الحاکم وعلوم اسلامی ترجمہ افتخار احمد نجفی، لاہور اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۶۸ء۔

الطبرسی، ابو علی علی الفضل بن الحسن (۵۴۸)  
مجمع البیان فی تفسیر القرآن، سورطا، مطبعۃ العرفان، ۱۳۵۵ھ۔ ۱۰ ج۔

الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر  
تاریخ الرسل والملوک - لیڈن، ای، جے بریل، ۱۸۸۱ - ۱۸۸۲ء۔

عبد العزیز سالم  
تاریخ العرب فی العصر الجاہلی - بیروت، دار النہد العربیہ ۱۹۷۱ء۔

عبد القاہر بن ظاہر بن محمد البغدادی (۳۲۹)  
الفرق بین الفرق - القاہرہ، مکتبہ محمد علی صبیح (ت ن)

غزیر، محمد  
دولت قضاہ - اعظم مدرسہ، معارف پریس، ۱۹۵۸ء۔

علی جلد، کراچی  
فلسفہ قدیم الاحمدیہ ۱۹۹۶ء۔

علی المتقی بن حسام الدین السنونی ۱۹۷۵ء۔  
کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال - جمہور آباد دکن، دائرۃ المعارف ۱۳۱۲ھ

عمر ابو النضر  
سیرت ابوبکر صدیق علیہ السلام اردو ترجمہ شیخ محمد یحییٰ لاہور، ادارہ فروغ اردو  
۱۹۵۵ء۔

العینی، بدر الدین ابی محمد (۸۵۵)  
مذہب القاری شرح صبیح البخاری - القاہرہ - ادارہ الطبعہ النیریہ (ت ن)

غزالی، محمد  
کیسائے سعادت ترجمہ نائب نقوی - لاہور، شیخ نظام المل (ت ن)

غزالی، محمد  
مذاہب العارفین - ترجمہ احیاء العلوم - محمد حسن صدیقی مترجم لاہور۔

مک سراج الدین  
الغزالی الخلیل ابی یوسف محمد بن الحسین  
الاحکام السلطانیہ - القاہرہ، مصطفى البابی الخلیفی، ۱۳۵۵ھ۔

طبری، ابو جعفر محمد بن جریر (۳۱۰)  
تاریخ طبری ترجمہ محمد ابراہیم - حیدر آباد دکن، دار الطبع جامعہ قضاہ ۱۹۳۷ء۔

طبری، ابو جعفر محمد بن جریر  
تاریخ الامم والہلوک (تاریخ طبری)، القاہرہ، الطبعة الحسینیہ العربیہ۔

الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر - التوفی سنۃ  
جامع البیان عن تامل آی القرآن - القاہرہ، مصطفى البابی الخلیفی ۱۹۵۳ء۔

الطحاوی، ابو جعفر  
شرح معانی الآثار - دہلی، مطبع مصطفى، سنۃ ۱۲۳۵ھ۔

الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد  
مشکل الآثار - جمہور آباد دکن، دائرۃ المعارف، ۱۳۳۵ھ۔

طنطاوی، ابو جعفر  
الجوامع فی تفسیر القرآن الکریم - القاہرہ، مصطفى البابی الخلیفی، ۱۳۵۰ھ۔

مالک بن انس، زبیب  
الفتاویٰ البندیہ بالمہاتہ الفتاویٰ العالمگیریہ - بولاق، المطبعہ الکبریٰ للامیریہ

سنۃ ۱۳۱۵ھ جمعہ ماہ من افاضل الهند وسمیہ نظام الدین بامر محمد اورنگ زبیب مالگیریہ۔  
محمد الحق

الاکیل علی مدارک الترتیل - اسرا (لیا)، مطبع الخلیل الطابع، ۱۳۳۱ھ۔

عبد الحق، محدث دہلوی  
مدارج النبوت - کراچی، مدینہ پبلیشنگ کمپنی (ت ن) ۲ ج

عبد الرحمن شاہ دہلی  
الکندی وآراوہ الفلسفیہ - اسلام آباد، مجمع البحوث الاسلامیہ، ۱۹۷۳ء۔

عبد الرشید، محمد  
اسلامی ریاست و حکومت - کراچی، علی کتاب گھر، ۱۹۷۲ء۔

دعادم بن جعفر  
کتاب الخراج (اردو) - حیدرآباد دکن، دارالطبع عثمانیہ، ۱۳۳۹ھ۔  
القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد  
الجامع للحکام القرآن - القاہرہ، دارالکتب المصریہ، ۱۹۳۸ھ۔  
قطب - سید  
اسلام کا نظام عدل - عربی سے ترجمہ محمد نجابت اللہ صدیقی، لاہور،  
اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۶۳ھ۔  
قطب - سید  
فی ظلال القرآن - القاہرہ، مئیس البابی الجلی  
اکسافنی، علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود  
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - القاہرہ، شکر المطبوعات العلویہ، ۱۳۳۲ھ۔  
کر سلطان آر تھر  
ایران بہمد ساسانیان اردو ترجمہ از فرانسس محمد اقبال - دہلی، انجمن ترقی اردو  
ہند، ۱۹۴۱ھ۔  
الکلاعی، سلیمان بن موسیٰ  
الاکتفا فی معارف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القاہرہ، مکتبہ النبی، ۱۹۶۸ھ۔  
محمد یحییٰ، ذبی  
اجتماعی تعلقات - لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز  
گیلانی، مناظر احسن  
تدوین حدیث - کراچی، ادارہ مجلس علی، ۱۹۵۶ھ۔  
مالک امام  
موطائنام مالک ترجمہ وجید الزمان - کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب  
(تکن)

الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد - المتوفی ۴۵۰ھ  
الحکام السلطانیہ - القاہرہ، مصطفی البابی العلی، ۱۳۸۰ھ۔  
حبیب اللہ، حافظ  
اہل کتاب صحابہ و تابعین - اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۵۱ھ۔  
الحبيب الطبری، ابو یوسف احمد  
الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ - میدان، مکتبہ المدینہ، ۱۳۹۰ھ۔  
محمد اعلیٰ بن علی  
کشاف اصطلاحات الفنون - کلکتہ، ایڈیشن ایک موسمی آف بنگال، ۱۸۳۳ھ۔  
محمد بن حبیب، ابو جعفر (۲۴۵)  
کتاب الحج - حیدرآباد دکن، دائرہ المعارف عثمانیہ، ۱۳۶۱ھ۔  
محمد حنیف ندوی  
اساسیات اسلام - لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۳ھ۔  
محمد رابع حسنی ندوی  
جزائریہ مالک اسلامیہ - نکلن، دارالعلوم ندوۃ العلماء، ۱۹۶۲ھ۔  
محمد شفیق، مفتی  
اسلام کا نظام الحفی مع فتوح الہند، ادارہ المعارف، ۱۳۸۳ھ۔  
محمد شفیق، مفتی  
فتح نبوت، (اشاعت چہارم) - کراچی، ادارہ المعارف، ۱۹۶۵ھ۔  
محمد شفیق، مفتی  
قرآن میں نظام نکوۃ - کراچی، ادارہ المعارف، ۱۹۶۳ھ۔  
محمد شفیق، مفتی  
معارف القرآن، کراچی، ادارہ المعارف، ۱۹۶۹ھ۔  
محمد ہاشم سندھی  
عبد نبوت کے اہ و سال ترجمہ یوسف لدھیانوی، لاہور، چودہوی فرسٹ، ۱۹۶۶ھ۔

محمد يوسف

حياة المعايير، غنى دلي، اداره اشاعت ونيات، ١٣٨٣هـ، ج ٢ -

مرتضى الزبيدي، محمد

تاج العروس شرح القاموس - القاهرة، مطبعة الخيرية، ١٣٦٥هـ -

مرغنياني، علي بن أبي بكر

الهداية - دلي - مطبع جبهائي، ١٣٥٠هـ -

السجدي، أبو الحسن علي بن الحسين (المتوفى ٣٢٥هـ)

التبعية والاشراف - القاهرة، مكتبة الشرق الاسلاميه، ١٩٣٨هـ -

السجدي، أبو الحسن علي بن الحسين

مروء الذهب و معادن الجواهر في التاريخ - استانبول، الخزائن المعجونه

للعيد الضعيف نجان السجدي (تت)

مسلم بن الحجاج

مصحح مسلم بشرح نووي - القاهرة، المطبعه العربيه، ١٣٧٩هـ -

مصطفى سامي

حديث رسول كاشف ربي مقام ترجمه غلام احمد حري - لاهور، مكتب برادرز، ١٩٤٤هـ -

مصطفى، محمد ابراهيم

ابو بكر الصديق - القاهرة، دار الفكر العربي

معين الدين احمد شاه

اسلام ادرعي محمد - اعظم مرمره، مطبع المعارف، ١٩٥٢هـ -

معين الدين ندوي

غناء دانشدين، اعظم مرمره، مطبع دارالصفين، ١٣٤٣هـ -

معين الدين محمد بن عبد الرحمن الاكبري الشافعي (٨٣٣ - ٨٩٣م)

جامع البيان - كوبرا نوال، دار النشر للكتب الاسلاميه، ١٩٤٩هـ -

المقدس، الطهر بن طاهر

كتاب البدا، والتاريخ - باريز، الخواجه ارست لوداهان، ١٩٠٣هـ -

مودودي، ابوالاعلى

سود - لاهور، اسلامك پبلي كيشن، ١٩٦٨هـ -

مودودي، ابوالاعلى

تفسير القرآن - لاهور، ترجمان القرآن -

النسائي، ابو يعقوب الحسن، احمد بن علي

سنن النسائي - القاهرة، المطبعه المصريه (تت)

النشأه، علي سامي

نشأه الفكر الفلسفي في الاسلام - اسكندريه، مطبعه المصري، ١٩٦٧هـ -

واقدي، محمد بن عمرو

شروع الحرب ترجمه قوت العرب متنازيك مترجم - دلي كتب خانة انترفيه

الواقدي، محمد بن عمرو

فتوح الشام، استانبول، المطبعه العثمانيه، ١٣٠٣هـ -

واقدي، محمد بن عمر المتوفى ٥٢٤هـ -

كتاب الغازي - تحقيق ارمون بونس، لندن، هاموند سكس فوردي، ١٩٦٩هـ -

وحيد الزمان

لغات الحديث - كراچي، نور محمد كازانه تجارت كتيب -

ولبر، دوتالده

ايمان اضيها، دعامر ترجمه عبد النعم محمد مستين - القاهرة، مكتبة مصر

١٩٥٨هـ -

ول الله دابلي، شاه

ازالة الغفاه عن غلافه ترجمه عبد الحكور دانتشار الله - كراچي، محمد سعيد انيلكتر

تاجران كتب قرآن علي (تت)

ولی اللہ شاہ

جید اللہ المبالغہ ترجمہ محمد اسماعیل، لاہور، شیخ غلام علی (د ن)  
ولی اللہ شاہ (۱۱۷۶)

غیر کثیر ترجمہ عبدالرحیم، ممبئی، انیس مولوی غلام رسول (د ن)  
ولی اللہ شاہ

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، لاہور، المکتبہ السلفیہ، ۱۹۷۶ء۔  
ولی اللہ شاہ

مصطفیٰ و موسیٰ شرح موطا امام الک۔ دہلی، کتب خانہ حمید، ۱۳۴۶ھ۔  
ہاشمی، یوسف جاس

درت بن نوفل۔ بزل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، جنوری ۱۹۶۶ء۔  
ہمدانی، ابو محمد الحسین بن احمد (۳۲۳)

کتاب صفحہ جریۃ العرب، مصر۔ مطبعہ السعادیہ، ۱۹۵۲ء۔  
ہیکل، محمد حسین

ابوبکر صدیق اکبر ترجمہ محمد احمد پانی پتی۔ لاہور، مکتبہ جدید، ۱۹۵۷ء۔  
یا قوت الحموی

مجم البلدان۔ بیروت، دار بیروت، ۱۳۴۶ھ۔  
الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب (تقریباً ۲۸۴)

تاریخ الیعقوبی، بیروت، دار بیروت، الطباعہ والبشر، ۱۹۶۰ء۔  
الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر

تاریخ الیعقوبی، ای جے پریل، ۱۹۶۶ء۔  
یوسف الدین، محمد

اسلام کے معاشی نظریے۔ حیدرآباد دکن، مطبعہ ابراہیمید، ۱۹۵۰ء

Benjamin, S.G.W.  
Persia, 4th Ed. London, T.Fisher Unwin, 1888.

(The) Encyclopaedia Britannica, 11th Ed. New York,  
Encyclopaedia Britannica, N.D.

(The) Encyclopaedia of Islam, Leyden, E.J.Brill,  
(N.D)

Gibbon, Edward.  
(The) Decline and Fall of the Roman Empire,  
New York, Modern Library (N.D)

Hitti, Philip, K.  
(The) Arabs, 3rd ed. London, Macmillan, 1956.

Hitti, Philip, K.  
History of the Arabs, London, Macmillan, 1960.

Malcolm, John.  
(The) History of Persia. London, Longman,  
1815.

Muir, William.  
(The) Caliphate. Its Rise, Decline and Fall.  
Edinburgh, John Grant, 1915.

O'Leary, D.D.  
Arabia Before Muhammad. London, Kegan Paul,  
1927.

Sykes, Percy.  
History of Persia. 3rd ed. London, Macmillan  
and Co., 1951.

## فهرست اعلام، اماکن، قبائل

آبلی ص ۲۸۳

آبلی الزيت ص ۲۸۴ - آبل جیتک ص ۲۱۴

آدم ص ۲۴۴، ۲۵۰، ۲۹۰، ۳۵۹، ۳۶۰ - ابن جریر ص ۱۸

۳۸۵، ۳۵۲، ۳۵۳ - ابن حرقص ص ۱۸، ۳۵۵

آره (شهرکامی) ص ۱۸۱ - ابن حزم ص ۳۳۱

آریه ص ۲۳۵، ۲۴۰، ۳۶۰ - ابن خلدون ص ۳۹۰

آک بویه ص ۳۰۹ - ابن الدفنه ص ۹۴، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۹، ۱۲۴

آک صدیق زاک ابی بکر ص ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸ - ابن سعد ص ۴۰۴، ۴۰۷

آک مروین عدی ص ۱۹۳ - ابن عامر ص ۲۷۷

آک یا مصر ص ۲۹۸ - ابن العبدودیه ص ۹۷

ابراہیم علیہ السلام ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴ - ابن مساکر ص ۱۸

۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰ - ابن عیینہ ص ۸۲

ابراہیم ابن رسول اللہ ص ۶۷ - ابن کثیر ص ۳۷۶، ۳۹۰، ۳۹۹

ابراہیم خفی ص ۹۱ - ابن منظور ص ۲۷

ابرهیم ص ۲۳۱، ۲۳۲ - ابن البادی ص ۵۳

ایجاد ص ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸ - ابن شام ص ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷

ابن ابی قاض ص ۸۷، ۹۳، ۹۴، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵ - البراء الخور ص ۴۶

۱۶۹، ۲۲۵ - البرایوب الضاری ص ۲۷۷

ابن اثیر ص ۳۹۰ - البرکین العرفی ص ۳۰۴



































وزارت اعلیٰ پنجاب  
کتاب خانہ قومی حکومت پنجاب لاہور

حافظ حسین الدین

۱۳۳۱ھ تک بمقام قاضی امجد علی خان

پیشانیوں پر مندرجہ آراء و تصانیف ان کے مالکین کے ہاں

رجسٹر ۱۳۵۲-۱۳۵۱ھ

کتاب میں یہ تحریر البیضاء میں تصدیق تاریخ کی دہائی میں  
حکیم طاہر مسٹر کوڑی نے عیاں کر کے شائع کیا۔ اس میں جو قرآنی آیات  
کے حوالہ دیے ہیں ان کو ملحوظ فرمادہ۔ مندرجہ فقرات سے متبرک ہیں۔

تعلیم لغوی

میں

۱۳۵۰-۱۳۵۱ھ

HAFIZ MUHAMMAD MOINUDDIN

(Teacher)

At the time of printing the book was in the possession of

Registered at the National Library, Lahore.

1352-1351 A.D.

AF-995

طوبیٰ ریسرچ لائبریری  
اسلامی اردو، انگلش کتب،  
تاریخی، سفرنامے، لغات،  
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)